سزائے ارتداد؛ فقہی مذاہب اور معاصر افکار

تجزیاتی مطالعہ

تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی علومِ اسلامیہ

www.KitaboSunnat.com

مقالہ نگار

آصف جاوید

رول نمبر:PH:0615

دورانیہ ۲۰۲۰ء-۲۰۱۵ء

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

ادارہ علوم اسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

DECLARATION CERTIFICATE

This thesis which is being submitted for the degree of Ph.D. in the University of the Punjab does not contain any material which has been submitted for the award of Ph.D. degree in any University and, to the best of my knowledge and belief, neither does this thesis contain any material published or written previously by another person, except when due reference is made to the source in the text of the Thesis.

12/9/19

Asif Javed
Ph.D. Scholar Roll. No. 06-15
Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

INSTITUTE OF ISLAMIC STUDIES
UNIVERSITY OF THE PUNJAB
Quaid-e-Azam Campus, Lahore.
Ph. Office: 042-99231232, 99230501
E-Mail: Director.is@pu.edu.pk

Ref. No. D/ 783 /I.S

Dated: 12/9/17

To Whom It May Concern:

This is to certify that Asif Javed is a regular Ph.D. Scholar registered in the Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore. He has completed his thesis entitled

"سزائے ارتداد: فقہی مذاہب اور معاصر افکار۔ تحریمی مطالعہ"

under my supervision for the award of Ph.D. Degree. Asif Javed is eligible for submission of his Thesis under the Rules & Regulation of the Institute as well as of the University regarding Ph.D. Material used by him is original and he has shown creativeness in his work.

It is also certified that there are no grammatical and typographical mistakes or errors in the thesis.

12-9-17

Prof. Dr. Muhammad Saad Siddiqui
Supervisor

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتساب

جرعۂ آب اور قطرۂ خون

کے نام

وہ قطرۂ خون، جو صحن حرم میں والد گرامی کے پاؤں سے بہہ نکلا تھا

اور

وہ جرعۂ آب، جو والدہ محترمہ کی آنکھ سے موتی بن کر جائے نماز پر ٹپک پڑا تھا

میرے مستقبل کی خاطر انہوں نے اپنا حال ہی نہیں ماضی اور مستقبل بھی قربان کر دیا۔۔!

﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا﴾

.....☆.....☆.....

آصف جاوید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سپاس نامہ

اللہ وحدہ لاشریک ہمارے خالق حقیقی اور معبودِ برحق ہیں۔آپ کی ذات ستودہ صفات نے قلم پیدا کیا اور مقالہ نگار کو اس کا اداشناس بنایا ہے۔جن کی حمد وثنا کے کلمات، سات سمندروں کا پانی اور تمام درختوں کے قلم بھی احاطہ تحریر میں لانے سے قاصر ہیں[1]۔تکمیل مقالہ کے موقع پر میں تمام تر جذبہ امتنان کے ساتھ اُس وحدہ لاشریک کی بارگاہ عالیہ میں شکر وسپاس کا سجدہ بجا لاتا ہوں!

اس ذات کبریا کے بعد حضرت رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس ہماری بزرگ ترین ہستی ہیں۔آپ کا وجود سعید بلاشبہ، ابنائے آدم پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔[2] ہم آپ کے احسان مند ہیں کہ آپ کی جگر پاش مساعی کے نتیجہ میں آج ہم مسلمان ہیں۔میں تمام تر احساس تشکر کے ساتھ رسول گرامی قدر کے حضور درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتا ہوں!

حمد وثناء اور درود وسلام کے بعد میں اپنے نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی صاحب، ڈائریکٹر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ پنجاب کا خصوصی شکریہ ادا کروں گا، جن سے پی ایچ ڈی میں مجھے شرف تلمذ حاصل ہوا۔استاد گرامی نے علم، فہم اور حلم کے باب میں مقالہ نگار کو بہت متاثر کیا اور بلاشبہ آپ کی فراخ دلانہ رہنمائی اور مشفقانہ تعاون سے میں مقالہ ہذا کو موجودہ سطح تک پہنچانے میں کامیاب ہوا ہوں!

اس کے بعد اپنے بھائیوں، دوستوں اور ساتھیوں کا شکریہ ادا کرنا مجھ پر واجب ہے، جن کی محنتوں، محبتوں اور دعاؤں کے ساتھ آج میں اپنے موجودہ مقام تک پہنچا ہوں چنانچہ برادر کبیر جناب محمد یاسین کا شکریہ، جن سے میں نے ایام طفلی میں سورۂ فیل اور سورۂ قریش کو سر راہ زبانی یاد کیا تھا۔محسن بھائی فرزند علی کا شکریہ، جن کے بابِ نعمت سے میں عرصہ دراز تک منسلک رہا ہوں اور انہی کے تعاون سے میرا تعلیمی سفر مکمل ہوا ہے!

مرشد گرامی پروفیسر ڈاکٹر سیف اللہ فیضی صاحب (صدر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج سول لائنز لاہور) کا شکریہ، جن کے سایہ عاطفت میں پل کر جوان ہوا ہوں اور جن کی بروقت رہنمائی اور مستقل دعائیں میری بیساکھیاں ہیں۔جناب ڈاکٹر منیر احمد صاحب رسول پوری کا شکریہ، جو مجھے اپنا چھوٹا بھائی سمجھتے ہیں اور واقعی بڑے بھائی بن کر میرا خیال رکھتے ہیں۔پروفیسر محمد نعیم (صدر تنظیم اساتذہ اوکاڑہ) کا شکریہ جو ہر ملاقات پر مجھے اصلاح وتربیت کا اصل کام یاد دلاتے اور ہمیشہ قرآنی خدمت کی جانب متوجہ کرتے رہتے ہیں!

جملہ اساتذہ کرام خصوصاً اپنے گاؤں کے استاد مولانا محمد شریفؒ کا شکریہ، جن سے میں نے نورانی قاعدے کا آغاز کیا اور ابھی تک چند ابتدائی تختیاں ہی پڑھ پایا تھا کہ ان کا انتقال ہوگیا، ان کے بعد مجھے باقاعدہ ناظرہ قرآن پڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔ہائی سکول کے استاد محترم محمد یاسین صاحب (جیٹھ پور) کا شکریہ، جن کی تحریک پر میں علم دین کی تحصیل میں راغب ہوا۔محترم ظفر اقبال وٹو صاحب کا شکریہ، جن کے ذریعہ سے میں اپنے گاؤں کا تخریبی ماحول چھوڑ کر لاہور کی روح پرور جامعہ میں جا داخل ہوا۔قاری محمد اشرفؒ کا شکریہ، جن کی شفقت سے میں نے قرآن پاک کو اپنے سینہ مبارک میں محفوظ کیا اور جنہوں نے حفظ کے ساتھ ساتھ مجھے مڈل اور میٹرک کے لیے فراخدلانہ موقع عنایت فرمایا۔جناب محمد اکرم شاہد صاحب کا شکریہ، جن کی رضا کارانہ توجہ سے

۱۔ ارشاد ربانی ہے:﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾

۲۔فرمان الٰہی ہے:﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے میٹرک امتحان پاس کیا اور محترم عابد الٰہی صاحب کا شکریہ، جن کا ماہرانہ اسلوب تدریس بی اے کی انگلش میں بھرپور معاون ثابت ہوا!

جامعہ لاہور الاسلامیہ کے جملہ اساتذہ کرام اور انتظامیہ خصوصا مدیر اعلیٰ حافظ عبدالرحمٰن مدنی، مولانا محمد رمضان سلفی، مولانا محمد شفیق مدنی، ڈاکٹر حافظ حسن مدنی، ڈاکٹر حافظ انس نضر مدنی اور ڈاکٹر قاری حمزہ زیاد مدنی کا شکریہ، جن سے میں نے اسلامی علوم وفنون کا اکتساب کیا اور جن کا ہمہ نوع تعاون کسی نہ کسی صورت جاری رہتا ہے!

قابل قدر اسلامی بھائیوں؛ جناب عالم دین ڈوگر، جناب سیف الرحمٰن، نعیم سیف الاسلام، احسان الٰہی ظہیر، عبدالباسط بلوچ، عبدالخالق توقیر، حافظ محمد عبداللہ اور عرفان عزیز جامی کا شکریہ، جن کی دوستانہ رفاقت نے ہر لمحہ خوب سے خوب تر کے حصول پر آمادہ کیا اور جن کی خوشگوار یادیں آج بھی میرا قیمتی سرمایہ اور دائمی رفیق ہیں!

حافظ فہد اللہ مراد (پرنسپل عزیزیہ ماڈل کالج ساہیوال)، ڈاکٹر جواد حیدر (ڈگری کالج رینالہ خورد)، جناب تیمور رانجھا (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور) نے بعض اہم مصادر اور بنیادی مواد تک رسائی کو ممکن بنایا۔ ڈاکٹر کامران طاہر (نامور محقق)، ابوانس طیبی اور حافظ فیض اللہ ناصر (مترجم کتب کثیرہ) نے احادیث کی تخریج، تحقیق اور تعلیق کے کام میں تعاون فرمایا!

مخلص دوست حافظ انتظار احمد سلمہٗ (جامعہ پنجاب) اور حافظ عابد ابراہیم (رینالہ خورد) نے مقالہ کی کمپوزنگ سے لے کر ڈیزائننگ، پرنٹنگ اور بائنڈنگ تک کے تمام مراحل میں میرا ساتھ دیا۔ اوّل الذکر موسم کی شدت اور سفر کی صعوبت اٹھا کر میرے گھر رینالہ خورد میں تشریف لاتے رہے ہیں اور ثانی الذکر نے اپنے گھر کا دروازہ چوبیس گھنٹے خندہ پیشانی سے مجھ پر کھلا رکھا۔ میں مذکورہ تمام احباب گرامی کا تہ دل سے ممنون ہوں اور ان کے حق میں دعا گو ہوں!

اپنی رفیقہ حیات کا شکریہ، جن کے ترغیبانہ مشورے پر میں نے پی۔ ایچ۔ ڈی کو بلا تاخیر شروع کر دیا اور انہوں نے نہ صرف میرے بچوں محمد، میرب، مسفرہ اور احمد کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت میں کمال صبر وضبط کا مظاہرہ کیا بلکہ میرے آرام کا بھی خیال رکھا اور مجھے گھریلو ذمہ داری سے، جس حد تک ممکن تھا بے فکر رکھا۔ وہ میرے سکون کا باعث اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں!

.....☆☆☆☆☆.....

آصف جاوید

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ

سیشن ۲۰۲۰ء-۲۰۱۵ء

رول نمبر: PH:0615

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیائے فانی کے روز اول ہی سے اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت کا انتہائی مناسب اہتمام فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء ورسل کا ایک سلسلہ شروع کیا تا کہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں لوگ کوئی عذر پیش نہ کر سکیں تاہم حق و ہدایت کے باب میں انسان کو مجبور محض نہیں بنایا گیا بلکہ اسے مختار مطلق پیدا کیا گیا ہے چنانچہ سبیل حق اور صراط ہدایت واضح کرنے کے باوجود قبول حق اور اختیار ہدایت میں اسے آزاد چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ارادہ واختیار سے فیصلہ کرے گا اور اس پر کسی قسم کے جبر واکراہ کو کام میں نہیں لایا جائے گا۔

حریت فکر اور آزدیٔ ضمیر کے باب میں عدم جبر کے باوجود اسلام اپنے پیروکاروں کے عقیدہ و مذہب کا تحفظ یقینی بناتا ہے اور ہمہ قسم کے اندرونی اور بیرونی اسلام دشمن عناصر سے اہل اسلام کے عقیدہ و مذہب کی حفاظت کرتا ہے، یہی باعث ہے کہ اسلام نے جہاد کے ذریعہ اسلام دشمن خارجی اسباب کا سد باب کیا ہے اور اندرونی خطرات سے دینی تحفظ کو سزائے ارتداد سے معلق رکھا ہے تا کہ معاندین اور مرتدین کی ریشہ دوانیوں سے عام اہل اسلام کے عقیدہ و مذہب کی حفاظت کو یقینی بنایا جا سکے۔

لغوی اعتبار سے ارتداد کا لفظ رد سے مشتق ہے اور رد سے مراد ہے۔"**الرد صرف الشیء ورجعه** "[۱]

گویا رد کا معنی ہے کسی چیز کا پلٹنے اور لوٹنا کے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں ارتداد کی تعریف یہ ہے:

"الردة هی قطع الاسلام بنية اوقول كفر او فعل سواء قاله استهزاء اور عنادا او اعتقادا." [۲]

''اسلام چھوڑنے کو ردۃ کہا جاتا ہے۔اسے نیت سے چھوڑا گیا ہو یا کفریہ قول وفعل سے چھوڑا گیا ہو اس کا یہ عمل مذاقا ہو یا عنادا ہو یا اعتقادا ہو۔''

اسلام کے فوجداری قانون کی رو سے ارتداد ایک جرم ہے، جس پر دنیا میں موت کی سزا مقرر ہے۔جرم ارتداد پر سزائے موت قرآن حکیم، سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔دسیوں آیات مبارکہ اپنی نصوص کے اشارہ، دلالہ اور اقتضاء سے جرم ارتداد کی سزائے موت بیان کرتی ہیں۔متعدد صحیح اور حسن درجے کی احادیث نبویہ سے بھی سزائے ارتداد ثابت ہوتی ہے اور حضرات خلفائے راشدین کا طرز فکر وعمل بھی سزائے ارتداد پر دال ہے، جس کی تفصیل مقالہ ہذا میں اپنے اپنے مقام پر موجود ہے۔

۱۔ ابن منظور ،محمد بن مکرم ،لسان العرب،الناشر :دار صادر ، بیروت،ط :الثالثة ،ه،مادة ردد،جص۔

۲۔ الشافعی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج الیٰ معرفة معانی الالفاظ المنهاج ،دارالکتاب العلمیة،ط:اولیٰ،کتاب الردة جصاور السنیکی، ابو یحییٰ، زکریا بن محمد ، فتح الوهاب بشرح منهج الطلاب،کتاب الردة جص۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مختلف مکاتب فکر اور مذاہب فقہ سے منسوب، تمام زمان و مکان اور متفرق علوم و معارف کے اسلامی ماہرین کے اقوال و آثار کی رو سے، سزائے ارتداد پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے اور خلافتِ عثمانیہ کے سقوط سے قبل کی تیرہ سو سالہ اسلامی تاریخ، اس حقیقت پر گواہ ہے کہ صحابہ کرام سے لیکر تابعین عظام تک، اہل سنت کے فقہی مذاہب سے لیکر اہل تشیع کے مکاتب فکر تک اور علمائے عقیدہ و تفسیر سے لیکر علمائے حدیث و فقہ تک، تمام مذہبی ادب کے کسی ایک گوشہ میں بھی اور اسلامی تاریخ کے کسی ایک مرحلہ پر بھی یہ مؤقف موجود نہیں تھا کہ جرم ارتداد پر سزائے موت نہیں ہوگی۔

سزائے ارتداد کے باب میں معاصر افکار کا آغاز انیسویں صدی کے نصف آخر سے ہوتا ہے جب سلطنت عثمانیہ کے آخری دور میں یورپ کا اثر و رسوخ بڑھ گیا تھا۔ برطانیہ نے استنبول میں کیننگ (Canning) [1] کو اپنا سفیر مقرر کیا اور وزارت خارجہ نے خصوصی طور پر اسے سلطنت عثمانیہ کے باسی عیسائیوں پر خصوصی توجہ دینے کی ہدایت کی چنانچہ ۱۸۵۰ میں کیننگ دربار خلافت سے پروٹسٹنٹ کی قومی حیثیت تسلیم کروانے میں کامیاب ہوگیا۔ کیننگ نے ارتداد کے جواز اور عیسائیت کے فروغ میں بھی اپنا کردار ادا کیا اور مرتد کی سزائے موت کا حکم شرعی معطل کروانے میں اپنی کوشش کا آغاز کر دیا۔

کیننگ کا دعویٰ یہ تھا کہ قرآن حکیم میں نبوی دور میں مرتد کو صرف مخصوص حالات میں سزائے موت دینے کا ذکر کیا گیا ہے اور ہنگامی حالات میں شریعت کی تشریح شیخ الاسلام کی بجائے عثمانی بادشاہ کرے گا چنانچہ وہ ۱۸۴۴ میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوگیا جب ترک وزیراعظم نے یہ اعلان کیا کہ تبدیلی مذہب کے معاملہ میں حکومت دخل اندازی نہیں کرے گی مگر شیخ الاسلام نے مرتد کی سزا سے متعلقہ شرعی حکم کے خاتمہ میں وزیراعظم کی موافقت کرنے سے انکار کر دیا اور یہ اعلان کیا کہ وہ کسی صورت بھی یہ فتویٰ نہیں دیں گے کہ مسلمان اپنا دینی عقیدہ تبدیل کرنے میں آزاد ہیں۔[2]

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بعض مشائخ الاسلام کو بھی فتنے میں ڈال دیا گیا اور مغربی اثر و رسوخ کے زیر اثر انہوں نے بھی سزائے ارتداد سے انکار کر دیا چنانچہ ۱۹۰۷ میں روس کے بعض صحافیوں نے ایک مکالماتی مجلس کا انعقاد کیا اور سلطنت عثمانیہ کے شیخ الاسلام سے یہ سوال کیا کہ اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ ہم اپنی حکومت سے کسی صورت میں بھی یہ مطالبہ نہیں کریں گے کہ وہ اسلام سے ارتداد کی صورت میں مرتد کو سزا دے یا اسے کسی طور پر تنگ کرے کیونکہ کسی شخص کو جبراً اسلام یا عیسائیت قبول کرنے پر آمادہ کرنا ممکن نہ ہے اور ہر شخص اصلاً ارتداد مذہب میں آزاد ہے لہٰذا اس کے اظہار میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔[3]

اس کے بعد سزائے ارتداد سے انکار کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا اور مصر کے دانشوروں میں سے محمد توفیق صدقی (۱۹۲۰ء) نے مجلّہ المنار میں **الاسلام هو القرآن وحدهٗ** کے عنوان سے اس موضوع پر مضامین کا باقاعدہ سلسلہ وار آغاز کر دیا اور یہ مؤقف اختیار کیا کہ قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا وجود نہیں ہے اور ارتداد مجرد کی بنا پر کسی کو قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے بلکہ عقیدہ کے باب میں انسان

۱۔ سٹیفرڈ کیننگ (۱۸۸۰ء۔۱۷۸۶ء) سلطنت عثمانیہ میں برطانیہ کا سفیر تھا جو، بیس سال کا طویل عرصہ اس منصب پر فائز رہا۔ پہلی بار ۱۸۲۵ء سے لے کر ۱۸۲۸ء تک اور دوبارہ ۱۸۴۱ء سے لے کر اگلے سترہ سال تک اسے سلطنت عثمانیہ میں برطانیہ کا سفیر مقرر کیا گیا۔ کیننگ کا انتقال ۱۸۸۰ میں ہوگیا۔

۲۔ تطور الاتجاهات الاسلامية فی الدولة العثمانية، عبدالرئوف سنو: ۱۶ ۳۔ مجلة المنار: ۱۱/۷۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزاد ہے اور مجرد ترک عقیدہ کی پاداش میں تارک کو قتل کرنا قرآن حکیم کے خلاف ہے۔[1]

جناب صدقی کے علاوہ عبدالعزیز جاویش (۱۹۲۹ء) نے اپنی کتاب الاسلام دین الفطرة و الحرية کے صفحات ۱۴۳ تا ۱۶۰ پر ارتداد کی سزائے قتل سے انکار کیا۔ جاویش کا تعلق رشید رضا کی جماعت حزب الاصلاح المعتدل سے تھا، جسے انتہا پسندی کے خلاف روشن خیالی کے لیے قائم کیا گیا تھا یہی وجہ ہے کہ بعض معتبر حضرات نے اس تحریک کو اسلامی تحریک تنویر کا نام بھی دیا ہے۔[2]

محمد رشید رضا (۱۹۳۵ء) نے ایک فتویٰ جاری کیا اور اس میں یہ قرار دیا کہ قتل مرتد کا مسئلہ قرآن حکیم سے ثابت نہیں ہے بلکہ قرآن کسی پرامن مرتد کو قتل نہ کرنے پر دال ہے چنانچہ جو مرتدین اہل اسلام کے خلاف برسر جنگ نہ ہوں گے اور اسلامی حکومت کی اطاعت سے منحرف نہ ہوں گے، انہیں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس قسم کی سزائے موت، اقامت دین کے اس بنیادی فریضہ کے خلاف ہوگی، جس کے لیے خلیفہ کو مقرر کیا گیا ہے۔[3]

شیخ محمود شلتوت (۱۹۶۳ء) نے اپنی کتاب الاسلام عقيدةً و شريعةً میں شیخ الازہر کی حیثیت سے یہ مؤقف اختیار کیا کہ علمائے کرام میں سے اکثر کا خیال یہ ہے کہ خبر احاد کی بنیاد پر جرائم حدود کا اثبات نہیں ہوتا اور کسی کا کفر فی نفسہٖ اس کے خون کو مباح نہیں بناتا اور قرآن کی متعدد آیات میں عقیدہ کے جبر سے منع کیا گیا ہے۔[4]

دوسری جانب شرعی حجت و برہان کے قائلین بھی میدان عمل میں سرگرم رہے ہیں چنانچہ شیخ احمد شاکر (۱۹۵۸ء) نے مجلة الكتاب میں شیخ شلتوت پر رد کیا تھا اور شیخ عبداللہ بن علی نے شلتوت پر نقد کرتے ہوئے اعلام الانام کے نام سے باقاعدہ ایک کتاب قلم بند کی ہے۔[5]

مصر کے غیر ازہری علمائے کرام نے بھی اس باب میں اپنا مثبت کردار ادا کیا چنانچہ اخوان المسلمون کے بانی حسن البناء (۱۹۴۹ء) نے مصری دستور کی تشکیل کے وقت حریت فکر کے باب میں سزائے ارتداد سے متعلق یہ مؤقف اختیار کیا کہ دستور کی مطلق دفعات کو مقید کرنے کی ضرورت ہے اور حریت عقیدہ کے متعلق قانون کی لازماً یہ تشریح کرنی چاہیے کہ وہ مرتدین پر منطبق نہ ہوگا کیونکہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔[6]

حسن البنّاء کے رفیق کار سید سابق (۲۰۰۰ء) نے اپنی کتاب فقه السنّة میں سزائے ارتداد کا بھرپور دفاع کیا۔[7] اور استاذ عبدالقادر عودۃ شہید (۱۹۵۴ء) نے اپنی کتاب التشريع الجنائي الاسلامي میں جرم ارتداد اور اس کی سزائے قتل کو اسلام کے فوجداری قانون کا حصہ بنایا ہے۔[8]

۱۹۹۲ء میں شیخ محمد الغزالی اور شیخ محمود مزرعۃ نے بھی سزائے ارتداد کے دفاع میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی نے عقوبة الارتداد عن الدين کے نام سے اپنی کتاب میں مذکورہ شیخین کے دفاع اور تائید میں قلم اٹھایا۔ اس کتاب میں منکرین

۱۔ مجلة المنار: ۱۰۶/۷ ۲۔ مجلة البيان، شماره: ۳۰۲ ۳۔ محمد توفیق صدقی (۱۹۲۰-۱۸۸۱ء) مصر کے معروف اہل قرآن اور منکر سنت ہیں۔ علامہ رشید رضا کے مجلّہ المنار میں مضامین لکھتے رہے جو بعد میں کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ موصوف کی معروف کتاب 'الاسلام ھو القرآن وحدہٗ' ہے۔
۴۔ الاسلام عقيدةً و شريعةً: ۲۸۱ ۵۔ مجلة الكتاب: ۲۹۹/۳ ۶۔ حسن البنّاء، الامام، المجدد والداعية الشهيد: ۱۶۸
۷۔ فقه السنّة: ۴۵۷/۲ ۸۔ التشريع الجنائي الاسلامي، مقارناً بالقانون الوضعي: ۶۶۱/۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سزائے ارتداد کے شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔[1]

سزائے ارتداد کے باب میں متجددانہ افکار کا آغاز ترکی سے ہوا تھا، جسے بعد میں جامعہ ازہر کے بعض علماء نے پروان چڑھایا، مصر سے یہ ذہن ہندوستان منتقل ہوا اور آج کل حالات یہ ہیں کہ سزائے ارتداد کو نہ صرف مختلف فیہ بنا دیا گیا ہے بلکہ آزادی مذہب کے نام پر اسے سند جواز فراہم کی جا چکی ہے۔

خلاصہ(Abstract):

اسلام کے قانون جرم وسزا کی رو سے بعض جرائم پر دنیا میں موت جیسی سخت ترین سزائیں عائد ہوتی ہیں۔فقہائے کرام کے ایک نقطہ نگاہ کے مطابق ارتداد کا جرم بھی ان جرائم میں شمار ہوتا ہے جن کے ارتکاب پر اسلامی قانون کی رو سے موت کی سزا عائد ہوتی ہے۔اس موقف کے حامل فقہائے کرام اپنے موقف کی تائید میں بہرصورت مضبوط دلائل رکھتے ہیں، ہمارے قدیم فقہی ادب میں جرم ارتداد اور سزائے ارتداد سے متعلقہ تمام تفصیلات موجود ہیں۔دوسری جانب ہمارے جدید قوانین اور معاصر افکار چونکہ آزادی مذہب کے ضامن ہیں، چنانچہ وہ جرم ارتداد اور اس کی سزائے موت سے ابا کرتے ہیں، اس نقطہ نگاہ کے حامل مفکرین بھی اپنے موقف کی تائید میں اپنے پاس دلائل رکھتے ہیں۔یہی باعث ہے کہ جرم ارتداد اور سزائے ارتداد کے موضوع پر قدیم فقہی ادب اور جدید قانونی دفعات اور معاصر افکار کے مابین تجزیہ وتحقیق کرنا ضروری ہے۔میرے مقالہ میں بنیادی طور پر زیر بحث موضوع سے متعلقہ قدیم وجدید افکار کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

موضوع کا تعارف(Introducation):

خدائی ہدایت پر مشتمل آخری پیغام کا نام دین اسلام ہے جو حیاتِ انسانی کے تمام گوشوں میں بنیادی اصول وقواعد فراہم کرتا ہے۔اسلام نے انسان کے حقوق وفرائض کا تعین کر دیا ہے اور جرم وسزا سے متعلقہ احکام وقوانین بھی مقرر فرما دیئے ہیں چنانچہ جو شخص اپنے فرائض بجالانے میں یا دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا، اسے اُخروی عذاب یا دنیاوی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔دنیاوی سزا کے طور پر اسلام کے فوجداری قانون میں مختلف جرائم پر حدود وتعزیرات، قصاص ودیات اور کفارات جیسی متفرق سزائیں موجود ہیں۔فقہائے کرام کے ایک نقطہ نظر کے مطابق ایک فوجداری جرم ارتداد بھی ہے۔اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنا ارتداد کہلاتا ہے۔

مقالہ نگار نے اسی جرم ارتداد اور اس کی سزا کے جملہ گوشوں پر قدیم فقہی ادب اور جدید قانونی تناظر میں تحقیقی مقالہ پیش کیا ہے کہ ارتداد کی حقیقت کیا ہے؟ مرتد کون ہوتا ہے؟ اس کی سزا کی نوعیت کیا ہے؟ اور حالات کا تغیر اس پر کس قدر اثر انداز ہوتا ہے؟

۱۔ ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی (۲۰۰۸ء۔۱۹۳۱ء) آپ مصر کے اسلامی مبلغ اور عربی ادب کے معروف استاد ہیں۔جامعہ ازہر کے مدرس رہے اور مختلف عربی مجلّات میں علمی اور فکری مضامین لکھتے رہے ہیں۔آپ کی چند مشہور کتب یہ ہیں:الاسلام فی مواجهة الایدیولوجیات المعاصرة، الجامع فی دفع الاشبهات المثارة حول السنة النبویة، المجاز فی اللغة والقرآن الکریم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سابقہ کام کا جائزہ (Review of Literature):

ارتداد کے موضوع پر محدثین کرام نے اپنی کتب میں مستقل عنوانات قائم فرمائے ہیں، فقہائے عظام بھی اپنے اصول و فروع میں مسئلہ ارتداد کی تفصیلات اور جزئیات تک کو زیرِ بحث لائے ہیں۔ ہمارے دور میں خصوصاً انیسویں صدی میں سزائے ارتداد کے اثبات اور دفاع میں درج ذیل کتابیں منصۂ شہود پر آئی ہیں:

☆ اردو زبان میں سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ارتداد کے موضوع پر "مرتد کی سزا اسلامی قانون میں" تحریر کی ہے۔ یہ دراصل ایک مختصر کتابچہ ہے جو بعض سوالات کے جواب میں مولانا نے تحریر فرمایا تھا۔ مصنف نے اس موضوع پر چند آیات اور احادیث کو نقل کیا ہے اور سزائے ارتداد پر وارد شدہ شبہات کے معقول جواب رقم فرمائے ہیں مگر اس کتابچے میں موضوع ھٰذا سے متعلقہ فقہی مذاہب اور معاصر افکار کی دیگر تفصیلات موجود نہ ہیں۔[1]

☆ اردو ہی میں منظور احسن عباسی نے جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا کے عنوان سے کتاب لکھی ہے جو دراصل جسٹس ایس۔اے رحمٰن کی کتاب کا جواب ہے گویا یہ کتاب بھی ارتداد کے موضوع پر جامع نہیں ہے بلکہ محض ایک کتاب اور اس کے مصنف کے شبہات کا جواب ہے۔[2]

☆ سزائے ارتداد کے اثبات میں ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے اسلامی قانون ارتداد کے نام سے ایک مختصر کتابچہ مرتب کیا۔ مصنف نے اس کتابچے میں ارتداد کی مختلف صورتیں ذکر کی ہیں اور ارتداد کے اثرات پر مختلف فقہی مذاہب کا ذکر کیا ہے البتہ اس کتابچے میں ارتداد سے متعلقہ آیات کی تفصیل، احادیث کی شرح، صحابہ کرام کے اقوال اور معاصر افکار اور قوانین کو ذکر نہیں کیا گیا۔[3]

☆ اردو زبان کے علاوہ عربی میں بھی سزائے ارتداد کے اثبات پر اسلامی ادب وجود میں آیا ہے۔ مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق موضوع ھٰذا پر عربی میں سب سے جامع کام ڈاکٹر عبدالعظیم مطعنی کا ہے، ڈاکٹر مطعنی نے **عقوبة الارتداد عن الدين بين الادلة الشريعة و شبهات المنكرين** کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے منکرین سزائے ارتداد کے شبہات کا مسکت جواب دیا ہے۔[4]

مفکرین کا جو گروہ جرم ارتداد اور اس کی سزائے موت کا قائل نہیں ہے، انہوں نے بھی اپنے موقف کی تائید میں اس موضوع پر بہت سا مواد فراہم کیا ہے، جس کے نتیجہ میں مذکورہ بالا کتب کے علاوہ سزائے ارتداد کے انکار، تاویل یا نصوص شریعت کی جدید تعبیرات پر مشتمل درج ذیل کتب منظر عام پر آئی ہیں:

☆ برصغیر میں سزائے ارتداد سے انکار پر پہلی باقاعدہ کتاب قتل مرتد اور غلام لونڈیاں کے نام سے جناب غلام احمد پرویز نے تحریر کی۔ مصنف نے کتاب ہٰذا میں اپنا تمام زورِ قلم ارتداد سے متعلقہ آیات پر صرف کیا ہے اور قرآن کی رو سے ارتداد کا جواز فراہم کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مصنف نے ان آیات مبارکہ کی من مانی تاویل کی ہے، جو بظاہر انسان کو مذہب اختیار کرنے میں آزادی فراہم کرتی ہیں اور ان کی بنیاد پر یہ ثابت کیا ہے کہ مذہب کے باب میں کوئی جبر نہیں ہے۔ جناب پرویز نے اس موضوع پر وارد احادیث اور اقوال صحابہ کو قطعاً درخور اعتناء نہیں سمجھا ہے۔[5]

☆ سزائے ارتداد کے انکار پر جناب رحمت اللہ طارق نے قتل مرتد کی شرعی حیثیت کے نام سے چھوٹی ضخامت کی ایک کتاب

۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور۔ اپریل ۱۹۷۰ء

۲۔ منظور احسن عباسی۔ اسلامی مشن سنت نگر لاہور۔ ۱۹۷۴ء

۳۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن۔ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور۔ اگست ۲۰۰۱

۴۔ عقوبة الارتداد عن الدين..... ، مکتبۃ وہبۃ، القاہرہ، ۱۴۱۴ء

۵۔ غلام احمد پرویز، قتل مرتد اور غلام لونڈیاں، میزان پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۶۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھی ہے۔مصنف نے اپنی اس کتاب میں انہی دلائل کا تذکرہ کیا ہے جنہیں جناب غلام احمد پرویز نے اپنی کتاب میں ذکر کیا تھا۔ کتاب ہٰذا ابھی ارتداد سے متعلقہ،صرف اور صرف قرآن کی آیات کا خود ساختہ مطالعہ پیش کرتی ہے جس میں قرآن کی تفسیر کرتے وقت قدیم معتبر علمائے تفسیر سے استفادہ نہیں کیا گیا اور نہ اس موضوع پر قرآن کے علاوہ دیگر مصادر شریعت کا تذکرہ ہی کیا گیا ہے۔[1]

☆ سزائے ارتداد سے انکار پر عربی زبان میں سب سے معروف کتاب **لا اکراہ فی الدین** ہے جس کے مصنف ڈاکٹر طٰہٰ جابر علوانی ہیں۔اس کتاب کا انگریزی ترجمہ Nancy Roberts نے Apostacy in Islam; A Historical & Scriptual Analysis کے نام سے کیا ہے۔مصنف کے خیال میں چند احادیث سے غلط فہمی کے باعث اہل اسلام میں یہ ذہن پیدا ہو گیا ہے کہ اسلام میں ارتداد کی سزا موت ہے حالانکہ قرآن کی رو سے دین کے باب میں کوئی جبر نہیں ہے۔مصنف نے سزائے ارتداد سے متعلقہ احادیث کی اسناد پر بحث کی ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ تمام تر احادیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں۔مصنف نے معاصر علماء میں سے غیر معروف اور غیر معتبر ناموں کی فہرست گنوائی ہے، جو ارتداد کی سزا کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔[2]

☆ سزائے ارتداد کے تصور پر انگریزی زبان میں جناب جسٹس ایس۔اے رحمٰن نے "Punishment of Apostacy in Islam" کے نام سے کتاب لکھی۔مصنف چونکہ اسلامیات کے شعبہ سے وابستہ نہ تھے لہٰذا یہ کتاب تحقیقی نقطہ نظر سے ایک سطحی کتاب ہے جس میں مصنف نے اپنے خاص ذہنی سانچہ کے تناظر میں سزائے ارتداد پر انہی افکار کا اظہار کیا ہے جو ان سے قبل جناب غلام احمد پرویز وغیرہ پیش کر چکے تھے۔[3]

مقالہ نگار کو ارتداد کے موضوع پر مندرجہ بالا کتب دستیاب ہوئی ہیں۔مذکورہ اردو،عربی اور انگریزی کتب میں سے زیادہ تر موضوع ہٰذا کے کسی خاص پہلو پر لکھی گئی ہیں اور ان میں سے کوئی کتاب بھی اپنے موضوع پر جامع نہیں ہے چنانچہ کسی صاحب نے ارتداد کو صرف قرآن کے تناظر میں دیکھا اور احادیث کو نظر انداز کر دیا۔کسی کتاب میں محض فقہی مذاہب کی آراء کو جمع کر دیا گیا اور معاصر افکار کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔کسی مصنف نے اپنی کتاب میں سزائے ارتداد پر وارد شبہات کا جواب دیا مگر اس باب میں جدید قوانین کا مطالعہ پیش نہیں کیا لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ارتداد اور اس کے متعلقات پر جامع تحقیقی کام کیا جائے جو موضوع ہٰذا کے تمام پہلوؤں پر محیط ہو یعنی ارتداد کے موضوع پر قرآن،حدیث،تفسیر اور فقہ کی تفصیلات کا احاطہ کیا جائے،اس کے علاوہ معاصر افکار و آرا کو بھی زیر بحث لایا جائے،نصوص و آثار شریعت کی جدید تعبیرات کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے،جدید قوانین خصوصاً دستور پاکستان کی متعلقہ دفعات اور نظریاتی کونسل کی سفارشات کا جائزہ پیش کرتے ہوئے چند تجاویز و سفارشات بھی مرتب کی جائیں۔

ضرورت و اہمیت (Importance and Significance):

اسلام کے فوجداری قانون خصوصاً حدود و تعزیرات کے باب میں ارتداد کا ایک مستقل عنوان ہے۔یہی باعث ہے کہ فقہائے کرام نے ارتداد کے جملہ احکامات کو تفصیل سے مرتب کیا ہے مگر ہماری جدید دنیا میں آزادی اظہار رائے کو انسان کے بنیادی حقوق میں شمار کیا جاتا ہے اور اس کے ضمن میں آزادی اختیار مذہب کو بھی ایک مسلمہ قدر کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے چنانچہ ارتداد کے جرم اور اس پر سزا کو اہل مغرب نے مذہبی جبر سے تعبیر کیا ہے۔ہمارا جدید ذہن اور تعلیم یافتہ طبقہ بھی اسے جرم ماننے سے انکاری ہے۔ متجددین بھی فقہائے امت سے اختلاف کرتے ہوئے ارتداد کے باب میں نصوصِ شریعت کی نت نئی تعبیرات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ قتل مرتد کی شرعی حیثیت۔رحمت اللہ طارق،ادارہ ادبیات اسلامیہ،ملتان،۲۰۰۱ء ۲۔ ڈاکٹر طٰہٰ جابر علوانی (۱۹۲۰ء۔۱۹۳۵ء) آپ عراق کے شہر فلوجہ میں پیدا ہوئے۔جامعہ ازہر سے اصول فقہ میں ڈاکٹریٹ کیا اور جامعہ محمد بن سعود میں اصول فقہ کے استاد مقرر ہوئے۔آپ The International Institute of Islamic Thought کے بانی رکن تھے۔

3. Punishment of Apostacy in Islam, Justice S.A. Rehman, Islamic Research Institute, Islam Abad, Dec-1972

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضرورت اس امر کی تھی کہ ارتداد سے متعلقہ تمام نصوص و آثار کا تفصیلاً مطالعہ کیا جائے، فقہائے امت کی آراء کو تحقیقی انداز میں دیکھا جائے اور معاصر افکار کو ان کے پس منظر کے ساتھ تنقیدی نگاہ سے پرکھا جائے۔ مقالہ نگار نے قدیم فقہی ادب اور جدید قانونی دفعات کے تحقیقی مطالعہ کے بعد انہی سوالات کے جواب میں چند تجاویز و سفارشات بھی مرتب کی ہیں۔

بنیادی سوال (Research Question):

بنیادی سوال یہ ہے کہ جرم ارتداد کی سزائے موت پر کیا اسلامی تاریخ میں تمام فقہی مذاہب اور فقہائے امت کا اجماع ہے؟ سزائے ارتداد کے باب میں معاصر فکر کا قدیم فقہی مذاہب سے کیا اختلاف ہے؟ اس بنیادی سوال سے متعلقہ چند ذیلی سوالات بھی ہیں کہ قانونی طور پر مرتد کون ہوتا ہے اور اس کی سزا کیا ہوگی؟ ارتداد فی نفسہ کوئی جرم ہے یا بغاوت کے ساتھ مل کر سنگین جرم بنتا ہے؟ اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں ارتداد کو کس نگاہ سے دیکھا گیا ہے؟ اور حالات کا تغیر ارتداد کی سزا پر کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے؟ ارتداد پر سزا کی نوعیت کیا ہے یعنی سزائے ارتداد کو حد سے تعبیر کریں گے یا اسے تعزیر کہیں گے؟

فرضیہ تحقیق (Hypotheisis):

مندرجہ بالا سوال کی رو سے فرض کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی تاریخ میں جرم ارتداد کی سزائے موت پر تمام فقہی مذاہب اور فقہائے امت کا اجماع ہے۔

یہ بھی فرض کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی تاریخ میں جرم ارتداد کی سزائے موت پر تمام فقہی مذاہب اور فقہائے امت کے مابین اختلاف ہے۔

یہ بھی فرض کیا جا سکتا ہے کہ جدید دنیا کے معاصر افکار جرم ارتداد کی سزائے موت پر فقہی مذاہب سے متفق ہیں۔

اور یہ بھی فرض کیا جا سکتا ہے کہ جدید دنیا کے معاصر افکار جرم ارتداد کی سزائے موت پر فقہی مذاہب سے مختلف ہیں۔

منہج تحقیق (Research Methodology):

مقالہ نگار نے اپنی تحقیق کے دوران تجزیاتی (Analytical) طریقہ تحقیق اختیار کیا ہے۔

مقاصد تحقیق (Objectives):

اس تحقیقی موضوع کے اہداف و مقاصد درج ذیل ہیں:

1) ارتداد کے باب میں وارد قرآن و سنت کی نصوص کا تفسیرات و تشریحات کے ساتھ بالاستیعاب مطالعہ کرنا۔
2) امت کے مجموعی طرز فکر کی رو سے اقوال صحابہ اور آثار تابعین کی وضاحت کرنا۔
3) فقہائے امت کے اقوال کی رو سے ارتداد کے جملہ احکامات کی تفصیل سے آگاہ ہونا۔
4) ارتداد کے باب میں تمام فقہی ادب کا مطالعہ کر کے اختلافی اقوال کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا۔
5) مسئلہ ارتداد پر معاصر افکار اور جدید آراء کا پس منظر کے ساتھ تجزیہ کرنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

6) سزائے ارتداد سے متعلقہ اہل مغرب کے شبہات، اشکالات اور اعتراضات کا جواب دینا۔

7) فقہائے امت اور معاصر افکار کے مابین ارتداد سے متعلقہ اختلافات وتعبیرات کا تقابلی جائزہ پیش کرنا۔

8) دستورِ پاکستان کی ارتداد سے متعلقہ قانونی دفعات کا احاطہ کرنا۔

9) مسئلہ ارتداد پر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا تجزیہ کرنا۔

10) قرآن وسنت کی روح کے مطابق اور حالاتِ حاضرہ سے قریب تر تجاویز وسفارشات پیش کرنا۔

مجوزہ ابواب:

پہلا باب ارتداد کے چند اساسی مباحث پر مشتمل ہے، جس میں ارتداد کا مفہوم، اس کی انواع واقسام، اس کے موجبات و مظاہر، صحت ارتداد کی شروط وموانع اور ارتداد کے اثرات ونتائج کا ذکر کیا گیا ہے۔

دوسرا باب سزائے ارتداد سے متعلقہ نصوص وآثار کے مطالعہ پر مشتمل ہے، جس میں سزائے ارتداد پر آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، عمل خلفائے راشدین اور اجماع امت کا تفصیلی مطالعہ کیا گیا ہے۔

تیسرا باب سزائے ارتداد اور فقہی مذاہب پر مشتمل ہے، جس میں فقہائے حنفیہ، فقہائے مالکیہ، فقہائے شافعیہ، فقہائے حنابلہ، فقہائے ظاہریہ اور فقہائے جعفریہ کے نزدیک ارتداد کے اثرات ونتائج بیان ہوئے ہیں۔

چوتھا باب سزائے ارتداد اور جدید قوانین پر مشتمل ہے، جس میں سزائے ارتداد سے متعلقہ اقوام متحدہ کے منشور برائے انسانی حقوق، غیر مسلم ممالک کے قوانین، مجموعہ تعزیرات پاکستان اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

پانچواں باب سزائے ارتداد اور معاصر افکار پر مشتمل ہے، جس میں نصوص قرآنیہ پر وارد شدہ اشکالات، احادیث وآثار پر اعتراضات اور مسئلہ ارتداد پر عقل ومنطق کے شبہات کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست عناوین

باب اول: ارتداد؛ چند اساسی مباحث

فصل اول: ارتداد کا مفہوم اور اقسام 01

فصل دوم: ارتداد کے اسباب و مظاہر 17

فصل سوم: ارتداد کی شروط و موانع 29

فصل چہارم: ضابطہ کار برائے اثبات جرم ارتداد 38

باب دوم: سزائے ارتداد؛ مطالعہ نصوص و آثار

فصل اول: قرآن حکیم اور جرم ارتداد 49

فصل دوم: احادیث نبویہ اور سزائے ارتداد 63

فصل سوم: خلفائے راشدینؓ اور سزائے ارتداد 77

فصل چہارم: اجماع امت اور سزائے ارتداد 91

باب سوم: سزائے ارتداد اور فقہی مذاہب

فصل اول: ازواج و اولاد پر ارتداد کے اثرات 103

فصل دوم: وراثت پر ارتداد کے اثرات و نتائج 114

فصل سوم: مختلف جرائم پر ارتداد کے اثرات و نتائج 125

فصل چہارم: معاہدات و عبادات پر ارتداد کے اثرات و نتائج 135

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم: سزائے ارتداد اور معاصر قوانین

فصل اول: سزائے ارتداد اور عالمی منشور برائے انسانی حقوق 150

فصل دوم: توہین مذہب اور جدید غیر اسلامی قوانین 164

فصل سوم: ناموس رسول ﷺ اور مجموعہ تعزیرات پاکستان 180

فصل چہارم: سزائے ارتداد؛ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات 194

باب پنجم: سزائے ارتداد اور معاصر افکار

فصل اول: سزائے ارتداد پر قرآن حکیم سے متعلقہ اشکالات 208

فصل دوم: سزائے ارتداد پر احادیث نبویہ سے متعلقہ شبہات 223

فصل سوم: سزائے ارتداد پر اجماع امت سے متعلقہ شبہات 238

فصل چہارم: سزائے ارتداد پر عقل و منطق کے شبہات 251

خلاصۂ بحث 265

نتائج تحقیق 268

سفارشات 270

اشاریہ جات 272

مصادر و مراجع 275

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اول

ارتداد؛ چند اساسی مباحث

فصل اول: ارتداد کا مفہوم اور اقسام 01

فصل دوم: ارتداد کے اسباب و مظاہر 17

فصل سوم: ارتداد کی شروط و موانع 29

فصل چہارم: ضابطہ کار برائے اثبات جرم ارتداد 38

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

ارتداد کا مفہوم اور اقسام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

ارتداد کا معنی و مفہوم

ارتداد کا لغوی معنی:

ارتداد باب افتعال سے مصدر ہے، اس کا مادہ 'رد' بنتا ہے اور اس سے اسم فاعل 'مرتد' آتا ہے۔ عربی زبان میں ارتداد کا معنی ہے: لوٹ جانا، پھر جانا، واپس ہونا، پلٹ جانا۔ جبکہ شرعی اصطلاح میں ارتداد کا مطلب ہے؛ دین اسلام چھوڑ دینا اور کفر اختیار کرنا۔ ابن منظورؒ رقم فرماتے ہیں:

"وقد ارتدّ وارتد عنه، تحول، وفی التنزیل ﴿وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ﴾ (البقرة: ۲۱۷) ولاسم الردة، ومنه الردة عن الاسلام ای الرجوع عنه وارتد فلان عن دینه، اذا كفر بعد اسلامه..... والردة الاسم من الارتداد..... والارتداد الرجوع ومنه المرتد."[۱]

علامہ ازدی رقم طراز ہیں:

"رددت الشیءَ اردّه ردّا 'فهو مردود' و فی الوجه ردّة ، اذا كان قبیحاً. والردة الرجوع عن الشیء، و منه الردة عن الاسلام". [۲]

امام راغب اصفہانی رقم کرتے ہیں:

"الارتداد والردة: الرجوع فی الطریق الّذی جاء منه ولكن الردة تختص بالكفر والارتداد یستعمل فیه وغیره". [۳]

دیگر لغات مثلاً الصحاح، تاج العروس اور معجم الوسیط وغیرہ میں بھی ارتداد کا یہی مفہوم درج کیا گیا ہے۔ تمام لغات سے ارتداد کا مشترک معنی یہ بنتا ہے کہ ایک کلمہ گو مسلم کا اسلام سے پلٹ جانا اور ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا ارتداد کہلاتا ہے۔[۴]

ارتداد کا اصطلاحی مفہوم:

ارتداد کی اصطلاحی تعریف میں فقہائے امت کی عبارات باہم مختلف ہیں، مگر تمام تعریفات کا مشترکہ مفہوم ایک ہی ہے۔ مختلف فقہی مکاتب فکر کے نزدیک ارتداد کی چند مشہور اصطلاحی تعریفات مندرجہ ذیل ہیں:

مذہب حنفی:

علامہ کاسانیؒ رقم فرماتے ہیں:

"اجراء كلمة الكفر على اللسان بعد وجود الایمان؛ اذا الردة عبارة عن الرجوع

۱۔ ابن منظور، جمال الدین، ابو الفضل، محمد بن مكرم بن علی، لسان العرب: ۱۵۳/٤، دار المعارف القاهره، س ن

۲۔ ازدی، محمد بن حسن، جمهرة اللغة: ۷۲/۱، الطبعة الاولی، س ن،

۳۔ راغب اصفهانی، حسین بن محمد، نور محمد، المفردات فی غریب القرآن: ۱۹۲/۱، اصح المطابع، كراچی، س ن

٤۔ جوهری، ابو نصر اسماعیل بن حماد، الصحاح، دار الكتاب العربی، مصر، س ن، ٤۷۰/۱؛ زبیدی، ابو الفیض، محب الدین، تاج العروس من جواهر القاموس: ۳۵۱/۲، الطبعه الاولی، س ن؛ المعجم الوسیط: ۳۳۷/۱، مجمع اللغة العربیه، القاهره، ۱۹۸۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عن الایمان، فالرجوع عن الایمان یسمیٰ ردة فی عرف الشرع" [۱]

''وجود ایمان کے بعد زبان پر کلمہ کفر جاری کرنا ارتداد کہلاتا ہے۔ ارتداد ایمان سے رجوع کا نام ہے۔ ایمان سے رجوع کو شرعی اصطلاح میں ارتداد کہا جاتا ہے۔''

علامہ سمرقندی کے نزدیک ارتداد کی تعریف یہ ہے:

الردة عبارة عن الرجوع عن الایمان . [۲]

''ایمان سے واپس ہونا ارتداد کہلاتا ہے۔''

مذہب مالکی:

ابن عرفہ رقم کرتے ہیں؛

"الردة: کفر بعد الاسلام تقرر بالنطق بالشهادة مع التزام احکامها بصریح او لفظ یقتضیه او فعل یتضمنه." [۳]

''زبان سے شہادتین کے اقرار اور احکامات شہادتین پر عمل کے بعد صراحتاً اسلام کا انکار کرنا یا کسی لفظ سے کفر کا لازم آنا یا کسی فعل کا کفر کو شامل ہونا ارتداد کہلاتا ہے۔''

علامہ خرشی کے الفاظ میں ارتداد سے مراد ہے:

"الردة کفر المسلم." [۴]

''مسلم کا کفر کرنا ارتداد ہے۔''

علیش مالکی کے مطابق ارتداد کی تعریف یہ ہے:

"الردة: کفر المسلم بقول صریح او لفظ یقتضیه او بفعل یتضمنه." [۵]

''ایک مسلمان کا صراحتاً اسلام سے انکار کرنا یا اس کے کسی لفظ سے کفر کا لازم آنا یا اس کے کسی فعل کا کفر کو شامل ہونا ارتداد ہے۔''

مذہب شافعی:

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"الردة قطع الاسلام من مکلف ونفس الردة: النطق بکلمة الکفر استهزاءً او عنادا او فعل ما یتضمنه الکفر." [۶]

''کسی مکلّف کا رشتہ اسلام کو منقطع کرنا ارتداد کہلاتا ہے۔ مذاق یا عناد سے کلمہ کفر کہنا یا کفریہ فعل کا ارتکاب کرنا حقیقی ارتداد ہے۔''

۱۔ الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ۱۳٤/۷، الطبعة الاولی، س ن

۲۔ ثمرقندی، علاء الدین، تحفة الفقهاء: ۱۳٤/۷، جامع دمشق، الطبعة الاولی، ۱۳۷۹ھ

۳۔ ابو عبدالله، محمد بن یوسف، العبدری، التاج والاکیل مع مواهب الجلیل: ۳۹۲/۳، دار الفکر بیروت، الطبعة الثانیه، ۱۳۹۸ھ

٤۔ الخرشی، عبدالله محمد، شرح الخرشی: ٦۲/۸، المطبعة العامرة الشرقیة، مصر، ۱۳۱٦ھ

۵۔ منح الجلیل: ٤٦۱/٤ ٦۔ الوسیط: ٤۲۵/٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قلیوبی کے الفاظ میں ارتداد سے مراد ہے:

"هی قطع الاسلام بنية كفر او قول كفر او فعل كفر سواء قاله استهزاءً او عنادا او اعتقادا." [۱]

''مذاق یا عناد یا اعتقاد سے کفریہ نیت یا کفریہ بات یا کفریہ کام کے ذریعہ اسلام سے کٹ جانا ارتداد کہلاتا ہے۔''

عمر برکات کے نزدیک ارتداد کی تعریف یہ ہے:

"كفر من يصح طلاقه عزما او قولا او فعلا." [۲]

''جس کا طلاق دینا صحیح ہو، اس کا نیت، قول یا فعل سے کفر کرنا ارتداد کہلائے گا۔''

مذہب حنبلی:

شیخ بہوتیؒ رقم فرماتے ہیں:

"المرتد شرعاً: الذی يكفر بعد اسلامه نطقا او اعتقاداً او شكا او فعلا طوعا ولوهازلا." [۳]

''زبانی یا اعتقادی طور پر اسلام کے بعد کفر اختیار کرنے والا شرعاً مرتد کہلائے گا.....۔''

ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

"المرتد الراجع عن دين الاسلام الى الكفر." [۴]

''دین اسلام سے کفر کی جانب واپس جانے والا مرتد کہلاتا ہے۔''

مذہب ظاہری:

ابن حزمؒ فرماتے ہیں؛

" المرتد كل من صح عنه انه كان مسلماً متبرئاً من كل دين حاشا دين الاسلام ثم ثبت عنه انه ارتد عن الاسلام و خرج الى دين كتابى او غير كتابى او الى غير دين." [۵]

''جس کے بارہ میں صحیح ثابت ہو کہ وہ مسلمان اور دین اسلام کے سوا تمام ادیان سے بری ہے پھر اس کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ وہ اسلام سے نکل گیا ہے اور کتابی، غیر کتابی یا غیر دین اختیار کر چکا ہے، وہ شخص مرتد کہلائے گا۔''

۱۔ النووی،حاشیه قلیوبی و عمیرة علی متن مناهج الطالبیه:٤/ ١٧٤

۲۔ الشامی،عمربرکات، فیض الاله المالك فی حل الفاظ عمدة السالك و عودة الناسك:٢/ ٣٠٤

۳۔ البهوتی، منصوربن یونس، کشاف القناع عن متن الاقناع:٦/ ١٥٦، المطبعة الشرقیة ، القاهره،س ن

٤۔ ابن قدامه، المقدسی،موفق الدین، المغنی مع شرح الکبیر: ١٠/ ٧٤، مطبعة المنار، مصر١٣٤٨

٥۔ ابن حزم، ابو محمد، علی بن احمد بن سعید ،المحلی:٧/٣١٦، دار الآفاق، الجدیدة، بیروت، س ن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذہب زیدی:

عبداللہ بن مفتاح لکھتے ہیں:

"الردة عن الاسلام تكون باحد او جه اربعة: اعتقاد كفر، فعل يدل على الكفر، اظهار لفظ كفر، السجود لغير الله تعالىٰ لقصد تعظيم السجود له." [۱]

''چار میں سے کسی ایک سبب کی بنا پر ارتداد ثابت ہوتا ہے: کفریہ اعتقاد رکھنا، کفریہ فعل کا ارتکاب کرنا، کفریہ کلمے کا اظہار کرنا، اللہ کے سوا کسی کو تعظیمی سجدہ کرنا۔''

کفریہ اعتقاد سے مراد یہ ہے کہ اللہ کو تین میں سے ایک ماننا یا سیدنا عیسیٰؑ یا سیدنا عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا سمجھنا یا کسی مسئلہ میں نبی کریم ﷺ کو جھوٹا خیال کرنا۔ کفریہ فعل سے مراد یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کا استخفاف کرنا یا جس کی تعظیم کا اللہ نے حکم دیا ہے، اس کی تعظیم نہ کرنا۔ کفریہ لفظ سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو یہودی، نصرانی یا کافر کہنا یا نبی کو، قرآن کو یا اسلام کو برا بھلا کہنا۔

مذہب امامی:

محمد بن علی رقم فرماتے ہیں:

"الكفر يكون بنية، و بقول كفر، وفعل مكفر." [۲]

''ارتداد کا کفر نیت یا کفریہ قول یا کافرانہ فعل سے ثابت ہوتا ہے۔''

نیت سے ارتداد کفر کا مطلب یہ ہے کہ دل میں ایمان کی بابت پس وپیش کا شکار ہونا اور کفر کے بارہ میں پختہ یقین ہونا۔ کفریہ قول کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنا یا اسے حلال سمجھنا جس کا حرام ہونا اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ کافرانہ فعل کا مطلب یہ ہے کہ دین کے ساتھ واضح استہزاء کرنا مثلاً قرآن کریم کو جان بوجھ کر گندگی میں پھینک دینا۔

مذہب اباضی:

محمد بن یوسف اطفیش نے رقم کیا ہے:

"يكون المسلم مرتدا اذا انكر معلوما من الدين بالضرورة كالصلاة وصوم رمضان والزكاة والحج. وكذلك يكون مرتدا اذا سبّب ملكا او نبيا متفقا على نبوته. و كذلك ان اظهر الاسلام واسر دينا من اديان الشرك." [۳]

''دینی فرائض مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج کا انکار کرنا یا کسی فرشتے یا متفق علیہ نبی کو برا بھلا کہنا یا اسلام کا اظہار کرنا اور غیر اسلام کو چھپائے رکھنا ایک مسلمان کو مرتد بنا دیتا ہے۔''

بعض فقہاء نے ارتداد کی تعریف کو درخور اعتناء نہیں سمجھا، اس کا سبب شاید یہ تھا کہ ارتداد ایک معروف اور غیر متنازع کلمہ ہے

۱۔ عبدالله بن مفتاح، شرح الازهار المنتزع من الغيث المدلار فی فقه ائمة الاطهار: ٤/ ٥٧٦، مطبعة حجازی، س ن

۲۔ شوكانی، محمد بن علی، الروضة البهية: ٢/ ٣٩١

۳۔ اطفيش، محمد بن يوسف، شرح النيل وشفاء العليل: ١٠/ ١٥، المطبعة السلفية، ١٣٣٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاہم ارتداد کی شروط وضوابط میں اختلاف کی بنا پر فقہاء کرام کی بیان کردہ تعریفات میں بھی قدرے اختلاف پایا جاتا ہے مگر تمام تعریفات کا مشترکہ مفہوم ایک ہی ہے۔

ارتداد سے قریب چند دیگر اصطلاحات

عقیدہ وفقہ کے باب میں چند دیگر اصطلاحات بھی ہیں جو ایک اعتبار سے اگرچہ ارتداد کے مشابہ اور اس کے قریب ہیں، تاہم حقیقت میں ارتداد سے مختلف ہیں مثلاً کفر، زندقہ، نفاق، الحاد اور حرابہ۔ ارتداد اور مذکورہ اصطلاحات کے مابین فرق کی تفصیل درج ذیل ہے:

i۔ ارتداد اور کفر:

لغت میں کفر کا معنی چھپانا اور انکار کرنا ہے۔ اسی سے کفران نعمت بنتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾[۱]

عربی میں کہتے ہیں: **کفر بکذا**؛ جس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ اس سے لاتعلق ہو گیا اور اصطلاح میں کفر سے مراد ہے: آخری رسول پر ایمان نہ لانا۔ اور جب کفر کا لفظ مطلقاً بولا جائے گا اس سے مراد کفر اصلی ہی ہوگا یعنی جو غیر مسلم والدین کے گھر پیدا ہوا اور اس نے اسلام قبول نہ کیا۔[۲]

کفر اصلی کے برعکس ارتداد، ثبوت اسلام کے بعد کفر طاری کا نام ہے گویا ارتداد اور کفر کا معنیٰ ایک اعتبار سے متفق اور دوسرے اعتبار سے مختلف ہے اور یہ واضح ہے کہ کفر کا لفظ ارتداد سے عام ہے۔

ii. ارتداد اور زندقہ:

لغت میں زندقہ کا معنیٰ ہے:

تنگی۔ ثعلب کے بقول کلام عرب میں زندیق کا لفظ موجود نہیں ہے۔ انتہائی بخیل شخص کو عربی میں زندق اور زندقی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آخرت کے منکر کے لیے اہل عرب عموماً ملحد اور دھری کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔[۳]

اصطلاحی طور پر زندیق کی دو تعریفات ہیں:

پہلی تعریف کے مطابق زبان سے اسلام ظاہر کرنا اور دل میں کفر چھپائے رکھنا زندقہ کہلاتا ہے اور اسلام کا زبان سے اعتراف اور دل سے انکار کرنے والا زندیق ہوتا ہے۔ اسلام کے صدر اول میں اس کا نام منافق تھا اور بعد میں فقہاء نے اس کو زندیق کا نام دیا ہے۔[۴]

۱۔ النحل: ۱۱۲

۲۔ ابن رشد، قرطبی، ابو الولید، محمد بن احمد، بداية المجتهد و نهاية المقتصد: ۱/ ۲۴۵، مکتبہ مصطفی البابی، مصر، ۱۳۹۵؛ فیروز آبادی، ابراهیم بن علی بن یوسف، المهذب: ۱/ ۱۴۰، مطبعہ عیسیٰ البابی، مصر، س ن؛ المغنی: ۱۳۶/۲

۳۔ لسان العرب: ۱۵۲/۴

۴۔ ابن عابدین، محمد امین، حاشیہ رد المحتار: ۳/ ۲۹۲، ۱۳۸۶، س ن؛ حاشیہ القلیوبی مع عمیرة: ۳/ ۱۴۸؛ کشاف الاقناع: ۶/ ۱۷۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری تعریف کے مطابق کسی دین کا قائل نہ ہونا، یا بقائے دہر کا عقیدہ رکھنا یا عورت اور مال کو مشترکہ سمجھنا زندقہ ہے۔[1]

علامہ تفتازانیؒ رقم کرتے ہیں:

''نبوت کے اقرار اور شعائر اسلام کے اظہار کے ساتھ ساتھ بعض کفریہ عقائد دل میں رکھنے والا زندیق کہلاتا ہے۔''[2]

علامہ شامیؒ رقم فرماتے ہیں:

''زندیق اپنے کفر پر ملمع ساری کرتا ہے اور اپنے عقید فاسدہ کو رائج کرنا چاہتا ہے اور اسے عمدہ صورت میں ظاہر کرتا ہے۔''[3]

ارتداد اصل میں ثبوت اسلام کے بعد کفر طاری کا دوسرا نام ہے اور مرتد اپنے ارتداد کا برملا اعلان بھی کرتا ہے جبکہ زندیق اصلا کسی دین کا قائل ہی نہیں ہوتا یا قائل ہو کر بھی عقائد فاسدہ کا حامل رہتا ہے گویا زندقہ ارتداد سے عام ہے۔

iii. ارتداد اور نفاق:

لغت کی رو سے نفاق باب مفاعلہ کا مصدر ہے، جو نَفق اور نُفوق سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے:

نفد و مات: وہ ختم ہوا، وہ مر گیا۔[4]

عربی میں کہتے ہیں:

نافق الیربوع: جنگلی چوہا سوراخ سے نکلا یا سوراخ میں داخل ہوا۔

باطن کے برخلاف اظہار کو نفاق کہتے ہیں۔

اصلاح میں نفاق کا مطلب ہے:

''اہل اسلام کے پاس اسلام کا اظہار کرنا اور غیر اسلام کو چھپائے رکھنا اور غیر مسلم کے پاس جا کر غیر اسلام کا اظہار کرنا۔''[5]

ابن منظور کے مطابق اسلام سے قبل نفاق اپنے اصلاحی مفہوم میں معروف نہ تھا، یہ اسلام کی وضع کردہ ایک شرعی اصطلاح ہے اور اس کا مطلب ہوتا ہے:

''اپنا کفر چھپانا اور اسلام ظاہر کرنا۔''[6]

ارتداد چونکہ ثبوت اسلام کے بعد کفر طاری کا نام ہے۔ محض سری اور اعتقادی ارتداد ایک اعتبار سے نفاق کے ہم معنی ہوگا مگر اپنے قول و فعل سے اعلانیہ مرتد ہونے والا، اہل اسلام کے ظاہری احکام اور قانونی حقوق کا مستحق نہیں رہتا جبکہ منافق پورے طور سے اسلام کے قانونی حقوق کا سزاوار ہوتا ہے۔

١۔ حاشیہ رد المحتار: ٣/ ٢٩٤
٢۔ تفتازانی، شرح مقاصد: ٢٦٩
٣۔ شامی: ٣/ ٤٥٨
٤۔ لسان العرب، ؛ المعجم الوسیط، مادہ نفق
٥۔ الدسوقی، محمد ارفعة، حاشیہ الدسوقی مع الشرح الکبیر: ٤/ ٣٠٦، دار الفکر بیروت، س ن
٦۔ لسان العرب، مادہ نفق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

iv. ارتداد اور الحاد:

لغت کی رو سے الحاد کا معنی ہے:

''راہ سے ہٹ جانا، حق سے منہ موڑنا اور حق میں باطل کی آمیزش کر دینا۔''[۱]

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی مفہوم میں ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا﴾ [۲]

فقہاء کی اصطلاح میں الحاد کا مفہوم ہے:

''دین مستقیم سے ہٹ کر کسی پہلو سے کفر کی جانب مائل ہو جانا، الحاد کہلاتا ہے۔ ملحد ہونے کی یہ شرط نہیں ہے کہ وہ وجود باری پر ایمان رکھنے والا ہو یا ہمارے رسول ﷺ کی نبوت کا اعتراف کرنے والا ہو یا کفر کو چھپانے والا ہو کیونکہ الحاد کا میدان کفر سے وسیع تر ہے۔''[۳]

ثبوت اسلام کے بعد کفر طاری کا نام ارتداد ہے اور بعض دفعہ الحاد بھی ثبوت اسلام کے بعد وقوع پذیر ہوتا ہے، اس اعتبار سے ارتداد اور الحاد ہم معنی ہیں مگر الحاد کا میدان ارتداد سے وسیع تر ہے کیونکہ ایک غیر مسلم بھی ملحد ہو سکتا ہے۔

v. ارتداد اور حرابہ:

لغت کی رو سے حرابہ کا معنی ہے:

''چھیننا، عربی میں کہتے ہیں: حرب فلانا ماله ۔ یعنی فلاں شخص نے فلاں شخص سے اس کا مال چھینا۔ اس سے اسم مفعول حریب اور محروب بنتا ہے۔''[۴]

اصطلاح میں حرابہ کا مفہوم ہے:

''قوت کے بل بوتے پر شہریوں کو سر عام خوف زدہ کرنا، یا ان کا مال ہتھیانا، یا ان کا خوب بہانا یا ان کی عزت لوٹنا۔ جمہور فقہاء نے حرابہ کو ڈاکہ زنی کا نام دیا ہے۔''[۵]

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ حرابہ کا دوسرا نام ارتداد ہے کیونکہ آیت حرابہ دراصل عرینہ کے مرتدین بارے نازل ہوئی تھی۔[۶]

آیت حرابہ یہ ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ [۷]

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

۱۔ لسان العرب، القاموس المحیط، المعجم الوسیط، مادہ لحد

۲۔ حٰمٓ سجدہ: ۴۰ ۳۔ حاشیہ ابن عابدین: ۳/ ۲۹۶

۴۔ لسان العرب: ۱۵۶/۴؛ القاموس المحیط، ؛المعجم الوسیط، مادہ حرب

۵۔ بدائع الصنائع: ۹۰/۷؛ جواہر الاکلیل: ۲/ ۲۹۴؛ روض الطالب: ۱۵۴/۴

۶۔ جریمة الردة: ۱۹-۱۶ ۷۔ المائدہ: ۳۴-۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''صحیح بات یہ ہے کہ مذکورہ آیت مبارکہ اپنے حکم میں عام ہے اور یہ مشرکین کے علاوہ ان افراد پر بھی صادق آئے گی جن میں یہ صفات پائی جائیں گی۔''[۱]

ارتداد کو حرابہ قرار دینا درست نہیں ہے۔ کسی ایک شخص یا جماعت میں ارتداد اور حرابہ کے جرائم بیک وقت جمع بھی ہو سکتے ہیں مگر یہ لازم نہیں ہے کہ مرتد ہونے والا محارب بھی ہوگا یا محارب لازماً مرتد بھی ہوگا۔

ارتداد کی اقسام

فقہائے کرام کے نزدیک مختلف اعتبارات سے ارتداد کی مختلف اقسام ہیں۔ ذیل میں ارتداد کی یہ اقسام تفصیلاً بیان کی جا رہی ہیں۔

ا۔ موضوع کے اعتبار سے تقسیم:

موضوع کے اعتبار سے ارتداد کی دو اقسام ہیں؛ ارتداد بر بنائے کفر اور ارتداد بر بنائے زندقہ۔

i۔ ارتداد بر بنائے کفر:

ارتداد بر بنائے کفر، ارتداد کی واضح ترین قسم ہے۔ ارتداد سے عموماً یہی قسم مقصود ہوتی ہے اور اس قسم کا ارتداد، ثبوت اسلام کے بعد صریح کلمات کے ساتھ اسلام سے رجوع کی بنا پر ثابت ہوتا ہے۔ اسلام سے رجوع کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً: ایمان کے بعد زبان سے کلمہ کفر جاری کرنا یا متفق علیہ ضروریات دین سے بلا عذر انکار کرنا، نماز یا روزے کی فرضیت کا منکر ہونا یا چوری اور شراب کی حرمت سے انکار کرنا۔

ابن فرحون رقم کرتے ہیں:

''جاحد الصلوة كافر باتفاق، واذا لم يتب بعد ثلاثة ايام قتل كفرا.''[۲]

نماز کا منکر بالاتفاق کافر ہے۔ جو تین روز تک توبہ نہیں کرے گا اُسے بر بنائے کفر قتل کر دیا جائے گا

علامہ بہوتی کے الفاظ ہیں:

''لا شک ان تارک الشهادتين تهاونا كافر بغير خلاف.''[۳]

''حقارت کی بنا پر شہادتین کو ترک کرنے والا بلا اختلاف کافر ہو جاتا ہے۔''

ii۔ ارتداد بر بنائے زندقہ:

زندقہ کی اصلاح اصلاً کتاب وسنت میں موجود نہیں ہے بلکہ صدر اول کے بعد فقہائے کرام نے ضرورت کے تحت اسے وضع کیا تھا۔ زندیق بنیادی طور پر کسی دین کا قائل ہی نہیں ہوتا یا اپنی زبان سے کلمہ گو اور دل سے کفریہ عقائد کا حامل ہوتا ہے بلکہ بعض شرعی عبادات سے انکار بھی کرتا ہے۔ زندقہ کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً ایک ذمی کا اسلام، قرآن یا رسول پر طعن کرنا یا کلمہ گو ہو کر بھی نماز نہ پڑھنے کا عزم کرنا۔

۱۔ ابن كثير، عماد الدين، تفسير القرآن العظيم: ۲/ ٤٨

۲۔ مناهج الاحكام: ٤/ ٣٩٤

۳۔ كشاف القناع: ٢١/ ١٩

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام نوویؒ رقم کرتے ہیں:

"اذا ذکر الذمی الرسول ﷺ بسوءٍ وجهر به وطعن فی الاسلام و نفی القرآن ..... ومن شتم منهم النبی ﷺ قتل حداً."[۱]

جب ذمی برے الفاظ میں رسول اللہ ﷺ کا اعلانیہ تذکرہ کرے گا یا اسلام پر طعنہ زنی کرے گا یا قرآن کا انکار کرے گا یا آپؐ پر سب وشتم کرے گا، اسے حد کے طور پر قتل کر دیا جائے گا۔

شیخ نفراوی نقل کرتے ہیں:

"من لم یرتد واقر بالصلوة وقال: لا اصلی. اخر هتی یمضی وقت صلاة واحدة فان لم یصلها قتل حدا." [۲]

''جو شخص مرتد نہ ہوا بلکہ وہ نماز کا اقرار کرتا ہے مگر کہتا ہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا۔ وہ نماز کو مؤخر کرتا ہے حتی کہ نماز کا وقت گزر جاتا ہے۔ نماز ادا نہ کرنے کی حد میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔''

ارتداد بر بنائے کفر اور ارتداد بر بنائے زندقہ کے حکم میں فرق ہے اول الذکر کو کفر اور ثانی الذکر کو حد کی بنیاد پر قتل کیا جائے گا چنانچہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور توبہ کرنے پر اس کی سزا معطل ہو جائے گی جبکہ زندیق سے توبہ قبول ہوگی اور نہ اس کی سزا ہی معطل ہوگی۔ شیخ نفرادی رقم کرتے ہیں:

"قتل المرتد لیس کقتل الزندیق المستتر، لان الزندیق یقتل حدا، واما المرتد فیقتل کفرا." [۳]

''مرتد کا قتل خفیہ زندیق کے قتل جیسا نہیں ہے کیونکہ زندیق کو حد کے طور پر اور مرتد کو کفر کی بنیاد پر قتل کیا جاتا ہے۔''

ابن حزمؒ ظاہری رقم طراز ہیں:

"من اسر دته قتلنا؛ دون استتابة ولم تقبل توبته، ومن اعلنها قبلنا توبته." [۴]

''جو شخص خفیہ طور پر مرتد ہوگا، ہم اسے قتل کر دیں گے نہ اس سے توبہ کا مطالبہ کریں گے اور نہ اس کی توبہ قبول ہی کریں گے اور جو شخص اعلانیہ مرتد ہوگا، ہم اس کی توبہ قبول کریں گے۔''

ب) جنس کے اعتبار سے تقسیم:

جمہور فقہاء کرام کے نزدیک جنس کے اعتبار سے مرتدین کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔[۵]

فقہائے حنفیہ اور امامیہ نے مرتدین کی جنس کے اعتبار سے، ارتداد کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے؛ ارتداد مرداں اور ارتداد نسواں۔[۶]

۱۔ روضة الطالبین: ٤/ ٥٠

۲۔ نفراوی، احمد بن غنیم بن سالم، الفواکه الدوانی: ۱٤۹/۷، مطبعه مصطفی البابی، ۱۳۷٤

۳۔ ایضاً: ۷/ ۱۳۸ ٤۔ المحلی: ۱۱/ ۱۸۹

۵۔ مواهب الجلیل: ٦/ ۲۸۱؛ المهذب: ۲۲۲/۲؛ المغنی: ۱۲۳/۸؛ المحلی: ۱۱/ ۱۸۹؛ شرح الازهار: ٤/ ٥٧٨؛ احمد بن یحییٰ، مرتضی، البحر الزخار الجامع لمذاهب علماء الامصار: ٥/ ٤٢٤، ۱۳٦٦؛ شرح النیل: ۷/ ٦٤٢

٦۔ حاشیه ابن عابدین: ۲/ ٤٨٥؛ الروضة البهیة: ۲/ ۳۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

i۔ارتداد مرداں:

مکلفین کے مذکر افراد کا دائرہ اسلام سے نکل جانا، ارتداد مرداں کہلاتا ہے۔ارتداد مرداں اپنے مخصوص اصول وضوابط کے مطابق مرتدین پر سزائے قتل کا موجب ہوگا، اس پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

ii۔ارتداد نسواں:

مکلّف خواتین کا دائرہ اسلام سے نکل جانا، ارتداد نسواں کہلاتا ہے۔حنفیہ اور امامیہ کے نزدیک ارتداد کی مرتکب خواتین پر سزائے قتل عائد نہیں ہوگی بلکہ ان سے توبہ کا مطالبہ برابر جاری رہے گا اور جب تک توبہ نہیں کریں گی، انہیں قید میں رکھا جائے گا۔علامہ کاسانیؒ رقم طراز ہیں:

> "والنساء اتباع الرجال فی اجابة هذه الدعوة فی العادة، فانهن فی العادات الجارية يسلمن باسلام ازواجهن. واذا كان كذلک فلا يقع شرع القتل فی حقها وسيلة الی الاسلام، فلايفيد، ولهذا لم تقتل الحربية بخلاف الرجل." [۱]
>
> "یہ دعوت قبول کرنے میں خواتین عموماً مردوں کے تابع ہوتی ہیں۔وہ اپنی عادت کے مطابق اپنے خاوند کی وجہ سے اسلام قبول کرتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہی باعث ہے کہ حربی مرد کے برخلاف حربی عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا۔"

ج) افراد کے اعتبار سے تقسیم:

مرتدین کے باہمی تعاون اور عدم تعاون کی بنا پر بھی ارتداد کی دو اقسام ہیں؛ ارتداد فردی اور ارتداد جماعی۔[۲]

i۔ارتداد فرد:

فردی ارتداد سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص یا بعض افراد جو دائرہ اسلام سے خارج ہوں وہ اسلام کے خلاف باہمی تعاون نہ کریں۔ارتداد کے مطلق لفظ سے عموماً انفرادی ارتداد ہی مراد ہوتا ہے۔

ii۔ارتداد جماعت:

جماعی ارتداد سے مراد یہ ہے کہ کسی شہر یا علاقہ کے لوگ باجماعت دائرہ اسلام سے نکل جائیں۔جیسے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں جماعی ارتداد رونما ہوا تھا۔

فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ اس مرتد جماعت کو قتل کرنا واجب ہے۔فقہاء کے اس موقف کی بنائے استدلال سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا عملی اقدام ہے کہ انہوں نے مرتدین کو قتل کر دیا تھا، اپنے طرز عمل سے مرتدین نے حرابہ کا ارتکاب بھی کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے حرابہ کی سزا کے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے:

۱۔ بدائع الصنائع: ۹/۴۳۸۵

۲۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ [۱]

سوال یہ ہے کہ جس علاقہ کے لوگ باجماعت مرتد ہو جائیں، اس علاقے کا نام کیا ہوگا؟ کیا وہ دارالاسلام ہی رہے گا یا دارالاسلام نہیں رہے گا؟ اس پر فقہاء کے دو موقف ہیں: جمہور کا موقف یہ ہے کہ باجماعت مرتدین کا علاقہ دارالاسلام نہ رہے گا، خواہ اس کی سرحد دارالاسلام سے متصل ہو یا اس میں چند مسلم باقی رہ جائیں۔[۲]

جمہور کا استدلال یہ ہے کہ کوئی علاقہ اہل اسلام یا اہل کفر کے غلبہ اور قوت کی بنا پر دارالاسلام یا غیر دارالاسلام قرار پائے گا چنانچہ جس علاقے میں اسلام کے احکام غالب ہوں گے، وہ علاقہ دارالاسلام ہوگا اور جہاں اسلامی احکام کا غلبہ نہیں ہوگا، وہ علاقہ دارالاسلام بھی نہیں کہلائے گا۔ اس باب میں دوسرا موقف یہ ہے کہ مرتدین کا علاقہ اس وقت تک دارالاسلام ہی رہے گا، جب تک دو شرائط نہ پائی جائیں گی۔

الف۔ مرتدین کا علاقہ دارالاسلام سے متصل نہ ہو۔

ب۔ اس علاقے میں کوئی مسلمان یا ذمی باقی نہ رہے۔

یہ موقف امام ابوحنیفہ اور ان کے بعض اصحاب کا ہے۔[۳]

اس موقف کی بنائے استدلال یہ ہے کہ کوئی خطہ زمین مجرد غلبے اور قوت کی بنا پر نہیں بلکہ مکمل غلبے اور قوت کی بنا پر دارالاسلام قرار پائے گا اور مرتدین کا جو علاقہ پہلے اہل سلام کے زیر نگیں تھا، وہ مرتدین کے مکمل تسلط کی بنا پر ہی ختم ہوگا۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ ارتداد فرد کی بنا پر مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور توبہ نہ کرنے پر اسے قتل کر دیا جائے گا جبکہ ارتداد جماعت کی بنا پر مرتدین کے خلاف قتال کیا جائے گا۔ بلکہ غیر مسلم محاربین کے خلاف جہاد سے قبل اس قسم کے مرتدین کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔[۴]

د) مقام کے اعتبار سے تقسیم:

مرتدین کے مقام کی بنا پر ارتداد کی دو اقسام ہیں؛ ارتداد مسالمہ اور ارتداد استقوائیہ۔ مقام کے اعتبار سے ارتداد کی یہ تقسیم علامہ ماوردیؒ کے نزدیک ہے۔[۵]

i. ارتداد مسالمہ:

ارتداد مسالمہ سے مراد یہ ہے کہ جب دارالاسلام کے شاذ و نادر لوگ ارتداد کے مرتکب ہوں اور وہ کسی علیحدہ مقام پر منتقل ہو کر اہل اسلام سے الگ اپنی شناخت قائم نہ کریں۔ علامہ ماوردیؒ رقم کرتے ہیں:

۱۔ المائدہ:۳۳

۲۔ المبسوط: ۲۵۸/۱۲؛ تاج والاکلیل: ۵/ ۲۶۸ ؛ المجموع: ۳۱۹ ۲۳۸ ؛ المهذب:۲۲٤/۲؛ المغنی: ۱۳۸/۸

۳۔ سرخسی،شمس الدین، المبسوط:۲۵۸/۱۲، مطبعة السادات، ۱۳۲٤، القاهره

٤۔ مختصر المزنی: ۲٦۷۱/۱

۵۔ ماوردی، الاحکام السلطانیه: ۱۱٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"هولآء یدخلون تحت القدرة، ویکشف عن سبب ردتهم فاذا ذکروا شبهة فی الدین او ضحت لهم بالحج والادلة حتی یتبین لهم الحق، واخذوا بالتوبة مما دخلوا فیه من الباطل، فان تابوا قبلت توبتهم."[۱]

''اس قسم کے مرتدین ماتحت ہوتے ہیں ان کے سبب ارتداد کا ازالہ کیا جائے گا۔ جب وہ دین بارے کوئی شبہ اٹھائیں، ان پر دلائل و براہین سے حق واضح کیا جائے گا۔ وہ جس باطل کا شکار ہوں گے، ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔''

ii. ارتداد استقوائیہ:

ارتداد استقوائیہ سے مراد یہ ہے کہ مرتدین دار الاسلام سے بھاگ کر کسی دوسرے علاقہ میں پناہ گزیں ہو جائیں۔ علامہ ماوردیؒ رقم طراز ہیں:

"هولآء یجب قتالهم علی الردة بعد مناظرتهم علی الاسلام وایضاح دلائله، ویجری علی قتالهم بعد الانذار والاعذار حکم قتال اهل الحرب فی قتالهم."[۲]

''اس قسم کے مرتدین کے خلاف، اسلام پر مناظرہ اور دلائل کی وضاحت کے بعد قتال کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ تنبیہ اور عذر کے بعد ان سے قتال شروع کر دیا جائے گا، مرتدین کے خلاف قتال کا حکم محاربین جیسا ہے۔''

ابن قدامہ حنبلی کا خیال ہے کہ جو مرتد دار الاسلام سے بھاگ کر دار الکفر میں چلا جائے گا، اس کا حکم بھی دار الاسلام کے مرتد جیسا ہوگا۔[۳]

ھ) توبہ کے اعتبار سے تقسیم:

مرتدین کی توبہ کے اعتبار سے ارتداد کی تین اقسام ہیں؛ ابتدائی ارتداد، انتہائی ارتداد اور عادی ارتداد۔ ارتداد کی مذکورہ اقسام کو ترتیب وار رجوعی ارتداد، اصراری ارتداد اور تکراری ارتداد کا نام بھی دیا جا سکتا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

i. ارتداد ابتدائی/ رجوعی ارتداد:

ارتداد ابتدائی سے مراد وہ پہلا ارتداد ہے جس میں مرتد کی توبہ اور رجوع الی الاسلام کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس باب میں مرتد کا از خود تائب ہونا یا تقاضائے توبہ کے بعد تائب ہونا برابر ہیں۔ فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ اس قسم کے مرتد کی توبہ قبول کی جائے گی۔

سوال یہ ہے کہ ارتداد کے دوران مرتد کی فوت شدہ عبادات کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ ان کی قضا لے گا۔؟ اس بارے میں فقہاء کرام کے دو گروہ ہیں۔

۱۔ ماوردی، الاحکام السلطانیہ، ۱۱٤

۲۔ الاحکام السلطانیہ، ۱۱۵

۳۔ المغنی، ۹/ ۱۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمہور فقہاء کا موقف یہ ہے کہ مرتد کی توبہ کے بعد، دوران ارتداد کی عبادات میں سے اس پر کوئی واجب باقی نہیں رہتا۔ اس موقف کی بنائے استدلال یہ ہے کہ ارتداد کے دوران وہ احکام شریعت کا مخاطب نہیں ہوتا چنانچہ اس پر فوت شدہ عبادات کی قضا نہیں ہو گی کیونکہ وہ اس کا مکلّف ہی نہیں تھا۔ اسے کافر اصلی پر قیاس کیا جائے گا، جو تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔

فقہائے شافعیہ اور بعض حنابلہ کا خیال ہے کہ مرتد کی توبہ اور تجدید اسلام کے باوجود فوت شدہ عبادات کی قضا دینا اس پر واجب ہوگا۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ وہ اہل عزائم میں داخل ہے اور تخفیف کا سزاوار نہیں ہے۔[۱]

ii. ارتداد انتہائی/ اصراری ارتداد:

انتہائی ارتداد سے مراد وہ ارتداد ہے، جس کا صاحب اپنے اختیار صحیح سے ارتداد پر برقرار رہتا ہے اور اس سے تائب نہیں ہوتا۔ اس قسم کے پرعزم مرتد سے استتابہ کا کیا حکم ہے؟ اس پر فقہاء کے دو موقف ہیں:

پہلا مؤقف یہ ہے کہ اس مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ یہ مؤقف حنفیہ اور ظاہریہ کا ہے۔ ایک روایت کے مطابق شافعیہ اور حنابلہ بھی اس کے قائل ہیں۔[۲]

اس موقف کی بنائے استدلال یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے ابوموسیٰؓ کو حکم دیا تھا کہ جب تک وہ مرتد کو قتل نہیں کرتے، اس وقت تک میں نہ بیٹھوں گا اس روایت کے مطابق حضرت معاذ بن جبلؓ نے استتابہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔

دوسرا موقف یہ ہے اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا واجب ہے اور توبہ نہ کرنے پر ہی اسے مرتد تصور کیا جائے گا۔ یہ جمہور فقہاء کا موقف ہے۔ مالکیہ، زیدیہ، امامیہ، مشہور قول کے مطابق حنابلہ اور ظاہر قول کے مطابق شافعیہ اس کے قائل ہیں۔[۳]

جمہور فقہاء کی بنائے استدلال یہ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے پوچھا؛

"هل كان فيكم من مغربة خبر؟"[۴]

iii. عادی ارتداد/ تکراری ارتداد:

عادی ارتداد سے مراد وہ ارتداد ہے، جس کا صاحب بار بار مرتد ہوتا اور بار بار توبہ کرتا ہے۔ اس قسم کے تکراری مرتد کی توبہ کا کیا حکم ہے؟ اس پر فقہاء کے دو موقف ہیں:

پہلا موقف یہ ہے کہ تکرار ارتداد کے باوجود مرتد کی توبہ برابر قبول کی جائے گی۔ فقہائے حنفیہ، مالکیہ، معتمد قول کے مطابق شافعیہ اور مشہور قول کے مطابق حنابلہ اس موقف کے قائل ہیں۔[۵]

سوال یہ ہے کہ اس قسم کے عادی مرتد کو سزا دی جائے گی یا نہیں؟ فقہائے احناف کا خیال یہ ہے کہ چوتھی دفعہ ارتداد پر اسے مارا جائے گا مگر اسے قتل اسی وقت کیا جائے گا جب وہ تائب نہ ہو کر اسلام سے انکار کر دے گا۔ مالکیہ کا خیال ہے کہ دوسری دفعہ ارتداد پر اسے مارا پیٹا جائے گا۔

۱۔ ابن عابدین: ٤/ ٢٥٢؛ شرح الخرشی: ٨/ ٦٨؛ الشربینی، محمد بن الخطیب، مغنی المحتاج: ١٣٠/١، در الفکر، بیروت، س ن؛ اعلام الموقعین: ٢/ ٩٨؛ الانصاف: ١/ ٣٩١؛ حاشیه القلیوبی مع عمیرة: ١/ ١٢١

۲۔ مجمع الانهار: ١/ ٦٨١؛ فتاوی الهندیه: ٢/ ٢٥٣؛ بدائع الصنائع: ٩/ ٤٣٨٤؛ المهذب: ٢/ ٢٢٢؛ المغنی: ١٢٤/٩؛ المحلی: ١١/ ١٩٠

۳۔ مواهب الجلیل: ٦/ ٢٨١؛ شرح الازهار: ٤/ ٥٧٨؛ شرائع الاسلام: ٢/ ٢٥٩، شرح النیل: ١٠/ ٣٩٠

٤۔ موطا امام مالك: ٢/ ٧٣٧، كتاب الأقضية، باب القضاء فيمن ارتد عن الإسلام (صحيح)، دار احياء التراث العربی، بیروت، س ن / شرح معانی الآثار: 5108، كتاب السير، باب الامام يريد قتال اهل الحرب هل عليه قبل ذلك ان يدعوهم ام لا؟ ٥۔ ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عادی مرتد سے توبہ قبول کرنے کا موقف درج ذیل آیت پر مبنی ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا﴾ [۱]

علامہ کاسانی نے آیت مذکورہ سے استدلال میں رقم کیا ہے:

"فقدا اثبت سبحانه و تعالیٰ الایمان بعد وجد الردة منه والایمان بعد وجود الردة لا یحتمل الرد." [۲]

دوسرا موقف یہ ہے کہ عادی ارتداد کے مرتکب کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ یہ ابن حزم ظاہری کا موقف ہے اور ایک ایک روایت کے مطابق فقہائے شافعیہ اور حنابلہ بھی اس کے قائل ہیں۔

اس موقف کے قائل فقہاء کا استدلال یہ ہے:

"ان تکرار الردة دلیل فساد العقیدة و قلة المبالاة." [۳]

ح) محل کے اعتبار سے تقسیم:

محل کے اعتبار سے ارتداد کی دو اقسام ہیں:

ارتداد مجرد اور ارتداد مغلظ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:

"معلوم ان اذی الرسول من اعظم المحرمات، فان من آذاه فقد آذی الله، وقتل سابه واجب باتفاق الامة، سواء قیل انه قتل لکونه ردة مجردة او لکونه ردة مغلظة." [۴]

"معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کو ازیت پہنچانا سب سے بڑا جرم ہے۔ آپ ﷺ کو اذیت دینا دراصل اللہ کو اذیت دینا ہے۔ آپ ﷺ پر سب وشتم کرنے والا بالاتفاق واجب القتل ہے اور اس باب میں یہ کہنا برابر ہے کہ اسے ارتداد مجرد کی بنا پر قتل کیا گیا یا ارتداد مرکب کی بنا پر۔"

محل کے اعتبار سے ارتداد کی اقسام کا بیان درج ذیل ہے۔

i. ارتداد مجرد:

ارتداد مجرد سے مراد وہ ارتداد ہے جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے مگر متفق علیہ اسلامی مقدسات و محرمات کی توہین کا مرتکب نہیں ہوتا۔ ارتداد کے لفظ سے عموماً ارتداد مجرد ہی مراد ہوتا ہے اور اس میں توبہ کرنا بھی جائز ہے۔ ارتداد مجرد کی سزا قتل ہے مگر یہ سزائے قتل مرتد کے کفر کی بنا پر ہے حد کی بنیاد پر نہیں ہے۔

۱۔ النسآء: ۱۳۷ ۲۔ بدائع الصنائع: ۹/ ٤٣٨٤

۳۔ ضویان، ابراهیم بن محمد بن سالم، منار السبیل فی شرح الدلیل: ۲/ ۴۰۹، ۱۳۷۸

٤۔ ابن تیمیه، شیخ الاسلام، مجموع الفتاوی: ۳/ ۳٤۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ii. ارتداد مرکب:

ارتداد مرکب سے مراد وہ ارتداد ہے جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے ساتھ ساتھ متفق علیہ اسلامی مقدسات ومحرمات کی توہین کا ارتکاب بھی کرتا ہے مثلاً رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنا، قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا وغیرہ۔ اس قسم کی توہین کے لیے فقہاء عموماً زندقہ کی اصلاح استعمال کرتے ہیں اگرچہ کسی غیر مسلم سے بھی زندقہ کا صدور ہوتا ہے۔ اکثر فقہاء کرام کے نزدیک ارتداد مرکب کی سزا، ارتداد مجرد کی سزا سے سخت ہوگی چنانچہ اس کے مرتکب کو بربنائے قتل کیا جائے گا اور کسی قابل حد جرم میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔[۱]

ڈاکٹر یوسف قرضاوی کا خیال یہ ہے کہ فقہائے کرام نے بدعت کو مخففہ اور مغلظہ میں تقسیم کیا ہے اور اس کی بنیاد پر بدعتی کو داعی اور غیر داعی میں تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ ہمیں چاہیے کہ ہم ارتداد کو بھی ارتداد خفیفہ اور ارتداد غلیظہ میں تقسیم کریں اور مرتدین کو داعی اور غیر داعی میں تقسیم کریں۔ ڈاکٹر یوسف قرضاوی کے نزدیک ارتداد مغلظ کے مرتکب داعی مرتد کو قید سے لے کر قتل تک کی سزا دی جا سکے گی مگر ارتداد خفیفہ کے مرتکب غیر داعی مرتد کو قید یا قتل کی بجائے دیگر مناسب تعزیری سزا دی جائے گی۔ قرضاوی صاحب رقم طراز ہیں:

> "فما كان من الررة مغلظاً، و كان المرتد داعية الى بدعته بلسانه او قلمه فالاولى فى مثله التغليظ فى العقوبة، ولاخذ بقول جمهور الامة، وظاهر الاحاديث، استئصالا لالشر، والا فيمكن الاخذ بقول النخعى، والثورى وماروى عن الفاروق عمرؓ ..... ولا يعاقب الاسلام بالقتل المرتد الذى لا يجاهر بردته ولا يدعوا ليها غيره..... و قد يعاقبه عقوبة تعزيرية مناسبة."[۲]
>
> "ارتداد مغلظ کا مرتکب جو مرتد اپنی زبان اور قلم سے اپنی بدعت کا داعی ہو، ظاہر حدیث اور قول جمہور کی بنا پر فتنہ کی بیخ کنی کیلئے اس کی سزا کا شدید تر ہونا ہی بہتر ہے ورنہ حضرت نخعی، ثوریؒ اور سیدنا عمرؓ سے مروی قول پر عمل کیا جائے گا۔۔۔ اور جو مرتد اپنے ارتداد کا اعلان نہیں کرتا اور نہ کسی کو ارتداد کی دعوت دیتا ہے۔۔۔ اسے مناسب تعزیری سزا دی جا سکے گی۔"

سوال یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہؒ اور ڈاکٹر یوسف قرضاوی کے موقف میں فرق کیا ہے؟

شیخ الاسلامؒ کی بیان کردہ تقسیم اور علامہ قرضاوی کے اختیار کردہ موقف میں الفاظ کی حد تک اتفاق پایا جاتا ہے مگر اپنے مضمون اور نتیجہ کے اعتبار سے دونوں باہم مختلف ہیں۔

۱۔ در الحكام شرح مجلة الاحكام: ۳/۳۱۵

۲۔ قرضاوی، یوسف، الدکتور، جریمة الردة و عقوبة المرتد: ۵۵-۵۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلامؒ نے جمہور فقہاء کے نزدیک، موضوع کے اعتبار سے ارتداد کی تقسیم، ارتداد بر بنائے کفر اور ارتداد بر بنائے زندقہ پر اعتماد کیا ہے اور جمہور کے موضوع ارتداد بر بنائے کفر کو ارتداد مجرد کا نام دیا ہے کہ اس میں توبہ قبول ہونے کا امکان ہوتا ہے اور ارتداد بر بنائے زندقہ کو ارتداد مرکب کا نام دیا ہے کہ اس میں قبول توبہ کا امکان نہیں ہوتا بلکہ سزائے قتل اجراء بر بنائے حد عمل میں آتا ہے۔

ڈاکٹر یوسف قرضاوی کے نزدیک اعلانیہ اور داعی مرتد کو ارتداد مرکب کا مرتکب قرار دیا جائے گا مگر اس پر ارتداد بر بنائے کفر/ ارتداد مجرد کا حکم عائد ہوگا، اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں عمر قید سے لے کر قتل تک کی سزا دی جا سکے گی۔ دوسری جانب ڈاکٹر صاحب کے نزدیک غیر اعلانیہ اور غیر داعی مرتد کو ارتداد مجرد کا مرتکب قرار دیا جائے گا مگر اسے کسی صورت قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ مناسب تعزیری سزا سے دوچار کیا جائے گا۔

اسلامی نظریاتی کونسل کے مسودہ قانون میں ارتداد کی تعریف:

آئین پاکستان میں ارتداد اور مرتد کی تعریف اور دائرہ کار کا ذکر نہیں کیا گیا تاہم اسلامی نظریاتی کونسل نے ارتداد کے مجوزہ قانون میں ارتداد اور مرتد کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

> Apostasy means renunciation of Din-i-Islam by a Muslim which includes denial by him of any of the essentials of Din including Khatm-i-Nabuwwat. Apostate means a person who has committed apostasy.
>
> ''ارتداد سے مراد کسی مسلمان کا، بشمول ضروریات دین جن میں حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت بھی شامل ہے، ترک اسلام ہے۔ مرتد سے مراد ایسا شخص ہے جس نے ارتداد کا ارتکاب کیا ہو۔''[۱]

ارتداد اور مرتد کی جامع تعریف:

فصل ہذا کے مطالعہ سے ارتداد کا مفہوم اور اقسام سامنے آئی ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ ارتداد کو بعض علمائے کرام نے تفہیم کی غرض سے اگرچہ مختلف انواع میں تقسیم کیا ہے تاہم اس تقسیم سے نفس مسئلہ کی حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ ارتداد کی مختلف تعریفات اور تقسیمات کے نتیجہ میں مقالہ نگار کے مطابق ارتداد کی یہ جامع تعریف وجود میں آئی ہے:

ثبوت اسلام کے بعد کسی مکلّف شخص کا بہ قائمی ہوش وحواس اور بلا جبر واکراہ، اپنے قول یا فعل سے صراحتاً یا اشارتاً مسلمات کفر کا ارتکاب کرنا اور اس پر قائم رہنا ارتداد کہلاتا ہے۔

ارتداد کی مذکورہ تعریف کے نتیجہ میں مقالہ نگار کے مطابق مرتد کی جامع تعریف یہ ہوگی:

اپنے قول یا فعل سے بہ قائمی ہوش وحواس اور بلا جبر واکراہ، کتابی یا غیر کتابی مذہب اختیار کرنے والا یا لامذہب ہونے والا مسلم شخص مرتد کہلائے گا۔

۱۔ سالانہ رپورٹ: ۸۴۔۱۹۸۳: ۱۰۳، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

ارتداد کے اسباب ومظاہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم:

ارتداد کے اسباب ومظاہر

جملہ اخلاقی جرائم کی مانند ارتداد کے بھی چند اسباب ہیں، جن کے نتیجہ میں ارتداد کا عمل ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ارتداد کے بعض اسباب عقیدہ وفکر سے متعلق ہوتے ہیں، کچھ اسباب فعل وعمل سے تعلق رکھتے ہیں اور چند اسباب کا تعلق انسان کے قول وقرار سے ہوتا ہے۔ ارتداد کے اسباب چونکہ مختلف ہوتے ہیں، اسی باعث ارتداد کے مظاہر بھی مختلف ہوں گے۔ ارتداد کے مذکورہ اسباب ومظاہر کو حسب ترتیب اعتقادی ارتداد، فعلی ارتداد اور قولی ارتداد کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔ سطور ذیل میں ارتداد کے انہی اسباب ومظاہر کو تفصیل سے زیر بحث لایا جائے گا۔

ارتداد کے اعتقادی اسباب ومظاہر:

ارتداد کے بعض اسباب ومظاہر کا تعلق کسی مسلم کے عقیدہ وفکر سے ہوتا ہے۔ فقہی ادب میں اسے اعتقادی ارتداد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اعتقادی ارتداد سے متعلق فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کا مطلق انکار کر دیتا ہے، اس کے ساتھ شرک کرتا ہے یا اس کی ثابت شدہ صفات میں سے کسی صفت کو نہیں مانتا یا اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ چیز ثابت کرتا ہے، جس کا اس نے انکار کیا ہے مثلاً کسی کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دینا یا جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے اثبات کیا ہے، اس کا انکار کر دیتا ہے مثلاً موت کے بعد حیات، حساب، جنت اور جہنم کا انکار کرنا۔ یا جو شخص سنجیدگی یا ہنسی مذاق میں اللہ تعالیٰ کا استخفاف کرتا ہے، وہ متفقہ طور پر کافر ہو جائے گا۔[۱]

فقہائے مالکیہ کے نزدیک وہ شخص بھی کافر ہے، جو عالم کے ازلی اور ابدی ہونے کا عقیدہ رکھتا یا اس میں کسی شک وشبہ کا شکار ہوتا ہے۔[۲]

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ [۳]

''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس (اللہ) کے چہرے کے۔''

دوسرے مقام پر فرمان ربانی ہے:

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ [۴]

''ہر چیز جو اس (زمین) پر ہے فنا ہونے والی ہے۔''

مالکیہ کے ساتھ ساتھ شافعیہ کے حصنی کا بھی یہ موقف ہے کہ عالم کے قدیم اور باقی رہنے کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہوتا ہے۔[۵]

علامہ صنعانی نے اس باب میں یہ اظہار خیال کیا ہے:

''فالمسائل الاجتماعية، تارة يصحبها التواتر بالنقل عن صاحب ا لشرع، كوجوب الصلاة مثلا، و تارة لا يصحبها التواتر، فالقسم الاول يكفر جاحده لمخالفة

۱۔ مرداوی، علاء الدین، علی بن سلیمان، الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف: ۱۰/ ۳۲۶، مطبعه السنة المحمدية، ۱۹۵۸ء؛ الاقناع: ۱/ ۲۹۷؛ المغنی: ۸/ ۵۶۵؛ حاشیه: ۴/ ۲۲۳، شرح منح الجلیل: ۴/ ۴۶۱؛ الروضه: ۲/ ۳۹۱

۲۔ شرح منح الجلیل: ۴/ ۴۶۲

۳۔ القصص: ۸۸ ۴۔ الرحمن: ۲۶

۵۔ تقی الدین، ابو بکر، محمد بن محمد، کفایة الاخبار فی حل غایة الاختصار: ۲/ ۲۰۲، مکتبه عیسیٰ البابی، مصر، س ن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المتواتر، لا لمخالفته الاجماع، والقسم الثانی لا یکفر" [۱]

''نماز جیسے اجتماعی مسائل صاحب شرع سے کبھی تواتر کیساتھ نقل ہوتے ہیں اور کبھی ان کی نقل میں تواتر شامل نہیں ہوتا چنانچہ پہلی قسم کے منکر کی تکفیر کی جائے گی اور تکفیر کی بنیاد اجماع کا خلاف نہیں بلکہ تواتر سے انکار ہے جبکہ دوسری قسم کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔''

مذکورہ اقتباس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فلسفیانہ مباحث میں مشغول کسی صاحب کو یہ گمان نہیں ہونا چاہیے کہ حدوث عالم کے مسئلہ پر اختلاف رائے رکھنا دراصل اجماع کی مخالفت کا باب ہے اور مخالف اجماع کو کافر نہیں سمجھا جاتا۔ اس صاحب کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کیونکہ حدوث عالم کا ثبوت اجماع امت اور صاحب شرع سے تواتر کے ساتھ نقل ہوتا آیا ہے، اس مسئلے میں اجماع اور تواتر جمع ہو گئے ہیں چنانچہ اس کے مخالف کی تکفیر کی جائے گی اور اس تکفیر کا سبب اجماع سے اختلاف نہیں بلکہ نقل متواتر سے خلاف کرنا ہے۔ [۲]

بہرحال یہ ایک عمومی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے باب میں قرآن وسنت کی نصوص پر توقف کرنا واجب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے متعلق جو کچھ ثابت کیا ہے، ہم بھی اسے ثابت کریں گے اور اپنے جن اوصاف میں نفی صفات کیا ہے، ہم بھی اس مقام پر نفی صفات کریں گے ورنہ صفات کے باب میں جو بھی اس اصول سے انحراف کرے گا، وہ کفر وضلال کی راہ پر چل پڑے گا۔

اللہ کی کتاب کا نام قرآن حکیم ہے، جو نسل در نسل تواتر سے منقول ہوتا چلا آ رہا ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھا رکھا ہے، چنانچہ جو شخص قرآن حکیم کے کل یا بعض کا انکار کرتا ہے وہ اعتقادی ارتداد کا مرتکب ہوتا ہے۔ [۳]

بعض کے نزدیک قرآن حکیم کے کسی ایک کلمے کا انکار بھی کفر پر منتج ہوتا ہے۔ [۴] اور بعض کا خیال ہے کہ قرآن حکیم کے کسی ایک حرف کا انکار بھی کفر کے مترادف ہے۔ [۵]

قرآن حکیم میں اختلاف وتناقص کا عقیدہ رکھنا، اس کے اعجاز میں شک کرنا، اس جیسا کلام پیش کرنے میں کوشاں رہنا، اس میں اضافہ کرنا اور اس کی حرمت کو ختم کرنا بھی ارتداد کا باعث بنے گا۔ [۶]

قرآن حکیم کی تفسیر وتاویل کا انکار کرنا ارتداد نہیں ہوگا کیونکہ قرآن کریم کی تفسیر وتاویل اجتہادی امور سے تعلق رکھتی ہے اور جو شخص بھی اجتہاد کرے گا، اسے خطا وصواب میں سے ہر ایک کا سامنا کرنا پڑے گا۔

جو شخص تاویل قرآن کی بنا پر کسی معصوم کے خون یا مال کو مباح سمجھتا ہے، اس کی تکفیر بھی نہیں کی جائے گی اور تکفیر نہ کرنے کا سبب شاید یہ ہے کہ معصوم کے خون یا مال کو مباح سمجھنا دراصل خطائے اجتہادی کا نتیجہ ہوتا ہے اور اجتہاد کے باب میں خطا کار کی تکفیر نہیں ہوگی۔ [۷]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ:

''جو شخص تاویل کرتے ہوئے خون بہانا جائز سمجھتا ہے اور تاویل کی بنا پر ہی مال کھانا بھی روا رکھتا ہے، اس کے کفر بارے کیا خیال ہے، آیا وہ کافر ہو جائے گا؟ آپؓ نے جواب دیا: نہیں، جب تک وہ اللہ کا

۱۔ صنعانی، محمد بن اسماعیل، العدة علی احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام: ۳۰۰/٤، المطبعة السلفیة، ۱۳۷۹

۲۔ حاشیه ابن عابدین: ۲۲۳/٤

۳۔ الانصاف: ۳۲٦/۱۰ ٤۔ شرح رسالة بدر الرشیدفی الفاظ المکفرة: ٤۰، دار الکتب المصریة، س ن

۵۔ ابن حجر، ابو العباس، احمد بن محمد بن علی، الهیثمی، الاعلام بقواطع الاسلام: ۲/ ٤۲، ۱۹۵۱ء

٦۔ آداب الشریعة: ۲۹۸/۲

۷۔ المغنی: ٥٤٨/۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریک نہیں بنائے گا، وہ کافر نہیں ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور قرآن حکیم کے علاوہ بعض دیگر اعتقادی امور بھی ہیں، جن کا قائل ہو کر کوئی مسلم ارتداد کا مرتکب ہو جاتا ہے مثلاً جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بعض امور شریعت میں آپ ﷺ نے معاذ اللہ، جھوٹ بولا تھا یا جو شخص زنا اور شراب جیسی متفق علیہ حرام چیزوں کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، اس کا یہ عقیدہ بھی ارتداد شمار ہوگا۔[۱]

علامہ ابن حزم ظاہریؒ رقم کرتے ہیں:

''و من قال ان فی شیئی من الاسلام باطنا غیر الظاهر الذی یعرفه ا لاسود و الاحمر فهو کافر یقتل و لا بد.'' [۲]

جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اسلام میں کچھ باطنی ہے، جو ظاہری نہیں ہے، وہ کافر بن جائے گا اور اسے لازماً قتل کیا جائے گا کیونکہ اسلام کو تمام سرخ و سیاہ پہچانتے ہیں۔

علامہ ابن حزمؒ کے اس موقف کی بنائے استدلال قرآن حکیم کی یہ آیت ہے:

﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ﴾ [۳]

''پس جان لو کہ ہمارے رسول پر تو کھول کر پہنچا دینا لازم ہے۔''

اور دوسرے مقام پر ارشاد الٰہی ہے:

﴿لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ [۴]

''تا کہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔''

ابن حزمؒ کا استدلال یہ ہے کہ جو شخص مذکورہ آیات کے خلاف رسول ﷺ کے متعلق عقیدہ رکھتا ہے، وہ درحقیقت قرآن کو جھٹلاتا ہے اور قرآن حکیم کو جھٹلانے والا کافر ہوتا ہے لہذا یہ شخص بھی کافر ہو جائے گا۔

بعض احناف اور امامیہ کا خیال ہے کہ کفر کے بارہ میں متذبذب شخص بھی کافر بن جاتا ہے۔[۵]

بعض شافعیہ کا خیال ہے کہ جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ مستقبل میں کافر بن جائے گا، وہ ابھی سے کافر ہوگا۔[۶]

ii. ارتداد کے فعلی اسباب و مظاہر:

ارتداد کے بعض اسباب و مظاہر کسی مسلم کے افعال و اعمال سے متعلق ہوتے ہیں، فقہی ادب میں اسے فعلی ارتداد کا نام دیا گیا ہے۔ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک چند افعال کے ارتکاب سے فعلی ارتداد لازم آتا ہے، مثلاً قرآن حکیم کی عملاً گستاخی کرنا، سارے مصحف یا اس کے بعض اجزاء کو گندگی میں پھینک دینا یا اسے گندگی سے آلودہ کرنا، یا قرآن کریم کا عملاً استخفاف کرنا کیونکہ کسی بندہ مومن سے اس قسم کی اہانت کا صدور نہیں ہو سکتا اور یہی معاملہ احادیث رسول ﷺ کا بھی ہے۔ حدیث مبارکہ کی توہین بھی فساد عقیدہ کا ثبوت ہے چنانچہ اس پر ارتداد کا حکم کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔[۷]

جمہور فقہائے کرام کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ جس نے کسی بت، سورج یا چاند کو سجدہ کیا یا دین کے ساتھ کھلم کھلا استہزاء پر مبنی

۱۔ ابی مفتاح زیدی، شرح الازهار: ٤/ ٥٧٥
۲۔ المحلی: ۳۷۱/۷
۳۔ المائدہ: ۹۲
٤۔ النحل: ٤٤
٥۔ الروضة البهیئة: ۳۹۱/۲
٦۔ کفایة الاخبار: ۲۰۲/۲
۷۔ حاشیہ ابن عابدین: ٤/ ۲۲۲؛ شرح الخرشی: ٦۲/۸؛ کفایة الاخبار: ۲۰۱/۲؛ احمد بن قاسم یمانی، تاج المذهب لاحکام المذهب: ٤٦۲، داراحیاء الکتب، س ن؛ شرح منح الجلیل: ٤/ ٤٦۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کام کیا، وہ فعلی طور پر مرتد ہو گیا۔[۱]

اس کا باعث یہ ہے کہ سجدہ صرف اللہ کے حق میں مشروع ہے اور جو کسی غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے، وہ دراصل غیر اللہ کی عبادت اور تعظیم کرتا ہے اور یہی اس کے اسلام سے خروج کا ثبوت ہے۔ ایک مخلص کلمہ گو سے استہزائے دین کا صدور ناممکن ہے کیونکہ دین کو کھیل تماشے کی چیز سمجھنا منافقین کا شیوہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ﴾ [۲]

''ہم تو صرف شغل کے طور پر باتیں اور دل لگی کرتے تھے۔''

علامہ مقدسی نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حشیش کو حلال سمجھا، بلانزاع وہ کافر ہو گیا۔[۳]

شیخ ابن تیمیہؒ کا خیال ہے کہ جو شخص اپنے اختیار سے دار الکفر میں چلا جاتا ہے کہ وہ اہل اسلام کے خلاف جنگ کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔[۴]

ابن حزم کا موقف ہے کہ جو شخص کسی صحیح حدیث سے ثابت شدہ حکم نہیں مانتا، اس کی تکفیر کی جائے گی۔[۵]

امام ظاہریؒ کے اس موقف کی بنیاد حضرت عمرؓ کا وہ عمل ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، جو آپ ﷺ کے فیصلہ پر خم سر نہ ہوا تھا۔ درج ذیل آیت مبارکہ سے بھی اس موقف پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا﴾ [۶]

''چنانچہ (اے نبی) آپ کے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر آپ کے کیے ہوئے فیصلے پر ان کے دلوں میں کوئی تنگی نہ آنے پائے اور وہ اسے دل و جان سے مان لیں۔''

بعض فقہائے کرام کے نزدیک کفر پر راضی ہونا اور اہل کفر سے خوش ہونا بھی کفر ہے۔[۷]

ایک خیال یہ بھی ہے کہ جو شخص اسلام اور اہل اسلام کو کمتر جانتا ہو کفر اور اہل کفر کو برتر سمجھتا ہو، اس کی تکفیر کی جائے گی۔[۸]

امامیہ کی متفرد رائے کے مطابق خلافت پر سیدنا علیؓ سے نزاع کرنے والا، امام عادل کے خلاف برسر پیکار ہونے والا اور امام کی اطاعت سے نکل جانے والا شخص بھی کافر سمجھا جائے گا۔[۹]

یہ بات معلوم شدہ حقیقت ہے کہ بغاوت کی بنا پر باغیوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی خواہ امام علیؓ نے خوارج کو کافر نہیں کہا تھا اور ان کے خلاف اعلان جنگ بھی نہیں کیا تھا بلکہ ان سے فرمایا تھا کہ تمہارے خلاف ہم قتال کا آغاز نہیں کریں گے۔ نہ مال فے میں سے تمہارا حصہ رکھیں گے اور نہ مساجد ہی میں ذکر سے منع کریں گے چنانچہ آپؓ نے خوارج کی تکفیر نہیں فرمائی تھی اور نہ ان کے خلاف جنگ کے آغاز کو مباح قرار دیا تھا۔ جب تک خوارج نے ان سے قتال شروع نہ کر دیا۔[۱۰]

شریعت کی نگاہ میں جیسے بعض افعال انتہائی قبیح ہیں اور ان کا ارتکاب کرنا ارتداد کا باعث بنتا ہے، بالکل ایسے ہی شریعت اسلامیہ میں بعض افعال انتہائی مطلوب ہیں اور ان کا ترک کرنا بھی ارتداد کا موجب بن جاتا ہے۔ چنانچہ سوال یہ ہے کہ کیا عمومی طور پر

۱۔ الانصاف: ۱۰/ ۳۲۶؛ حاشیه ابن عابدین: ۲۲۲/٤؛ الروضه: ۳۹۱/۲ ۲۔ التوبة: ٦٥

۳۔ الشربینی، محمد الخطیب، الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع: ۲۹۹/٤، دار الفکر بیروت، ۱٤۱٥

٤۔ ابن تیمیه، تقی الدین، ابو العباس احمد بن عبدالحلیم، الصارم المسلول علی شاتم الرسول: ۳۹، الطبعة الاولی

٥۔ المحلی: ۲٤۱/۱۱ ٦۔ النساء: ٦٥ ۷۔ الاعلام: ۲/ ٥۷

۸۔ شرح النیل: ۲۹٥/۹ ۹۔ ذو المجدین، ابو القاسم، الانتصار لمسائل انفرادات الامامیة: ۲/ ۱۷۷

۱۰۔ السامرائی، نعمان عبدالرزاق، الدکتور، احکام المرتدفی الشریعه الاسلامیة: ۱۰۳، دار العلوم للطباعة والنشر، الریاض، ۱٤۰۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام عبادات کو ترک کرنے والا اور خصوصی طور پر نماز چھوڑنے والا کافر بن جائیگا؟ یا ترک فعل کے باب میں فرق کیا جائے گا یعنی منکرانہ ذہنیت سے ترک فعل کا حکم اور ہوگا اور غافلانہ روش کی بنیاد پر ترک فعل کا حکم اور ہوگا؟

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

"من المتفق عليه ان من ترک العبادات عامةً و الصلاة خاصة، جاحداً فرضيتها فهو كافر، لان امرها لا يخفى على مسلم، فان كان ممن يغيب عنه عرف، فان اصر على ذلک فهو كافر،و على هذا اجتمعت كلمة الفقهاء و نقل ابن هبيرة حصول الاجماع على ذلک." [1]

یہ فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ جو شخص عموماً تمام عبادات اور خصوصاً نماز کو اس کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے ترک کرے گا، وہ کافر بن جائے گا کیونکہ اس کا معاملہ کسی مسلم پر مخفی نہیں ہے اور جسے معلوم نہیں ہے اسے بتایا جائے گا، اس کے باوجود انکار پر اصرار کی صورت میں وہ کافر ہو جائے گا۔ اس حکم پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، یہاں تک کہ ابن ہبیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

تارک صلوۃ کے متعلق فقہائے کرام کا اجماعی موقف رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان پر مبنی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"امرت ان اقاتل الناس حتى يشهدوا ان لا اله الا اللّٰه ." [2]

ترک نماز کے علاوہ ایک مسئلہ ترک زکوۃ کا بھی ہے۔ انکار زکوۃ کے بارہ میں علامہ عینیؒ رقم کرتے ہیں؛

"فمن ابى اداء الزكوة، وهو مقر بوجوبها، ولم يطلب حربا، ولا امتنع بالسيف، فانها توخذ منه قهراً، وتدفع للمساكين، ولا يقتل..... واجمع العلماء على من نصب الحرب فى منع فريضة، وجب قتاله، فان ابى القتل على نفسه فدمه هدر." [3]

جو شخص زکوۃ کے وجوب کا قائل ہو کر بھی ادائے زکوۃ سے انکاری ہو، وہ اس عمل پر آمادہ جنگ ہوتا ہے اور نہ بزور شمشیر ہی اسے روکتا ہے، اس سے زبردستی زکوۃ وصول کر کے مساکین کو دی جائے گی مگر اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔۔۔ علمائے کرام کا اتفق ہے کہ زکوۃ سے انکار کرتے ہوئے آمادہ جنگ ہوتا ہے، اس سے قتال کرنا واجب ہے اور اس کا خون رائیگاں ہوگا۔ ترک صلوۃ اور انکار زکوۃ کے علاوہ دیگر ارکان اسلام کے تارک کا کیا حکم ہے؟ اس کے بارہ میں حضرت ابن قدامہ حنبلی رقم طراز ہیں:

"واما اذا كان جاحد الصلوة ناشأً فى الامصار، بين اهل العلم فانّه يكفر لمجرد جحدها و كذلک الحكم فى مبانىء الاسلام كلها، وهى الزكوة والصيام والحج، لانها مبانى الاسلام، وادلة وجوبها لا تخفى، اذا كان الكتاب والسنة مشحونين بادلتها، ولاجماع منعقدا عليها، فلا يجحدها الامعاند الاسلام، يمتنع من التزام

۱۔ الجوزی، شمس الدین محمد بن ابی بکر، ابن قیم، والصلاۃ و حکم تارکھا: ۲۰

۲۔ بخاری، الجامع الصحیح: ۷۲۸۵، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ

۳۔ عینی، بدر الدین بن محمد محمود، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ۱۸/۲٤، المطبعۃ المنیریۃ مصر، س ن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاحكام، غير قابل لكتاب الله تعالىٰ، ولا سنة رسوله، ولا اجماع امته."[۱]

اہل علم کے درمیان شہروں میں پرورش پانے والا نماز کا انکار کرے گا، مجرد انکار کرنے پر ہی اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ دیگر تمام ارکان اسلام مثلاً زکوۃ، روزہ اور حج کا بھی یہ حکم ہے کیونکہ وہ اسلام کے ارکان ہیں اور ان کے وجوب پر دلائل کسی سے پوشیدہ نہ ہیں۔ قرآن وسنت ان کے دلائل سے بھرپور ہیں اور ان پر اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے۔ چنانچہ اسلام سے عناد رکھنے والا ہی ان سے انکار کرے گا، جو اللہ کی کتاب، رسول کی سنت اور امت کے اجماع کو قبول نہ کرنے والا ہو۔

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کلمہ گو مسلم کی جانب سے ارکان اسلام کو منکرانہ ذہنیت سے ترک کرنا کفر وارتداد کا باعث بنتا ہے تاہم پہلے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ وہ ارکان اسلام کی فرضیت کا واقعی علم رکھتا ہے یا نہیں ورنہ نیا نیا کلمہ پڑھنے والا یا دارالاسلام میں پرورش نہ پانے والا یا علم وفکر سے دور کسی کھوہ پر رہنے ولا اپنے جحود وانکار کے باوجود کفر وارتداد کا مرتکب نہیں سمجھا جائے گا اور اس کے بعد انکار کی صورت میں اسے ارتداد کا مرتکب تصور کیا جائے گا۔

iii. ارتداد کے قولی اسباب ومظاہر:

ارتداد کے بعض اسباب ومظاہر کسی مسلم کے قول وقرار سے منسلک ہوتے ہیں، فقہی ادب میں اسے قولی ارتداد سے موسوم کیا گیا ہے۔ قولی ارتداد کے باب میں فقہاء کرام کی متفقہ رائے کے مطابق اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کرنے والا کفر کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس باب میں طنز ومزاح یا استہزاء وتحقیر سے سب وشتم کرنا برابر ہے۔[۲]

اس بارہ میں فرمان ربانی ہے۔

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ أَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ﴾[۳]

"اور البتہ اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم تو صرف شغل کے طور پر باتیں اور دل لگی کرتے تھے۔ کہہ دیجیے: کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے؟"

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ سب وشتم کرنے والا مسلم ہو یا غیر مسلم، اسے بہر صورت قتل کر دیا جائے گا۔[۴]

سوال یہ ہے کہ اللہ پر سب وشتم کے بعد کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی یا نہیں، اس بارہ میں فقہائے کرام کی آراء کیا ہیں؟

علامہ ابن عابدین کے مطابق احناف کا موقف یہ ہے کہ اللہ پر سب وشتم کرنے والا توبہ کا استحقاق رکھتا ہے اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔[۵]

شیخ محی الدین رقم کرتے ہیں:

" من سب الله تعالى ثم تاب يزول القتل بالتوبه، لانه تعالىٰ منزه على المعايب."[۶]

جو شخص اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کرے اور بعد میں تائب ہو جائے، اس کا قتل توبہ سے زائل ہو جائے گا

۱۔ المغنی: ۵٤۷/۸

۲۔ المغنی: ٥٦٥/۸؛ الصارم المسلول علی شاتم الرسول: ٥٥٠؛ شرح الخرشی: ۷٤/۸؛ المحلی: ٥۰۰/۱۱

۳۔ التوبة: ٦٥

٤۔ الشروط العمرية: ۱٤۱ ٥۔ حاشية: ۲۳۲/٤

٦۔ محی الدین، المعروف اخوین، السیف المشهور علی الزندیق وساب الرسول، (المخطوط)، دارالکتب المصریة، ۱۰٥۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے۔

مالکیہ کے خرشی نقل کرتے ہیں کہ اس باب میں کلمہ گو مسلم سے توبہ طلب کرنے پر اگرچہ اختلاف پایا جاتا ہے تاہم راجح موقف یہی ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔[۱]

ابن قدامہ کا خیال ہے کہ سب وشتم کے بعد توبہ اور تجدید اسلام کے باوجود اسے زجر وتوبیخ کی جائے گی۔[۲]

ابن مفلح کی رائے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے گی مگر اس کی شرط یہ ہے کہ اس نے تیسری بار یہ کام نہ کیا ہو۔[۳]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم فرماتے ہیں:

"سب اللہ تعالیٰ کفر محض، وھو حق اللہ، و توبة من لم یصدر الا مجرد الکفر الاصلی أو الطاری مقبولہ، مسقطة للقتل بالاجماع."[۴]

"اللہ تعالیٰ پر سب وشتم کرنا کفر محض ہے اور حقوق اللہ سے متعلق ہے۔ جس آدمی سے مجرد کفر اصلی یا کفر طاری کا صدور ہو، اس کی توبہ قبول ہوتی ہے اور سزائے قتل کو ساقط کر دیتی ہے، اس پر اجماع ہے۔"

ابن تیمیہؒ کے مذکورہ بالا موقف کی بنیاد یہ ہے کہ عیسائی دراصل اللہ پر سب وشتم ہی کرتے ہیں، جب وہ اسے تین میں سے تیسرا کہتے ہیں یا اس کا بیٹا ثابت کرتے ہیں مگر جب بھی وہ اس سے تائب ہونا چاہیں اور دین اسلام میں داخل ہونا چاہیں، اللہ کی بارگاہ میں ان کی توبہ قبول ہوتی ہے اور انہیں مسلمان تصور کیا جاتا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ کسی کے سب وشتم سے اللہ کی شان بے نیازی پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ اس کی حرمت اتنی عظیم ہے کہ کسی بدطینت کی حرکات قبیحہ سے اس کی عظمت وتقدیس میں کوئی فرق نہیں پڑتا چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ﴾ [۵]

"آپ کا رب عزت کا مالک، ان باتوں سے پاک ہے جو وہ (مشرک) بیان کرتے ہیں۔"

قولی ارتداد سے متعلق ایک مسئلہ توہین رسول کا بھی ہے۔ جمہور فقہائے کرام کے نزدیک رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم اور طعن وتشنیع کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔[۶] بعض فقہاء کا خیال ہے کہ اس کے کفر پر اجماع ہے۔[۷]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:

"قد ثبت ان کل سبب وشتم یبیح الدم، فھو کفر، وان لم یکن کل کفر سبا." [۸]

"یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سب وشتم سے خون مباح ہو جائے گا۔ ہر قسم کا سب وشتم کفر ہے اگرچہ ہر قسم کا کفر سب وشتم نہیں ہے۔"

علامہ ابن حزم ظاہریؒ رقم کرتے ہیں:

"فصح بھذا کفر من سب النبی ﷺ، فھو بذلک کافر، مرتد، لحکم المرتد، ولحذا نقول."[۹]

۱۔ شرح الخرشی: ۷٤/۸ ۲۔ المغنی: ٥٦٥/۸ ۳۔ الفروع: ۱٦۰/۲ ٤۔ الصارم المسلول: ٥٥ ٥۔ الصافات: ۱۸۰

٦۔ شوکانی، محمد بن علی محمد، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخبار: ۲۰۰/۷، مکتبہ البابی الحلبی، الطبعہ الثانیہ؛ طبرسی، مرزا حسین نوری، مستدرک الوسائل، منشورات: ۲٤۳/۳، المکتبة الاسلامیة، طهران، ۱۳۸۲؛ المحلی: ٥۰۰/۱۱؛ الروض النفیہ: ۲٤٥/٤

۷۔ فتاوی السبکی: ٥۷۳/۲، مکتبة القدسی، القاهرہ، ۱۳٥٥؛ السبکی، تقی الدین، ابو الحسن، علی بن عبدالکافی، السیف المسلول علی من سب الرسول: ۳٤۲، (المخطوط)، دارالکتب المصریة ۸۔ الصارم المسلول: ٥۳

۹۔ المحلی: ٥۰۰/۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنا کفر ہے۔ آپؐ پر سب وشتم کرنے والا کافر بن جائے گا اور اس پر مرتد کا حکم عائد ہوگا۔ ہمارا یہی مؤقف ہے۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن حزم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنے والا بھی مرتد تصور کیا جائیگا اور اس پر بھی مرتد کا حکم جاری ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنے والا استتابہ کا حق دار ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اس کا جواب مزید ایک سوال کے جواب پر منحصر ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنے والا کیا محض ارتداد کا مرتکب ہوتا ہے یا وہ ارتداد کے ساتھ ساتھ آپؐ کی حق تلفی کا ارتکاب بھی کرتا ہے؟ گویا اس کے اعلان توبہ اور اظہار اسلام کے باوجود آپؐ کا حق باقی رہے گا؟ مثال کے طور پر ایک مسلم نے کسی پر زنا کا اتہام باندھا اور اس کے بعد وہ مرتد ہو گیا پھر وہ اپنے ارتداد سے تائب ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس پر بہتان سے متاثرہ شخص کا حق باقی رہے گا اور قاذف پر اظہار توبہ اور تجدید اسلام کے باوجود حد قذف جاری ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کے بعد توبہ کے باب میں فقہائے کرام کے دو گروہ ہیں؛ جو اسے مجرد ارتداد خیال کرتے ہیں، ان کے نزدیک اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور توبہ کے بعد اس پر سزائے قتل جاری نہیں کی جائے گی اور جن کا موقف یہ ہے کہ رسول اللہؐ پر سب وشتم ارتداد کے علاوہ آپ کے حق پر دست درازی ہے، ان کے نزدیک مجرم کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی بلکہ اس پر حد جاری ہوگی۔ علامہ محی الدین حنفی رقم کرتے ہیں:

''ومن سب النبی ﷺ او احدا الانبیاء، فانه یقتل حدا، ولا توبة له اصلاً، سواء اکان بعد القدر ة والشهادة، او جاء تائبا من قبل نفسه، لانه حد وجب، فلا یسقط فی التوبة..... فانه حق تعلق به حق العبد، فلا یسقط بالتوبة.'' [1]

''جو شخص رسول اللہ ﷺ یا دیگر نبی پر سب وشتم کرے گا، اسے حداً قتل کیا جائے گا اور اس کی اصلاً کوئی توبہ نہیں ہے۔ اس کا گرفتاری کے بعد توبہ کرنا یا بذات خود تائب ہو کر آنا برابر ہے کیونکہ اس پر حد واجب ہوئی ہے، جو توبہ سے ساقط نہ ہوگی۔ یہ جرم حقوق قلعباد سے تعلق رکھتا ہے، جو توبہ سے ساقط نہیں ہوتا۔''

جن فقہائے کرام کے نزدیک شاتم رسول کی توبہ قبول کی جائے گی، ان کا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنا دو اسباب کی بنا پر موجب قتل بنتا ہے، آپ پر سب وشتم کا عمل بذات خود مستوجب قتل ہے یا پھر سب وشتم کفر وارتداد کا باعث ہوتا ہے اور مرتد کی سزا موت ہوتی ہے؟

آپؐ پر سب وشتم کا براہ راست موجب قتل ہونا ثابت نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، إِلَّا

۱۔ السیف المشهور: ۱۴۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ: رَجُلٌ زَنٰى بَعْدَ إِحْصَانٍ، فَإِنَّهُ يُرْجَمُ، وَرَجُلٌ خَرَجَ مُحَارِبًا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ، فَإِنَّهُ يُقْتَلُ، أَوْ يُصْلَبُ، أَوْ يُنْفَى مِنَ الْأَرْضِ، أَوْ يَقْتُلُ نَفْسًا، فَيُقْتَلُ بِهَا. [1]

مذکورہ حدیث کی رو سے تین افراد کا قتل کرنا جائز ہے۔ ہمارے زیر بحث شخص نے نہ زنا کیا ہے اور نہ وہ کسی کے قتل کا مرتکب ہوا ہے چنانچہ اس کے قتل کی ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ اس کا اسلام کے بعد کفر اختیار کرنا ہے مگر اسلام کے بعد کفر کی صورت میں بھی توبہ قبول ہوتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَ شَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [2]

''اللہ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے جبکہ وہ گواہی دے چکے کہ بے شک رسول ﷺ برحق ہیں اور ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں؟ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ ان لوگوں کی سزا یہی ہے کہ ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ وہ اس (لعنت) میں ہمیشہ رہیں گے، ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لی، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

دوسرے مقام پر فرمان ربانی ہے:

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ [3]

''(اے نبیؐ) جن لوگوں نے کفر کیا ان سے کہہ دیجیے کہ اگر وہ باز آ جائیں تو جو کچھ پہلے ہو چکا وہ انہیں معاف کر دیا جائے گا، اور اگر وہ دوبارہ وہی کریں گے تو بلاشبہ اگلے لوگوں کا جو طریقہ گزر چکا ہے (وہی انجام ان کا ہوگا)۔''

تیسرے مقام پر حکم خداوندی ہے:

﴿فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [4]

''پھر اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔''

مذکورہ آیات اس حقیقت کا واضح ہیں کہ اسلام چھوڑ کر کافر بن جانے والا بھی توبہ کا حق رکھتا ہے اور جو منافق بھی اخلاص نیت اور صدق دل سے توبہ کی راہ اختیار کرے گا اسے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب نہیں دیا جائے گا اور قتل بھی دردناک عذاب کی ایک

۱۔ سنن أبی داود: ۴۳۵۳، کتاب الحدود باب الحکم فیمن ارتد، حکم الألبانی: صحیح رجاله کلهم ثقات

۲۔ ال عمران: ۸۶

۳۔ الانفال: ۳۸

۴۔ التوبة: ۷۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورت ہے چنانچہ مرتد کی توبہ پر تمام دلائل کا تقاضہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم کرنے والا، اگرچہ اسلام کے بعد کفر اختیار کرتا ہے تاہم اس پر توبہ کا دروازہ کھلا ہے، اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور توبہ کرنے کی صورت میں اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔[۱]

قولی ارتداد سے متعلق ایک مسئلہ دیگر انبیاء کرام کی توہین وتنقیص کا بھی ہے۔ سوال ہے کہ شاتم رسول کی مانند کیا دیگر انبیاء کرام پر سب وشتم کرنے والا بھی ارتداد کا مرتکب تصور کیا جائے گا؟ اور آیا اس پر بھی قتل کی سزا عائد ہوگی؟ یا اس باب میں انبیاء کے مابین فرق کرنا پڑے گا اور اس کے مطابق شاتم کا حکم بھی مختلف ہوگا؟

جن انبیاء کرام کی نبوت علماء امت کے نزدیک متفقہ طور پر قطعی، یقینی اور حتمی ہے، ان پر سب وشتم کرنے والا گویا ہمارے نبی کریم ﷺ پر سب وشتم کرتا ہے اور ہمارے نبی کا شاتم چونکہ کافر بن جاتا ہے لہذا دیگر متفقہ انبیاء کا شاتم بھی کافر ہو جائے گا اور اسے بھی قتل کیا جائے گا اور جن کی نبوت حتمی، قطعی اور یقینی نہیں ہے، ان پر سب وشتم کرنے والا زجر ونکل اور تادیب وتوبیخ کا مستحق ہوگا مگر اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔[۲]

فقہائے زیدیہ کے صاحب تاج کا خیال ہے کہ دیگر انبیاء کرام کا شاتم بھی کفر کا مرتکب تصور ہوگا اور اس باب میں نبوت کے قطعی اور غیر قطعی ہونے کا فرق نہیں کیا جائے گا۔ ابن حزمؒ کا موقف بھی یہ ہے کہ حتمی اور غیر حتمی نبوت کا فرق نہ کیا جائے گا بلکہ تمام انبیاء پر سب وشتم اور طعن وتشنیع کرنا مطلق طور سے کفر ہوگا۔

فقہائے شافعیہ میں سے حصنی اور امامیہ میں سے مرزا حسین اسی کے قائل ہیں۔[۳]

مقالہ نگار کی رائے میں راجح موقف یہی ہے کہ جس کی نبوت قطعی، یقینی اور حتمی نہیں ہے، اس کے شاتم کو قتل نہ کیا جائے کیونکہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ جس کی نبوت پر اتفاق نہیں ہے، وہ حقیقت میں نبی مرسل بھی نہ ہو اور اسلامی عدلیہ کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ شبہ کی بنا پر سزا ساقط ہو جاتی ہے۔ قولی ارتداد کے بارے میں ایک مسئلہ غیر اسلامی دین کی قسم کھانے کا بھی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی قسم کو پختہ کرنے کی غرض سے خود کو اسلام کے علاوہ دوسرے دین کی جانب منسوب کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس کا کیا حکم ہوگا؟

سیدنا ثابت بن ضحاکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ بِمِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ"[۴]

"جو شخص غیر اسلامی دین پر جھوٹی قسم کھائے گا، وہ اسی دین کا حامل بن جائے گا۔"

دوسری حدیث سیدنا بریدہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ: إِنِّي بَرِيءٌ مِنَ الْإِسْلَامِ، فَإِنْ كَانَ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ، وَإِنْ كَانَ صَادِقًا فَلَنْ يَرْجِعَ إِلَى الْإِسْلَامِ سَالِمًا."[۵]

"جس نے کہا کہ میں اسلام سے بری ہوں، اگر وہ اپنی بات میں جھوٹا ہوگا تو جیسے اس نے کہا ویسا بن جائے گا اور اگر وہ سچا ہے، پھر بھی اسلام کی طرف سالم نہیں لوٹے گا۔"

۱۔ الصارم المسلول: ۳۲۲ ۲۔ الصارم المسلول: ۵۷۰؛ السیف المشهور: ۲۰؛ شرح النیل: ۲۶۶/۸

۳۔ تاج المذاهب: ۴۶۳؛ المحلی: ۵۰۰/۱۱؛ کفایة الاخبار: ۲/ ۲۰۰؛ مستدرك الوسائل: ۲/ ۲۴۳

۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی قاتل النفس، رقم: 1363؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظ تحریم قتل الإنسان نفسه، رقم: ۱۱۰

۵۔ سنن أبی داود، رقم: 3268، صحیح؛ سنن النسائی، رقم: 3772، صحیح؛ سنن ابن ماجه، رقم: 2100، صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا احادیث میں جھوٹی قسم کا بیان ہے اور اس پر آپ ﷺ نے کوئی کفارہ عائد نہیں فرمایا بلکہ **فھو کما قال** کا ارشاد فرمایا ہے، جو انتہائی شدید قسم کی وعید ہے کہ خود کو جھوٹی قسم میں غیر مسلم ظاہر کرنے والا دراصل غیر مسلم بن جاتا ہے۔ احادیث کے ظاہری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی قسم کے جھوٹا ہونے کی صورت میں وہ کافر بن جائے گا۔ علامہ شوکانیؒ رقم کرتے ہیں:

"فان اعتقد تعظیم ماذکر کفر، وان قصد حقیقة التعلیق فینظر ،فان کان اراد ان یکون متصفا بذلک کفر، لان ارادة الکفر، کفرو ان اراد البعد عن ذلک لم یکفر." [۱]

''جو اس نے ذکر کیا ہے، اس کی تعظیم کا عقیدہ رکھنا کفر ہے اور اگر وہ حقیقت تعلیق کا ارادہ رکھتا ہے پھر دیکھا جائے گا۔ تعلیق سے بھی اگر اس کا ارادہ کفر سے متصف ہونے کا ہو تو کفر کا ارادہ کرنا بھی کفر ہے اور اگر اس نے اس ملت سے دوری کا ارادہ کیا پھر اسے کافر نہیں سمجھا جائے گا۔''

قولی ارتداد سے متعلق ایک مسئلہ ازواج مطہراتؓ پر سب وشتم کرنے کا بھی ہے۔ جمہور فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ جو شخص سیدہ عائشہؓ پر سب وشتم یا طعن وتشنیع کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا۔ [۲]

فقہائے کرام کے اس موقف کی بنائے استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ افک میں حضرت عائشہؓ کو بری کر دیا تھا اور ان کے حق میں قرآن نازل کیا تھا، حضرت عائشہ صدیقہؓ پر سب وشتم اور طعن وتشنیع کرنے والا دراصل قرآن کریم کے اس مقام کی صریح تکذیب کرتا ہے کہ

﴿یَعِظُکُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ [۳]

''اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو دوبارہ کبھی بھی اس جیسی بات نہ کرنا۔''

چنانچہ جو شخص واقعہ افک کے اتہام کا اعادہ کرتا ہے، وہ صاحب ایمان نہیں ہو سکتا یہی باعث ہے کہ آپؓ کو ہدف مطاعن بنانے والا قتل کا سزاوار ہے۔ شیخ ابن تیمیہؒ نے تاریخ اسلامی کے جملہ حوادث کا ذکر کیا ہے، جن کے مطابق ام المومنینؓ پر حرف طعن بلند کرنے والا طبقہ قبل گردن زدنی قرار دیا پایا تھا۔ [۴]

سوال یہ ہے کہ سب وشتم کے باب میں دیگر ازواج مطہراتؓ کی بابت کیا حکم ہے؟ کیا ان پر سب وشتم کرنا بھی کفر اور قتل کا موجب ہوگا یا اس کے بارہ میں ارتداد وقتل کا حکم نہیں ہوگا؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا خیال ہے کہ دیگر امہات پر طعن کا حکم بھی حضرت عائشہؓ پر طعن جیسا ہی ہے کیونکہ دیگر امہات پر طعن سے رسول اللہ ﷺ پر طعن، عار اور ایذاء لازم آتا ہے اور آپؐ کے متعلق یہ سب کچھ ممنوع ہے۔ [۵]

شیخ ابن تیمیہؒ کے موقف کی بنائے استدلال یہ آیت ہے:

﴿اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ [۶]

''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے، اور پاکیزہ عورتیں

۱۔ نیل الاوطار: ۱۹٤/۸

۲۔ الاقناع: ۲۹۹/٤ ؛الصارم المسلول: ۵۷۱ ؛المحلی : ۵۰۲ ؛حاشیه ابن عابدین: ۲۳۷/٤ ؛ فتاوی السبکی: ۵۹۲/۲ ؛ شرح الخرشی: ۷٤/۸

۳۔ النور: ۱۷

٤۔ الصارم المسلول: ۵۷۱ ۵۔ ایضاً

٦۔ النور: ۲٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے، یہ (پاکیزہ) لوگ ان باتوں سے بری ہیں جو وہ (خبیث لوگ ان کی بابت) کہتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور بہت اچھا رزق ہے۔''

شیخ ابن تیمیہؒ کی مانند امام ابن حزم ظاہری کا موقف بھی یہ ہے کہ دیگر ازواج مطہرات پر طعن کا حکم بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ پر طعن جیسا ہی ہے۔[۱]

اور علامہ محی الدین حنفیؒ نے بھی احناف میں سے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔[۲]

دوسرا موقف یہ ہے کہ دیگر ازواج مطہرات صحابہ کرام کے حکم میں داخل ہیں۔ جو شخص ان پر سب وشتم کرے گا اس پر بھی حد قذف جاری ہوگی کیونکہ وہ تہمت طراز اور بہتان باز ہے مگر اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

فصل ہذا کے تحقیقی مطالعہ سے ارتداد کے اسباب ومظاہر معلوم ہوئے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ ارتداد کے اسباب ومظاہر میں سے بعض اسباب اعتقادی، چند قولی اور دیگر فعلی ہیں۔ ارتداد کے اعتقادی اسباب بہر حال، ارتداد کے قولی یا فعلی مظاہر کی صورت میں رونما ہوتے ہیں چنانچہ محض اعتقاد یا نیت کی بنا پر کسی کا ارتداد ثابت نہیں ہوگا، جب تک وہ اپنے قول یا فعل سے اعتقادی ارتداد کا اظہار نہیں کرے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ ارتداد کے قولی اور فعلی اسباب میں سے انہی اسباب کی بنا پر کسی شخص کو مرتد قرار دیا جائے گا جو تمام فقہی مذاہب کے نزدیک ارتداد کے متفقہ اسباب ہیں گویا فقہی مذاہب کے مابین ارتداد کے مختلف فیہ اسباب ومظاہر کی بنیاد پر کسی مسلم شخص کو مرتد قرار نہیں دیا جا سکے گا۔

۱۔ المحلی: ۱۱/ ۵۰۲

۲۔ السیف المشهور: ۲۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

ارتداد کی شروط وموانع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم:

ارتداد کے شروط وموانع

شریعت کی نگاہ میں کوئی عمل اسی وقت صحیح ثابت ہوتا ہے، جب اس کے جملہ اسباب اور تمام شروط موجود ہوں اور موانع موجود نہ ہوں۔ کسی عمل کے اسباب موجود ہوں مگر اس کی شروط مفقود ہوں یا کسی عمل میں شروط پائی جائیں مگر اس کے موانع موجود ہوں، اس صورت میں کوئی عمل صحیح اور معتبر نہیں ہوگا۔

ارتداد کے باب میں بھی اس کی صحت کی چند شروط ہیں، جن کا وجود پذیر ہونا ضروری ہے اور اس کی راہ کے چند موانع بھی ہیں، جن کا مفقود ہونا لازم ہے۔ ارتداد کے انہی شروط وموانع پر ذیل میں تفصیلی بحث کی جائے گی:

صحت ارتداد کی شرط اوّل؛ بلوغت:

فقہائے کرام کے نزدیک صحت ارتداد کی ایک شرط بلوغت ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی نابالغ کے ارتداد کا کیا حکم ہوگا؟ اس کا جواب دراصل ایک دوسرے سوال کے جواب پر منحصر ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ بچے کا اسلام معتبر ہے یا نہیں؟ کیونکہ کسی کا ارتداد اسی وقت معتبر ہوگا، جب اس کا اسلام ثابت ہوگا اور جس کا اسلام ہی ثابت نہ ہو، اس کا ارتداد بھی معتبر نہیں ہے چنانچہ سوال یہ ہے کہ بلوغت سے قبل اسلام کا کیا حکم ہے؟

امام زفر کے علاوہ دیگر فقہائے احناف کا خیال ہے کہ عقل مند بچے کا اسلام معتبر ہوگا۔[۱]

اس موقف میں حنابلہ بھی احناف کے موافق ہیں۔[۲]

احناف کے اس موقف کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ اٰتَیۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِیًّا﴾ [۳]

''اور ہم نے اسے (یحییٰ کو) بچپن ہی میں حکم عطا کیا۔''

مذکورہ آیت کریمہ سے استدلال یہ ہے کہ اس آیت کی رو سے بچپن کے باوجود نبوت کا اہل قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک نابالغ بچہ اسلام کا بھی اہل ہے گویا اس کا اسلام بھی معتبر ہوگا۔ حضرت علیؓ نے بچپن میں اسلام قبول کیا تھا اور ان کا اسلام لانا قبول بھی ہوا تھا۔[۴]

امام شافعیؒ اور امام زفرؒ کا خیال یہ ہے کہ دنیا کے احکام میں بچے اسلام معتبر نہیں ہوگا۔[۵]

امام شافعیؒ کے اس موقف کی بنیاد رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

رفع القلم عن ثلاث...و عن ا لصبی حتی یحتلم [۶]

مذکورہ حدیث مبارکہ سے امام شافعیؒ اور زفرؒ کا استدلال یہ ہے کہ چونکہ حدیث کے مطابق بچہ مرفوع القلم ہے، اس کے قول پر دنیا میں کوئی حکم عائد نہیں کیا جائے گا اور جب تک وہ بالغ نہیں ہو جاتا، وہ اسلام کا بھی مخاطب نہیں ہے چنانچہ اس کے اسلام کو معتبر نہیں

۱۔ حاشیہ ابن عابدین، رد المختا ر:۲۵۷/٤ ۲۔ المغنی: ۵٤۹/۸

۳۔ مریم:۱۲ ٤۔ المبسوط: ۱۰/ ۱۲۱

۵۔ دمشقی، ابن عبداللہ، محمد بن عبدالرحمن، رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ:۲٦۹، مکتبہ البابی الحلبی، ۱۳۷۹

٦۔ صحیح ابن خزیمۃ :۳۰٤۸، کتاب المناسك، باب ذکر اسقاط فرض الحج عن الصبی قبل البلوغ، وعن المجنون حتی یفیق، قال الالبانی حدیث صحیح رجالہ ثقات ولہ طرق اخری وشواھد فی الارواء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سمجھا جائے گا۔[۱]

فریقین کے موقف اور استدلال کو سامنے رکھتے ہوئے مقالہ نگار کے خیال میں یہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ کسی نابالغ بچہ کے اسلام کا شرعی لحاظ سے معتبر ہونا اور قانونی طور پر اس کا معتبر نہ ہونا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کسی نابالغ کے مسئلہ ثبوت اسلام کے بعد، سوال یہ ہے کہ نابالغ کے اسلام کی مانند، کیا نابالغ بچے کا ارتداد بھی معتبر ہوگا یا نہیں؟ اور کیا اسے بچپن ہی میں سزا دی جائے گی یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا؟

اس باب میں فقہائے کرام کی آراء باہم مختلف ہیں۔ امام بوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا خیال ہے کہ استحسان کی رو سے نابالغ بچے کا ارتداد معتبر ہوگا۔[۲]

امام مالکؒ کا ظاہر مذہب اور امام احمدؒ کا مشہور قول بھی یہ ہے۔[۳]

علامہ ابن عابدین حنفیؒ رقم کرتے ہیں:

"ردته صحيحة اذا كان اسلامه بنفسه او تبعا لا بويه، واردتد قبل البلوغ، ولكن لا يقتل لانه ليس من اهل العقوبات، لكنه يضرب ويحبس."[۴]

"بچے کا ارتداد معتبر ہوگا، جب وہ بذات خود اسلام لایا ہو یا اس کا اسلام والدین کے تو بع ہوا اور وہ بلوغت سے قبل مرتد ہو جائے مگر بچے کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ سزا کے قابل نہیں ہے تاہم اسے مارا پیٹا جائے گا اور قیدی بنایا جائے گا۔"

امام شافعیؒ اور امام یوسفؒ کا خیال ہے کہ بچے کا ارتداد معتبر نہیں ہوگا۔[۵]

یہی موقف علمائے زیدیہ کا بھی ہے۔[۶]

امام سرخسیؒ رقم فرماتے ہیں:

"فاما اذ ارتد هذ الصبى العاقل فابو يوسف يقول لا تصح ردته، وهو القياس لان الردة تضره، وانما يعتبر معرفته و عقله فيما ينفعه لا فيما يضره."[۷]

"جب کوئی عقل مند بچہ مرتد ہوگا، ابو یوسف کے نزدیک اس کا ارتداد قابل اعتبار نہیں ہے، اس کی بنیاد قیاس پر ہے کیونکہ ارتداد بچے کے حق میں نقصان دہ ہے اور بچے کا عقل و شعور اس کیلئے مفید امور میں معتبر ہوتا ہے، مضر امور میں معتبر نہیں ہوتا۔"

کسی نابالغ کے مسئلہ ارتداد کے بعد، سوال یہ ہے کہ آیا اسے بچپن ہی میں ارتداد کی سزا دی جائے گی یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا؟

جن فقہائے کرام کے نزدیک نابالغ بچے کا ارتداد معتبر ہوگا، ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اسے قبل از بلوغت سزا نہیں دی جائے گی۔ اس کا باعث یہ ہے کہ سزائے قتل ایک قسم کی حد ہے اور حد کا نفاذ بالغ شخص ہی پر ہوتا ہے۔ ابن قدامہ حنبلیؒ رقم طراز ہیں:

۱۔ المبسوط: ۱۰/ ۱۲۰ ۲۔ بدائع الصنائع: ۱۳۵/۷ ۳۔ الانصاف: ۳۲۹/۱۰

٤۔ رد المحتار: ۲۵۷/٤ ٥۔ فيض الاله: ۳۰٥/۲ ٦۔ شرح الازهار: ٥۷٥/٤

۷۔ المبسوط: ۱۲۲/۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ولا يقتل حتى يبلغ و يجاوز بعد بلوغه ثلاثة ايام. يستتاب فيها، فان ثبت على كفر قتل." [۱]

''مرتد بچے کو بالغ ہونے اور بلوغت کے بعد تین یوم گزرنے تک قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس عرصہ میں توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اس کے کفر پر قائم رہنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔''

مذکورہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحت ارتداد کی ایک شرط بلوغت بھی ہے چنانچہ کسی نابالغ بچے کا مرتد ہو جانا، اجرائے سزا میں مانع ہوگا اور جب تک مرتد میں بلوغت کی شرط نہ ہوگی، اس وقت تک بچے کو سزائے ارتداد میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ فریقین کے علماء نابالغ کی صحت ارتداد کے قائل ہوں یا اس کے قائل نہ ہوں، یہ بہر حال فقہائے کرام کا ایک متفق علیہ موقف ہے کہ بلوغت کے بعد بھی اگر وہ ارتداد پر قائم رہے گا، تب ہی اس پر ارتداد کا حکم ثابت ہوگا۔ اس کے بعد تین یوم تک اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جاتا رہے گا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔ خواہ موروثی طور پر وہ بچہ مسلم تھا اور بلوغت سے قبل مرتد ہو گیا ہو یا وہ بچپن میں کافر سے مسلم بنا اور قبل از بلوغت مرتد ہو گیا ہو، فقہائے کرام کے نزدیک ہر دو کا یہی حکم ہے کہ مرتد کا بالغ ہونا صحت ارتداد کی شرط ہے اور اس کا نابالغ ہونا سزائے ارتداد میں مانع ہے۔

صحت ارتداد کی شرط ثانی؛ عقل:

فقہائے کرام کے نزدیک صحت ارتداد کی ایک شرط عقل بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ بقائمی ہوش و حواس کیا جانے والا ارتداد کا عمل ہی قانون کی نگاہ میں قابل گرفت جرم ہوگا اور اس پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔

سوال یہ ہے کہ کسی پاگل یا مدہوش کے ارتداد کا کیا حکم ہے؟ اس کا جواب یہ ہے پاگل شخص کا اسلام معتبر ہوگا اور نہ ارتداد ہی۔ اور جو شخص بھی پاگل کے مشابہ ہوگا، یہی حکم اس کا بھی ہے۔[۲]

امام شافعیؒ رقم فرماتے ہیں:

"ولو ارتد مغلوبا على عقله بغير سكر لم يحبسه الوالي، ولومات بتلك الحال لم يمنع ورثته المسلمون ميراثه، لان ردته كانت في حال لا يجرى فيها عليه القلم." [۳]

''جس نے نشہ نہیں کیا تھا مگر بے ہوش ہو گیا اور مدہوشی میں مرتد ہو گیا۔۔۔ اگر وہ اسی حال میں مر گیا تو اس کے مسلم ورثا ترکہ سے محروم نہ ہوں گے کیونکہ وہ اس حال میں مرتد ہوا تھا کہ اس پر قلم جاری نہیں ہوتا۔''

جو شخص اپنے ہوش و حواس میں مرتد ہوتا ہے اور بعد میں وہ بے ہوش ہو جاتا ہے، اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور بحالت ہوش بھی توبہ نہ کرنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اگر وہ غشی میں ہی مر جاتا اور توبہ نہیں کرتا تو اس کا ترکہ مال فے متصور ہوگا۔[۴]

جو شخص کبھی مدہوشی سے دوچار ہوتا ہے اور کبھی اسے افاقہ ہو جاتا ہے، اس کے متعلق علامہ کاسانی رقم فرماتے ہیں:

"ولو كان الرجل ممن يجن و يفيق، فان ارتد في حال جنونه لم يصح، وان ارتد في

۱۔ المغني: ۵۵۱/۸

۲۔ بدائع الصنائع: ۱۳٤/۸ ؛ شافعی، محمد بن ادریس، الام: ۱٤۸/٦، دار الفکر بیروت، ۱۹۸۳ء ؛ المهذب: ۲۲۲/۲ ؛ الاقناع: ۳۰۱/٤

۳۔ الام: ۱٤۸/٦

٤۔ المغني: ٥٦٤/٨

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حال افاقته صحت بوجود دلیل الرجوع فی احدی الحالیتن دون اخری.'' ۱

''جو شخص کبھی دیوانہ ہوتا ہے اور کبھی تندرست ہو جاتا ہے، اس کا دیوانگی کا ارتداد معتبر نہیں ہوگا مگر تندرستی کا ارتداد معتبر ہوگا۔''

جو شخص حالت جنون میں مرتد ہو گیا ہو اور اسے کسی نے اسی حال میں قتل کر دیا، اس پر قصاص ہوگا کیونکہ حالت جنون کا ارتداد معتبر نہیں ہے اور جب اس پر جنون طاری ہوا تھا، وہ اسلام پر قائم تھا گویا قاتل نے ایک مسلم کا ناحق قتل کیا، جس پر قصاص لازم ہوگا۔ ۲

جنون کے باب میں امامیہ نے دو افراد کے مابین فرق روا رکھا ہے، صاحب روضہ نے رقم کیا ہے:

''اذا ارتد عن ملة ثم جن، لم یقتل ما دام مجنونا، اما اذا ارتدادة عن فطرة، فهو یقتل مطلقا، جن ام لا، اذا ارتدا.'' ۳

''ملت سے مرتد ہونے والا بعد میں دیوانہ ہو جاتا ہے، وہ جب تک دیوانگی میں رہے گا، قتل نہیں کیا جائے گا مگر فطرت سے مرتد ہونے والا دیوانہ ہو یا نہ ہو اسے مطلقاً قتل کیا جائے گا۔''

اپنے اس موقف میں امامیہ ایک متفرد رائے کے حامل ہیں۔ اس کا باعث شاید یہ ہے کہ ان کے نزدیک کسی موروثی مسلمان کے مرتد ہونے پر اسے توبہ کا موقع دینا غیر ضروری ہے۔

مخمور کا ارتداد:

عقل کھو دینے والا شخص مجنون ہوتا ہے یا مخمور۔ اردو زبان میں مجنون کو پاگل اور مخمور کو نشئی کہتے ہیں۔ چنانچہ مخمور شخص کے بارہ میں سوال یہ ہے کہ جو شخص شراب نوشی سے مدہوش ہوا اور اسی حال میں وہ مرتد ہو گیا۔ اس کے ارتداد کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کا ارتداد ایک ہوش مند کے ارتداد جیسا ہوگا؟ یا اسے مدہوش پر قیاس کریں گے، جس کے اقوال کا اعتبار نہیں ہوتا؟

فقہائے احناف کا خیال ہے کہ مخمور کے ارتداد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ ۴

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بھی اپنے ایک قول میں احناف کے موافق ہیں۔ امام شافعیؒ کا دوسرا قول، امام احمدؒ کا مشہور قول اور زیدیہ کا موقف یہ ہے کہ مخمور شخص کا ارتداد معتبر ہوگا۔ ۵

جن فقہاء کے نزدیک مخمور کا ارتداد معتبر نہیں ہوگا، ان کا موقف استحسان پر مبنی ہے کہ ارتداد کی بنیاد اصلاً اعتقاد پر ہوتی ہے اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ مخمور شخص جو کہتا ہے، اس کا اعتقاد نہیں رکھتا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مخمور شخص سے عموماً کلمہ کفر کا صدور ہو جاتا ہے، جس سے اجتناب ممکن نہ ہے۔ فقہاء کے اس موقف کی بنیاد وہ روایت ہے کہ کوئی صاحب شراب کے نشہ سے مخمور تھا جب کہ شراب ابھی تک حرام نہیں ہوئی تھی اور اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: کیا تم میرے اور میرے اجداد کے غلام نہیں ہو؟ مگر آپ ﷺ نے اس بات کو اس صاحب کے کفر پر محمول نہیں کیا تھا۔ اور ایک مخمور شخص، بحالت نشہ مغرب کی نماز میں سورۃ الکافرون کی تلاوت کرتے ہوئے چند آیات چھوڑ گیا تھا جس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ ۶

۱۔ بدائع الصنائع: ۱۳٤/۷ ۲۔ الاقناع: ۳۰۱/٤

۳۔ الروضه: ۳۹۳/۲ ٤۔ المبسوط: ۱۲۳/۱۰۔

۵۔ المهذب: ۲۲۲/۲؛ المغنی: ۵٦۳/۸؛ الام: ۱٤۸/٦؛ الانصاف: ۳۳۱/۱۰؛ التاج المذهب: ٤٦۲

٦۔ النسآء: ٤۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم اس وقت نماز کے قریب نہ جاؤ جب تم نشے میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو کچھ تم کہتے ہو۔''

مذکورہ آیت مبارکہ اور اس کا شان نزول اس بات کا ثبوت ہے کہ نشہ کی حالت میں کسی قول پر ارتداد کا حکم عائد نہیں کیا جائے گا جیسے جنون کی حالت میں کسی قول پر اس کے ارتداد کا حکم نہیں ہوگا۔[۱]

فقہائے احناف کا خیال یہ ہے کہ مخمور شخص کا ارتداد معتبر نہیں ہوگا کیونکہ ارتداد دراصل عقیدہ اور ارادہ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ مخمور کا عقد اور قصد نہیں ہوتا چنانچہ وہ مجبور سے مشابہ ہوتا ہے۔ مخمور شخص عقل کھو دیتا ہے چنانچہ اس کا ارتداد معتبر نہیں ہوگا کیونکہ وہ نائم (سونے والا) کی مانند ہو جاتا ہے۔ مخمور شخص غیر مکلّف ہو جاتا ہے چنانچہ اس کا ارتداد معتبر نہیں ہوگا کیونکہ وہ مجنون جیسا بن جاتا ہے۔ مخمور کے غیر مکلّف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تکلیف کی ایک شرط عقل بھی ہے اور مخمور شخص میں وہ معدوم ہے یہی باعث ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔[۲]

ابن قدامہ حنبلیؒ کا خیال ہے کہ مخمور شخص کا ارتداد معتبر ہوگا کیونکہ صحابہ کرامؓ نے مخمور شخص کے اتہام پر مبنی قول کو معتبر سمجھا اور اس پر حد قذف کا فیصلہ کیا تھا حالانکہ بہتان کا قول بھی بحالت نشہ صادر ہوتا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مخمور شخص کا ارتداد معتبر تسلیم کیا جائے گا، چنانچہ ابن قدامہؒ رقم کرتے ہیں:

''و قولهم ليس بمكلف ممنوع، فان الصلاة واجبة عليه وكذا سائر اركان الاسلام و يا ثم يفعل المحرمات، وهذا معنى التكليف، لان السكران لا يزول عقله بالكلية ولهذا يتقى المحذورات ويفرح بما يسره، ويساء بما يضره، ويزول سكره عن قرب من الزمان، فاصبح الناعس بخلاف النائم والمجنون.''[۳]

''ان کا مخمور کو غیر مکلّف کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اس پر نماز اور دیگر ارکان اسلام فرض ہیں اور محرمات کے ارتکاب پر وہ گنہ گار ہوتا ہے اور مکلّف ہونے کا یہی مطلب ہے کیونکہ مخمور کی عقل کلی طور پر زائل نہیں ہوتی، اسی باعث وہ خطرناک امور سے اجتناب کرتا ہے، فرحت بخش چیز سے خوش اور نقصان دہ چیز سے پریشان ہو جاتا ہے۔ اس کا نشہ بھی جلد ہی ختم ہو جائے گا چنانچہ وہ مجنون یا نائم کی بجائے ناعس (اونگھنے والا) ہوتا ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقہائے کرام کے مابین یہ امر خواہ مختلف فیہ ہے کہ مخمور کا ارتداد معتبر ہے یا نہیں تاہم اس امر میں بہر حال وہ متفق ہیں کہ صحت ارتداد کی ایک شرط عقل بھی ہے اور کسی مجنون یا مخمور شخص کا ارتداد؛ اجزائے سزا میں مانع ہوگا چنانچہ اس کے روبہ صحت ہونے پر اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، جس کے نتیجے میں یہ شبہ زائل ہو جائے گا کہ اس نے جنون یا نشہ میں جو کچھ کہا تھا، وہ اس کا اعتقاد بھی رکھتا ہے یا نہیں اور حتمی فیصلہ بہر صورت اس کا روبہ صحت ہونے والا قول ہی کرے گا۔ علامہ ابن قدامہؒ کا یہی خیال ہے، وہ رقم کرتے ہیں:

۱۔ المبسوط: ۱۲۳/۱۰

۲۔ بدائع الصنائع: ۱۳٤/۷

۳۔ المغنی: ٥٦٣/٨

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"واما استتابته فتوخر الى حين صحوه، ليكمل عقله ويفهم ما يقال له، و تزال شبهته، ان كان قد قال الكفر معتقدا له." [۱]

''اس سے توبہ کا مطالبہ اس کے روبصحت ہونے تک موخر کیا جائے گا تا کہ اس کی عقل پوری ہو جائے اور وہ سمجھ سکے کہ اسے کیا کہا جا رہا ہے اور اس کے متعلق شبہ زائل ہو جائے کہ اس نے کفریہ عقیدہ کے ساتھ کلمہ کفر کہا تھا۔''

صحت ارتداد کی شرط ثالث؛ اختیار:

فقہائے کرام کے نزدیک صحت ارتداد کی ایک شرط اختیار بھی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلم کا ارتداد اسی وقت معتبر ہو گا، جب وہ اپنے طور پر آزادی اور خودمختاری سے مرتد ہو، اس پر فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔ سوال یہ ہے کہ جسے ارتداد پر مجبور کر دیا گیا ہو، اس کے ارتداد کا کیا حکم ہے؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ کسی شخص کو جبراً مسلمان بنایا گیا تھا، بعد میں وہ دوبارہ کافر بن گیا۔ آیا اسے بھی مرتد قرار دیا جائے گا یا وہ پہلی حالت کے مطابق کافر ہی متصور ہو گا؟

فقہائے کرام کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ جسے کفر پر مجبور کیا گیا اور اس نے جبر کی بنا پر کلمہ کفر کہہ دیا، اس سے وہ مرتد نہیں ہو گا۔ محمد بن حسن شیبانیؒ کا شاذ قول یہ ہے کہ مجبور شخص کو بھی کافر ہی قرار دیا جائے گا کیونکہ اس نے کلمہ کفر بولا ہے اور اس سے وہ بااختیار شخص کی مانند ہو گیا۔[۲]

ابن قدامہؒ رقم کرتے ہیں:

" ومن اكره على الكفر فاتى بكلمة الكفر، لم يصر كافرا، بهذا قال مالك و ابو حنيفة والشافعي، و قال محمد بن الحسن ، هو كافر في الظاهر، تبين منه امراته، ولا يرتد المسلمون ان مات، ولا يصلى عليه، وهو مسلم فيما بينه و بين الله، لانه نطق بكلمة الكفر، فاشبه المختار." [۳]

''جسے مجبور کیا گیا اور اس نے کلمہ کفر کہہ دیا، اس سے وہ کافر نہیں ہو جائے گا۔ امام مالکؒ شافعیؒ اور ابو حنیفہؒ کا یہی خیال ہے محمد بن حسن کا موقف ہے کہ وہ بظاہر کافر بن جائے گا۔ بیوی سے طلاق ہو جائے گی، اہل اسلام اس کے وارث ہوں گے اور نہ اس کا جنازہ پڑھا جائے گا کیونکہ اپنی زبان سے کلمہ کفر کہہ کر وہ بااختیار شخص جیسا ہو گیا ہے اپنے رب کے نزدیک وہ مسلمان شمار ہو گا۔''

جمہور علمائے کرام کے مؤقف کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿من كفر بالله من بعد ايمانه الا من اكره و قلبه مطمئن بالايمان﴾ [۴]

''جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کفر کرے، سوائے اس کے جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔''

۱۔ المغنی: ۵٦۳/۸

۲۔ المبسوط: ۱۲۳/۱۰

۳۔ المغنی: ۵٦۱/۸

٤۔ النحل: ۱۰٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں آتا ہے کہ سیدنا عمار بن یاسرؓ کو مشرکین مکہ نے بہت پیٹا اور ان سے کلمہ کفر کا مطالبہ کیا اور جب تک انہوں نے کلمہ کفر نہیں کہہ دیا، انہیں برابر مارا گیا۔ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر رسول اللہ ﷺ کو تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔ جس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان عاد و فعد"[1]

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَنْ ثَلَاثٍ: عَنِ الْخَطَإِ، وَالنِّسْيَانِ، وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ" [2]

کسی حقیقت کے انکار یا اقرار میں جبر و اکراہ کا راستہ اختیار کرنا بذات خود ایک ناپسندیدہ، ناحق اور ناجائز کام ہے اور اس باب میں اقرار یا انکار دونوں برابر ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس چیز کا کیا پیمانہ ہے کہ کسی سے جبراً کلمہ کفر کہلایا گیا ہے اور وہ خود اس پر رضی نہ تھا، اس کا پتہ کیسے چلے گا؟ اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ جب جبر و اکراہ کا وقت ختم ہو جائے گا، اسے دو امور میں اختیار دے دیا جائے گا، ان میں سے جسے وہ اختیار کرے گا، اس کے حق میں اسی کا حکم ثابت ہو جائے گا چنانچہ ارتداد پر مجبور شخص کو جبر و اکراہ کے بعد اسلام کے اعلان کا حکم دیا جائے گا اگر وہ اسلام کا اعلان کر دے گا تو اس کا پہلے ہی سے اسلام پر قائم رہنا تسلیم کیا جائے گا اور اگر وہ کفر کا اظہار کرے گا تو اس کے کافر ہونے کا حکم سنایا جائے گا۔ اس پر کفر کا حکم اس کے اعلانیہ کفر سے عائد ہوگا کیونکہ اس کا اختیار اس کے تکلم ہی سے معلوم ہوگا کہ وہ دل سے کفر پر راضی ہو گیا ہے۔ اور کسی کے بارہ میں اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے کفار کی قید میں خوف سے کلمہ کفر بول دیا تھا، اس کے خلاف ارتداد کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا کیونکہ اس کا حال ہی اس کے مجبور ہونے کا پتہ دے رہا ہے۔[3]

ارتداد کے باب میں جبر و اکراہ کے متعلق دوسرا سوال یہ ہے کہ کسی شخص کو اسلام لانے پر مجبور کیا گیا اور اس نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا مگر حالت اکراہ کے خاتمہ پر اس نے کہا کہ وہ اسلام نہیں لایا تھا۔ کیا اس کا یہ دعوی قبول کیا جائے گا یا اسے مرتد تصور کیا جائے گا؟ اور کیا اس باب میں معاہد، ذمی اور دیگر تمام غیر مسلم برابر ہوں گے؟

علامہ سرخسیؒ رقم کرتے ہیں:

"المكره على الاسلام اذ ارتد، فانه لا يقتل استحسانا، لانا حكمنا باسلامه باعتبار الظاهر، وهو ان الاسلام فيما يجب اعتقاده، ولكن قيام السيف على راسه دليل على انه غير معتقد." [4]

''استحسان پر مبنی رائے یہ ہے کہ اسلام لانے پر مجبور شخص کو مرتد ہونے کی صورت میں قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک ظاہر کے اعتبار سے اس پر اسلام کا حکم عائد ہوگا اور اس کے سر پر تلوار اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اسلام کا اعتقاد نہیں رکھتا حالانکہ اسلام عقیدے کو واجب کرتا ہے۔''

اسلام قبول کرنے پر مجبور شخص کا صرف اسلام ہی غیر معتبر نہیں ہوتا بلکہ اسے دوبارہ کافر بن جانے کی صورت میں ارتداد کی سزائے قتل بھی نہیں دی جائے گی اور نہ اسے قبول اسلام پر مجبور ہی کیا جائے گا چنانچہ ذمی اور معاہد کے بارہ میں ابن قدامہؒ رقم طراز ہیں:

۱۔ مستدرك حاكم: ۳۳٦۲، كتاب التفسير، تفسير سورة النحل، وقال الإمام الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط شيخين ولم يخرجاه

۲۔ صحيح ابن حبان:۷۲۱۹، كتاب أخباره، عن مناقب الصحابةؓ، باب ذكر الاخبار عماوضع الله بفضله عن هذه الامة، إسناده صحيح

۳۔ احكام المرتد فى الشريعة الاسلاميه:٦٧

٤۔ المبسوط: ۱۲۳/۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"واذا اكره على الاسلام من لا يجوز اكراهه كالزمي والمستامن فاسلم، لم يثبت له حكم الاسلام، حتى يوجد منه ما يدل على اسلامه طوعا مثل ان يثبت على الاسلام بعد زوال الاكراه عنه، فان مات قبل ذلك فحكمه حكم الكفار وان رجع الى دين الكفر لم يجز قتله ولا اكراهه على الاسلام." [1]

''ذمی اور معاہد کی مانند کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا اور وہ مسلمان ہو گیا، اس کے حق میں اسلام کا حکم ثابت نہیں ہوگا جب تک یہ ثبوت حاصل نہ ہو کہ وہ خوشی سے مسلمان ہوا ہے مثلاً زوال جبر کے بعد بھی وہ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اگر وہ زوال جبر سے قبل فوت ہو گیا تو وہ کفار کے حکم میں ہوگا اور اگر وہ زوال جبر کے بعد کفر میں واپس چلا گیا تو اسے قتل کرنا یا اسلام پر مجبور کرنا جائز نہیں ہوگا۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاہد اور ذمی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے لہذا مجبور کے حق میں اسلام کا حکم بھی ثابت نہیں ہوگا جیسے کسی مجبور مسلمان کے حق میں کفر کا حکم ثابت نہیں ہوتا؛ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دال ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْتَّبَيَّنَ الرُّشْدُمِنَ الْغَيِّ﴾ [2]

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت، گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔''

چنانچہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ ذمی اور معاہد جب تک اپنے معاہدے پر قائم رہیں۔ ان سے نقض عہد کرنا جائز ہو گا اور نہ انہیں معاہدہ کے علاوہ کسی چیز پر مجبور کرنا جائز ہوگا اور اگر انہیں کسی معاملہ میں مجبور کیا جائے گا تو ان کے حق میں اس کا حکم بھی ثابت نہیں ہوگا۔ ابن عابدین نے حاشیہ میں نقل کیا ہے:

"ان القياس انه لا يصح اسلام الذمي بالاكراه ولا الردة، وفي الاستحسان يصح، لكن ان ارتد فلا يقتل." [3]

''قیاس یہ ہے کہ اکراہ کی بنیاد پر ذمی کا اسلام اور ارتداد معتبر نہیں ہوگا مگر استحسان کی رو سے اس کا اسلام درست ہوگا تاہم ارتداد کی صورت میں اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔''

محمد بن حسن شیبانی کا خیال یہ ہے کہ معاہد اور ذمی کو جبراً مسلمان بنانا جائز ہے، اسلام سے رجوع کی صورت میں اسے مرتد ہی تصور کیا جائے گا اور اس کا قتل کرنا جائز ہوگا۔ [4]

زید یہ کے نزدیک مرتد اور حربی کو اسلام لانے پر مجبور کرنا جائز ہے مگر ذمی اور معاہد کو جبراً دائرہ اسلام میں داخل کرنا جائز نہیں ہے۔ مرتد اور حربی کافر کا جبری اسلام معتبر ہوگا اور اسلام سے ارتداد کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔ [5]

مالکیہ کا خیال ہے کہ مرتد کا جبری اسلام معتبر نہ ہوگا، بعض کا خیال ہے کہ اسلام سے رجوع کی صورت میں اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ قید میں رکھا جائے گا اور برابر اسلام قبول کرنے کا حکم دیا جائے گا جبکہ بعض مالکیہ کے خیال میں اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اس سے کچھ بھی تعرض نہ کیا جائے گا۔ [6]

مرتد اور حربی کافر کا جبری اسلام بظاہر قبول ہوگا اور جبر و اکراہ کے دوران فوت ہونے کی صورت اسے قانونی طور پر مسلم ہی سمجھا

۱۔ الاقناع: ۳۰٤/٤

۲۔ البقرة: ۲۵٦

۳۔ حاشیہ: ۲٤٦/٤

٤۔ المبسوط: ۱٤٤

۵۔ شرح الازهار: ۵۷۸/٤

٦۔ شرح منح الجليل: ٤۷۰/٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائیگا کیونکہ اس پر برحق کام کا جبر کیا گیا تھا اور اس جبر کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والا عمل بھی معتبر تصور کیا جائے گا جیسے ایک کلمہ گو مسلم کو ادائے صلوۃ پر مجبور کرنا اور اس کا نماز ادا کرنا۔ تاہم باطن کا معاملہ اس کے اور رب کے درمیان ہوگا چنانچہ اسلام پر مجبور کیا گیا جو مرتد یا حربی کافر اپنے دل میں بھی اسلام کا اعتقاد رکھے گا اور باطن سے بارگاہ الٰہی میں سرنگوں ہو جائے گا، وہ اللہ کے نزدیک بھی مسلم تصور ہوگا اور اس سے بھی مخلص اہل اسلام جیسے انعام کا وعدہ ہے اور جو اپنے دل میں نہ اسلام نہ اعتقاد رکھے گا، وہ دراصل کفر پر باقی ہے۔ اس کے حق میں آخرت کا کوئی وعدہ نہیں ہے۔ اس باب میں مجبور اور مختار کا حکم برابر ہے کیونکہ کسی عقل مند کا اسلام بلا اعتقاد ثابت نہیں ہوتا۔ یہی باعث ہے کہ منافقین بھی اسلام ظاہر کرتے اور اس کے فرائض سرانجام دیتے تھے مگر اللہ کی بارگاہ میں وہ مسلمان نہ تھے۔[۱]

ڈاکٹر نعمان سامرائی رقم طراز ہیں:

"اکراہ المرتد علی العودہ للاسلام یجوز، لانہ ثبت بالنص اولا، ولانہ رضی الاسلام اولا وعرفہ، ثم عاد فرفضہ، کذا فان کان لہ شبھۃ فیجب ازالتھا قبل کل شیء ومتی ازیلت فلا یبقی الا التعصب والتعنت."[۲]

"مرتد کو رجوع الی الاسلام پر مجبور کرنا جائز اور نص سے ثابت ہے کیونکہ پہلے وہ اسلام کو پہچان کر بہ رضا ورغبت قبول کر چکا تھا پھر اس نے مرتد ہو کر اسے چھوڑ دیا چنانچہ اسے اگر کوئی شبہہ ہے تو سب سے قبل شبہے کا ازالہ واجب ہے اور شبہہ رفع ہونے کے بعد تعصب کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔"

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ ایمان دراصل آزد ضمیری اور خود اختیاری سے نمو پاتا ہے اور جبر واکراہ کی فضا میں جو شخص اپنے ارادہ واختیار ہی کا مالک نہ ہو، اس کا کوئی ایمان نہ ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْتَّبَيَّنَ الرُّشْدُمِنَ الْغَيِّ﴾[۳]

"دین میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت، گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔"

دوسرے مقام پر فرمان ربانی ہے:

﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾[۴]

"پھر کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے حتی کہ وہ مومن ہو جائیں؟"

یہ حقیقت ہے کہ اسلام اپنے صاحب کے حق میں خیر ہی خیر ثابت ہوگا مگر حق یہی ہے کہ کوئی صاحب اسے برضا ورغبت قبول کر رہا ہو چنانچہ مناسب یہی ہے کہ جبری اسلام کسی مجبور ذمی اور معاہد کے حق میں معتبر نہ ہو کیونکہ ذمی اور معاہد کا عہد اور ذمہ ان کے جبری اسلام میں مانع ہے اور جب تک وہ اپنا عہد نبھائیں گے، ان سے تعرض نہ کیا جائے گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحت ارتداد کی ایک شرط اختیار ہے چنانچہ کسی مجبور یا مقہور شخص کا ارتداد، اجرائے سزا میں مانع ہوگا تاہم جبر واکراہ کا خاتمہ ہونے پر اسے اختیار دیا جائے گا اور اس اختیار کا جو بھی نتیجہ ہوگا، اسی کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا۔ جبر و اکراہ کے نتیجہ میں کیا جانے والا ارتداد کا اقدام، فقہائے امت کے متفق علیہ موقف کے مطابق معتبر تسلیم نہیں کیا جائے گا اور نہ اس پر کوئی سزا ہی عائد ہوگی۔

۱۔ المغنی: ۸/ ۵۶۰

۲۔ ڈاکٹر نعمان عبدالرزاق سامرائی (۱۹۳۵ء، ۲۰۲۱ء) آپ عراق کے سنی سکالر اور سیاسی رہنما تھے۔ آپ نے جامعہ بغداد سے ماسٹر اور جامعہ قاہرہ سے ڈاکٹریٹ کیا۔ عراق اور سعودی عرب کی متعدد جامعات میں استاد رہے۔ مختلف اسلامی تنظیمات کے رکن بنے اور حزب اسلامی عراق کے اولین امین عام تھے۔ آپ نے ریاض میں وفات پائی۔ احکام المرتد فی الشریعۃ الاسلامیۃ: ۶۰

۳۔ البقرۃ: ۲۵۶

۴۔ یونس: ۹۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

ضابطہ کار برائے اثبات جرم ارتداد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم:

ضابطہ کار برائے اثبات جرم ارتداد

ارتداد کے اسباب ومظاہر اور اس کی شروط وموانع پر فصل دوم اور فصل سوم میں سیر حاصل بحث ہو چکی ہے چنانچہ جب کسی شخص میں ارتداد کے بعض اسباب ظاہر ہو جائیں، اس کی تمام شروط بھی مکمل ہوں اور اس کے موانع بھی موجود نہ ہوں، اس کے بعد فاضل عدلت کے روبرو اثبات جرم اور اس پر اجرائے سزا کا مرحلہ درپیش ہوگا اور قانونی ضابطہ کار کے مطابق کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔ آئندہ صفحات میں اثبات جرم اور اجرائے سزا کے اسی طریقہ کار پر تفصیلی بحث کی جارہی ہے۔

جرم ارتداد کا ثبوت:

فقہی ادب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ارتداد کا ثبوت دو طرح سے حاصل ہوگا؛ مرتد کے اعتراف سے ارتداد ثابت ہو گا یا اس پر گواہی سے ارتداد ثابت ہوگا۔ فقہائے کرام کے مطابق مرتد کا اعتراف کرنا بذات خود ایک ثبوت ہے، بشرطیکہ اقرار کرنے والا اس کا اہل ہو۔ مجرم کے اقرار کے بعد دیگر معاملات کا آغاز کیا جائے گا مثلاً اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اس کے شبہات کا ازالہ کیا جائے گا ورنہ اس کا معاملہ آخری مرحلے میں داخل ہو جائے گا اور اس پر سزائے ارتداد کا اجرا عمل میں آئے گا۔

جس ارتداد کا ثبوت مجرم کے اعتراف کی بجائے گواہی سے حاصل کرنا ہو، اس پر گواہی سے متعلقہ دیگر شرائط بھی عائد ہوں گی مثلاً ارتداد کے باب میں گواہوں کی تعداد کتنی ہوگی؟ شہادت کی نوعیت کیا ہوگی؟ اور گواہی کا انکار یا عدم انکار کیا حیثیت رکھے گا؟

گواہوں کی تعداد:

ارتداد کے باب میں یہ ایک اہم سوال ہے کہ اس کے اثبات میں کتنے گواہ مطلوب ہیں؟ کیا دو گواہ کافی ہوں گے یا چار گواہوں کی ضرورت ہوگی؟ علامہ ابن قدامہؒ کے مطابق جمہور فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ارتداد کے ثبوت میں دو گواہ کافی ہوں گے، چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

> "و تقبل الشهادة على الردة من عدلين، في قول اكثر اهل العلم وبه يقول مالك ولاوزاعي والشافعي واصحاب الرأى، قال ابن المنذر؛ ولا نعلم احداً خالفهم، الا الحسن قال: لا يقبل في القتل الا اربعة، لانها شهادة بما يوجب القتل فلم يقبل فيها الا اربعة، قياسا على الزنى." [1]
>
> "امام مالک، اوزاعی، شافعی اور اہل رائے کا خیال ہے کہ ارتداد کے باب میں دو عادل گواہوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔ ابن منذر کا بیان ہے کہ حسن کے سوا کسی نے بھی ان سے اختلاف نہیں کیا، حسن کا خیال ہے کہ قتل کے جرائم میں چار گواہ لازمی ہیں کیونکہ ان کی شہادت سے قتل واجب ہوگا اور قتل کے جرم میں زنا پر قیاس کرتے ہوئے چار گواہ ضروری ہیں۔"

۱۔ المغنی: ۵۵۷/۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے چوری وغیرہ میں دو گواہ کافی ہوتے ہیں، فقہائے کرام کے نزدیک ارتداد میں بھی دو گواہ کافی ہوں گے چنانچہ جناب حسن کا اسے زنا پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ زنا میں چار گواہ علت قتل کی بنا پر مطلوب نہیں ہوتے ورنہ آپ دیکھیں کہ غیر شادی کے زنا میں بھی چار گواہ ضروری ہیں حالانکہ اس کی سزا قتل نہیں ہے گویا زنا میں گواہوں کا زیادہ ہونا اس بنا پر نہیں ہے کہ اس کی سزا قتل ہے بلکہ اس کی علت دراصل زنا ہی ہے اور ارتداد میں یہ علت نہیں ہے۔ زنا اور ارتداد میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ زنا کاری کے بہتان پر قذف کے اسی کوڑے سزا ہوتی ہے جبکہ ارتداد کی تہمت پر قذف کی یہ سزا نہیں ہے تاہم جھوٹی شہادت تعزیرات پاکستان کی رو سے ایک قابل تعزیر جرم ہے۔ لہذا جمہور فقہائے کرام کا موقف مبنی برصواب ہے کہ ارتداد میں دو گواہ کافی ہوں گے، چار کی ضرورت نہیں ہے۔

شہادت کی نوعیت:

ارتداد کے باب میں گواہی سے متعلق سوال یہ ہے کہ ارتداد کے ملزم کے خلاف مفصل گواہی دینا ضروری ہے یا مجمل گواہی سے بھی کام چل جائے گا؟ ارتداد کے موجبات ومظاہر کی بابت فقہائے کرام کے مابین چونکہ ایک حد تک کچھ اختلاف پایا جاتا ہے کہ ایک گروہ کے نزدیک کوئی قول یا فعل ارتداد کا موجب ہے مگر دوسری جماعت کے خیال میں وہ قول یا فعل موجب ارتداد نہیں ہوتا لہذا قاضی کے حضور ہر گواہ کا تفصیل سے گواہی دینا ضروری ہے کیونکہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ گواہ اپنے طور سے کسی قول یا فعل پر ارتداد کے لازم ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو مگر حقیقت میں وہ قول یا فعل ارتداد کا موجب نہ ہو چنانچہ گواہی کا تفصیل سے آنا بہت ضروری ہے۔ علیش مالکیؒ رقم طراز ہیں:

> "الشهادة في كفر المسلم، لانه يترتيب عليه سفك دم، و قطع عصمة... فلا يكتفى بقول العدل: اشهد انه كفر وارتد، حتى يبين وجهه، لاختلاف الناس فيما يكفر به. و قديرى الشاهد تكفيره بما ليس كفرا، وظاهر كلامه وجوب التفصيل." [1]
>
> "ارتداد کے نتیجہ میں چونکہ خون بہتا اور عصمت ختم ہوتی ہے لہذا گواہ کی اس شہادت پر اکتفا نہیں کیا جائے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے کفر اور ارتداد کیا ہے، جب تک وہ اس کا سبب واضح نہ کرے گا کیونکہ تکفیر کے اسباب میں افراد کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔"

شیخ خرشیؒ کا بھی یہ خیال ہے کہ ارتداد کے باب میں تفصیلی شہادت قبول کرنا ہی مناسب ہے کیونکہ تکفیر کی بابت فقہی مذاہب کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔[2]

اسی علت کے باعث زیدیہ میں سے امام احمد کا موقف یہ ہے کہ ارتداد کے باب میں مجمل گواہی قبول نہ کی جائے گی چنانچہ وہ رقم کرتے ہیں:

> "ولا تقبل الشهادة على الردة مجملة لاحتمال ان يعتقد ما ليس بردة ردة....." [3]

۱۔ شرح منح الجليل: ٤٦٥/٤

۲۔ شرح الخرشي: ٦٤/٨

۳۔ البحر الزخار: ٤٢٨/٥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ارتداد کے باب میں مجمل گواہی قبول نہ ہوگی کیونکہ اس بات کا احتمال موجود ہے کہ گواہ کسی غیر ارتداد کو ارتداد خیال کرتا ہو۔''

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو کافر یا مرتد قرار دینا کس قدر حساس مسئلہ ہے اور اس بارہ میں کتنی احتیاط کی ضرورت ہے مگر بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے دور میں تکفیر کا فتنہ عروج پر ہے چنانچہ ہمارے کج فہم طلبہ اور جلد باز نوجوان بلا تحقیق اور بلا احتیاط دوسرے نقطہ نظر کے حامل افراد کو کافر اور مرتد قرار دیئے جاتے ہیں اور انہوں نے یہ فرمان نبوت پس پشت ڈال رکھا ہے۔

'من قال لاخيه يا كافر فقد باء به احدهما.'' [1]

''جس نے کسی مسلم بھائی کو کافر کہا، ان میں سے ایک کفر کا مستحق بنا۔''

شہادت کی تردید:

ارتداد کے باب میں گواہی سے متعلق سوال یہ ہے کہ جب کسی کے ارتداد پر گواہ شہادت دے رہے ہوں اور مدعا علیہ اپنے ارتداد سے انکاری ہو، اس صورت میں کیا ہوگا اور کس کا قول معتبر سمجھا جائے گا؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا موقف یہ ہے کہ مدعا علیہ کا قول معتبر ہوگا اور اسے مسلم ہی سمجھا جائے گا۔ ابن تیمیہؒ نے یہ موقف امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کی جانب بھی منسوب کیا ہے اور ابن مفلح نے بھی اس نقل کیا ہے۔[2]

صباغ شافعی کا خیال ہے کہ گواہوں کی تردید کے ساتھ ساتھ وہ اسلام کے سوا دیگر تمام ادیان سے براءت کا اظہار بھی کرے گا۔ امام شافعیؒ نے ایک مقام پر دیگر ادیان سے براءت کو شرط قرار نہیں دیا۔[3]

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ارتداد کے باب میں جو شخص اپنے خلاف گواہوں کو جھٹلائے گا، اس سے تجدید کلمہ کا مطالبہ کیا جائے گا یا اپنے دعویٰ اسلام پر اسے باقی رہنے دیا جائے گا۔ اگر وہ اپنی بات میں سچا ہے تو عنداللہ بھی سچا ہی ہوگا اور اگر اس نے جھوٹ بولا ہے تو وہ زندیق اور منافق شمار ہوگا جو اسلام کو ظاہر کرتا اور اپنے کفر کو چھپائے بیٹھا ہے۔ دنیوی احکام کا مدار اس کے ظاہر کے مطابق ہوگا اور پوشیدہ معاملات اللہ کے سپرد ہیں۔

مرتد سے توبہ کا مطالبہ:

ارتداد کے باب میں ایک سوال یہ ہے کہ کسی مرتد کو ارتداد کے فوری بعد سزا سے دوچار کیا جائے گا یا اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا؟ اور اس کے ارتداد پر قائم رہنے کی صورت میں کیا حکم ہوگا؟ کیا ارتداد پر مُصر شخص کو قتل کیا جائے گا یا اسے مزید موقع فراہم کریں گے؟

مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنے یا نہ کرنے پر فقہائے کرام کے اختلاف پایا جاتا ہے:

- ☆ بعض فقہائے کرام کے نزدیک اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔
- ☆ بعض کا خیال ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اسے تین یوم تک موقع دیا جائے گا۔
- ☆ فقہائے کرام کے ایک گروہ کا مؤقف ہے کہ اس سے ہمیشہ تائب ہونے کا مطالبہ کیا جائے گا۔

۱۔ مسند أحمد: ٥٩١٤، مسند عبدالله بن عمر، قال: محققو المسند: حديث صحيح، مؤمل بن اسماعيل، وان كان سئى الحفظ ، تابعه يحيىٰ بن سعيد فيما سلف برقم: ٤٦٨٧، و وكيع فيما سلف برقم: ٥٢٥٩، وباقى رجال الاسناد ثقات من رجال الشيخين۔

۲۔ الاختيارات العلمية فى اختيارات شيخ الاسلام ابن تيمية، (المخطوط: ٤٦)، دارالكتب المصرية ؛ ابن مفلح، شمس الدين، ابو عبدالله، محمد بن مفلح، الفروع: ١٦٠/٢، (المخطوط)، دارالكتب المصرية

۳۔ ابن صباغ، ابو نصر، عبدا لسيد بن محمد عبدالواحد، الشامل، (المخطوط: ١٠٢/٦)، دارالكتب المصرية؛ الام: ١٤٩/٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆ فقہائے کرام کی ایک جماعت کے مطابق مرتد سے توبہ کے مطالبہ پر پیدائشی مسلم اور نومسلم کے درمیان فرق کیا جائے گا۔۱

امام ابوحنیفہؒ کا موقف یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اسے اسی حال میں قتل کر دیا جائے گا تاہم اگر وہ مہلت مانگے تو اسے تین یوم تک مہلت دے دی جائے گی۔۲

امام ابوحنیفہؒ کے بعض اصحاب کا خیال ہے کہ مرتد کو موقع دیا جائے گا، خواہ اس نے موقع نہ بھی طلب کیا ہو اسے موقع دینا مستحب ہے۔۳

امام مالکؒ کا خیال ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا واجب ہے۔ اگر وہ اسی وقت توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو اسے تین یوم تک توبہ کی امید پر مہلت دی جائے گی اور اس کے بعد توبہ نہ کرنے پر اسے قتل کر دیا جائے گا۔۴

امام شافعیؒ کے دو قول میں سے ظاہر قول یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا واجب ہے۔ ارتداد کے بعد مہلت کے بارہ میں امام شافعی کا ظاہر قول یہ ہے کہ اسے مہلت نہیں دی جائے گی خواہ اس نے مہلت کا مطالبہ بھی کیا ہو بلکہ اسے ارتداد پر اصرار کی صورت میں اسی وقت قتل کر دیا جائے گا۔۵

امام احمدؒ سے بھی دو روایات منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا واجب ہے اور دوسری روایت کے مطابق توبہ کا مطالبہ کرنا واجب نہیں ہے۔ جہاں تک مرتد کو مہلت دینے کا تعلق ہے، اس کے بارہ میں امام احمدؒ سے تین قول منسوب ہیں؛ ایک حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے اسی وقت قتل کر دینا واجب ہے۔۶

عطاءؒ کا خیال ہے کہ جو مرتد پیدائشی طور پر مسلمان تھا اور بعد میں مرتد ہو گیا، اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور جو مرتد پیدائشی طور پر کافر تھا، بعد میں مسلمان ہوا پھر مرتد ہو گیا، اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ امام سفیان ثوریؒ سے روایت کیا گیا ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا ہمیشہ جاری رہے گا۔۷

امامیہ کے طوسی نے ایک مقام پر مرتد سے توبہ کے مطالبہ کو واجب قرار دیا ہے تاہم اس کا کوئی وقت مقرر نہیں کیا:

"المسألة رقم ۵ الاستتابة واجبة..... الموضع الذی یستتاب لم یحده اصحابنا....." ۸

"پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا واجب ہے۔۔۔ ہمارے اصحاب نے یہ مقرر نہیں کیا کہ اس سے کب تک توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔"

دوسرے مقام پر طوسی نے توبہ کی مہلت کو تین دن تک محدود کر دیا ہے چنانچہ انہوں نے رقم کیا ہے:

"المرتد تعزل عنه امرأته، ولا توکل ذبیحته ویستاب ثلاثة ایام، فان تاب والا قتل یوم الرابع." ۹

"مرتد کی زوجہ اس سے علیحدہ کر دی جائے گی، اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اور تین یوم تک اس سے توبہ طلب کی جائے گی ورنہ چوتھے دن اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

۱۔ رحمة الامة فی اختلاف الائمة:۲۶۹

۲۔ مرغینانی، برهان الدین، الهدایة شرح بدایة المبتدی:۱۲۲/۲، مکتبه البابی الحلبی، مصر،۱۹۳۶ء

۳۔ المبسوط:۹۸/۱۰

۴۔ القرطبی، ابو عبدالله، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن:۴۷/۳، مطبعة دار الکتب المصریة، ۱۹۵۲ء

۵۔ الام:۳۲/۶ ۶۔ الانصاف:۳۲۸/۱۰؛ الشامل:۱۰۰/۶ ۷۔ الصارم المسلول: ۳۱۸

۸۔ طوسی، الخلاف:۱۷۲/۳، شرکة دار المعارف الاسلامیة

۹۔ موسوی، حسن، تهذیب الاحکام فی شرح المقنعة:۱۳۸/۱۰، الطبعة الثانیة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صاحب روضہ کا خیال یہ ہے کہ موروثی مسلم اور غیر موروثی مسلم کے ارتداد میں فرق کیا جائے گا، موروثی سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا جبکہ غیر موروثی مسلم سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور جب تک توبہ کی امید ہو، اس سے توبہ کا مطالبہ جاری رہے گا اور جب توبہ کی امید ختم ہو جائے گی، تب اسے قتل کر دیا جائے گا تاہم اسے تین یوم یا زیادہ دن کی مہلت دینا مستحب ہے۔[۱]

موروثی مسلم اور غیر موروثی مسلم کے ارتداد پر مفتاح کے مصنف نے دیگر آرا نقل کرتے ہوئے مزید رقم کیا ہے:

"عدم قسمة تركه بالنسبة لمن كان كافرا فاسلم ثم ارتد حتى يقتل، اما من كان كفره عن فطرة في اسلامه، فانه يقتل ولا يستاب و تقسم امواله حين ارتداده."[۲]

"جو شخص کافر سے مسلمان ہوا تھا بعد میں مرتد ہو گیا، اس کے قتل ہونے تک اس کا ترکہ تقسیم نہیں کیا جائے گا مگر جو شخص موروثی طور پر مسلمان تھا، پھر وہ مرتد ہو گیا، اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور ارتداد کے وقت ہی اس کا مال بھی تقسیم کر دیا جائے گا۔"

زیدیہ میں سے سیاغی نے نقل کیا ہے کہ مرتد سے تین روز تک توبہ کا مطالبہ کرنا واجب ہے۔[۳]

منکرین استتابہ کے دلائل:

جن فقہائے کرام کے نزدیک مرتد سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ وہ اپنے اس موقف پر دلائل بھی رکھتے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

الف۔ رسول اللہ ﷺ نے مرتد کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے توبہ کا مطالبہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔

ب۔ مرتد بھی ایک قسم کا کافر ہوتا ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کفار سے بلا استتابہ قتال کریں تاہم اگر وہ توبہ کرتے ہیں تو ہم اپنے ہاتھ روک دیں گے۔

ج۔ مرتد کا کفر اصل کافر سے بھی بڑا ہوتا ہے اور ایک کافر قیدی کو توبہ طلبی کے بنا قتل کرنا جائز ہے چنانچہ مرتد کو بھی بلا استتابہ قتل کرنا بالاولیٰ جائز ہوگا۔

د۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے چند افراد کا خون رائیگاں قرار دیا تھا اور ان سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

ھ۔ مرتد ایک ایسے عمل کا ارتکاب کرتا ہے، جس سے اس کا خون بہانا جائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جیسے کافر، زانی اور ڈاکو کا خون مباح ہے، ان کی مانند مرتد سے بھی توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

قائلین استتابہ کے دلائل:

مرتد سے توبہ طلب نہ کرنے کا مؤقف، مندرجہ بالا دلائل پر مبنی ہے اور ظاہر ہے کہ قائلین استتابہ کے نزدیک ان میں سے ہر دلیل تنقیح کے قابل ہے، ذیل میں ترتیب وار مذکورہ دلائل پر مناقشہ پیش کیا جاتا ہے:

الف۔ یہ ایک ناقابل تسلیم دعویٰ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرتد سے توبہ طلبی کا حکم نہیں دیا۔ سیدنا عمرؓ بن خطاب اور سیدنا عبداللہ بن عباسؓ استتابہ کے قائل ہیں، انہوں نے یہ موقف کہاں سے حاصل کیا؟ ظاہر ہے کہ انہوں نے آپؐ ہی سے سنا ہوگا کیونکہ

۱۔ الروضة: ۹۲/۲، ۳۹۱

۲۔ مفتاح الكرامة: ۳۷/۸

۳۔ سباغی، شرف الدین، حسین بن احمد، الروض النضیر شرح مجموع الفقه الكبير: ۲۲٤/۳، مطبعة السعادة، الطبعة الاولى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس قبیل کی آرائے صحابہ مبنی بر اجتہاد نہیں بلکہ مرفوع حکمی کا درجہ رکھتی ہیں۔

ب۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرتد بھی کافر ہوتا ہے، اس کے باوجود جان، مال اور دیگر معاملات سے متعلق کافر اور مرتد میں سے ہر ایک کے مخصوص احکام ہیں مثلاً کافر سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے اور اسے پناہ دی جاتی ہے جبکہ مرتد کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ دوسری جانب مرتد کا مال اس کے وارث یا اسلامی ریاست کی ملکیت ہوتا ہے، جبکہ کافر کے مال کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔

ج۔ کسی کے کفر کا چھوٹا یا بڑا ہونا، اس بات کا موجب نہیں ہے کہ اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

د۔ فتح مکہ کے موقع پر جن افراد کا خون رائیگاں قرار دیا گیا تھا دراصل ان کی بنیاد متعدد اسباب تھے مثلاً اس کا سبب رسول اللہ ﷺ پر سب وشتم بھی تھا، اسلام پر طعن و ملامت بھی تھا، قرآن پر کذب و بہتان بھی تھا اور ان کے علاوہ دیگر اسباب بھی تھے۔ اس کے باوجود آپؐ نے عبداللہ بن ابی الرح کی توبہ قبول فرمائی حالانکہ اس نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا تھا کہ وہ قرآن میں کمی بیشی کر دیا کرتا تھا، جب وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے قرآن کی کتابت کیا کرتا تھا۔ اور عرنیوں کو بلا استتابہ قتل کرنے کے بھی مختلف اسباب تھے مثلاً انہوں نے ارتداد کا ارتکاب کیا تھا، انہوں نے آپؐ کے چرواہے کو قتل کر دیا تھا اور انہوں نے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالا تھا۔

ھ۔ مرتد کسی ڈاکو کی مانند نہیں ہوتا کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے مخصوص احکام ہیں اور نہ مرتد کو زانی پر قیاس ہی کرنا درست ہے کیونکہ زانی کو توبہ کے باوجود حد زنا میں قتل کر دیا جائے گا جبکہ مرتد کو توبہ کے بعد قتل نہیں کیا جائے گا۔

ابن قدامہؒ نے مرتد کے بارہ میں بالکل بجا فرمایا ہے:

"ولانه امكن استصلاحه فلم يجز اتلافه قبل استصلاحه." [1]

"مرتد کی اصلاح کا امکان چونکہ موجود ہوتا ہے۔ اس کی بنا پر اصلاح کی کوشش سے قبل اسے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔"

استتابہ کی مدت اور تعداد:

مرتد سے توبہ طلبی کے باب میں یہ سوال بہت اہم ہے کہ اس سے کتنی بار توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا؟ اور توبہ طلبی کا وقت کتنے دن ہوگا؟ جن فقہائے کرام کے نزدیک مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، ان کا خیال ہے کہ اس سے تین یوم تک اور تین بار توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ علامہ سرخسیؒ رقم طراز ہیں:

"أنه اذا طلب التأجيل أجل ثلاثة ايام، لان الظاهر انه دخل عليه الشبهة، ارتد لاجلها، فعلينا ازالة تلك الشبهة... فان استهمل كان على الامام ان يمهله، ومدة النظر مقدرة بثلاثة ايام في الشرع، فلهذا يمهله ثلاثة ايام، لا يزيده على ذلك." [2]

"مرتد کو مہلت طلب کرنے پر تین یوم تک مہلت دی جائے گی کیونکہ اسے بظاہر شبہ لاحق ہوا تھا، جس کے نتیجہ میں وہ مرتد ہو گیا اور اس شبہ کو زائل کرنا ہم پر لازم ہے۔۔۔ چنانچہ اگر وہ مہلت طلب کرے تو

۱۔ المغنی: ۵٤۰/۸

۲۔ المبسوط: ۹۸/۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام کو اسے مہلت دینی چاہیے اور شریعت کی رو سے غور وفکر کا عرصہ تین یوم ہے چنانچہ امام بھی اسے تین یوم تک مہلت دے گا، اس سے زیادہ نہیں۔''

مرتد سے تین یوم تک توبہ طلبی کا موقف، اس روایت پر مبنی ہے کہ ایک شخص سیدنا عمرؓ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا مغرب سے کوئی خبر ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، ایک شخص ایمان کے بعد کافر بن گیا تھا۔ آپؓ نے پوچھا: تم نے اس سے کیا سلوک روا رکھا؟ اس نے کہا: ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: تم نے تین یوم تک اس پر دروازے کا تیغہ کیوں نہ لگا دیا اور ہر روز اسے کھانا کیوں نہ پھینکا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ حق قبول کرتا اور تائب ہو جاتا۔ اس کے بعد آپ نے پھر اپنے ہاتھ بلند کرتے ہوئے فرمایا: یا اللہ! یہ میرے سامنے ہوا تھا اور نہ میں اسے سن کر راضی ہوا ہوں۔

علامہ ابن حزمؒ نے اس باب کی جملہ روایات کا احاطہ کیا ہے، بعض روایات میں تین یوم تک تین بار توبہ طلبی کا بیان ہے اور بعض میں ایک بار توبہ طلبی کا ذکر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ سیدنا علیؓ نے ایک مرتد سے پورا مہینہ تائب ہونے کا مطالبہ جاری رکھا مگر اس نے برابر انکار کر دیا چنانچہ آپؓ نے اس کو قتل کر دیا۔[1]

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ تعداد اور مدت کے لحاظ سے توبہ کا مطالبہ فقہائے کرام کے مابین اگرچہ مختلف فیہ ہے تاہم اس کی ضرورت واہمیت اپنی جگہ مسلم ہے کیونکہ جو شخص اسلام پر پیدا ہوا تھا یا وہ بعد میں اسلام لایا تھا۔ اس کا دوبارہ کفر اختیار کرنا بڑا کٹھن کام ہے، جو بلاشبہ کسی خاص سبب کی بنا پر ہی رونما ہوا ہے اور جب اسے موقع دیا جائے گا اور اس کے شبہات کا ازالہ کیا جائے گا، تب اس کی توبہ کا امکان پیدا ہو جائے گا چنانچہ اس کی مہلت کا عرصہ معقول وقت پر مشتمل ہونا ضروری ہے۔

توبہ کی مدت کو حاکم وقت کی صوابدید پر چھوڑ دینا بہتر ہوگا مگر اس باب میں وارد آثار کا تقاضا یہ ہے کہ استتابہ کی مدت کو تین یوم سے کم نہ کیا جائے۔ خصوصاً جب مرتدین تعداد میں زیادہ ہوں اور چند دن تک غور وفکر کا وقت مانگ رہے ہوں، جس سے ان کا مقصد ٹائم پاس کرنا یا بات کو طول دینا نہ ہو، تب انہیں مہلت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ تائب ہو جائیں۔ علامہ سرخسیؒ رقم کرتے ہیں:

''وان طلبوا الموادعة مدة ينظروا فی امورهم، فلا بأس بذلک، ان كان ذلک خيرا للمسلمين، ولم يكن للمسلمين بهم طاقة وههناه لا طاقة للمسلمين بهم فلا بأس بان يمهلوهم مقدار ما طلبوا من المدة، لحفظ قوة انفسهم ولعجزهم عن مقاومتهم.'' [2]

''اگر مرتدین ایک مدت تک مہلت مانگیں تاکہ وہ اپنے معاملات میں غور وفکر لیں تو انہیں مہلت دینے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ انہیں مہلت دینا اہل اسلام کے حق میں بہتر ہو اور مرتدین کے خلاف طاقت بھی نہ رکھتے ہوں۔۔۔ ان حالات میں وہ جتنی مدت کی مہلت مانگیں اتنی مہلت دینے میں کوئی حرج نہیں تاکہ ان کے مقابلہ سے عاجز مسلمان اپنی طاقت محفوظ کر سکیں۔''

۱۔ المحلی: ۳۰/۱۱، رقم: ۲۲۹

۲۔ المبسوط: ۱۱۷/۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتد کی توبہ:

معینہ مدت کے دوران توبہ طلبی کے نتیجہ میں جو مرتد تائب ہونا چاہتا ہو، اس کے متعلق سوال یہ ہے کہ وہ کس انداز میں توبہ کرے گا؟ کیا توبہ کی صورت یہ ہوگی کہ وہ دوبارہ کلمہ پڑھے گا؟ یا ارتداد سے توبہ کے مخصوص الفاظ ادا کرے گا؟ یا اسے بعض اقوال یا اقوال کو ترک کرنا پڑے گا؟ اور اسی باب میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا ہر مرتد کی توبہ قبول کی جائے گی؟

توبہ کے باب میں سب سے قبل ارتداد کے سبب کا تعین کرنا ضروری ہے کیونکہ ارتداد کا عمل مختلف اسباب کی بنا پر وقوع پذیر ہوتا ہے چنانچہ مرتد کی توبہ اس وقت تک قبول نہ ہوگی، جب تک وہ اپنے انکار سے رجوع نہیں کرے گا یا جو کام اس نے کیا تھا، اس سے رک نہیں جائے گا یا جو کام اس نے چھوڑ دیا تھا، اسے انجام نہیں دے گا/ ادا نہیں کرے گا چنانچہ جس نے اسلام میں کسی معین شے کا انکار کیا ہوگا، وہ اپنی انکار کردہ شے کا اقرار کرے گا، تبھی اس کی توبہ صحیح تصور ہوگی اور مجرد کلمہ پڑھ دینا کافی نہ ہوگا۔

ابن قدامہؒ رقم طراز ہیں:

> **"فاما من كفر بغير هذا(يقصد شهادتين) فلا يحصل اسلامه الا باقراره بما حجده، ومن اقر برسالة محمد ﷺ وانكر كونه مبعوثا الى العالمين، لا يثبت اسلامه حتى يشهد ان محمد رسول الله ﷺ الى الخلق اجمعين أو يتبرأمع الشهادتين من كل دين يخالف الاسلام"** [1]
>
> "جو شخص کلمہ شہادت کے علاوہ کسی چیز کا انکار کرے گا، اس کا اسلام اسی چیز کے اقرار سے ثابت ہوگا، جس کا اس نے انکار کیا تھا اور جو شخص آپ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتا ہے مگر آپ ﷺ کے تمام دنیا کا رسول ہونے کا منکر ہو، اس کا اسلام ثابت نہیں ہوگا جب تک وہ یہ گواہی نہیں دے گا کہ آپ ﷺ تمام مخلوق کیلئے اللہ کے رسول ہیں یا کلمہ شہادت کے ساتھ اسلام کے ماسوا تمام ادیان سے لاتعلقی کا اظہار نہیں کرے گا۔"

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتد نے جس چیز کا انکار کیا تھا، توبہ کرتے وقت اس کا اقرار کرنا ضروری ہوگا چنانچہ جس نے کسی فرض کا انکار کیا، وہ اس وقت تک مسلم نہیں بنے گا، جب تک اپنے انکار کو اقرار یا اثبات میں نہ بدل دے گا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شہادتین کا اعادہ بھی کرے گا کیونکہ اس نے ایک فرض کا انکار کر کے دراصل اللہ اور رسول کو جھٹلایا ہے۔ اسی طرح جس نے کسی رسول یا نبی کا، یا کسی آیت قرآنی کا، یا کسی کتاب سماوی کا، یا کسی فرشتہ حقیقی کا انکار کیا ہوگا یا اس نے کسی حرام کو مباح کیا ہوگا، اس کی توبہ کے لیے انکار کردہ چیز کا اقرار کرنا ضروری ہوگا۔ اس تفصیل کو ارتداد سے توبہ کے وقت ملحوظ رکھنا لازم ہے۔

علامہ ابن عابدین حنفیؒ کا خیال ہے کہ گواہوں کی تردید کرتے ہوئے جو شخص اپنے ارتداد کا انکار کر دے گا، اسے تائب ہی تصور کیا جائے گا تاہم گواہوں کی تردید اور اپنے ارتداد سے انکار کے ساتھ ساتھ شہادتین کا اقرار کرنا بہتر ہے۔[2]

امام شافعیؒ کے نزدیک اسلام کے علاوہ دیگر تمام ادیان سے براءت کا اظہار کرنا قبول توبہ کی شرط ہے۔[3]

صاحب روضہ نے امامیہ کا موقف رقم کیا ہے:

۱۔ المغنی: ۵۵۷/۸

۲۔ حاشیہ ابن عابدین: ۲٤٦/٤

۳۔ الام: ۱٤۹/٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وان كان الانكار لله وللرسول فيكفي التشهد وان انكر عموم نبوته، فلا بد من الاقرار بما انكر، اما اذا انكر فريضة معروفة ضرورة، فيجب ان يقر ثبوتها و هكذا."[1]

''اللہ اور رسول کے انکار پر کلمہ شہادت کافی ہوگا اور آپ کی عموم نبوت سے انکار پر اس کا اقرار کرنا ہوگا اور کسی معروف فریضہ سے انکار کی صورت میں ثبوت فریضہ کا اقرار کرنا واجب ہے۔''

مرتد کا کلمہ شہادت:

مرتد کی توبہ اور اسلام سے متعلق ایک سوال یہ بھی ہے کہ جس مسلم کے کسی قول یا فعل سے ارتداد ثابت ہو چکا تھا مگر وہ کلمہ پڑھتے ہوئے پایا گیا، آیا اس کے اسلام یا توبہ کے ثبوت پر کلمہ شہادت کافی ہوگا؟

جمہور فقہائے کرام کا خیال ہے کہ اسے کلمہ شہادت کافی ہوگا کیونکہ اسی کلمے کی بنیاد پر ایک انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور اسی سے مرتد کی توبہ اور اسلام کی تجدید بھی درست ہوگی۔ امام محمد شیبانی، علامہ سرخسی، ابن حجر عسقلانی، مرداوی، مقدسی اور ابن قدامہ وغیرہم اسی موقف کے قائل ہیں تاہم ابن عابدین حنفیؒ کا موقف یہ ہے کہ اس کا کلمہ آخرت میں کافی ہوگا، دنیا میں اسے باطل اعتقاد سے اظہار براءت کرنا پڑے گا۔[2]

جمہور فقہائے کرام کی بنائے استدلال سیدنا مقداد بن اسودؓ کی یہ روایت ہے:

"...فقال اسلمت، افأقتله يا رسول الله ﷺ بعد ان قالها؟ قال: لا تقتله، فان قتلته، فانه بمنزلتك قبل ان تقتله، وانك بمنزلته قبل ان يقول كلمته التي قالها."[3]

''۔۔۔اس نے کہا: میں مسلمان ہو گیا۔ یا رسول اللہ کیا اس کے بعد بھی میں اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: اسے قتل مت کرنا کیونکہ اگر تو نے اس کو قتل کر دیا حالانکہ وہ تجھ جیسا بن گیا تھا پھر تو اس جیسا بن جائے گا، جیسا وہ کلمہ سے قبل تھا۔''

کاش! جو لوگ اہل کلمہ کی تکفیر کرتے ہیں، وہ اس حدیث کا مطالعہ کریں اور اپنے موقف پر نظر ثانی کر کے باز آ جائیں کیونکہ دنیا میں ظاہر کی بنیاد پر فیصلہ دیا جاتا ہے اور آخرت میں نیت کی بنا پر فیصلے ہوں گے۔

مکرر ارتداد کی توبہ:

ارتداد سے توبہ کے متعلق ایک سوال یہ بھی ہے کہ ایک شخص ارتداد کا مرتکب ہوا، اس کے بعد تائب ہو گیا۔ اب وہی شخص دوبارہ مرتد ہو گیا اور دوبارہ توبہ کا ارادہ رکھتا ہے، کیا اس کی توبہ قبول کی جائے گی؟ ارتداد اور توبہ کے تکرار پر فقہائے کرام کی آراء باہم مختلف ہیں۔ بعض فقہائے کرام نے مکرر توبہ کا اعتبار نہیں کیا جبکہ بعض فقہاء نے مکرر توبہ کو قبول کیا ہے۔

امام شافعیؒ اور امام محمد بن حسن شیبانی، کا خیال یہ ہے کہ مکرر ارتداد کے بعد توبہ قبول کی جائے گی اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ ابن عابدین نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ جب بھی مرتد ہوگا، اسے قید میں ڈالا جائے گا اور مارا پیٹا جائے گا۔[4]

۱۔ الروضة: ۳۹۳/۲

۲۔ شيباني، المبسوط: ۱۳٤؛ المبسوط: ۱۱۲/۱۰؛ الانصاف: ۳۳۵/۱؛ الاقناع: ۱٤۳/٤؛ ابن قدامه، موفق الدين، الكافي: ۱٦۰/۳، منشورات المكتب الاسلامي، دمشق؛ حاشيه ابن عابدين: ۲٤٦/٤

۳۔ مسند أحمد: ۲۳۸۱۷، حكم محققو المسند: إسناده صحيح على شرط الشيخين و اخرجه البخاري، رقم: ٤۰۱۹، و الطبراني: ۵۹٤/۲۰

٤۔ الام: ۱٤۷/٦؛ المبسوط: ۱٤٤؛ حاشيه ابن عابدين: ۲۲۵/٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ سبکیؒ رقم کرتے ہیں:

"وكذلك يستتاب ابداً، كلما رجع وارتد، وقد استتاب النبي ﷺ ريان، الذي ارتد اربع مرات أو خمساً." ۱

"وہ جب بھی مرتد ہوگا اور اسلام چھوڑے گا، ہمیشہ اس سے توبہ کا مطالبہ ہوگا کیونکہ آپؐ نے ریان سے توبہ کا مطالبہ کیا تھا حالانکہ وہ چوتھی یا پانچویں بار مرتد ہوا تھا۔"

حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ تکرار ارتداد کی صورت میں توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔ ۲ انہوں نے اس موقف پر درج ذیل آیات سے استدلال کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا﴾ ۳

"بے شک جو لوگ ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا، پھر ایمان لے آئے، پھر کفر کیا پھر کفر میں کہیں بڑھ گئے، اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ انہیں ہدایت کا راستہ دکھائے گا۔"

فرمان ربانی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ﴾ ۴

"بے شک جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا، پھر وہ کفر میں بڑھتے گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔"

فقہائے امامیہ کی رائے یہ ہے جو شخص کافر سے مسلمان ہوا تھا، اسکی توبہ قبول کی جائے گی خواہ اس نے بار بار ارتداد کا ارتکاب کیا ہو مگر پیدائشی مسلم سے ارتداد کے بعد توبہ قول نہیں کی جائے گی۔ ۵

سزائے ارتداد کا اجراء:

جب کوئی مسلم ارتداد کا مرتکب ہوتا ہے اور نصیحت کے باوجود توبہ نہیں کرتا، اس میں صحت ارتداد کی تمام شرائط بھی پائی جاتی ہیں اور کوئی مانع بھی موجود نہیں ہوتا، اس کا خون مباح ہو جاتا ہے چنانچہ اسے عدالت کے حکم پر قتل کر دیا جائے گا کیونکہ آپؐ کا فرمان ہے:

مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ. "جس نے دین بدلا، اسے قتل کر دو"۔ ۶

مرتد کی سزائے قتل پر جمہور فقہائے کرام کا اتفاق ہے۔ قتل کے بعد نہ اسے غسل دیا جائے گا، نہ اس کا جنازہ پڑھا جائے گا کیونکہ وہ ملت سے جدا ہو کر مرا ہے۔ ڈاکٹر نعمان سامرائی رقم کرتے ہیں:

"والكافر يعصم دمه وماله بالنطق بالشهادة، فاذا تخلى عنها طواعية، اهدر دمه الذي احصن بالشهادة، ومن يملك العطاء يملك الاخذ، والاسلام ليس محل لعب وهزل، فاما ان لا يسلم الانسان وان اسلم فعليه الثبات وعدم الردة." ۷

۱۔ السيف المسلول:۲۹ ۲۔ الكافي: ۱۵۹/۳

۳۔ النساء:۱۳۷ ۴۔ ال عمران: ۹۰

۵۔ الروضه: ۳۹۳/۲

۶۔ بخاری، الجامع الصحیح: ۳۰۱۷، کتاب الجهاد والسیر، باب لا یعذب بعذاب الله

۷۔ احکام المرتد:۱۸۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کلمہ شہادت کے نطق سے ایک کافر اپنا خون اور مال محفوظ بناتا ہے مگر جب وہ کلمہ شہادت کی فرماں برداری سے الگ ہوتا ہے، اس کا خون رائیگاں ہو جاتا ہے جو کلمہ شہادت کے باعث محفوظ تھا کیونکہ جو خدا دینے کا اختیار رکھتا ہے، وہ چھیننے کا بھی اختیار رکھتا ہے اور اسلام کوئی کھیل تماشے یا ہنسی مذاق کی چیز تھوڑی ہے چنانچہ انسان یا تو مسلمان ہی نہ ہو اور اگر مسلمان بن جائے تو اس پر ثابت قدم رہے اور مرتد نہ ہو۔''

فصل ہذا کے تحقیقی مطالعہ سے جرم ارتداد کے اثبات اور سزائے ارتداد کے نفاذ کا ضابطہ کار معلوم ہوتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جرم ارتداد کے اثبات اور سزائے ارتداد کے نفاذ میں عدلیہ کا معروف طریقہ تحقیق بروئے کار لایا جائے گا۔ مرتد کے اعتراف جرم یا گواہوں کی شہادت سے ارتداد ثابت ہوگا۔ گواہوں کی شہادت مفصل ہوگی البتہ اپنے خلاف شہادت کی تردید کرنے پر ملزم کا قول معتبر تصور کیا جائے گا۔ اثبات جرم کے بعد مرتد کو کم سے کم تین یوم تک غور و فکر اور توبہ کی مہلت دی جائے گا۔ ارتداد سے رجوع یا توبہ کی صورت میں اسے چھوڑ دیا جائے گا بصورت دیگر مجرم کے خلاف قرار واقعی سزا سنائی جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

سزائے ارتداد؛ مطالعہ نصوص وآثار

فصل اول: قرآن حکیم اور جرم ارتداد 49

فصل دوم: احادیث نبویہ اور سزائے ارتداد 63

فصل سوم: خلفائے راشدینؓ اور سزائے ارتداد 77

فصل چہارم: اجماع امت اور سزائے ارتداد 91

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

قرآن حکیم اور جرم ارتداد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اوّل:

قرآن حکیم اور ارتداد

قرآن حکیم بلا شبہ، اسلامی شریعت کا اوّلین مصدر ہے اور اس مصدر اوّل میں، حیات انسانی کے جملہ گوشوں سے متعلقہ اصول ومبادی پائے جاتے ہیں۔ ارتداد کے باب میں بھی دسیوں آیات موجود ہیں، جن کے مطالعہ سے جرم ارتداد کی شناعت واضح ہوتی ہے اور جن کا روئے سخن قاری کو یہ احساس دلاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک ارتداد کا جرم، کتنی سخت ترین وعید اور کس قدر شدید ترین سزا کا موجب جرم ہے۔

قرآن حکیم کی بعض آیات مبارکہ میں ارتداد کا صریح لفظ استعمال ہوا ہے اور بعض آیات طیبہ میں ارتداد کے عمل کو، ایمان کے بعد کفر سے تعبیر کیا گیا ہے گویا قرآن حکیم میں ارتداد کی اصطلاح بھی موجود ہے اور اس قرآنی اصطلاح کا مفہوم بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ تاہم زیرِ مطالعہ فصل میں، مقالہ نگار نے محض انہی آیات کا انتخاب کیا ہے، جو اخروی سزائے ارتداد کے بیان میں نص صریح کا درجہ رکھتی ہیں اور اپنے موضوع پر بالکل واضح ہیں مگر جن آیات میں ارتداد پر دنیوی سزا کسی نص کی عبارہ کی بجائے اس کے اشارہ، دلالہ یا اقتضاء کے قبیل سے وارد ہوئی ہے، مقالہ نگار نے فصل ہذا میں ان آیات سے کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ انہیں باب چہارم کی فصل اوّل میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

سزائے ارتداد پر مبنی آیات قرآنیہ اور ان کی تفسیر ذیل میں پیش خدمت ہے۔

جرم ارتداد پر پہلی آیت:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ لَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَیَمُتْ وَ ھُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ﴾ [1]

''اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور رکھیں تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر (کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

مذکورہ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ مرتد کے اعمال، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ضائع ہو جائیں گے۔ آخرت میں اعمال کا ضیاع ایک بدیہی بات ہے مگر دنیا میں عمل کیسے ضائع ہو جائیں گے، یہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ انسانی حقوق واعمال دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک قسم کا تعلق، انسانی معاشرے اور دوسرے کا تعلق اسلامی ریاست سے ہوتا ہے اور جرم ارتداد کے باعث، ہر دو سطح کے حقوق واعمال

۱۔ البقرۃ:۲۱۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضائع ہو جاتے ہیں، مثلاً انسان اپنے گھرانے اور معاشرے کی مدد سے اپنی حیات عائلی کا آغاز کرتا ہے۔ ارتداد کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کا گھرانہ شکست و ریخت سے دو چار ہو جاتا ہے اور گھرانہ ٹوٹنے سے، اس کا معاشرتی تعلق خود بہ خود ٹوٹ جاتا ہے..... اسلامی ریاست کا ایک دستور ہوتا ہے اور جو شخص مرتد ہو کر اسلام سے بغاوت کرتا ہے، وہ دراصل اسلامی ریاست کے دستور سے بغاوت کرتا ہے، دنیا کے تمام متمدن ممالک میں آئین اور دستور کے باغی کو ریاست کا باغی سمجھا جاتا ہے اور اس کی پاداش میں سزائے موت سے دو چار کر دیا جاتا ہے۔ اسلام نے بھی مرتد کو یہی سزا سنائی ہے۔[۱]

معاشرتی اور ریاستی سطح پر ارتداد کی پاداش میں، مجرم کو تمام شہری حقوق سے محروم کر دینا ہی، اس کے دنیوی اعمال کا ضیاع ہے۔ علامہ ابن حیان اندلسیؒ، مذکورہ آیت بقرہ کے تحت رقمطراز ہیں:

"حبوط العمل فی الدنیا هو بطلانة فی الدنیا باستحقاق قتله." [۲]

"دنیا میں حبوط عمل سے مراد، مرتد کا مستوجب قتل ہونا ہے۔"

علامہ قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں رقم فرما ہیں:

"قوله تعالیٰ: ((و من یرتدد)) ای یرجع عن الاسلام الی الکفر ((فأولئک حبطت)) أی بطلت و فسدت، و منه الحبط و هو فساد یلحق المواشی فی بطونها، من کثرة أکلها الکلأ فتنفخ أجوافها ، وربما تموت من ذلک. فالأیة تهدید للمسلمین لیثبتوا علی دین الاسلام." [۳]

"جو شخص بھی اسلام سے کفر میں جائے گا، اس کے اعمال فاسد اور باطل ہو جائیں گے۔ اسی سے حبط ہے، جس کا معنی فساد ہے، جو جانوروں کے پیٹ میں زیادہ کھانے سے لاحق ہوتا ہے ان کے پیٹ پھول جاتے ہیں اور بعض دفعہ اس سے جانور کی موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ یہ آیت اہل اسلام کو تنبیہ ہے تا کہ وہ دین اسلام پر ثابت قدم رہیں۔"

مذکورہ آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا خیال ہے کہ دین اسلام سے پھر جانا اور اسی حالت پر اخیر تک قائم رہنا ایک ایسی سخت بلا ہے جس سے تمام عمر کے نیک کام ان کے ضائع ہو جاتے ہیں اور کسی بھلائی کے مستحق نہیں رہتے ہیں۔ دنیا میں ان کے جان و مال محفوظ رہیں گے نہ نکاح قائم رہے گا، نہ ان کو میراث ملے گی، نہ آخرت میں ثواب ملے گا اور نہ کبھی جہنم سے نجات نصیب ہوگی۔ تاہم وہ پھر اسلام قبول کر لیں گے تو صرف اس اسلام کے بعد کے اعمال حسنہ کی جزا پوری ملے گی۔[۴]

علامہ زمخشریؒ اس آیت کے ضمن میں رقم طراز ہیں:۔

"((و من یرتدد منکم)) و من یرجع منکم عن دینه الی دینهم و یطاوعهم علی ردة الیه، فیمت علی الردة ((فأولئک حبطت اعمالهم فی الدنیا والآخرة)) لما یفوتهم باحداث الردة ممّا للمسلمین فی الدنیا من ثمرات الاسلام، و باستدامتها والموت علیها من ثواب." [۵]

۱۔ روح المعانی: ۷۵۱/۱

۲۔ ابن حیان: ۷۷/۲

۳۔ الجامع لأحکام القرآن: ۴۶/۳

۴۔ تفسیر عثمانی، تاج کمپنی، لمیٹڈ، لاهور، ۵۷

۵۔ الکشاف: ۲۷۱/۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''و من یرتدد منکم کا مطلب ہے کہ تم میں سے جو شخص اپنا دین چھوڑ کر ان کے دین میں جائے گا اور اسی ارتداد پر فوت ہوگا، ان کے دنیا و آخرت میں اعمال ضائع ہو جائیں گے کیونکہ دنیا میں اہل اسلام کو اسلام کے جو ثمرات حاصل ہوتے ہیں، ارتداد سے وہ ختم ہو جاتے ہیں اور ارتداد پر موت سے اعمال کا ثواب زائل ہو جاتا ہے۔''

مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اسلام لانے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اسلام سے پھر جانے سے تمام نیکیاں بھی برباد ہو جاتی ہیں اور جب نیکیاں برباد ہو جائیں تو باقی صرف گناہ ہوں گے۔ جس کا خمیازہ انہیں دائمی عذاب جہنم کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔ الا یہ کہ وہ توبہ کر کے دوبارہ مسلمان ہو جائیں۔[1]

مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں علامہ نیشاپوریؒ رقم طراز ہیں:

''امّا فی الدنیا فلما یفوته من فوائد الاسلام العاجلة فیقتل عند الظفر به ، و یقاتل الی ان یظفر به، و لا یستحق من المومنین موالاة و لا نصراً و لاثناءً حسناً، و تبین زوجته منه، و یحرم المیراث. و امّا فی الآخرة فیکفی فی تقریره قوله ((و اولئک اصحاب النار هم فیه خلدون)).''[2]

''دنیا میں اسلام کے فوری فوائد سے محروم کر دیا جائے گا، قابو آئے گا تو قتل کیا جائے گا اور قابو پانے تک اس سے قتال کیا جائے گا۔ اہل ایمان کے ساتھ دوستی، تعاون اور ذکر خیر کا مستحق نہ ہوگا۔ زوجہ اس سے بائن ہو جائے گی اور اسے میراث سے محروم کر دیا جائے گا اور آخرت میں خسارہ کیلئے اللہ کا یہ فرمان کافی ہے کہ وہ جہنمی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔''

مفتی محمد شفیع نے اس آیت کی تفسیر میں چند مسائل کا تذکرہ فرمایا ہے کہ دنیا میں اعمال کا ضائع ہونا یہ ہے کہ اس کی اہلیہ اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔ اگر اس کا کوئی مورث مسلمان مرے گا، اس مرتد کو میراث کا حصہ نہیں ملے گا، حالت اسلام میں نماز روزہ جو کچھ کیا تھا، سب اکارت ہو جاتا ہے۔ مرنے کے بعد جنازے کی نماز نہیں پڑھی جاتی اور اہل اسلام کے مقابر میں دفن نہیں ہوتا ہے۔

اگر یہ شخص پھر مسلمان ہو جائے گا تو آخرت میں دوزخ سے بچنے اور دنیا میں آئندہ کے لئے احکام اسلام کا جاری ہونا تو یقینی ہے لیکن دنیا میں اگر حج کر چکا تھا تو بشرط وسعت، دوبارہ اس کا فرض ہونا یا نہ ہونا اور آخرت میں پچھلے نماز روزہ کے ثواب کا عود کرنا یا نہ کرنا، اس میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ دوبارہ حج کو فرض کہتے ہیں اور گذشتہ کے نماز، روزہ پر ثواب ملنے کے قائل نہیں اور امام شافعیؒ دونوں امور میں اختلاف کرتے ہیں۔

لیکن جو کافر اصلی ہوتا ہے، وہ اس حالت کفر میں کوئی نیک کام کرے گا، اس کا ثواب معلق رہتا ہے اگر کبھی اسلام لے آیا، سب پر ثواب ملے گا اور اگر کفر پر مر گیا تو سب بیکار جاتا ہے۔ حدیث میں اسلمت علیٰ ما اسلفت من خیر اسی معنی میں وارد ہے۔

غرض مرتد کی حالت کافر اصلی سے بدتر ہے یہی باعث ہے کہ کافر اصلی سے جزیہ قبول ہو سکتا ہے لیکن مرتد اگر اسلام قبول نہ

۱۔ تیسیر القرآن: ۱/۱۶۵

۲۔ غرائب القرآن: ۲/۳۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے گا تو مرد کو قتل کر دیا جاتا ہے، اگر عورت ہے تو دوام حبس کی سزا دی جاتی ہے کیونکہ اس سے اسلام کی اہانت ہوئی ہے اور اسلام کی اہانت پر وہ اسی سزا کے لائق ہے۔[۱]

محولہ آیت کے متعلق علامہ طبرسیؒ رقم کرتے ہیں:

"هذا تحذير عن الارتداد ببيان استحقاق العذاب عليه ((فيمت و هو كافر)) يعنى مات على كفره ((فأولئک حبطت اعمالهم فى الدنيا والآخرة)) معناه: انها صارت بمنزلة مالم يكن لا يقاعه اياه على خلاف الوجه المامور به." [۲]

"ارتداد پر عذاب کے مستحق ہونے کا بیان، دراصل ارتداد سے تحذیر ہے اور فیمت و هو کافر کا مطلب ہے کہ کفر ہی پر فوت ہو پھر دنیا اور آخرت میں، ان کے اعمال اکارت جائیں گے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عمل انجام ہی نہیں پائے گویا جس طرح انہیں انجام دینے کا حکم دیا گیا تھا، وہ اس کے خلاف رو بہ عمل ہوئے ہیں۔"

مولانا صلاح الدین یوسف رقم طراز ہیں کہ جو دین اسلام سے پھر جائے گا یعنی مرتد ہو جائے گا، اگر وہ توبہ نہیں کرے گا تو اس کی دنیاوی سزا قتل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اس آیت میں ارتداد کی اخروی سزا بیان کی جا رہی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی حالت میں کئے گئے اعمال صالحہ بھی کفر کی وجہ سے کالعدم ہو جائیں گے اور جس طرح ایمان قبول کرنے سے انسان کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اسی طرح کفر سے تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ تاہم قرآن کے الفاظ سے واضح ہے کہ حبط اعمال اسی وقت ہوگا، جب خاتمہ کفر پر ہوگا اور اگر موت سے پہلے تائب ہو جائے گا تو ایسا نہیں ہوگا یعنی مرتد کی توبہ قبول ہے۔[۳]

جرم ارتداد پر دوسری آیت:

ارتداد سے متعلق ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ [۴]

"اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں، اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور جاننے والا ہے۔"

مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام طبریؒ رقم طراز ہیں:

"فسوف يأتى اللّٰه بدلاً منهم المؤمنين الذين لم يبدلوا و لم يغيروا و لم يرتدو، بقوم

۱۔ معارف القرآن، فرید بک ڈپو، جامع مسجد دهلی، ۱۹۹۸ء

۲۔ مجمع البیان: ۳۱۳/۱

۳۔ احسن البیان: ۴۲، دار السلام، لوئر مال روڈ، لاهور

۴۔ المائدة: ۵۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیر من الذین ارتدوا و بدلوا دینهم، یحبهم اللّٰه و یحبون اللّٰه، و کان هذا الوعید من اللّٰه لمن سبق فی علمه أنه سیرتد بعد وفاة نبیه محمد صلی اللّٰه علیه وسلم، و کذلک وعده من وعد من المؤمنین ما وعده فی هذه الآیة لمن سبق فی علمه أنه لا یبدل و لا یغیر دینه، و لا یرتد، فلما قبض اللّٰه نبیه، ارتد أقوام من أهل الوبر، و بعض أهل المدر، فأبدل اللّٰه المؤمنین بخیر منهم، کما قال تعالیٰ ذکره، ووفی للمؤمنین بوعده و أنفذ فیمن ارتد منهم وعیده.'' [1]

''عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے بدل میں مومنین عطا کردے گا، جو دین تبدیل کر کے مرتد نہ ہوں گے۔ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں گے، جنہوں نے ارتداد کا ارتکاب کیا اور اپنا دین تبدیل کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ وعید اس کے علم پر مبنی ہے کہ وہ اپنا دین بدل کر مرتد نہیں ہوں گے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو فوت کیا تو دیہی اور شہری اقوام مرتد ہوگئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین لوگوں سے بدل دیا، جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ اس نے اہل ایمان کے حق میں اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور مرتدین کے بارہ میں اپنی وعید کو نافذ کر دیا۔''

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے مطابق، اللہ کی یہ پیش گوئی ہر دور میں پوری ہوتی رہی ہے۔ ارتداد کا فتنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبرؓ کے عہد میں پھیلا تھا اور کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے مگر صدیق اکبرؓ کی ایمانی جرأت اور اعلیٰ تدبر اور مخلص اہل اسلام کی سرفروشانہ اور عاشقانہ خدمات اسلام نے اس آگ کو بجھا دیا اور سارے عرب کو متحد کر کے از سر نو ایمان و اخلاص کے راستہ پر گامزن کر دیا۔ آج بھی ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب کبھی چند جاہل اور طالع افراد اسلام کے حلقہ سے نکل جاتے ہیں تو ان سے زیادہ اور ان سے بہتر، تعلیم یافتہ اور مخلص بندوں کو اسلام فطری کشش سے اپنی جانب کھینچتا ہے اور مرتدین کی سرکوبی کیلئے خدا ایسے وفادار اور جانثار مسلمانوں کو کھڑا کر دیتا ہے، جنہیں خدا کے راستہ میں کسی ملامت اور طعن و تشنیع کی پرواہ نہیں ہوتی۔ [2]

مندرجہ بالا آیت مبارکہ کے متعلق علامہ نیشاپوریؒ رقم فرماتے ہیں:

''...ای من یتول الکفار منکم فیرتد، فلیعلم ان اللّٰه تعالیٰ یأتی بقوم اخرین، ینصرون هذا الدین علی ابطخ الوجوه و قال الحسن: علم اللّٰه انه قوماً یرجعون عن الاسلام بعد موت نبیهم، فاخبرهم اخباراً عن الغیب، و قد وقع، فیکون معجزاً.'' [3]

''مطلب یہ ہے کہ تم میں سے جو شخص کفار کو دوست بنا کر مرتد ہو جائے گا، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دوسری قوم کو لائے گا، جو صحیح معنوں میں اس دین کی مدد کریں گے۔ حسن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک قوم اسلام کو چھوڑ دے گی چنانچہ اس نے غیب کی خبر دی ہے اور یہ واقعہ ہو کر رہا ہے گویا یہ ایک معجزہ ہے۔''

۱۔ جامع البیان: ۱۸۲/۶

۲۔ تفسیر عثمانی: ۲۰۶

۳۔ غرائب القرآن: ۱۶۲/۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت مفتی محمد شفیعؒ بیان کرتے ہیں کہ اسلام وہ دین حق ہے، جس کی حفاظت کا ذمہ حق تعالیٰ نے خود اٹھایا ہے اور کسی فرد یا جماعت کی کج روی یا نافرمانی تو چھوٹی بات ہے، اگر اہل اسلام کا کوئی فرد یا جماعت سچ مچ اسلام ہی کو چھوڑ بیٹھے گا اور بالکل ہی مرتد ہو کر غیر مسلموں میں مل جائے گا، اس سے بھی اسلام کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا کیونکہ قادر مطلق جو اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے، فوراً کوئی دوسری قوم میدان عمل میں لے آئے گا جو اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت اور اشاعت کے فرائض انجام دے گی۔ اس کے کام نہ کسی ذات پر موقوف ہیں نہ کسی بڑی سے بڑی جماعت یا ادارہ پر منحصر ہیں۔ وہ جب چاہتے ہیں، تنکوں سے شہتیر کا کام لے لیتے ہیں، ورنہ شہتیر پڑے کھاد ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت علیؓ، حضرت حسن بصریؒ اور دیگر جمہور علمائے تفسیر نے بیان فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں آئی ہے کیونکہ وہی سب سے پہلے اس قوم کا مصداق ثابت ہوئے، جن کے من جانب اللہ میدان عمل میں لائے جانے کا آیت مذکورہ میں ارشاد ہے۔ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے تاہم یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ کوئی دوسری جماعت بھی اس آیت کی مصداق ہو، چنانچہ جن حضرات نے اس آیت کا مصداق حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ یا دوسرے صحابہ کرامؓ کو قرار دیا ہے، وہ بھی اس کا مخالف نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ یہ سب حضرات بلکہ قیامت تک کے جو اہل اسلام بھی قرآنی ہدایات کے مطابق کفر و ارتداد کا مقابلہ کریں گے، اسی آیت کے مصداق میں داخل ہوں گے۔[1]

علامہ قرطبیؒ نے مذکورہ بالا آیت مائدہ کی تفسیر میں درج فرمایا ہے:

"و هذا من اعجاز القرآن والنبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، اذا خبر عن ارتدادهم، و لم یکن فی عهده، و کان ذلک غیباً ، فکان علی ما اخبر بعد مدة. و أهل الردة کانوا بعد موته علیه السلام...و کانوا فی ردتهم علی قسمین: قسم نبذ الشریعة کلها، و خرج عنها، و قسم نبذ وجوب الزکاة، و اعترف بوجوب غیرها، قالوا نصوم و نصلی و لا نزکی، فقاتل الصدیق جمیعهم." [2]

"یہ قرآن کریم اور رسول اکرم ﷺ کا اعجاز ہے کہ اس نے مرتدین کے ارتداد کی خبر دی ہے اور وہ آپؐ کے عہد میں ابھی رونما نہیں ہوا تھا بلکہ غیب کی خبر تھی چنانچہ اس خبر کے عرصہ بعد، ارتداد رونما ہوا ہے اور آپؐ کی وفات کے بعد مرتدین کا ظہور ہوا، جن کی دو اقسام تھیں؛ ایک قسم وہ تھی، جنہوں نے تمام شریعت کو چھوڑ دیا اور اس سے نکل گئے اور ایک قسم وہ تھی جنہوں نے وجوب زکوٰۃ کا انکار کیا اور دیگر فرائض کا اعتراف کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم روزہ رکھیں گے، نماز پڑھیں گے مگر زکوٰۃ ادا نہ کریں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تمام مرتدین کیخلاف جہاد کیا۔"

مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ رقم طراز ہیں کہ مرتدین کی سرکوبی کا پہلا اقدام، عہد صدیقی میں صحابہ کرامؓ نے اٹھایا تھا، جو اس امت کا بہترین گروہ ہیں تاہم اللہ تعالیٰ کا یہ فضل صحابہ کرامؓ کی اس جماعت تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ جب بھی کہیں ارتداد کا فتنہ کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ مرتدین کی سرکوبی پر ایسے جاں نثار اور اسلام کے وفادار مسلمان کھڑے کر دیتا ہے جو

۱۔ معارف القرآن: ۱۶۷/۳

۲۔ الجامع لاحکام القرآن: ۲۱۹/۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتدین سے علم اور قوت دونوں لحاظ سے بہتر ہوتے ہیں اور اس فتنہ کا زور توڑ کے رکھ دیتے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے بے شمار فتنے پیدا ہوئے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے اپنے بندے پیدا کرتا رہا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہے گا اور ایسے لوگوں میں بھی مندرجہ بالا صفات کسی نہ کسی درجہ میں ضرور پائی جاتی ہیں اور یہ ارتداد کے فتنے بھی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک سیاسی، دوسرے تحریری اور دونوں کا سر کچلنے کے لیے اللہ تعالیٰ مناسب لوگوں کو پیدا کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا اور ان کے لیے بشارت یہ ہے کہ ایسے لوگ اللہ کے محبوب ہوتے ہیں [۱]

آیت مائدہ کے ضمن میں علامہ طبرسیؒ رقم طراز ہیں:

"لما بين تعالىٰ حال المنافقين، و أنهم يتربصون الدوائر بالمؤمنين، و علم أن قوماً منهم يرتدون بعد وفاته، أعلم أن ذلک كائن، و أنهم لا ينالون أمانيهم، واللّٰه ينصر دينه بقوم لهم صفات مخصوصة تميزوا بها من بين العالمين، فقال ((يا أيها الذين اٰمنوا من يرتد منكم عن دينه)) أي يرجع منكم أي من جملتكم، الى الكفر بعد اظهار الايمان، فلن يضر دين اللّٰه شيئاً فان اللّٰه لا يُخلي دينه من أنصار يحمونه، ((فسوف يأتي اللّٰه بقوم يحبهم و يحبونه)) أي يحبهم اللّٰه و يحبون اللّٰه ((أذلة على المؤمنين أعزة على الكفرين)) أي رحماء على المؤمنين، غلاظ على الكفرين، و هو من الذل الذى هو اللين، لا من الذل الذى هو الهوان..." [۲]

"اللہ تعالیٰ نے منافقین کا حال بیان فرمایا ہے کہ وہ اہل ایمان پر گردشِ ایام کے منتظر رہتے ہیں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ آپؐ کی وفات کے بعد، ان میں سے ایک قوم مرتد ہو جائے گی۔ ارتداد کا یہ عمل ہو کر رہے گا مگر ان کی مرادیں بر نہ آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ دنیا سے ممتاز اور مخصوص صفات کی حامل قوم سے دین کی مدد کا کام لے گا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص بھی اظہار ایمان کے بعد کفر میں واپس چلا جائے گا، وہ اللہ کے دین کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا بلکہ ایک ایسی قوم لائے گا جو اللہ سے محبت کرتے ہوں گے اور جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا، وہ مومنوں پر رحم دل اور کافروں پر سخت خو ہوں گے۔ اذلۃ کا لفظ ذل سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے: نرمی۔ یہ ذل سے نہیں ہے، جس کا معنی ذلت ہے۔"

جرم ارتداد پر تیسری آیت:

ارتداد کے متعلق سورہ نساء میں ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ

۱۔ تیسیر القرآن: ۵۴۹/۱، مکتبہ السلام، وسن پورہ، لاہور، ۱۴۲۶

۲۔ مجمع البیان: ۲۰۸/۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿۱﴾

''جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے گئے اُن کو اللہ نہ تو بخشے گا اور نہ سیدھا رستہ دکھائے گا۔''

علامہ قرطبیؒ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہودی، عیسائی وغیرہ ہیں، تاہم اس کے بعد انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ

''و تضمنت الآية ايضاً حكم المرتدين و قد مضى فيهم فى البقرة ''۲

"یہ آیت مرتدین کے حکم کو بھی شامل ہے، ان کے متعلق سورت بقرۃ میں تذکرہ ہو چکا ہے۔"

شیخ ابوبکر جابر جزائریؒ کے خیال میں، آیت بالا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی کافر اسلام قبول کرتا ہے، اس کا کفر اور اس عصر کے گناہ معاف ہو جاتے اور اگر وہ مرتد ہو جائے گا، تب اسلام سے پہلا اور اسلام کے بعد والا کفر، قابل مواخذہ ہوگا۔۳

شیخ جزائری نے مسلم کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا زمانہ جاہلیت کے عمل پر ہمارا مواخذہ ہوگا؟ اس کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''أما من أحسن منكم فى الاسلام فلا يؤخذ بها، ومن اساء كفر، اخذ بعمله فى الجاهلية و فى الاسلام.''

ایک دوسری روایت میں ہے:

''ومن اساء فى الاسلام اخذ بالاول والآخر.'' ۴

مندرجہ بالا آیت مبارکہ کے بارہ میں مولانا صلاح الدین یوسف فرماتے ہیں کہ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے مگر انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کا انکار کیا، پھر حضرت عزیر علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اور پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا بھی انکار کر دیا۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد منافقین ہیں، چونکہ ان کا مقصد اہل اسلام کو نقصان پہنچانا تھا، اس لئے وہ بار بار اپنی مسلمانی کا ڈھونگ رچاتے تھے، وہ بالآخر کفر و ضلالت میں اتنے بڑھ گئے کہ ان کی ہدایت کی امید منقطع ہو گئی۔۵

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے نزدیک بھی زیر مطالعہ آیت سے مراد منافقین یا یہودی ہیں۔

مولانا کے الفاظ یہ ہیں کہ جو ظاہر میں تو مسلمان ہوئے اور دل میں مذبذب رہے اور آخر کو بے یقین لائے ہی مر گئے، ان کو نجات کا راستہ نہیں ملے گا بلکہ وہ کافر ہیں اور ظاہر کی مسلمانی کچھ کام نہ آئے گی گویا اس سے مراد منافقین ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ

۱۔ النساء:۱۳۷ ۲۔ الجامع الاحکام القرآن:۵/۳۱۵

۳۔ ابوبکر جابر الجزائری (۱۸۲۰ء-۱۹۲۱ء) شیخ ابوبکر کا پیدائشی وطن الجزائر ہے۔ آپ کا شمار مدینہ یونیورسٹی کے ابتدائی اساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے جامعہ اسلامیہ پچیس سال تک فریضہ تدریس سرانجام دیا اور پچاس سال تک مسجد نبوی میں درس دیتے رہے ہیں۔ ایسر التفاسیر، منہاج المسلم اور ہذا الحبیب یا محبّ شیخ موصوف کی معروف کتب ہیں آپ نے نوے سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ ایسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر: ۳۰۳، مکتبہ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، السعودیۃ، ۱۴۲۳

۴۔ صحیح مسلم: ۱۱۰، کتاب الإیمان، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسه، وان من قتل نفسه بشئی عذب به فی النار، وانه لا یدخل الجنة الا نفس مسلمة

۵۔ احسن البیان: ۱۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت یہود کے متعلق ہے کہ اول ایمان لائے پھر گوسالہ کی عبادت کر کے کافر ہو گئے، پھر توبہ کر کے مومن ہوئے، پھر عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر کافر ہو گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں ترقی کر گئے۔[۱]

علامہ ابن کثیرؒ رقم طراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ جو ایمان لا کر پھر مرتد ہو جائے، پھر مومن ہو کر کافر بن جائے، پھر اپنے کفر پر جم جائے اور اسی حالت میں مر جائے گا تو نہ اس کی توبہ قبول ہو گی اور نہ اس کی بخشش کا امکان ہے، نہ چھٹکارا، نہ فلاح، نہ اللہ اسے بخشے گا، نہ راہ راست پر لائے گا۔ حضرت علیؓ اس آیت کی تلاوت کے بعد فرماتے تھے کہ مرتد سے تین بار کہا جائے گا کہ توبہ کرو۔[۲]

مفتی محمد شفیعؒ رقم طراز ہیں کہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ ان کے بار بار کفر کی طرف لوٹنے سے ان کی توفیق حق ہی سلب ہو جائے گی، اور آئندہ توبہ کرنے اور ایمان لانے کا موقع ہی نصیب نہ ہو گا، ورنہ جو قاعدہ قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ کیسا ہی کافر یا مرتد کیوں نہ ہو اگر سچی توبہ کرے گا تو پچھلا گناہ معاف ہو جاتا ہے، یہ لوگ بھی توبہ کر لیں تو معافی کا قانون کھلا ہوا ہے۔[۳]

مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رقم فرماتے ہیں کہ ان سے مراد منافقین اور مرتدین کا وہ گروہ ہے جو ہر وقت مذبذب ہی رہتے ہیں کہ جس طرف کا پلہ بھاری نظر آئے گا، اس میں شامل ہو جائیں گے۔ ایسے لوگ ہوا کا رخ دیکھتے، حالات کا جائزہ لے کر اپنی خواہش نفس کے پیروکار ہوتے ہیں اور جتنی دفعہ بھی ہوا کا رخ بدلے گا، اتنی دفعہ ہی ان کا ایمان اور کفر بدلتا رہتا ہے۔ ایسے ایمان کا چونکہ کچھ فائدہ نہیں ہوتا لہٰذا ان پر کفر ہی کی چھاپ مضبوط ہوتی جاتی ہے۔ اور کفر میں بڑھتے چلے جانے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ خود تو کافر ہیں ہی، دوسروں کو بھی کافر بنانے کے لیے اور اسلام کی راہ سے روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کی راہ راست پر آنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔[۴]

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ رقم طراز ہیں:

> ''اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کے لیے دین محض ایک غیر سنجیدہ تفریح ہے۔ ایک کھلونا ہے، جس سے وہ اپنے تخیلات یا اپنی خواہشات کے مطابق کھیلتے رہتے ہیں۔ جب فضائے دماغی میں ایک لہر اٹھی، مسلمان ہو گئے اور جب دوسری لہر اٹھی تو کافر بن گئے۔ یا جب فائدہ مسلمان بن جانے میں نظر آیا، مسلمان بن گئے اور جب معبود منفعت نے دوسری طرف جلوہ دکھایا تو اس کی پوجا کرنے کے لیے بے تکلف اسی طرف چلے گئے۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے پاس نہ مغفرت ہے، نہ ہدایت۔ اور یہ جو فرمایا کہ پھر اپنے کفر میں بڑھتے چلے گئے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص محض کافر بن جانے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ اس کے بعد دوسرے لوگوں کو بھی اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرے، اسلام کے خلاف خفیہ سازشیں اور علانیہ تدبیریں شروع کر دے، اور اپنی قوت اس سعی و جہد میں صرف کرنے لگے کہ کفر کا بول بالا ہو اور اس کے مقابلہ میں اللہ کے دین کا جھنڈا سرنگوں ہو جائے، یہ کفر میں مزید ترقی اور ایک جرم پر پے در پے جرائم کا اضافہ ہے جس کا وبال بھی مجرد کفر سے لازماً زیادہ ہونا چاہیے۔''[۵]

۱۔ تفسیر عثمانی: ۱۷۳

۲۔ تفسیر القرآن العظیم: ۷۰۷/۱، مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور، ۲۰۱۳ء

۳۔ معارف القرآن: ۵۷۹/۲

۴۔ تیسیر القرآن: ۴۷۴/۱

۵۔ تفہیم القرآن: ۴۰۷/۱، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۱۵ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جرم ارتداد پر چوتھی آیت:

اسلام کے بعد کفر اختیار کرنے اور کفر ہی پر گامزن رہنے سے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا کُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُھُمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الضَّآلُّوْنَ﴾ [۱]

''جولوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے، پھر کفر میں بڑھتے گئے، ایسوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی اور یہ لوگ گمراہ ہیں۔''

مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جولوگ قلبی معرفت اور یقین کے درجہ سے بڑھ کر، ایک مرتبہ مسلمان بھی ہو چکے ہوں مگر دنیوی اغراض اور شیطانی اغوا سے مرتد ہو جائیں، کافروں سے بھی وضوحِ حق کے بعد جان بوجھ کر کفر اختیار کیا، تو دل میں حقانیت اسلام کا یقین رکھتے ہیں مگر اپنے کبر وحسد اور حب جاہ ومال کے باعث، اسلام قبول کرنے اور کفر وعدوان چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔[۲]

علامہ قرطبی مذکورہ آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

''ان اخذنا بعموم اللفظ فانها یمکن ان تکون فیمن ارتد من المسلمین ، لانه کفر بعد ایمانه ، و قد یزداد کفره بسبب اصراره علی ذلک، و من کان هذا حاله، فلن تقبل توبته ، و هو من الضالین.'' [۳]

''اگر ہم لفظ کے عموم کو لیں تو یہ ممکن ہے کہ آیت مرتدین کے بارہ میں ہو کیونکہ اس نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا ہے اور اس پر اصرار کے سبب اس کے کفر میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور جس کا یہ حال ہوگا، اس کی توبہ قبول نہ ہوگی بلکہ وہ گمراہوں میں شمار ہوگا۔''

مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ ارتداد بعد از اسلام کی مختلف صورتیں ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ مثلاً یہود حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے تھے پھر حضرت عیسیٰؑ کا انکار کر کے کفر کا رویہ اختیار کیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کا بھی انکار کر دیا، جو ان کے کفر میں مزید اضافہ کا سبب بن گیا۔ ایسے معاندین کے حق میں توبہ کبھی قبول نہ ہوگی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص ایمان لایا، پھر اس کے بعد مرتد ہو گیا، پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسلام دشمنی میں اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں، ایسے شخص کی بھی توبہ قبول نہ ہوگی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مرتد ہو جانے کے بعد کفر پر ڈٹا رہا اور جب موت کا وقت آ پہنچا تو توبہ کی سوجھی، اس وقت بھی توبہ قبول نہ ہوگی البتہ جو لوگ اپنی زندگی میں اسلام دشمنی میں سرگرم اور تقریر وتحریر کے ذریعہ لوگوں میں الحاد اور باطل عقائد پھیلانے میں سرگرم رہے ان کی توبہ قبول ہونے کی صورت اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ بیان فرمائی ہے کہ:

۱۔ آل عمران: ۹۰

۲۔ تفسیر عثمانی: ۱۰۴

۳۔ الجامع الاحکام القرآن: ۴/ ۱۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَیَّنُوْا﴾ ۱

یعنی ان کی توبہ کی قبولیت کے لیے تین شرطیں لازم ہیں؛ سچی توبہ کریں، اپنے اعمال وافعال درست کر کے اپنی اصلاح کرلیں اور جو کچھ الحاد یا باطل عقائد وہ لوگوں میں پھیلا چکے ہیں، برملا اس کی تردید بھی کریں۔ اگر تقریر کے ذریعہ گمراہی پھیلائی ہے تو اسی طرح بھری محفل میں ایسے عقائد سے بیزاری کا اظہار اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور اگر تحریری صورت میں گمراہی پھیلانے کے مرتکب ہوئے ہیں تو تحریری صورت میں اس کی تلافی اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں تو ایسے لوگوں کی بھی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ ۲

علامہ ابن کثیرؒ رقم فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد پھر اسی کفر پر مرنے والوں کو پروردگار عالم ڈرا رہا ہے کہ موت کے وقت تمہاری توبہ قبول نہیں ہوگی جیسے دیگر مقام پر ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّی تُبْتُ الْآنَ وَ لَالَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَ هُمْ كُفَّارٌ. اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا﴾ ۳

''اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) بُرے کام کرتے رہے یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو اُس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کیلئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

آخر دم تک یعنی موت کے وقت تک گناہوں میں مبتلا رہنے والے موت کو دیکھ کر جو توبہ کریں، وہ اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے اور یہی صورت حال، زیر مطالعہ آیت میں ہے کہ ان کی توبہ ہرگز مقبول نہ ہوگی اور یہی لوگ وہ ہیں، جو راہ حق سے بھٹک کر باطل راہ پر لگ گئے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ مسلمان ہوئے تھے پھر مرتد ہوگئے۔ دوبارہ اسلام لائے اور پھر مرتد ہوگئے اس کے بعد اپنی قوم کے پاس آدمی بھیج کر پوچھا کہ کیا اب ہماری توبہ ہے؟ انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ۴

جرم ارتداد پر پانچویں آیت:

ایمان کے بعد ارتداد سے متعلق، اللہ تعالیٰ کا ایک فرمان یہ بھی ہے:

﴿ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ۵

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کیساتھ کفر کرے وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کیساتھ مطمئن ہو بلکہ وہ جو (دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو بڑا سخت عذاب ہوگا۔''

مذکورہ آیت کا پس منظر، حضرت عمار بن یاسرؓ کا واقعہ ہے، جن کی آنکھوں کے سامنے ان کے والد گرامی اور ان کی والدہ محترمہ کو

۱۔ البقرہ: ۱۶۰ ۲۔ تیسیر القرآن: ۲۸۶/۱

۳۔ النساء: ۱۸ ۴۔ تفسیر القرآن العظیم: ۴۶۴/۱

۵۔ النحل: ۱۰۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سخت ترین سزائیں دے دے کر شہید کر دیا گیا، اور انہیں بھی اس قدر نا قابل برداشت اذیت سے دوچار کیا گیا کہ آخر انہوں نے جان بچانے کے لیے وہ سب کچھ کہہ دیا جو کفار ان سے کہلوانا چاہتے تھے۔ اس کے بعد وہ روتے ہوئے اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہؐ مجھے نہ چھوڑا گیا، جب تک میں نے آپ کو برا اور ان کے معبودوں کو اچھا نہ کہہ دیا"۔ آپؐ نے پوچھا: ''اپنے دل کا کیا حال پاتے ہو؟'' انہوں نے جواب میں عرض کیا: ''ایمان پر پوری طرح مطمئن ہے۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان عَادُوْا فَعُدَ. ''

''اگر وہ پھر اس طرح کا ظلم کریں، تم پھر یہی باتیں کہہ دینا۔''[1]

مذکورہ آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبیؒ رقم طراز ہیں:

''(من کفر باللّٰہ) ھذا متصل بقولہ تعالیٰ: ((لا تنقضو ا الایمان بعد توکیدھا)) فکان مبالغۃ فی الوصف بالکذب، لان معناہ لا ترتد وا عن بیعۃ الرسول. أی من کفر من بعد ایمانہ و ارتد فعلیہ غضب اللّٰہ....'' [2]

''من کفر باللہ کا فرمان ربانی، دوسرے ارشاد الٰہی لا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا سے متصل ہے اور یہ کذب کے وصف میں مبالغہ ہے کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی بیعت سے منہ مت موڑو گویا جو شخص بھی ایمان کے بعد کفر اختیار کرے گا اور ارتداد کا مرتکب ہوگا، اس پر اللہ کا غضب ہوگا۔''

امام ابن کثیرؒ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہ وضاحت کی ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر اختیار کریں، دیکھ کر اندھے ہو جائیں، کفر پر ان کا سینہ کھل جائے اور وہ اسی پر مطمئن ہو جائیں، وہ اللہ کی غضب میں گرفتار ہوتے ہیں کہ ایمان کا علم حاصل کر کے، اس سے پھر گئے ہیں۔ انہیں آخرت میں بڑا سخت عذاب ہوگا کیونکہ انہوں نے آخرت بگاڑ کر دنیا سے محبت کی ہے اور صرف دنیا طلبی کی وجہ سے، اسلام پر مرتد ہونے کو ترجیح دی ہے چونکہ ان کے دل ہدایت حق سے خالی تھے۔ لہٰذا اللہ کی جناب سے انہیں ثابت قدمی میسر نہ آئی۔ ان کے دل پر مہریں لگ چکی ہیں کہ نفع کی بات انہیں سمجھ میں نہیں آتی۔ ان کان اور آنکھیں بھی بیکار ہو چکی ہیں کہ نہ حق سن سکیں، نہ دیکھ سکیں۔ پس کسی چیز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور اپنے انجام سے غافل ہو گئے یقیناً ایسے لوگ، قیامت کے دن اپنا اور اپنے ہم خیال لوگوں کا نقصان کریں گے۔[3]

مولانا شبیر احمد عثمانی نے آیہ نحل کی تفسیر میں، اظہار خیال فرمایا ہے کہ ایک تو وہ مجرم ہیں جو سینکڑوں دلائل و آیات سن کر بھی یقین نہ لائیں مگر ان سے بڑھ کر مجرم وہ ہیں جو یقین لانے اور تسلیم کرنے کے بعد شیطانی شبہات و وساوس سے متاثر ہو کر صداقت سے منکر ہو جائیں، جیسے عبداللہ بن ابی سرح نے کیا تھا کہ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔ ان مرتدوں کی سزا آگے بیان فرمائی ہے۔ درمیان میں اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ الخ سے ایک ضروری استثناء کر دیا گیا یعنی اگر کوئی مسلمان صدق دل سے برابر ایمان پر قائم ہے اور ایک لمحہ کے لیے بھی ایمانی روشنی اور قلبی طمانیت، اس کے قلب سے جدا نہیں ہوئی بلکہ صرف کسی خاص حالت میں، بہت ہی سخت دباؤ اور زبردستی سے مجبور ہو

۱۔ مستدرك حاكم: ۳۳۶۲، كتاب التفسير، تفسير سورة النحل، وقال الإمام الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط شيخين ولم يخرجاه

۲۔ الجامع الاحكام القرآن: ۱۰/۱۸۰

۳۔ تفسير القرآن العظيم: ۲/۷۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر، شدید ترین خوف کے وقت گلوخلاصی کے لیے، محض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کوئی کلمہ اسلام کے خلاف نکال دے بشرطیکہ اس وقت بھی قلب میں کوئی تردد نہ ہو، بلکہ زبانی لفظ سے سخت کراہیت ونفرت ہو، ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔[1]

مذکورہ آیہ نحل کی تفسیر میں، مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ رقم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان مصیبتوں اور سختیوں سے گھبرا کر یا جان کے خطرہ کے وقت، منہ سے کوئی کلمہ کفر کہہ دیتا بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر بدستور قائم ہو تو اس بات کی رخصت ہے ورنہ اصل حکم یا عزیمت یہی ہے کہ اس وقت بھی اس کے پائے استقلال میں لغزش نہ آنے پائے اور وہ اس رخصت سے فائدہ نہ اٹھائے۔ جو لوگ اسلام لانے کے بعد پیش آمدہ مصائب سے گھبرا کر، اپنی سابقہ کفر کی آرام طلب زندگی کو ترجیح دینے لگیں اور کسی قسم کا دنیوی نقصان بھی برداشت کرنے پر آمادہ نہ ہوں اور انہیں وجوہ کی بنا پر برضا ورغبت دوبارہ کفر کی راہ اختیار کر لیں، ایسے لوگ فی الواقع، عذاب عظیم کے مستحق ہیں۔[2]

حافظ صلاح الدین یوسف اس آیت کے ذیل میں جواز ارتداد کی استثنائی صورت واضح کرتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا جائے اور وہ جان بچانے کے لئے قولاً یا فعلاً، کفر کا ارتکاب کر لے جبکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، وہ کافر نہیں ہوگا، نہ اس کی بیوی اس سے جدا ہوگی اور نہ اس پر دیگر احکام کفر لاگو ہوں گے۔ مرتد ہونے کی یہ سزا ہے کہ وہ غضب الٰہی اور عذاب عظیم کے مستحق ہوں گے اور اس کی دنیاوی سزا قتل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔[3]

جرم ارتداد پر چھٹی آیت:

اسلام کے بعد ارتداد کی سزا سے متعلق، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾[4]

''جس دن بہت سے منہ سفید ہوں گے اور بہت سے منہ سیاہ۔ تو جن لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے (اُن سے اللہ فرمائے گا کہ) کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے تھے؟ پس (اب) اس کفر کے بدلے عذاب (کے مزے) چکھو۔ ۱۰۶۔ اور جن لوگوں کے منہ سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت (کے باغوں) میں ہوں گے اور اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔''

مذکورہ آیت میں **اکفرتم بعد ایمانکم** کے الفاظ سے مرتدین، منافقین، اہل کتاب اور عام کفار، سب مراد ہو سکتے ہیں۔ مرتد تو کہتے ہی اس کو جو ایمان کے بعد کافر ہو جائے اور منافق زبان سے اقرار کے باوجود، دل سے کافر ہی رہتا ہے۔ اہل کتاب اپنے نبیوں اور کتابوں پر ایمان کے مدعی ہیں، جس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے انبیاء وکتب کی، رسول اللہ ﷺ سے متعلق بشارتیں بھی تسلیم کریں اور ان کی ہدایات کے موافق رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں مگر وہ آپ کے انکار میں سب سے بڑھ کر ہیں گویا اہل کتاب بھی اپنے نبی اور اپنی کتاب پر ایمان کے بعد کافر بن رہے ہیں اور عام کفار کے حق میں اس خطاب کا یہ حاصل ہوگا کہ خدائے واحد نے سب کو دین فطرت پر

١۔ تفسیر عثمانی: ٤٨٢

٢۔ تیسیر القرآن: ٥٥٣/٢

٣۔ احسن البیان: ٣٦٤

٤۔ آل عمران: ١٠٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا کیا تھا، تم اس فطرت ایمانی کو ضائع کر کے کافر کیوں بن گئے؟ باقی سیاقِ آیات سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفر سے مراد فعلی کفر، اختلاف اور تفریق مذموم مراد ہے۔[۱]

امام قرطبیؒ نے قتادہ کا ایک قول روایت کیا ہے کہ اس آیت میں ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے کا مصداق، دراصل مرتدین کی جماعت ہے۔[۲]

جناب قتادہ کے بیان کردہ مفہوم کی تائید، مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے، جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں:

"یرد علی الحوض فی یوم القیمة رهط من اصحابی، فیجلّون عن الحوض، فاقول یارب أصحابی، فیقول: انّک لا علم لک بما احد ثوا بعدک، انهم ارتدوا علی ادبارهم القهقوی" [۳]

''قیامت کے دن حوض پر مرے ساتھیوں کا ایک گروہ آئے گا، جن کو حوض سے ہٹا دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: اے رب! یہ مرے ساتھی ہیں۔ اللہ فرمائیں گے: آپ کو معلوم نہیں ہے کہ انہوں نے آپؐ کے بعد کیا کرتوت کیا تھا، یہ اپنی پیٹھ کے بل دین سے مرتد ہو گئے تھے۔''

مذکورہ حدیث کی وضاحت، شارحین حدیث کے کلام سے، باب ہذا کی فصل دوم میں موجود ہے۔ یہ حدیث یہاں، برسبیل تذکرہ آ گئی ہے چنانچہ اس کی شرح کو فصل دوم میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے تاہم تاریخی اور واقعاتی شواہد کی بنا پر یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ، (معاذ اللہ) مرتد نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا تھا۔

مذکورہ آیات مبارکہ کے مطالعہ اور مختلف علمائے تفسیر کے نقطہ نگاہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم میں جرم ارتداد پر اخروی سزا کا ذکر موجود ہے مگر اس پر دنیوی سزا کو بیان نہیں کیا گیا تاہم یہ بھی معلوم حقیقت ہے کہ کسی فعل پر اخروی سزا کے بیان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس پر دنیا میں کوئی سزا موجود ہی نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے عدمِ ذکر سے اس کا عدمِ وجود لازم نہیں آتا اور نہ اس عدمِ ذکر سے کسی فعل کو جواز فراہم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم نے سزائے ارتداد کا صریح ذکر نہ کر کے مرتدین اور معاندین کو یہ پرمٹ دے دیا ہے کہ وہ بہ بانگ دہل ارتدادی عمل کا ارتکاب کرتے رہیں، خود بھی دین کو کھیل تماشا بنائے رکھیں اور دیگر سادہ لوح اہل ایمان کو اپنی حرکات وسکنات سے آزمائش میں ڈالے رکھیں قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کے عدمِ ذکر کا یہ قطعاً مطلب نہیں ہے بلکہ بعض آیات مبارکہ کے اقتضاء النص اور اشارۃ النص سے ارتداد کی سزا، دنیا میں بھی ثابت ہوتی ہے، اس بحث کا تفصیلی بیان، باب پنجم کی فصل اول میں آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

۱۔ تفسیر عثمانی: ۱۰۸

۲۔ الجامع لاحکام القرآن: ۱۶۶/۴

۳۔ صحیح البخاری: ۶۵۸۵، کتاب الرقاق، باب فی الحوض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

احادیث نبویہ اور سزائے ارتداد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم:

احادیث نبویہ اور سزائے ارتداد

گزشتہ فصل میں سزائے ارتداد پر مبنی نصوص قرآنیہ کا مطالعہ پیش کیا گیا تھا، جسے مقالہ نگار نے قدیم وجدید مفسرین کرام کی آراء سے بھی مزین کیا تھا۔ قرآن حکیم کے بعد حدیث وسنت رسول، شریعت اسلامیہ کا دوسرا ماخذ ہے چنانچہ صحیح اسناد کے ساتھ پایہ ثبوت تک پہنچ کر حدیث بھی قرآن حکیم کی مانند اتھارٹی بن جاتی ہے۔ زیر مطالعہ فصل میں سزائے ارتداد پر مشتمل احادیث پیش کی جائیں گی اور ان کی شرح میں علمائے حدیث وفقہ کے اقوال بھی ذکر کروں گا البتہ سزائے ارتداد کے باب میں، احادیث وسنن پر اشکالات وشبہات کا تفصیلی مطالعہ باب پنجم کی فصل دوم میں ملاحظہ کیا جائے گا۔ فصل ہذا میں سزائے ارتداد سے متعلقہ حدیثی روایات، احادیث کی تخریج اور استنادی حیثیت کے ساتھ ساتھ، مختصر تشریحی نکات بھی پیش خدمت ہیں:

سزائے ارتداد پر پہلی حدیث:

حضرت انسؓ سے روایت ہے:

"أنّ ابن عباس قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، من بدل دينا فاقتلوه". [1]

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنا دین بدلا، اسے قتل کردو۔"

مذکورہ حدیث اپنے موضوع پر بالکل واضح ہے کہ جو شخص اپنا دین بدلے گا، اسے قتل کردیا جائے گا۔ سزائے ارتداد پر مبنی درج بالا روایت، ایک دوسری سند سے بھی وارد ہوئی ہے، جس میں حضرت انسؓ کی بجائے جناب عکرمہ بن خالد نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے چنانچہ حضرت عکرمہ بیان فرماتے ہیں:

"أتى علي رضى اللّٰه عنه، بزنادقة فأحرقهم، فبلغ ذلک ابن عباس، فقال: لو كنت أنا لم أحرقهم، لنهى رسول الله صلى اللّٰه عليه وسلم: لا تعذبوا بعذاب اللّٰه، و لقتلتهم، لقول رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: من بدل دينا فاقتلوه." [2]

"بعض زنادقہ کو حضرت علیؓ کے پاس لایا گیا، آپ نے انہیں جلا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے کہا: اگر میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ آپؐ نے منع فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب سے سزا نہ دو، بلکہ میں انہیں قتل کردیتا کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ جو دین بدلے گا، اسے قتل کردو۔"

بخاری شریف کا مذکورہ بالا واقعہ، اس باب میں بالکل واضح ہے کہ ارتداد بہرحال ایک جرم ہے اور اس کی سزا بھی سزائے قتل ہے۔ حضرت علیؓ نے مرتدین کو آگ میں جلا دیا تھا مگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مؤقف یہ تھا کہ حدیثِ رسول کی بنا پر، میں انہیں آگ میں نہ جلاتا بلکہ ان کی گردن مار دیتا۔

سزائے ارتداد کے بعض منکرین کا خیال یہ ہے کہ عربی ادب میں قتل سے محض خون بہانا ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ اعمال بد پر طعن و

۱۔ سنن النسائی: ٤٠٦٠، ٤٠٦١، ٤٠٦٤، ٦٥٤٠، باب الحكم فى المرتد، حكم الالبانى: صحيح

۲۔ صحيح البخارى: ٦٩٢٢، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم،باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملامت کو بھی قتل سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ خود قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر قتل کا کلمہ مار دینے اور گردن اڑا دینے کے مفہوم میں استعمال نہیں ہوا بلکہ صرف محاوراتی اور ادبی مفہوم میں دھتکار اور پھٹکار کیلئے استعمال ہوا ہے۔ ہمارے ان جدید مفکرین کے نزدیک، اس قسم کی نادر لغوی تحقیق کا منشا یہ ہے کہ مندرجہ بالا روایت میں ارتداد کا عمل زیادہ سے زیادہ موجب طعن ہوگا۔ مگر اسے قابل گردن زنی قرار نہیں دیا جا سکے گا۔[۱]

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہر قوم کی ادبیات کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے اور وہ قوم اپنی ادبیات کا مفہوم متعین کرنے کی مجاز ہوتی ہے مگر کلام کے سیاق و سباق کو پس پشت ڈال کر، کسی لفظ کے سر کوئی سا مفہوم بھی منڈھ دینا دنیائے ادب کی خدمت نہیں ہے بلکہ اسے ادبی اور لسانی بدعت سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے۔ مقالہ نگار کی رائے میں، سزائے ارتداد کے باب میں قتل کا وہی مفہوم معتبر ہوگا، جو اس کلام کی اولین مخاطب قوم نے سمجھا ہے اور جس پر اپنے طرزِ فکر سے عمل پیرا ہو کر دکھایا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ اس حکم کے مخاطبین اول نے، فاقتلوہ کی تعبیر سے مرتد کی گردن اڑانا اور اسے تہ تیغ کرنا ہی اخذ کیا تھا اور اسے کسی نوع کی دھتکار اور پھٹکار پر محمول نہیں کیا تھا۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ اس روایت کے دیگر الفاظ بھی فاقتلوہ، کا مفہوم واضح کر دیتے ہیں کہ اس سے معروف معنوں میں قتل کرنا ہی مراد ہے۔ اس موضوع پر موطا کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

"من غير دينه فاضربوا عنقه". [۲]

''جو اپنا دین بدلے گا، اس کی گردن اڑا دو۔''

مؤطا کی مذکورہ بالا رویات اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ جو شخص اپنا دین بدلے گا، اسے قتل کر دیا جائے گا۔ گویا متکلم نے اپنی مراد کو خود ہی بیان کر دیا ہے اور اب کسی ابہام، اشکال یا تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔ مذکورہ حدیث میں دو نکات، قابل تنقیح ہیں۔ پہلا نکتہ من کے عموم اور دوسرا نکتہ دین کے مفہوم سے متعلق ہے۔

اس روایت میں عموم کا معنی پایا جاتا ہے کیونکہ مَن شرطیہ عموم کا صیغہ ہے، جو دین کے معاملہ میں عام ہے اور مرد و زن کو شامل ہے، اس کا باعث یہ ہے کہ اسم جنس کی جب اضافت کی جائے گی، وہ عموم کا فائدہ دے گا۔ شیخ ابن العربیؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"هو عام في كل مبدّل بقوله من و هي من الفاظ العموم" [۳]

''یہ حدیث ہمہ قسم کے تبدیل کار پر عام ہے کیونکہ من کا لفظ عموم کے الفاظ میں شامل ہے۔''

علامہ ابن منذرؒ رقم فرماتے ہیں:

"ثبت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قولا عاما، يدخل فيه الرجال والنساء و ابو حنيفة يقول: باجبارها على الاسلام." [۴]

''یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمومی ارشاد فرمایا ہے، جس کے تحت مرد اور عورتیں داخل ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مرتدہ عورت کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا، قتل نہیں۔''

فقہائے احناف کے نزدیک، مرتدہ عورت کو قتل نہ کرنے کی بنیاد وہ حدیث ہے جس کے مطابق آپؐ نے جنگ میں کسی عورت کی

۱۔ قتل مرتد کی شرعی حیثیت: ۴۳

۲۔ موطا امام مالك، ۲۹۸۷، كتاب الأقضية، باب القضاء فيمن ارتد عن الاسلام، حديث صحيح

۳۔ المسالك في شرح مؤطا مالك: ۳۵۲/۶، تحقيق محمد السليماني، عائشة السليماني، دارالغرب الاسلامي، القبس في شرح مؤطا مالك بن انس: ۹۰۹/۳، تحقيق: محمد عبدالله ولد كريم۔ دارالغرب الاسلامي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نعش دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا کہ انہیں قتل نہ کیا جائے۔ بہرحال فقہائے کرام کے مابین یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے کہ عورت، من کے عموم میں داخل ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک، عورت بھی عموم میں شامل ہے اور فقہائے احناف کے خیال میں عورت اس سے مستثنیٰ ہے۔

مذکورہ روایت میں دوسرا تنقیح طلب نکتہ، دین کے مصداق سے متعلق ہے چنانچہ اس حدیث کے عموم کا یہ مطلب نہیں ہے کہ من کے لفظ میں تمام ادیان و مذاہب شامل ہیں اور جو شخص یہودی سے عیسائی ہوگا یا عیسائی سے ہندو بنے گا یا بدھ مت چھوڑ کر سکھ مذہب اختیار کرے گا یا کسی دوسرے مذہب سے اسلام میں داخل ہوگا، وہ بھی سزائے ارتداد کا مستحق ہوگا، یہ مفہوم بالکل بھی درست نہیں ہے بلکہ اس سے مراد، اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا دین اختیار کرنا مراد ہے کیونکہ حقیقی دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ [1]

''دین تو اللہ کے نزدیک اسلام (ہی) ہے۔''

مذکورہ آیت میں 'الدین' کے اسم اور 'الاسلام' کی خبر سے مل کر جملہ مکمل ہوتا ہے، جو حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ گویا اس کا معنی یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی دین بھی اللہ کی بارگاہ میں قبول نہ ہوگا اور اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ [2]

''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

بلاشبہ اسلام، جملہ ادیان سے اعلیٰ وارفع دین ہے اور اس نے تمام مذاہب پر خط تنسیخ کھینچ دیا ہے یہی باعث ہے کہ جمہور علمائے کرام کے نزدیک، مذکورہ حدیث میں وارد سزائے ارتداد، محض اسلام کے تارک پر منطبق ہوگی کیونکہ اللہ کے نزدیک اسلام ہی دین برحق ہے اور اس کی بارگاہ میں اسی کو شرف قبول ہوگا۔ غیر اسلامی ادیان و مذاہب اپنے باہمی اختلاف کے باوجود، اسلام کے مقابلہ میں الکفر ملة واحدة کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک مذہب کو ترک کر کے کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرنے والا، دراصل ایک باطل کو چھوڑ کر دوسرے باطل کو اختیار کرتا ہے، اور کسی کے اس عمل سے، اسلام کو کوئی سروکار نہیں ہے، اسلام کا تعزیری قانون اسی شخص کے خلاف حرکت میں آئے گا جو دین حق، دین اسلام کو ترک کرے گا۔[3]

سزائے ارتداد پر دوسری حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لا يحل دم امرى مسلم، يشهد أن لا اله الّا اللّٰه و أنى رسول اللّٰه ، الّا بأحدى ثلاث: النّفس بالنّفس، والثّيب الزّانى، والمارق من الدين التّارک للجماعة''. [4]

''جو شخص یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور میں (محمد) اللہ کا رسول ہوں، اس مسلم کو تین میں سے کسی ایک صورت کے سوا قتل کرنا جائز نہیں ہے: قتل کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا، شادی شدہ زانی قتل کیا جائے گا اور دین سے نکل جانے والا، جماعت کو چھوڑنے والا بھی قتل کیا جائے گا۔''

٤۔ الاشراف على مذاهب اهل العلم : ٢/ ٢٤٠، تحقيق: محمد نجيب سراج الدين، مكتبه الثقافة، الدوحة،قطر

١۔ آل عمران:١٩

٢۔ ايضا: ٨٥

٣۔ الجامع للاحكام القرآن:٣/ ٤٧؛شرح الخرشى: ٨/ ٦٩

٤۔ صحيح البخارى: ٦٨٧٨، كتاب الديات،باب قول الله تعالىٰ: اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ..... (المائده: ٤٥)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ حدیث میں کسی مسلم کے جواز قتل کی تین صورتیں بیان ہوئی ہیں کہ جس نے جان بوجھ کر بلا کسی انتقام کے کسی کو ناحق قتل کیا ہوگا، اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا اور جو مرد یا عورت شادی شدہ ہو کر زنا کرے گا، اسے پتھروں سے رجم کیا جائے گا، اس سزائے رجم پر اہل اسلام کا اجماع ہے جبکہ غیر شادی شدہ زانی کوزنا پر سو کوڑے رسید ہوں گے اور جو شخص اسلام سے مرتد ہوگا، اسے بھی سزائے ارتداد میں قتل کیا جائے گا۔ بعض روایات میں **المارق من الدین** کی بجائے **المفارق لدینه** آتا ہے اور مارق سے مراد دین کا تارک ہے کیونکہ مروق کا معنی خروج ہوتا ہے۔ بعض روایات میں **التارک لدینه المفارق للجماعة** کے الفاظ ہیں اور اس سے مراد مرتد ہے۔ علمائے اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ کفر پر اصرار کرنے اور اسلام میں واپس نہ آنے پر مرتد کو قتل کر دیا جائے گا اور **التارک للجماعة** میں یہ اشارہ بھی پایا جاتا ہے کہ دین وہی معتبر ہوگا، جس پر اہل اسلام کی جماعت قائم ہوگی۔[1]

علامہ صنعانیؒ رقم طراز ہیں:

> "**المراد بالجماعة، جماعة المسلمين، و انما فراقهم بالردة عن الدين، و هو سبب لاباحة دمه بالاجماع فی حق الرجل.**"[2]
>
> "الجماعۃ سے مراد اہل اسلام کی جماعت ہے اور اہل اسلام سے فراق کی صورت، دین سے ارتداد ہے اور یہی اس کے خون مباح ہونے کا سبب بھی ہے۔ مرد کے حق میں سزائے ارتداد پر اجماع ہے۔"

سزائے ارتداد کے منکرین کا خیال ہے کہ درج بالا روایت میں ترک دین کا ارتدادی عمل، ترک جماعت سے متصل آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ارتداد محض کے ارتکاب سے مرتد پر سزائے قتل واجب نہیں ہوگی بلکہ جب وہ مرتد اہل اسلام کو چھوڑ کر، اسلامی ریاست کے خلاف عملاً باغی بن جائے گا، اسی وقت وہ سزائے قتل کا مستحق ہوگا۔[3]

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسلام میں باغیوں کے خلاف قتال کرنے کا حکم ہے مگر اس کی بنیاد دیگر نصوص پر ہے اور ہماری زیر مطالعہ روایت کا اس سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ہماری پیش کردہ اس روایت کا اصل موضوع، دین سے ارتداد ہے۔ دین کے عمومی احکام کا عملاً ترک کرنا یا اہل اسلام کی جماعت سے علیحدہ ہو جانا، اپنی جگہ پر تفصیل طلب مسائل ہیں کہ اس قسم کے تارک عمل اور تارکِ جماعت کا کیا حکم ہوگا مگر اس حدیث میں تارک دین کی سزائے ارتداد بیان ہوئی ہے اور اس ارتداد سے، دین کو کلی طور پر ترک کرنا مراد ہے۔ علامہ شوکانیؒ کے الفاظ ہیں:

> "**المراد بمفارقة الجماعة: مفارقة جماعة الاسلام، ولا يكون ذالک الا بالكفر لا بالبغی ولا بتداع ونحوهما. فانه وان كان فی ذالک مخالفت للجماعة فليس فيه ترک الدين: اذا المراد الترک الكلی ولا يكون الا بالكفر لا مجرد يا يصدق عليه اسم الترک.**"[4]
>
> "جماعت کو چھوڑنے کا مطلب جماعت اسلام کو چھوڑنا ہے اور جماعت اسلام کو کفر سے چھوڑا جاتا ہے۔ بغاوت اور بدعت وغیرہ سے نہیں اگرچہ بغاوت اور بدعت سے بھی یک گونہ جماعت کی مخالفت ہوتی ہے

١۔ عمدة القاری: ٢٤/٤٢

٢۔ العدة علی احكام الاحكام: ٤/٢٩٩

٣۔ لا اكراه فی الدين: ١٤٩؛ طلوع اسلام: ٦٤

٤۔ نيل الاوطار: ١٠/٤٩٧

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر اس سے ترک دین نہیں ہوتا کیونکہ یہاں ترک سے مراد کلی ترک ہے اور وہ کفر سے ثابت ہوگا، محض لفظ ترک کے مصداق سے ثابت نہ ہوگا۔''

سزائے ارتداد کے منکرین کا پیدہ کردہ یہ معنوی اشتباہ، اس وقت بالکل ہی باطل ہو جاتا ہے، جب ہم اس موضوع کی دیگر روایات کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان روایات کے الفاظ منکرین سزائے ارتداد کا تمام تر معنوی اشکال ختم کر دیتے ہیں اور اس روایت کا حقیقی مفہوم بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے کہ حدیث مذکورہ میں بیان ہونے والا ارتدادی عمل، بجائے خود ایک جرم ہے اور اسلام کے بعد کفر اختیار کرنا فی نفسہ، ایک قابلِ سزا فعل ہے۔

چنانچہ اس موضوع پر حضرت عائشہؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''اما علمت انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال: لا یحل دم امرء سلم اِلّا رجل زنی بعد احصانہ او کفر بعد اسلامہ او النفس بالنفس.''[1]

''کیا آپ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ کسی مسلم کا خون بہانا جائز نہیں ہے۔ مگر جو شخص شادی کے بعد زنا کرے گا یا اسلام کے بعد کفر کرے گا یا کسی کو ناحق قتل کرے گا۔''

مذکورہ بالا روایت میں او کفر بعد اسلامہ کے الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں بھی ارتداد سے، اسلام کے بعد کفر اختیار کرنا ہی مراد ہوگا۔ اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ سیدنا عثمانؓ نے ارشاد فرمایا:

'' سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: لا یحل دم امری مسلم اِلّا باحدی ثلاث رجل زنی بعد احصانہ فعلیہ الرجم، أو قتل عمدا فعلیہ القود، او ارتد بعد اسلامہ فعلیہ القتل. ''[2]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی مسلم کا خون بہانا، تین میں سے کسی ایک صورت کے علاوہ جائز نہیں ہے: جو شادی کے بعد زنا کرے گا، اس پر رجم ہے اور جو قتل عمد کرے گا، اس پر قصاص ہے اور جو اسلام کے بعد مرتد ہوگا، اس پر قتل ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مذکورہ روایت میں، اسلام کے بعد ارتداد کا لفظ واضح طور پر موجود ہے جو اپنی تفسیر آپ بیان کر رہا ہے اور ہمہ قسم کے خارجی وضوح سے قاری کو بے نیاز کر دیتا ہے کہ اسلام کے بعد مجرد ارتداد کا مرتکب ہونا، بجائے خود سزائے قتل کا موجب ہے اور ارتداد مجرد کے جرم و سزا کو حرابہ اور بغاوت جیسے اضافی جرائم کے ساتھ مقید کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

سزائے ارتداد پر تیسری حدیث:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعریؓ کو یمن کا گورنر تعینات فرمایا تھا، اپنے اس واقعہ کا پس منظر خود حضرت ابوموسیٰ نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ اشعر قبیلہ کے دو افراد بھی تھے، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عہدہ طلب کیا۔ میں عرض پرداز ہوا کہ یا رسول اللہ! انہوں نے مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا اور نہ مجھے یہ

۱۔ صحیح البخاری: ٦٨٧٨، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ..... (المائدہ: ٤٥)

۲۔ ایضا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہی تھا کہ دونوں عہدہ کے طلب گار ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ اس وقت مسواک کر رہے تھے گویا میں اب بھی آپ کے ہونٹ نیچے دبی مسواک دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا:

"لن نستعمل علی عملنا من ارادہ ولکن لذھب انت یا ابا موسیٰ او یا عبداللّٰہ بن قیس الی الیمن، ثم اتبعہ ماذ بن جبل فلما قدم علیہ القی لہ و سادۃ، قال: انزل، فاذا رجل عندہ موثق فقال ما حذا؟ قال: کان یھودیا ثم اسلم ثم تھود قال: اجلس، قال: لا اجلس حتی یقتل قضاء اللّٰہ و رسولہ ثلاث مرات، فأمر بہ فقتل." [1]

"جو شخص عہدے کا طلب گار ہو، ہم اسے عامل نہیں بناتے ہیں البتہ اے ابوموسیٰ آپ خود یمن جائیں! اس کے بعد آپ نے ان کے پیچھے حضرت معاذ بن جبل کو بھیجا۔ جب وہ ابوموسیٰ کے پاس آئے، انہوں نے تکیہ لگایا اور کہا کہ تشریف رکھیے! جبکہ ان کے پاس ایک آدمی بندھا ہوا تھا۔ پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب دیا: یہودی تھا، مسلمان ہوا مگر دوبارہ یہودی بن گیا ہے اور کہا کہ آپ بیٹھئے نا۔ معاذ نے کہا: میں اس وقت تک میں نہ بیٹھوں گا جب تک اللہ و رسول کے فیصلہ اسے قتل نہیں کر دیا جائے گا۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔ چنانچہ حکم جاری ہوا اور اسے قتل کر دیا گیا۔"

قتل مرتد کا مذکورہ بالا واقعہ عہد نبوی کا ہے گویا یہ ایک تقریری حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ حیات میں ایک عمل کو اللہ و رسول کا فیصلہ قرار دیا جا رہا تھا اور اس پر اللہ کی جانب سے پیغمبر کو روکا بھی نہیں گیا گویا یہ ایک قسم کا صوابدیدی سکوت تھا، جسے دین کی حیثیت میں وحی نے قائم رکھا ہے۔ ورنہ نزول وحی کے زمانہ میں اس عمل پر ضرور روک دیا جاتا۔ بخاری شریف کی اس روایت سے حضرت معاذ بن جبل کی اس روایت کو بھی تقویت حاصل ہو جاتی ہے، جس کی رو سے یمن روانگی کے وقت، رسول اللہؐ نے انہیں ارتداد کے مرتکب کو توبہ نہ کرنے کی صورت میں قتل کرنے کا حکم دیا تھا، بہرحال جامع بخاری کا یہ واقع سزائے ارتداد پر واضح ثبوت ہے کہ ایک یہودی کو اسلام لا کر مرتد ہونے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا تھا۔

منکرین سزائے ارتداد میں سے جناب شیخ ایس۔اے۔ رحمٰن کا خیال یہ ہے کہ اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ وہ یہودی، کذاب اسود عنسی کے باغی گروہ میں شامل ہو گیا ہو اور اور اسے محض ارتداد کی بنا پر نہیں بلکہ اعدائے اسلام کے ساتھ تعاون کے باعث قتل کیا گیا ہو۔[2]

مقالہ نگار کا جناب چیف جسٹس کو، اس نکتہ آفرینی پر داد دینے کو جی چاہتا ہے کہ گورنر یمن کے روبرو، مجرم کا وہ جرم ہی بیان نہیں کیا گیا تھا، جس کی بنا پر اسے قتل کرنا تو قانوناً جائز تھا بلکہ مجرم کا ایک ایسا جرم بیان کیا گیا تھا، جس کی سزا قتل نہیں ہے مگر اس کے باوجود اسے قتل کر دیا گیا۔ جناب جسٹس کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کی منصفانہ حیات میں کیا کوئی ایک واقعہ بھی ایسا پیش آیا ہے کہ آپ نے کسی مجرم کو اس فعل پر سزا سنائی ہے، جس کا ذکر ہی استغاثہ میں نہ کیا گیا تھا بلکہ وہ فعل سرے سے قابل تعزیر جرم ہی نہ تھا اور آپ نے مجرم کو اس کے ناکردہ گناہ کی سزا، کسی قابل تعزیر جرم کی سزا کی صورت میں سنا دی ہو؟

۱۔ صحیح البخاری: ۶۹۲۲، کتاب استتابۃ المرتدین والمعاندین وقتالھم، باب حکم المرتد والمرتدۃ واستتابتھم

۲۔ جسٹس ایس۔اے رحمان (۱۹۹۰ء-۱۹۰۳ء) آپ کا نام شیخ عبدالرحمٰن تھا۔ وزیر آباد میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۶ء میں انڈین سول سروس جوائن کی۔ آپ علم و ادب سے گہرا شغف رکھتے تھے چنانچہ دفتری زبان کمیٹی کے صدر، مجلس ترقی ادب کے ناظم، پنجاب پبلک لائبریری کے چیئرمین، پاکستان آرٹس کونسل کے صدر اور سنڈیکیٹ جامعہ پنجاب کے مستقل رکن رہے ہیں The Punishment of Apostasy in Islam: P-71

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر مزید سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ نے محض اس کے فعل ارتداد کا ذکر کیا تھا اور جناب جسٹس کے زعم میں ارتدادِ محض پر کوئی سزا نہیں ہے، آخر نا قابل سزا فعل کا ذکر کرنے میں کیا فائدہ تھا؟ اور اصل جرم (حرابہ)، جس کی سزا موت تھی، اسے ذکر نہ کرنے میں کیا حکمت تھی؟ دنیا میں وہ کیسی احمقانہ عدالت ہوگی، جس میں کسی شخص کو اس بنا پر نہیں کہ اس نے کسی کو قتل کیا تھا بلکہ محض اس بنا پر سزائے موت سے دوچار کر دیا جائے کہ وہ پان خوری یا سگریٹ نوشی کا مرتکب پایا گیا تھا!![1]

مذکورہ صحیح ترین اور نا قابل انکار حدیث کو، جناب جسٹس نے حضرت معاذ بن جبلؓ کے ذاتی اجتہاد کا تاثر دیا ہے اور ان کے اجتہادی فیصلہ کو مبنی بر خطا قرار دیتے ہوئے یہ باور کروایا ہے کہ فقہائے امت کے نزدیک بڑی سے بڑی شخصیت کے اجتہاد کو، ہر حال میں درست ماننا یا اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔[2]

جناب جسٹس اے ایس رحمٰن نے حضرت معاذؓ بن جبل کی روایت سے متعلق، جس قسم کے خیالات کا اظہار فرمایا ہے مقالہ نگار کے نزدیک، اسے محتاط سے محتاط الفاظ میں بھی سوئے ظنی سے تعبیر کیا جائے گا اور اس قسم کی شذوذ آراء کے مذہبی دبستان میں انتہائی بھیانک اور خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ گورنر کے ذہن میں اللہ و رسول کے احکامات واضح نہ تھے؟ اور کیا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی سیدنا معاذؓ کی اس خطا میں شریک کار ہوئے ہیں؟ بلکہ اس وقت کے جملہ حاضرین اور اس مرتد کے گرفتار کنندگان بھی اس میں شامل سمجھے جائیں گے، جنہوں نے اس کی سزائے موت پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ خود سرور کونینؐ نے بھی اس پر خفت کا اظہار نہ فرمایا؟ کیا کوئی منصف مزاج شخص، حضرت معاذ بن جبلؓ کو اجتہادی خطا کا سزاوار سمجھے گا یا جناب چیف جسٹس سے دست بستہ عرض کرے گا کہ حضور معاف فرمائیے گا، اسلامی قانون پر حاشیہ آرائی اور طبع آزمائی کرنا آپ کے بس کا روگ نہیں ہے، مہربانی فرمائیے اور ریٹائرمنٹ کے بعد، اپنی افتادِ طبع کے مطابق کوئی دیگر شغل اختیار کیجیے!

حضرت معاذ بن جبلؓ وہ صحابی ہیں، جن کے علم و فضل اور اجتہاد و بصیرت پر رسول اللہ ﷺ کے متعدد فرامین دلالت کناں ہیں چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

"خذوا القرآن من اربعة من ابن مسعود و ابی و معاذ ابن جبل و سالم ."[3]

"چار افراد، عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعب، معاذ بن جبل اور سالم سے قرآن سیکھو۔"

نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

"انه قد سن لكم معاذ هكذا فاصنعوا "[4]

مزید یہ فرمایا:

"اعلمهم بالحلال و الحرام معاذ"[5]

"حلال و حرام کے مسائل سب سے زیادہ معاذ جانتے ہیں۔"

اور حضرت معاذؓ کے حق میں یہ بھی فرمان نبوت ہے:

"معاذ ابن جبل امام العلماء يوم القيمة برتوة"[6]

۱۔ جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا: ۴۴ ۲۔ ایضاً

۳۔ مسند أحمد: ٦٧٨٦، قال محققوا المسند: إسناده صحيح على شرط الشيخين

٤۔ مسند أحمد: ٢٢١٢٤، قال محققوا المسند: ورجاله ثقات، رجال الشيخين غير المسعودى، وهو عبدالرحمن بن عبدالله بن عتبة، فقد روى له البخارى استشهادا و اصحاب السنن

٥۔ مسند احمد: ١٢٩٠٤، مسند أنس بن مالك، قال محققوا المسند: إسناده صحيح على شرط الشيخين، و رجاله كلهم ثقات

٦۔ الجامع الصغير: ١٠٨٢٠، و كل طرقه مرسلة ضعيفة وقال الشيخ البانى: وبالجملة فالحديث بمجموع هذه الطرق صحيح بلا شك ولا يرتاب فى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''قیامت کے روز معاذ، تمام علماء سے آگے ہوں گے۔''

حضرت معاذ بن جبلؓ کے حق میں، زبان نبوت سے جاری کردہ مندرجہ بالا فضائل کے بعد بھی، یہ جناب جسٹس ہی کا حوصلہ ہے کہ وہ سزائے ارتداد کے باب میں حضرت معاذؓ کے اجتہاد کو مبنی بر خطا تصور فرمائیں اور ارشادات نبوی کے باوجود، ان کے مؤقف کی تائید ضروری خیال نہ کریں ورنہ حقیقت میں مذکورہ بالا واقعہ ان کی اجتہادی بصیرت کا بین ثبوت ہے کہ انہوں نے مرتد کی سزائے قتل کو اللہ ورسول کا فیصلہ قرار دیا ہے اور ہمارے منکرین سزائے ارتداد کی مانند یہ نہیں فرمایا کہ قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا وجود ہی نہیں ہے اور اس موضوع پر حدیث رسول کا وہ مفہوم ہی نہیں ہے جو عموماً لوگ سمجھتے ہیں بلکہ مجرد ارتدادی عمل، اسلامی تعزیرات کی رو سے کوئی جرم ہی نہیں، اس پر سزا کا کیا مطلب؟[1]

سزائے ارتداد پر چوتھی حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو خلافتِ فاروقی میں کوفہ کا گورنر تعینات کیا گیا تھا۔ ایک دفعہ انہیں کسی مخبر نے بتایا کہ بنوحنیفہ کی مسجد میں چند لوگ یہ گواہی دے رہے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ یہ اطلاع پا کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سپاہیوں کا ایک دستہ بھیجا جس نے انہیں گرفتار کر کے آپ کے روبرو پیش کر دیا گیا۔ آپ نے ان سے پوچھا اور انہیں سمجھایا انہوں نے تائب ہو کر وعدہ کیا کہ ہم آئندہ یہ حرکت نہ کریں گے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے سب کو چھوڑ دیا مگر ایک شخص عبداللہ بن نواحہ کو نہ چھوڑا بلکہ اسے قتل کر دیا۔ اس پر حاضرین نے تعجب کا اظہار کیا کہ آخر کیا معاملہ ہے کہ آپ نے ایک ہی مقدمہ کو مختلف انداز سے ڈیل کیا ہے۔ آپ نے باقی افراد کو چھوڑ دیا مگر ایک کو قتل کر دیا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا:

"انی سمعت رسول الله ﷺ ، و قدم عليه هذا و ابن أثال بن حجر، فقال: أتشهدان أنی رسول الله ؟ فقالا: نشهد أن مسيلمة رسول الله ، فقال النبی صلی الله عليه وسلم: آمنت بالله و رسله، لو كنت قاتلا وفدا، لقتلتكما، فلذ لک قتلته". [2]

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا جبکہ عبداللہ بن نواحہ آپ کے پاس مسیلمہ کا سفیر بن کر آیا تھا۔ ایک دوسرا شخص حجر بن وثال بھی اس کے ساتھ سفارت میں شریک تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا: ''کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟'' انہوں نے جواب دیا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں، اگر سفارتی وفد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا'' یہ واقعہ بیان کر کے حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں نے اسی وجہ سے ابن نواحہ کو قتل کیا ہے۔"

مذکورہ بالا واقعہ کی درست تفہیم کیلئے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ بنوحنیفہ کا قبیلہ دراصل مسیلمہ کذاب کا قبیلہ تھا۔ ان کا سترہ افراد پر مشتمل وفد ۹ ہجری کو مدینے آیا تھا اور خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا تھا۔ اس وفد میں مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا، جس نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ آپ اپنے بعد حکومت ہمارے حق میں طے کر دیں مگر آپ نے سختی سے انکار کر دیا تھا۔ مسیلمہ نے

ذالك من له معرفة بهذا العلم الشريف۔

۱۔ قتل مرتد، غلام احمد پرویز: ۳۷

۲۔ مسند احمد: ۳۸۳۷، قال محققوا المسند: حديث صحيح و هذا اسناده ضعيف۔ ابن معيز هذا..... فقال ابن معين ادرك النبی صلی الله عليه وسلم ولم يره، روى عنه ابو وائل ، يروى عن عبدالله، انظر: اسد الغابه، ۲٤٦/٦، واورده الهيثمی فی المجمع و قال: رواه احمد وابن معيز لم اعرفه و بقية رجاله ثقات، ۳۱٤/٥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واپسی جا کر یہ دعویٰ کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجھے بھی کاروبار نبوت میں شریک کیا گیا ہے اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔[۱]

بنوحنیفہ نے قبائلی عصبیت میں آ کر مسیلمہ کو نبی مانا اور اسلام کے بعد ارتداد کا ارتکاب کیا۔ بنوحنیفہ کے اسلام اور ارتداد کے عمل میں عبداللہ بن نواحہ اور حجر بن وثال بھی شریک تھے۔ انہی دو افراد کو مسیلمہ کذاب نے اپنا خط دیکر رسول اللہؐ کی خدمت میں بھیجا تھا، جس میں اس نے لکھا تھا کہ مجھے بھی اس کام میں آپؐ کے ساتھ شریک کیا گیا ہے چنانچہ صنف حکومت ہماری اور باقی نصف قریش کی ہے۔ اس کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور بلاشبہ انجام اہل تقویٰ کیلئے ہے۔''[۲]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیان کردہ روایت اور اس کا پس منظر واضح کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن نواحہ اور حجر بن وثال کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ انہوں نے اسلام کو بعد ارتداد کا ارتکاب کیا تھا مگر اس وقت چونکہ وہ سفیر کی حیثیت میں آئے تھے، اسی باعث سفارتی آداب کا لحاظ کرتے ہوئے آپ نے ان پر سزائے ارتداد کا نفاذ نہیں کیا اور آپ کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے وقت، عبداللہ بن نواحہ کی سفارت کارانہ حیثیت ختم ہو چکی تھی، لہذا آپؓ نے ابن نواحہ کو سزائے موت سے دوچار کر دیا۔

مذکورہ واقعہ سزائے ارتداد کے باب میں سنت فعلیہ کا درجہ رکھتا ہے اور سزائے ارتداد کے منکرین کے خلاف حجت ہے، جن کا خیال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں کسی مرتد کو قتل نہیں کیا تھا۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اوّلاً، عہد نبوت میں مرتدین کا وجود ہی نہ ہونے کے برابر تھا اور جن مجرمین کا وجود ہی نہیں تھا، ان پر سزا کے نفاذ سے متعلق، عملی مثال کا مطالبہ کرنا بے معنی بات ہے۔ ثانیاً، محض فعلی سنت ہی شریعت میں حجت نہیں ہے آپ سے ثابت شدہ قولی اور تقریری سنت بھی فعل نبوی کے مساوی درجہ رکھتی ہیں۔ ثالثاً، سفرائے مسیلمہ کا واقعہ یک گونہ فعلی سنت کا مقام رکھتا ہے کیونکہ سفارت کاری کا مانع موجود نہ ہوتا تو رسول اللہؐ نے انہیں سزائے ارتداد میں قتل کر دینا تھا اور اس باب میں آپ کا ارادۂ قتل اپنی حقیقت بالکل واضح ہے۔[۳]

سزائے ارتداد پر پانچویں حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

''كان عبدالله بن سعد بن ابى سرح يكتب لرسول الله صلى الله عليه وسلم فأزله الشيطان، فلحق بالكفار، فأمر به رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقتل يوم الفتح، فاستجار له عثمان بن عفان، فأجاره رسول الله صلى الله عليه وسلم''[۴]

"عبداللہ بن سعد بن ابی سرح، رسول اللہ ﷺ کا کاتب تھا، اسے شیطان نے گمراہ کیا چنانچہ وہ کفار کے ساتھ جا ملا۔ فتح مکہ کے دن آپ نے اس کے قتل کا حکم دے رکھا تھا مگر حضرت عثمانؓ بن عفان نے اس کے حق میں پناہ کا سوال کیا، آپؐ نے اس کو اذن پناہ دے دیا۔"

ابن ابی سرح کے ارتداد کا مذکورہ بالا واقعہ، رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیش آیا اور روایت کے الفاظ میں بالکل واضح ہے

۱۔ فتح الباری: ۸/۸۷

۲۔ زاد المعاد: ۳/۳۱

۳۔ عقوبة الارتداد عن الدين: ۳۶

۴۔ سنن أبی داود:۴۳۵۸، كتاب الحدود، باب الحكم فيمن ارتد، حكم الألبانی: حسن الإسناد ،وفی سنده علی بن الحسين بن واقد صدوق قال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ عبداللہ نے اسلام چھوڑ دیا تھا اور وہ کفار سے جا ملا تھا، جس کی بنا پر آپؐ نے اسے جرم ارتداد کی پاداش میں قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔

فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ عبداللہ بن خطل، مقیس بن صبابہ، عکرمہ بن ابی جہل اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو قتل کر دینا اگرچہ وہ کعبہ کے پردہ میں چھپے ہوں۔ چنانچہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے عبداللہ بن خطل کو قتل کر دیا تھا۔ مقیس بن صبابہ کو لوگوں نے بازار میں دیکھ کر قتل کر دیا۔ عکرمہ بن ابی جہل بھاگ کر کشتی میں سوار ہو گیا تھا، اس واقعہ کی تفصیل معروف ہے مگر بعد میں تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے واقعہ کی تشریح، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی مندرجہ ذیل روایت میں ملاحظہ فرمائیں:

"واما ابن أبی سرح فانه اختبا عند عثمان بن عفان، فلما دعا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الناس الی البیعة جاء به حتی أو قفه علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ، فقال: یا نبی اللّٰه بایع عبداللّٰه ، فرفع رأسه فنظر الیه ثلاثا کل ذلک یأبی فبایعه بعد ثلاث، ثم أقبل علی أصحابه فقال: أما کان فیکم رجل رشید یقوم الی هذا حیث رآنی کففت یدی عن بیعته فیقتله؟ فقالوا: ما ندری یا رسول اللّٰه ﷺ، ما فی نفسک ألا أو مات الینا بعینک ، قال: انه لا ینبغی لنبی أن تکون له خائنة الاعین". [1]

"ابن ابی سرح حضرت عثمانؓ بن عفان کے پاس چھپ گیا تھا اور جب آپؐ نے لوگوں کو بیعت کیلئے بلایا تو حضرت عثمانؓ بھی اسے لیکر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ: عبداللہ کو بیعت فرمایئے۔ آپ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور بیعت سے سکوت فرمایا۔ تین بار یہی ہوا۔ اس کے بعد آپ نے اس کی بیعت قبول فرمائی اور اپنے صحابہ کی جانب متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: کیا تم میں کوئی بھلا آدمی موجود نہ تھا کہ جب اس نے دیکھا کہ میں نے بیعت سے ہاتھ روک رکھا ہے، وہ آگے بڑھتا اور اسے قتل کر دیتا؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمیں معلوم نہ تھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے ہمیں اپنی آنکھ سے اشارہ کیوں نہ فرمایا؟ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: نبی کو آنکھ سے خیانت کرنا بھی زیب نہیں دیتا۔"

علامہ ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح مکہ کے دن تائب ہو کر دوبارہ مسلمان بنا تھا اور اسلام پر بہ حسن وخوبی قائم رہا اور اس کے بعد کوئی منکر بھی اس سے ظاہر نہ ہوا۔ وہ قریش کے قابل احترام اور عقل مند افراد میں سے ایک تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ۲۵ھ میں اسے مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے افریقہ کی عظیم فتح حاصل ہوئی، جس کے نتیجہ میں گھڑ سوار کو تین ہزار مثقال سونا اور پیادے کو ایک ہزار مثقال سونا مالِ غنیمت میں سے حصہ ملا۔ عبداللہ بن ابی سرح کے ساتھ افریقہ کی فتح میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ اور عبداللہؓ بن عمرو بن عاص بھی شریک تھے۔[2]

سزائے ارتداد پر چھٹی حدیث:

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے انہیں گورنر یمن مقرر کرتے وقت ارشاد فرمایا:

الحافظ ابن حجر: صدوق یهم (تقریب التهذیب:٤٧١٨)

۱۔ سنن أبی داود: ۲٦۸۳، کتاب الجهاد، باب قتل الاسیر ولا یعرض علیه الاسلام، حکم الألبانی: صحیح

۲۔ عون المعبود: ۲٤۹/۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ایما رجل ارتد عن الاسلام فادعه فان تاب فاقبل منه و ان لم یتب فاضرب عنقه و ایما امراة ارتدت فادعها فان عادت و الا فاضرب عنقها." [1]

"جو شخص بھی اسلام سے مرتد ہو، اسے اسلام کی دعوت دینا، وہ تائب ہو جائے تو اس کی توبہ قبول کرنا ورنہ اس کی گردن اڑا دینا اور جو عورت بھی اسلام سے برگشتہ ہو، اسے بھی اسلام کی دعوت دینا، وہ واپس آ جائے تو بہتر ورنہ اس کی گردن مار دینا۔"

مذکورہ روایت میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کا ذکر ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر تعینات کرتے وقت، آپ نے انہیں سزائے ارتداد کے متعلق واضح ارشاد فرمایا تھا کہ مرد و زن میں سے جو بھی اسلام سے برگشتہ ہوگا اور دعوتِ اسلام کے باوجود توبہ نہیں کرے گا، اسے جرم ارتداد کی پاداش میں قتل کر دینا۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت پر یہ تبصرہ فرمایا ہے:

"سندهٗ حسن، و هو نص فی موضوع النزاع، فیجب المصیر الیه." [2]

"اس کی سند حسن درجہ کی ہے اور اختلافی مسئلہ میں یہ نص ہے چنانچہ اس کی جانب رجوع کرنا لازم ہے۔"

مذکورہ تبصرہ میں حافظ ابن حجرؒ نے جس اختلاف کی جانب اشارہ کیا ہے، اس سے ان کی مراد فقہائے کرام کا مرتدہ عورت کی سزائے ارتداد کے بارہ میں اختلاف ہے کہ عورت کو بھی مرد کی مانند قتل کر دیا جائے گا یا نہیں؟ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک مذکورہ روایت گویا فقہائے احناف کے خلاف ثبوت ہے، جو مرتدہ عورت کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ بہرحال، مذکورہ روایت اپنی اسناد میں حسن ہونے کے باوجود، اس موضوع کی دیگر روایات سے معنوی طور پر ہم آہنگ ہے کہ جرم ارتداد کی سزا بہرکیف قتل ہے۔

سزائے ارتداد پر ساتویں حدیث:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، وہ رسول اللہؐ کا یہ ارشاد بیان کیا کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا:

"یرد علی یوم القیامة رهط من أصحابی، فیحلئون عن الحوض، فاقول: یا رب اصحابی، فیقول: انک لا علم لک بما أحدثوا بعدک، انهم ارتدوا علی ادبارهم القهقری". [3]

"قیامت کے دن میرے پاس میرے امتیوں کا ایک گروہ آئے گا مگر انہیں حوض سے ہٹا دیا جائے گا۔ میں عرض کروں گا: یا اللہ! یہ میرے امتی ہیں"۔ اللہ فرمائے گا: آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا تھا؟ یہ پچھلے پاؤں دین سے پلٹ گئے تھے۔"

مذکورہ حدیث میں جرم ارتداد پر اخروی سزا کا بیان ہے کہ جو اہل اسلام دنیا میں مرتد ہو جائیں گے، انہیں آخرت میں میرے حوض کے قریب بھی نہیں آنے دیا جائے گا۔ ایک روایت کے بعض الفاظ کے مطابق آپ فرمائیں گے کہ انہیں دور ہٹا دو۔ ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ مذکورہ بالا گروہ ان میں سے ہوگا، جو آپ کی صحبت میں رہے ہوں گے گویا اس سے مراد خصوصاً وہ لوگ ہیں۔ جو آپ کی

۱۔ سنن أبی داود: ۴۳۵۳، کتاب الحدود باب الحکم فیمن ارتد، حکم الألبانی: صحیح رجاله کلهم ثقات

۲۔ فتح الباری: ۱۲/ ۲۷۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں مرتد ہو گئے تھے اور خلیفہ اوّل نے ان کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا۔ حضرت ابودرداءؓ نے یہ وعید سن کر عرض کیا کہ یارسول اللہؐ: میرے حق میں دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل نہ کریں۔ آپؐ نے جواب دیا کہ آپ ان میں سے نہ ہیں۔ علامہ خطابیؒ کا بیان ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کوئی مرتد نہیں ہوا تھا بلکہ وہ چند دیہی عرب کے گروہ تھے، جن کا دین کی نصرت وحمایت میں کوئی کردار نہیں تھا چنانچہ مذکورہ روایت میں مشہور صحابہ کرام پہ طعن کا کوئی جواز نہیں ہے۔

امام نوویؒ کا خیال یہ ہے کہ اس سے منافقین اور مرتدین کے گروہ مراد ہیں چونکہ وہ بھی منجملہ میں شامل رہے ہیں لہذا یہ امکان موجود ہے کہ ان کے بعض اعضاء سے امت محمدیہ کی علامات ظاہر ہو رہی ہوں گی، جس کی بنا پر آپؐ فرمائیں گے کہ یہ لوگ میرے امتی ہیں مگر آپ کو جواب دیا جائے گا کہ انہوں نے دین بدل دیا تھا۔[۱]

مذکورہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ارتداد کے مرتکبین کو دنیوی سزا کے ساتھ ساتھ اخروی عذاب سے بھی دوچار کیا جائے گا اور یہ اصول مقرر نہیں کیا جا سکے گا کہ جس عمل پر اخروی عذاب کی وعید ہے، اس پر دنیوی سزا نہیں ہوگی یا جسے دنیا میں سزا سے دوچار کر دیا گیا، وہ آخرت میں بری ہو جائے گا۔

سزائے ارتداد پر آٹھویں حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے، وہ بیان فرماتے ہیں:

"أسری بالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی بیت المقدس، ثم جاء من لیلة فحدثهم بمیسرة، و بعلامة بیت المقدس و بعیرهم، فقال ناس، قال حسن، اسم احد الرواة، نحن نصدق محمداً بما یقول، فارتدوا کفاراً، فضرب اللّٰہ اعناقهم مع ابی جهل."[۲]

"رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت بیت المقدس کا سفر کروایا گیا۔ آپ نے واپس آ کر اس رات کا سفر، بیت المقدس کی علامات اور ان کے اونٹ کا بتایا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں، جو کچھ آپ فرما رہے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ مرتد ہو کر کافر بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کے ساتھ ان کی گردنیں اڑا دیں۔"

مذکورہ بالا روایت سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے واقعہ اسرا و معراج کو، آپؐ کی زبان نبوت سے سن کر اور اس کی تصدیق نہ کر کے، بعض اہل اسلام بھی مرتد ہو گئے تھے اور وہ اسی حالتِ ارتداد پر قائم رہے ہیں، یہاں تک کہ انہیں غزوہ بدر میں کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا۔ سزائے ارتداد کے منکرین کا خیال ہے کہ معراج کا واقعہ سن کر جو لوگ مرتد ہوئے، ان میں سے کسی کے قتل کا ذکر نہیں آیا کہ جرمِ ارتداد کی پاداش میں مرتدین کو تہ تیغ کر دیا گیا ہو، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے فوجداری قانون میں ارتداد پر سزائے موت کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا ہے ورنہ ان مرتدین کو ارتداد کے نتیجہ میں قتل بھی کیا جاتا اور روایات میں ان کی سزائے موت کا ذکر بھی موجود ہوتا ہے۔[۳]

مقالہ نگار کو تعجب ہے کہ منکرین سزائے ارتداد نے واقعہ معراج کو تاریخی حقائق کی رو سے نہیں دیکھا اور یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ تمام مرتدین کو جنگ بدر میں قتل کر دیا گیا تھا، انہیں سزائے قتل سے دوچار نہیں کیا گیا تھا گویا ان کے نزدیک کسی مرتد کا جنگ میں مارے

۳۔ صحیح البخاری: ٦٥٨٥، کتاب الرقاق، باب فی الحوض

۱۔ فتح الباری: ۳۸۵/۱۱

۲۔ مسند أحمد: ٣٥٤٦، قال محققوا المسند: إسناده صحیح، ورجاله کلهم ثقات

۳۔ The Punishment of Apostasy in Islam: P-83

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانا، سزائے ارتداد کے قتل نہ ہونے کا ثبوت ہے۔!!!

تاریخی لحاظ سے معراج کا واقعہ ہجرت سے تین سال پہلے پیش آیا تھا اور یہ مکی دور کا واقعہ ہے، جب ابھی تک جرم وسزا کے تعزیری احکام کا نزول نہیں ہوا تھا اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ دیگر جرائم پر سزاؤں سمیت سزائے ارتداد کا نفاذ بھی مکمل اقتدار کے سوا ممکن نہیں تھا کیونکہ ارتداد پر سزائے موت دینے کا ہر شخص مجاز نہیں ہے بلکہ ایک مکمل اقتدار اور اختیار رکھنے والا نظم اجتماعی اس کا سزاوار ہے، یہی باعث ہے کہ جب تک آپ کی برپا کردہ اسلامی تحریک کو مکمل اقتدار نہیں مل گیا، سزائے ارتداد کا نفاذ عمل میں نہ آیا اور تاریخی مراحل سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو یہ اقتدار ہجرت مدینہ کے بعد نہیں بلکہ فتح مکہ کے بعد حاصل ہوا تھا، جب اہل اسلام کی مکمل اور حقیقی حکومت کی بنیاد پڑتی ہے۔[۱]

مذکورہ تفصیل کے تناظر میں فرض کرتے ہیں کہ مکی دور میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے جن پر سزائے ارتداد کے نفاذ کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے اور یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ وہ جنگ بدر میں مارے گئے تھے، اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ جرم وسزا کے نظام سے قبل، بذات خود اپنے کیفر کردار کو پہنچ گئے تھے اور اگر انہیں جنگ بدر میں نہ مارا جاتا تو بدیہی بات ہے کہ احکام حدود وتعزیرات کے نزول اور اسلامی ریاست کے قیام کے بعد لازماً انہیں تہ تیغ کر دیا جاتا۔ ان مرتدین کا جنگ بدر میں مارے جانا اور سزائے ارتداد میں قتل نہ ہونا، اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ اسلامی ضابطہ تعزیرات میں سزائے ارتداد موجود نہیں ہے۔ اب کوئی احمق ہی یہ سوال کر سکتا ہے کہ انہیں بدر سے قبل کیوں نہ قتل کیا گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مکی دور میں انہیں قتل کرنا ممکن ہی نہ تھا کیونکہ وہ خود اعدائے اسلام سے ملکر، اہل اسلام کو قتل کرنے کی فکر میں ان کے خلاف برسر پیکار تھے چنانچہ اس قسم کے مرتدین کے خلاف بھی آمادہ جنگ ہی ہوا جا سکتا ہے اور عملاً بھی ایسا ہی ہوا کہ جنگ بدر میں ان کا کام تمام کر دیا گیا۔[۲]

سزائے ارتداد پر نوویں حدیث:

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے:

"ان امراۃ ام رومان ارتدت فأمر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بان یعرض علیھا الاسلام فان تابت و الا قتلت."[۳]

"ام رومان کی بیگم نے ارتداد کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس پر اسلام پیش کیا جائے اگر وہ تائب ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

"فابت ان تسلم فقتلت"[۴]

"اس نے قبول اسلام سے انکار کیا چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔"

سزائے ارتداد پر دسویں حدیث:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

۱۔ معارف القرآن: ۴/ ۵۶۸؛ مفتی محمد شفیع، ادارۃ المعارف کراچی نمبر ۱۴

۲۔ جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا: ۶۲

۳۔ السنن الکبری للبیھقی: ۱۶۸۶۶، کتاب المرتد، باب قتل من ارتد عن الاسلام اذا ثبت علیہ رجلا کان او امرأۃ، فی سندہ معمر بن بکار السعدی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ان امراة ارتـدت يـوم احد فأمر النبی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان تستتاب فان تابت و الا قتلت." [1]

"جنگ احد کے موقع پر (شکست کے وقت) ایک عورت مرتد ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اگر وہ توبہ نہ کرے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔"

فصل ہذا کے گزشتہ صفحات میں سزائے ارتداد پر مبنی احادیث مبارکہ کا سیر حاصل مطالعہ پیش کیا جا چکا ہے۔ پیش کردہ احادیث میں سے ایک روایت مکی دور سے جبکہ باقی احادیث مدنی دور سے متعلق ہیں۔ صحت وضعف کے لحاظ سے بھی بعض روایات ضعیف، بعض حسن اور اکثر صحیح ہیں اور سزائے ارتداد کی نوعیت کے اعتبار سے ایک روایت میں اخروی سزا کا تذکرہ ہے جبکہ دیگر تمام روایات میں دنیوی سزا کا بیان ہے اور سزائے ارتداد پر دنیوی سزا میں بھی سزائے موت کا ذکر آیا ہے۔

مذکورہ روایات میں سے ایک روایت کو فعلی، ایک کو تقریری اور دیگر جملہ روایات کو قولی حدیث سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ مقالہ نگار کے خیال میں سزائے ارتداد پر مبنی جملہ روایات کا حاصل مطالعہ یہ ہے کہ اسلام سے برگشتہ ہو جانا اور ارتداد کی روش اختیار کرنا بجائے خود ایک جرم ہے اور احادیث کی رو سے اس جرم کے ارتکاب پر دنیا میں سزائے موت عائد ہوتی ہے۔ اس باب میں احادیث کے جملہ متون اور ان کی تمام شروح حدیث متفق ہیں!

ضعیف ، انظر: لسان المیزان: ٨١٠٤، الضعفاء الکبیر: ١٧٠٢

٤۔ سنن دارقطنی: ١٢٥، کتاب الحدود والدیات وغیرہ، فی سندہ محمد بن عبدالملك الانصاری یضع الحدیث، انظر: التاریخ الکبیر: ١٦٤/١، الضعفاء الصغیر: ٣٣١

١۔ صحیح البخاری: ٦٣١، کتاب الأذان، باب الأذان للمسافر اذا کانوا جماعة، والاقامة/ سنن دارقطنی: ١٠٦٩، کتاب الصلاة، باب فی ذکر الامر بالاذان والامامة واحقاهما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

خلفائے راشدینؓ اور سزائے ارتداد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم:

خلفائے راشدینؓ اور سزائے ارتداد

امت اسلامیہ کی بہترین جماعت ہونے کا اعزاز، لاریب صحابہ کرامؓ کی جماعت کو حاصل ہے۔ متعدد آیات واحادیث، صحابہ کرامؓ کے فضائل ومناقب پر مبنی ہیں خصوصاً خلافت راشدہ کا سنہری دور، واقعاتی اور تاریخی شہادت کے مطابق، عہد نبوت کے بعد کا بہترین دور قرار پایا ہے اور اسی باعث ہمیں بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ سنت نبوی کے ساتھ ساتھ اپنے طرزِ فکر وعمل میں ہم، مجموعی طور پر خلفائے راشدین کی سنت سے بھی تمسک کریں چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

" **عليكم بسنتي و سنة خلفاء الراشدين المهديين** ". [1]

''میری سنت اور ہدایت یافتگان خلفائے راشدین کا طرزِ عمل لازم پکڑو۔''

مذکورہ روایت کے پیش نظر، سزائے ارتداد کے باب میں بھی خلفائے راشدینؓ کا طرزِ عمل ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا خلافت راشدہ کے دور میں کوئی شخص ارتداد کا مرتکب ہوا تھا یا نہیں؟ اور اس مجرم کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا تھا؟ کیا سزائے ارتداد کے باب میں، خلفائے اربعہ کا طرزِ عمل ایک جیسا تھا یا ان میں باہمی اختلاف پایا جاتا تھا؟

ہماری زیرِ مطالعہ فصل، اسی سوال کی تحقیق وجستجو اور انہی حوادث ووقائع کے مفصل بیان پر مشتمل ہے، جس میں زبانی ترتیب کے لحاظ سے، جرم ارتداد اور سزائے ارتداد پر، حضرات ابوبکرؓ اور عثمانؓ وعلیؓ کے عہد خلافت کا الگ الگ مطالعہ پیش کیا جائے گا:

1۔ خلافت صدیقی میں سزائے ارتداد:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اہل ردۃ کے خلاف جہاد کرنا، خلفائے راشدین کے عہد میں اپنی مثال آپ ہے کیونکہ اس عمل میں، صحابہ کرامؓ کی تمام جماعت مجموعی طور سے شریک ہوئی تھی۔ اس کے بارہ میں ابتداءً، مشاورتی عمل کے دوران کسی صاحب نے اگرچہ اختلاف کیا تھا تاہم بعد میں وہ اختلاف، شرح صدر کیساتھ اتفاق میں بدل گیا تھا۔ مرتدین کے خلاف یہ اجتماعی فیصلہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ سزائے ارتداد کے متعلق، رسول اللہ ﷺ کے براہ راست فیض یافتگان کا موقف یہ تھا کہ جب کوئی گروہ اجتماعی حیثیت میں اسلام سے مرتد ہو جائے گا، اسلامی حکومت کا نظم اجتماعی اس کے خلاف جہاد کرے گا۔

پہلی مثال:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

"**لما توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم ، و كان ابو بكر رضى الله عنه، و كفر من كفر من العرب، فقال عمر ، كيف تقاتل الناس ، و قد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله. فمن قالها فقد عصم منى ماله و**

۱۔ سنن أبي داود:۴٦۰۷، كتاب السنة،باب فى لزوم السنة، حكم الألبانى:صحيح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نفسه الّا بحقه، و حسابه على اللّٰه، فقال: واللّٰه لا قاتلن من فرق بين الصلاة والزكاة، فان الزكاة حق المال، واللّٰه لو منعوني عناقا كانوا يؤدونها الى رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم تقاتلتهم على منعها. قال عمر: فواللّٰه ما هو اِلّا ان قد شرح اللّٰه صدر ابى بكر ، فعرفت انّه الحق."[1]

"جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا اور ابوبکرؓ خلیفہ بن چکے، اہل عرب میں سے کفر کیا، جس جس نے بھی کفر اختیار کیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: آپ ان سے کیونکر قتال کریں گے؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں، یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں اور جو شخص کلمہ پڑھ لے گا، وہ مجھ سے اپنی جان اور مال بچالے گا مگر اسلام کا حق باقی رہے گا اور اس کا حساب اللہ پر ہے" حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! جو شخص نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا، میں اس سے لڑوں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھ سے اونٹنی کا بچہ بھی روکیں گے، جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے، میں اس پر بھی ان سے لڑوں گا۔" حضرت عمرؓ کہتے ہیں: واللہ! اس بات اللہ نے ابوبکرؓ کا سینہ کھول دیا تھا اور مجھے بھی معلوم ہوگیا کہ آپ برحق ہیں۔"

مذکورہ حدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا تھا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے خلاف جہاد کیا تھا۔

قاضی عیاض نے واضح کیا ہے کہ اہل ردہ کی تین اصناف تھیں۔ ایک صنف وہ تھی جس نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا اور اسلام کی ہر شے کو ترک کر دیا تھا۔ مسلمہ کذاب اور اس کے پیروکار اسی صنف سے تعلق رکھتے تھے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اہل ردۃ کی اس صنف جت بارہ میں صحابہ کرامؓ کا کوئی اختلاف نہیں تھا کہ ان کے خلاف جہاد کیا جائے گا یا نہیں کیونکہ ان کا شمار بالاتفاق کفار میں ہوتا تھا۔ صحابہ کرامؓ کا باہمی اختلاف ان کے بارہ میں ہوا تھا، جو کلمہ اور نماز کے قائل مگر بنائے تاویل، ادائے زکوۃ سے منکر ہوگئے تھے، آکر کار ان سے متعلقہ اختلاف بھی اتفاق میں بدل گیا تھا۔[2]

دوسری مثال:

جناب سعید بن عبدالعزیز سے روایت ہے:

"انّ امراة من بنى فزارة يقال لها ام قرفة كفرت بعد اسلامها فاستتابها ابو بكر فلم تتب فقتلها." [3]

بنوفزارہ کی ایک عورت، جسے ام قرفہ کہا جاتا تھا، اسلام لانے کے بعد پھر کافر ہوگئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا، جب اس نے توبہ نہ کی تو اسے قتل کر دیا۔"

۱۔ صحيح البخارى: ۱۳۹۹، كتاب الزكاة، باب وجوب الزكاة

۲۔ اكمال المعلم بفوائد المسلم: ۲٤۳/۱

۳۔ تلخيص الحبير، كتاب الردة: ۱۷٤۳/٤، السنن الكبرىٰ: ۱٦۸۷۳، منقطع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلافتِ فاروقی میں ام قرفہ کے قتل پر مبنی درج بالا روایت، اس امر میں بالکل واضح ہے کہ اس نے ارتداد کے سوا کوئی جرم نہیں کیا تھا بلکہ اس کا واحد جرم، جو حدیث میں آیا ہے، جرم ارتداد ہی تھا مگر بعض مسلم دانشوروں نے اس ارتداد کی جگہ بغاوت کا جرم، ام قرفہ کے کھاتے میں ڈال دیا ہے اور مبسوط کے حوالہ کی صورت میں ڈوبتے ہوئے طلوع اسلام کو تنکے کا سہارا مل گیا۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"و ام قرفه كان لها ثلاثون ابناء كانت تحرضهم على قتال المسلمين و في قتلها كسر شوكتهم." [1]

"ام قرفہ کے تیس لڑکے تھے، جنہیں وہ اہل اسلام کے خلاف لڑنے پر ابھارتی تھی اور اس کے قتل سے اس کے لڑکوں کا زور ٹوٹتا تھا۔"

مذکورہ روایت کی بنا پر، طلوع اسلام کے مضمون نگار کا خیال یہ ہے کہ ام قرفہ، ارتداد کی نہیں بلکہ جرم بغاوت کی مرتکب تھی اور اسی جرم بغاوت کی پاداش میں اسے قتل کیا گیا تھا۔[2]

طلوعِ اسلام کے پیش کردہ درج بالا حوالے پر، درایتی اعتبار سے چند سوال پیدا ہوتے ہیں کہ آیا کسی عورت کے تیس بیٹے ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں؟ ام قرفہ کے بیٹوں نے کسی محاذ پر اہل اسلام کے خلاف قتال کیا بھی تھا یا نہیں؟ اور کیا برسرِ پیکار بیٹوں کے جرم کی سزا، ان کے گھر بیٹھی ماں کو دینا جائز بھی ہے یا نہیں؟ اور کڑیل بیٹوں کا زور، اپنی ماں کے قتل سے ٹوٹتا تھا یا اس میں مزید اضافہ ہوتا تھا؟ اور کیا علامہ سرخسیؒ نے اس روایت کا کوئی حوالہ بھی دیا ہے یا نہیں؟ حالانکہ صاحب مبسوط، پانچویں صدی کے عالم ہیں جو ۴۸۳ھ فوت ہوتے ہیں، ان سے پہلے کسی کو ام قرفہ کے اس جرم کا علم کیوں نہ ہوا اور کسی نے اپنی کتاب میں اسے ذکر کیوں نہ کیا؟ ان سب سے قطع نظر، مقالہ نگار کا زیر بحث موضوع سے متعلق سوال صرف یہ ہے کہ کسی کا اپنی اولاد کو اہل اسلام کے خلاف قتال پر اکسانا کیا واقعی محاربہ و بغاوت ہے؟ بغاوت تو یہ ہے کہ مملکتِ اسلامیہ کو تسلیم نہ کیا جائے، یا اسلامی مملکت کے اندر رہ کر ایک اور ریاست کی تعمیر کی جائے یا مملکت سے ہٹ کر الگ قانون سازی کی جائے یا قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا جائے، یا پرامن راستوں کو سکون و سلامتی سے محروم کیا جائے، یا ڈکیتی اور رہزنی کے ذریعہ سے خلق خدا پر خوف و ہراس کو مسلط کیا جائے، یا حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جائے۔ آخر ان میں سے بغاوت کا وہ کونسا جرم ہے، جو ام قرفہ سے صادر ہوا تھا؟ سچ تو یہ ہے کہ ام قرفہ سے ارتداد کا جرم ہوا تھا اور خلیفہ اوّلؓ نے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا تھا، اس نے توبہ سے انکار کیا چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے اس مرتدہ کو قتل کر دیا تھا۔[3]

2۔ خلافت فاروقی میں سزائے ارتداد:

پہلی مثال:

حضرت انسؓ سے روایت ہے:

"بعثني ابو موسى بفتح تستر الى عمر رضى الله عنه ، فسألني عمر .. و كان ستة نفر من بني بكر بن وائل قد ارتدوا عن الاسلام ، و لحقوا بالمشركين..، فقال: ما فعل

۱۔ المبسوط: ۱۰/ ۱۱۰

۲۔ طلوع اسلام: ۶۶، مارچ ۱۹۶۴ء

۳۔ عقوبات قرآن اور مفکر قرآن: ۱۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النفر من بكر بن وائل؟ قال: فأخذت في حديث آخر لأشغله عنهم، فقال: ما فعل النفر من بكر بن وائل؟ قلت: يا امير المؤمنين! قوم ارتدوا عن الاسلام، و لحقوا بالمشركين، ما سبيلهم الا القتل فقال عمر: لأن أكون أخذتهم سلما، أ حب الي مما طلعت عليه الشمس من صفراء أو بيضاء. قال: قلت: يا امير المؤمنين، و ما كنت صانعا بهم لو أخذتهم؟ قال: كنت عارضا عليهم الباب الذي خرجوا منه، أن يدخلوا فيه، فان فعلوا ذلك، قبلت منهم، و الّا استودعتهم السجن." [1]

''حضرت ابوموسیٰ نے فتح تستر کے موقع پر مجھے حضرت عمرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ بنوبکر کے چھ افراد کا گروہ اسلام چھوڑ کر مشرکین سے جا ملا تھا۔ حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا: بنوبکر بن وائل کے گروہ کا کیا ہوا؟ میں کوئی اور بات کرنے لگ گیا تا کہ آپ کو ان سے مشغول کر دوں۔ آپؓ نے دوبارہ پوچھا: بنوبکر بن وائل کے گروہ کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! جو اسلام چھوڑ کر مشرکین سے جا ملیں، انہیں قتل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، آپ نے فرمایا: انہیں زندہ گرفتار کرنا مجھے زیادہ پسند تھا۔ میں نے پوچھا: انہیں زندہ گرفتار کر کے آپ کیا کرتے؟ فرمایا: میں توبہ کا دروازہ کھول دیتا تا کہ جس دروازہ سے وہ نکلے ہیں، اس سے داخل ہو جائیں۔ اگر وہ یہ کام کرتے تو میں اسے قبول کرتا، ورنہ انہیں قید میں ڈال دیتا۔''

خلافت فاروقی کے مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بنوبکر کے مرتدین کو قتل کرنا، ناجائز اور ناحق قرار نہیں دیا بلکہ ان کے نزدیک مرتدین کو گرفتار کر کے پیش کرنا زیادہ بہتر تھا تا کہ انہیں سمجھایا جاتا، ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جاتا اور دوبارہ ان پر اسلام کا دروازہ کھول دیا جاتا۔ اس کے باوجود بھی اگر وہ تائب نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ کا خیال یہ تھا کہ انہیں قید میں ڈال دیں گے۔ تاہم حضرت عمرؓ کا انہیں، جرم ارتداد پر عمر قید کی سزا دینا مقصود نہ تھا بلکہ مدعا یہ تھا کہ قید کے دوران بھی ان پر اسلام پیش کیا جائے گا۔ بہرحال، مذکورہ واقعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ خلافت فاروقی میں بھی جرم ارتداد کی سزا بہرصورت قتل ہی تھی، جس کا تمام اعیانِ سلطنت کو علم تھا اور اس پر عملدرآمد بھی کیا جاتا تھا اور اسی بنا پر بنوبکر کے مرتدین کو بھی قتل کیا گیا اور خود حضرت عمرؓ نے بھی اسے درست سمجھا تھا۔

دوسری مثال:

جناب عمرو بن شعیبؒ سے روایت ہے:

''كتب عمرو بن العاص الىٰ عمر بن الخطاب ان رجلا يبدل بالكفر بعد الايمان، فكتب اليه عمر: استتبه فان تاب فاقبل منه و الا فاضرب عنقه'' [2]

"حضرت عمرو بن عاصؓ نے عمرؓ بن خطاب کو خط لکھ بھیجا کہ ایک شخص نے ایمان کو کفر میں بدل دیا ہے؟ سیدنا عمرؓ نے جواب دیا: اس سے توبہ طلب کیجیے، توبہ کرتا ہے تو قبول فرمایئے ورنہ اس کی گردن مار دینا۔"

حضرت عمرؓ کے فیصلہ پر مبنی درج بالا روایت کے بارہ میں، چیف جسٹس آف سپریم کورٹ جناب ایس اے رحمٰن کا خیال یہ ہے کہ

۱۔ مصنف عبد الرزاق: ۱۸۶۹۶، کتاب اللقطة، باب فی الكفر بعد الإيمان، سنده صحيح رجاله كلهم ثقات

۲۔ مصنف ابن ابی شیبه: رقم: ۳۲۷٤٤، اسناده ضعيف فيه حجاج بن أمطاة و ليس بقوى، ۱۱/٤۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ نے جب حق مہر کی تحدید کا اردہ فرمایا تھا، اس وقت ان کے فیصلہ پر ایک عورت نے حضرت عمرؓ سے اختلاف کیا جس کے نتیجہ میں حضرت عمرؓ کو اپنی اس خطا کا احساس ہو گیا تھا، سزائے ارتداد کے باب میں بھی حضرت عمرؓ کا فیصلہ مبنی بر خطا ہے چنانچہ ان کے اجتہاد سے اختلاف اور ان کے فیصلہ کو رد کیا جا سکتا ہے۔۱

جناب جسٹس کی خدمت میں عرض ہے کہ کسی ایک مسئلہ میں کسی عورت کا فہم قرآن، حضرت عمرؓ کے فہم قرآن سے زیادہ ہونے کا امکان موجود ہے مگر جناب نے جرم ارتداد کے نا قابل سزا ہونے پر، حضرت خلیفہ ثانی سے اختلاف اور ان کی خطا رائے اجتہادی کا جو نکتہ پیش فرمایا ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی ایک خلیفہ کی رائے ہی کے خلاف نہیں بلکہ تمام خلفائے وقت اور زعمائے ملت کے خلاف ہے اور جناب کی بیان کردہ تردید، محض اجتہاد عمر کی تردید نہ ہوگی بلکہ ملت اسلامیہ کے تمام ارباب علم کے فہم و بصیرت کی تردید ہوگی کیونکہ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کو تمام امت اسلامیہ نے تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ اسے کتاب اللہ اور سنت رسول کے بالکل مطابق بھی جانا ہے لہٰذا آپؓ کے فہم و اجتہاد سے اختلاف گویا تمام ملت سے انکار کے مترادف ہوگا۔۲

مذکورہ روایت کے دیگر طرق کے مطابق، اس خط میں یہ استفسار تھا کہ ایک شخص اسلام لایا تھا پھر کافر ہو گیا۔ دوبارہ اسلام لایا اور پھر کافر ہو گیا ہے، یہ فعل وہ کئی مرتبہ کر چکا ہے، اب اس کا اسلام قبول کیا جائے یا نہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ''جب تک اللہ اس سے اسلام قبول کرتا ہے تم بھی کرتے جاؤ۔ اس کے سامنے اسلام پیش کرو، مان جائے تو چھوڑ دو، ورنہ گردن مار دو۔''۳

خلافت فاروقی میں وقوع پذیر اس قسم کی روایات سے، بعض حضرات یہ بودہ استدلال کرتے ہیں کہ اس نوع کی سزائے ارتداد قرآنی بیان کے خلاف ہے اور حضرت عمرؓ جیسے عبقری شخص سے قرآن کریم کے خلاف کسی فیصلے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اس پر انہوں نے سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۳۷ کو پیش کیا ہے۔۴

بلا شبہ حضرت عمرؓ کسی فرمان خداوندی کے خلاف فیصلہ نہ دے سکتے تھے۔ تاہم امر واقعہ یہ ہے کہ جرم ارتداد پر، قرآن حکیم میں صرف اخروی سزا بیان ہوئی ہے مگر دنیاوی سزا کے نفی و ثبات میں سے آیت بالکل خاموش ہے۔ چنانچہ اس آیت میں نہ تو یہ مذکور ہے کہ مرتد کو سزائے قتل دنیا میں دی جائے گی اور نہ ہی یہ مذکور ہے کہ دنیا میں مرتد کو سزائے قتل نہیں دی جائے گی گویا آیت محولہ، مرتد کی دنیاوی عقوبت کے بارے میں ساکت و صامت ہے اور وہ جس چیز کو بیان کر رہی ہے، وہ محض اخروی سزا ہے۔ حضرت عمرؓ نے، بہر حال، **فاضرب عنقه** کے فرمان میں، جو دنیاوی سزا دینے کی ہدایت کی ہے، وہ کسی آیت سے کوئی تصادم نہیں رکھتی بلکہ حدیث نبوی سے ہم آہنگ اور قرآنی مزاج کے بالکل مطابق ہے اور نہ کسی آیت میں اخروی سزا کے مذکور ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس جرم کی دنیاوی سزا ہے ہی نہیں۔ مثلاً قرآن حکیم میں ایک مقام پر قتل عمد کی محض اخروی سزا بیان ہوئی ہے:

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ ۵

''اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کیلئے اُس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

۱۔ The Punishment of Apostasy in Islam, P:92

۲۔ جرم ارتداد اور اس کی سزا: ۱۷

۳۔ مصنف ابن أبی شیبة: ۳۲۷٤٤، کتاب السیر، باب ما قالوا فی الرجل یسلم ثم یرتد ما یصنع به، سنده جید لأجل حجاج بن أرطاة وحجاج کثیر الخطاؤ لا یقبل روایته فی العقائد والأحکام۔

۴۔ طلوع اسلام: ۶۶، مارچ ۱۹۶۴

۵۔ النساء: ۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ آیت سے یہ نتیجہ اخذ کرنا قطعی غلط ہوگا کہ قرآن حکیم میں قتل عمد پر دنیاوی سزا چونکہ مذکور نہیں ہے لہٰذا اس پر دنیوی سزا وجود ہی نہیں رکھتی، بلکہ ہمارے نزدیک جس طرح قتل عمد کی اخروی سزا بیان کرنے کے باوجود، دنیاوی سزا، خارج از آیت کسی اور مقام سے اخذ کی جائے گی، بالکل اسی طرح سزائے مرتد کی زیر بحث آیت میں، اخروی سزا کے مذکور ہونے کا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرتد کی دنیا میں کوئی سزا ہے ہی نہیں بلکہ جرم ارتداد پر دنیاوی سزا کا حکم کسی اور مقام سے حاصل کیا جائے گا۔[1]

تیسری مثال:

جناب عبدالرحمٰن بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

"أن أبا موسى، لما فتح تستر بعث الى عمر بن الخطاب، فوجد الرسول عمر فى حائط قال: فكبرت حتى دخلت الحائط ، فكبر عمر ، ثم كبرت فكبر عمر، فلما جئته أخبرته بفتح تستر، فقال: هل كان من مغربة خبر؟ قلت: رجل منا كفر بعد اسلامه قال: فماذا صنعتم به؟ قال: قلت: قدمناه، فضربنا عنقه، قال: اللهم، انى لم أر، ولم اشهد، و لم أرض اذ بلغنى، ألا طينتم عليه بيتا، و ادخلتم عليه كل يوم رغيفا لعله يتوب و يراجع." [2]

"حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے تستر کی فتح کے بعد، حضرت عمرؓ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور قاصد نے حضرت عمرؓ کو ایک باغ میں پایا۔ قاصد کہتا ہے کہ میں نے اللہ اکبر کہا اور باغ میں داخل ہو گیا۔ عمرؓ نے بھی اللہ اکبر کہا۔ میں نے پھر اللہ اکبر کہا تو عمرؓ نے بھی اللہ اکبر کہا۔ ان کے پاس پہنچ کر میں نے تستر کی فتح کا بتایا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: کوئی اور غیر معمولی بات؟ میں نے عرض کیا: ہم میں سے ایک شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو گیا تھا حضرت عمرؓ نے پوچھا: تم نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ میں نے جواب دیا: ہم نے اسے قتل کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: خدایا! یہ کام میرے حکم سے نہیں ہوا؟ نہ میرے سامنے ہوا اور نہ میں اسے سن کر راضی ہوں، تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ اسے ایک کمرے میں بند کر کے دروازہ کا تیغہ لگا دیتے پھر تین دن تک روزانہ ایک روٹی اس کے پاس پھینکتے رہتے، شاید اس دوران وہ تائب ہو جاتا۔"

مذکورہ بالا واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس قتل سے اظہار برأت کے باوجود، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے باز پرس کی اور نہ ان پر کوئی سزا ہی تجویز فرمائی کہ انہوں نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کیوں کیا ہے؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا مرتد کو قتل کرنا، اسلامی قانون کے دائرہ ہی میں تھا مگر حضرت عمرؓ کی رائے میں، اسے قتل سے قبل توبہ کا موقع دینا زیادہ بہتر تھا۔ مرتد خواہ عام ہو یا خاص، بہرحال وہ مرتد ہی ہے اور اسے قتل کرنے سے پہلے، اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، لیکن کب تک؟ تین دن تک؟ ایک ماہ تک؟ یا دو ماہ تک؟ مقالہ نگار کے خیال میں، توبہ کی مدت کو حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دینا زیادہ

۱۔ عقوبات قرآن اور مفکر قرآن: ۱۳۴

۲۔ سنن سعيد بن منصور: ۲۵۸۵، كتاب الجهاد، باب ما جاء فى الفتوح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مناسب ہے تاہم اس مدت میں اسے آزاد نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ توبہ کی مہلت کے دوران، اسے قید میں رکھا جائے گا۔ حضرت عمرؓ کا مؤقف بھی یہ تھا کہ اسے توبہ کا موقع دینا اور اس دوران قید میں رکھنا چاہیے تھا۔

مرتد کو سزائے موت سے قبل قید کرنے کے نظائر، عہد نبوی میں بھی اور خلافت راشدہ میں بھی ملتے ہیں چنانچہ عہد نبوی میں حضرت ابوموسیٰ اور معاذ بن جبلؓ نے مرتد کو دو ماہ تک قید میں رکھا تھا۔ حضرت ابو بردہؓ کے الفاظ ہیں:

"قدم علی ابی موسیٰ الاشعری معاذ بن جبل و اذا برجل عنده فقال ما هذا فقال رجل كان يهوديا فاسلم ثم تهودو نحن نريده على الاسلام منذ. احسبه قال شهرين، قال معاذ: واللّٰه لا اقعد حتى تضربوا عنقه فضربت عنقه ثم قال معاذ: قضاء اللّٰه و رسوله." [1]

"یمن میں معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعریؓ سے ملنے آئے۔ اس وقت ان کے پاس ایک شخص (بندھا ہوا) تھا۔ معاذ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ ابوموسیٰ نے جواب دیا: یہ ایک آدمی ہے جو یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور اب دوبارہ یہودی ہو گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ پھر اسلام پر آجائے راوی کا خیال ہے کہ ابوموسیٰ نے کہا کہ دو ماہ سے ہم یہی چاہ رہے ہیں۔ حضرت معاذ نے کہا: "خدا کی قسم: جب تک اس کی گردن نہ ماردی جائے گی، میں نہیں بیٹھوں گا" چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔ معاذؓ نے کہا: اللہ اور اس کے رسول کا یہی فیصلہ ہے۔"

جامع صحیح بخاری میں اسی مرتد کے متعلق یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

فاذا رجل عنده موثق. [2]

"وہاں اس وقت ایک بندھا ہوا آدمی موجود تھا۔"

سزائے ارتداد کے منکرین کے نزدیک تو یہ شرط بھی آزادی فکر کے خلاف ہوگی کہ مرتد کو طلب توبہ کی غرض اسے قید میں رکھا جا سکتا ہے۔ مگر خود عہد نبوی کا یہ واقعہ نہ صرف مرتد کے محبوس ہونے کو ظاہر کرتا ہے، بلکہ اس کے جکڑا ہونے کو بھی واضح کرتا ہے۔

بہر حال، حضرت عمرؓ کی نگاہ میں، ان دو اصحاب رسول سے اجتہادی خطا سرزد ہوئی تھی مگر وہ اجتہادی خطا نہ تو یہ تھی کہ انہوں نے محض ترشحات کی بناء پر کسی کو جاسوس سمجھ رکھا تھا اور نہ ہی یہ تھی کہ انہوں نے جاسوس کے بھاگ جانے کے خوف سے اس کا خون ناحق بہا دیا، بلکہ حضرت عمرؓ کے نزدیک صاحبین رسول کی خطا یہ تھی کہ انہوں نے مرتد قتل کرنے سے قبل، استتابہ نہیں کیا تھا اور حضرت عمرؓ کے اسوہ سے یہ ثابت ہے کہ وہ مرتد سے قبل از سزائے موت، توبہ طلب کیا کرتے تھے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ رقم فرماتے ہیں:

"واستدل ابن القصار لقول الجمهور بالاجماع يعنى السكوتى لان عمر كتب فى امر المرتد: هلا جستموه ثلاثة ايام و اطعمتموه فى كل يوم لعله يتوب فيتوب اللّٰه عليه." [3]

"ابن قصار نے جمہور کے قول میں اجماع سکوتی سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مرتد کے بارے میں لکھا تھا کہ کیوں نہ تم نے اسے تین دن تک قید میں رکھا اور ہر روز اسے کھانا کھلاتے رہے، شاید وہ توبہ کرتا

۱۔ مسند أحمد: ۲۰۰۱۵، قال محققوا المسند: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين

۲۔ صحيح البخارى: ٦٩٢٣، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم

۳۔ فتح البارى: ۲٦٩/۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ بھی مہربانی کے ساتھ، اس پر پلٹ آتا۔''

چوتھی مثال:

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کی سزائے ارتداد پر چوتھی مثال پیش خدمت ہے۔ آپ کے عہد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو چیف جسٹس آف کوفہ تعینات کیا گیا تھا۔ اس وقت درج ذیل واقعہ پیش آیا، واقعہ کے راوی ابن معینہ سعدی کہتے ہیں:

''خرجت أسقي فرسا لي في السحر، فمررت بمسجد بني حنيفة و هم يقولون: ان مسيلمة رسول الله ، فأتيت عبدالله فأخبرته، فبعث الشرطة فجاء وا بهم، فاستتابهم فتابوا فخلى سبيلهم، و ضرب عنق عبدالله بن النواحة، فقالوا: آخذت قوما في امر واحد، فقتلت بعضهم، و تركت بعضهم؟ قال: انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، و قدم عليه هذا و ابن أثال بن حجر، فقال: أتشهدان أني رسول الله ؟ فقالا: نشهد أن مسيلمة رسول الله ، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: آمنت بالله و رسله، لو كنت قاتلا وفدا، لقتلتكما، فلذ لک قتلته.'' [1]

''میں اپنے گھوڑے کو پانی پلانے سحری کے وقت نکلا۔ بنوحنیفہ کی مسجد سے گزرتے ہوئے میں نے سنا کہ لوگ کہہ رہے ہیں: مسیلمہ، اللہ کا رسول ہے۔ یہ سن کر میں حضرت عبداللہ کے پاس آیا اور انہیں بتایا۔ انہوں نے پولیس بھیجی، پولیس نے انہیں گرفتار کر کے پیش کر دیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے توبہ کرنے کو کہا۔ انہوں نے توبہ کی کہ ہم آئندہ ایسا نہ کریں گے۔ حضرت عبداللہ نے اوروں کو چھوڑ دیا مگر ان میں سے ایک شخص، عبداللہ بن نواحہ کو قتل کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ نے ایک ہی مقدمہ میں انہیں پکڑا تھا مگر ایک کو قتل کر دیا اور دوسروں کو چھوڑ دیا ہے؟ حضرت عبداللہ نے جواب دیا: یہ ابن نواحہ وہ شخص ہے، جو نبی اکرم ﷺ کے پاس مسیلمہ کا سفیر بن کر آیا تھا۔ میں اس وقت حاضر تھا اور ایک دوسرا شخص حجر بن وثال بھی اس کے ساتھ سفارت میں شریک تھا۔ آپؐ نے ان سے پوچھا: کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہوں، اگر سفارتی وفد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم دونوں کو قتل کر دیتا'' یہ واقعہ بیان کر کے حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں نے اسی وجہ سے ابن نواحہ کو قتل کیا ہے۔''

مذکورہ بالا واقعہ کی درست تفہیم کے لیے معلوم ہونا چاہئے کہ ابن نواحہ اور ابن وثال سمیت، بنوحنیفہ کا قبیلہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پہلے مسلمان ہو چکا تھا مگر جب مسیلمہ نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو یہ لوگ بھی اس کی نبوت کے قائل ہو گئے بلکہ مذکورہ دونوں افراد، مسیلمہ کے سفیر بن کر آپؐ کے پاس جا پہنچے تھے جس پر آپؐ نے فرمایا تھا کہ اگر سفیروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں

۱۔ مسند احمد: ۳۸۳۷، قال محققوا المسند: حديث صحيح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہیں قتل کر دیتا، گویا ارتداد کی بنا پر انہیں قتل کرنا واجب ہو چکا تھا مگر ان کا سفیر بن کر آنا، سزائے موت میں مانع بن گیا اور ان پر شریعت کا یہ حکم نافذ نہ کیا جا سکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جرم ارتداد کی پاداش میں اسی سزائے قتل کو نافذ کر دیا کیونکہ جس سبب کی بنا پر وہ، ارتداد کی سزائے موت سے محفوظ رہا تھا، اب وہ سبب موجود نہ تھا تاہم دوسرا شخص پہلے ہی تائب ہو کر مسلمان بن گیا تھا۔

خلافت عثمانی میں سزائے ارتداد:

پہلی مثال:

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں سزائے ارتداد پر مبنی واقعات پیش کرنے سے قبل، خود خلیفہ سوم کی بیان کردہ روایت پیش خدمت ہے، جس کی رو سے قتل مسلم کے جواز کی تین مختلف صورتیں ذکر ہوئی ہیں چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے:

"سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لا یحل دم امرء مسلم الا باحدی ثلاث، رجل زنی بعد احصانہ فعلیہ الرجم او قتل عمدا فعلیہ القودو ارتداد بعد اسلامہ فعلیہ القتل." [1]

"میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ فرما رہے تھے کہ کسی مسلمان کا خون بہانا، تین میں سے کسی ایک صورت کے سوا جائز نہیں ہے، کسی شخص کا شادی شدہ ہو کر زنا کرنا، اس کی سزا رجم ہے۔ عمداً قتل کرنا، اس کی سزا قصاص ہے اور اسلام کے بعد مرتد ہو جانا، اس کی سزا قتل ہے۔"

دوسری مثال:

حضرت عثمانؓ کی بیان کردہ روایت کے بعد، خود ان کا ذاتی واقعہ بھی، مرتد کی سزائے موت پر شاہد عدل ہے۔ جب محاصرے کے دوران باغی آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے، آپ نے حدیث رسول کے حوالہ سے قتل مومن کے جواز کی مذکورہ تین صورتیں پیش کی تھیں اور ان سے استفسار کیا تھا کہ جب ان تین صورتوں کے علاوہ، کسی مسلم کے جواز قتل کی اور کوئی صورت نہیں ہے اور میں نے ان تینوں میں سے کوئی صورت بھی اختیار نہیں کی پھر میں نے کون سا جرم کیا ہے، جس کی پاداش میں تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟

جناب ابوامامہ ابن سہل اور جناب عبداللہ بن عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں:

"کنا مع عثمان و ھو محصور و کنا اذا دخلنا مدخلا نسمع من البلاط فدخل عثمان یو ماثم خرج فقال انھم لیتوا عدونی بالقتل قلنا یکفیکھم اللّٰہ قال فلم یقتلونی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول لا یحل دم امرء مسلم الا باحدی ثلاث، رجل کفر بعد اسلامہ اوزنی بعد احصانہ او قتل نفسا بغیر نفس، فواللّٰہ ما زنیت فی جاھلیۃ و لا فی اسلام و لا تمنیت ان لی بدینی بدلا منذ ھدانی اللّٰہ و لا قتلت نفسا فلم یقتلونی." [2]

"ہم اس وقت حضرت عثمانؓ کے پاس تھے جبکہ وہ محصور تھے جب ہم داخل ہونے کی جگہ میں داخل ہوئے،

۱۔ سنن نسائی: ٤٠٥٧، کتاب تحریم الدم، باب حکم المرتد، حکم الالبانی: صحیح

۲۔ سنن نسائی: ٤٠١٩، کتاب تحریم الدم، باب ذکر ما یحل بہ دم المسلم، حکم الالبانی: صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موضع بلاط میں جو لوگ تھے، ہم نے ان کی باتیں سنیں۔ عثمان ایک دن داخل ہوئے پھر نکلے تو فرمایا! یہ لوگ مجھے قتل کی دھمکی دیتے ہیں۔ ہم نے کہا: ان کے مقابلے میں آپ کو اللہ کافی ہوگا'' عثمانؓ نے پوچھا: یہ لوگ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کسی مسلمان کا خون بہانا، تین میں سے کسی بھی ایک صورت کے سوا جائز نہیں ہے، جو شخص اسلام کے بعد کفر کرے گا، یا شادی شدہ ہو کر زنا کرے گا، یا ناحق کسی کو قتل کرے گا۔ اللہ کی قسم! میں نے عہد جاہلیت یا دور اسلام میں کبھی زنا نہیں کیا، نہ میں نے اپنا دین تبدیل کرنے کا کبھی ارادہ کیا اور نہ میں نے کسی کے قتل کا ارتکاب کیا ہے پھر یہ کیوں مجھے قتل کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟''

حضرت عثمانؓ نے مذکورہ حدیث باغیوں کو بھی سنائی اور صحابہ کرام کو بھی سنائی۔ کسی ایک نے بھی اس میں مذکور سزائے ارتداد پر اظہار تعجب کیا اور نہ اپنا اختلاف ہی نوٹ کروایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ خلافت عثمانی میں بھی جرم ارتداد پر سزائے قتل، ایک عام اسلامی قانون کی حیثیت سے معروف، مروج اور مسلم تھا۔

تیسری مثال:

خلافت عثمانی میں سزائے ارتداد کا ایک واقعہ عراق میں پیش آیا، جسے عراق کے گورنر عتبہ بن مسعود کا پوتا، عبیداللہ بن عبداللہ روایت کرتا ہے کہ دورِ عثمانی میں ایک مرتد کو ان کے گورنر نے خود خلیفہ ثالث کے حکم پر قتل کر دیا تھا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''**اخذ ابن مسعود قوما ارتدوا عن الاسلام من اهل العراق فكتب فيهم الى عثمان فرد اليه عثمان ان اعرض عليهم دين الحق و شهادة ان لا اله الله فان قبلوها فخل عنهم و ان لم يقبلوها فاقتلهم فقبلها بعضهم فتركه و لم يقبلها بعضهم فقتله.**'' [1]

''عتبہ بن مسعود نے کچھ عراقی لوگوں کو پکڑا، جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ ان کے معاملہ میں انہوں نے خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ کو خط بھیجا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ ان پر دین حق اور شہادت توحید کو پیش کیجیے۔ اگر قبول کر لیں تو انہیں چھوڑ دینا اور اگر قبول نہ کریں تو انہیں قتل کر دینا۔ بعض نے دین اسلام کو قبول کیا، جنہیں آپ نے چھوڑ دیا اور بعض نے قبول نہ کیا چنانچہ آپ نے، انہیں قتل کر دیا۔''

چوتھی مثال:

خلافت عثمانی میں صرف یہی نہیں ہوا تھا کہ سزائے ارتداد کے باب میں، آپ نے کسی گورنر کے نام شاہی فرمان جاری کیا اور اس نے جرم ارتداد کی بنا پر کسی مرتد کو سزائے موت سے دوچار کر دیا تھا بلکہ خود خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کا ذاتی عمل بھی ثابت ہے کہ آپ نے اپنے دست مبارک سے بھی مرتد کو قتل کیا تھا۔ مندرجہ ذیل روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''**اخبرني سليمان بن موسىٰ انه بلغه عن عثمان بن عفان: انه كفر انسان بعد ايمانه**

۱۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۸۷۰۷، کتاب اللقطة، باب فی الکفر بعد الإیمان، إسناده صحیح رجاله کلهم ثقات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فدعاه الى الاسلام...ثلاثا...فابى فقتله" [1]

"مجھے سلیمان نے بتایا تھا کہ عثمانؓ بن عفان کی بابت اسے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک انسان نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا۔ حضرت عثمانؓ نے تین مرتبہ اسے اسلام کی دعوت دی مگر اس نے انکار کیا، پس آپ نے اسے قتل کر دیا۔"

مذکورہ بالا واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے حیرت کی بات ہے کہ مدینہ نبوی میں لوگوں کی آنکھوں کے سامنے، مرتد کو قتل کی سزا دی جارہی تھی۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کی ایک کثیر تعداد اسے ملاحظہ کر رہی تھی، مگر کوئی اسے خلاف قرآن نہیں سمجھتا ہے اور نہ ہی خلیفہ کے اس عمل کو خلافِ قرآن کہہ کر احتجاج کرتا ہے۔ کیا یہ اس بات کا بین ثبوت نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک، ہر وہ سزا بہر صورت اسلامی سزا تھی، جسے زبان نبوت نے بیان فرمایا تھا۔ خواہ قرآن حکیم میں صراحت کے ساتھ اس کا بیان مذکور تھا یا نہیں تھا۔

خلافت علوی میں سزائے ارتداد:

پہلی مثال:

چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی، متعدد بار مرتدین کو سزائے ارتداد میں قتل کیا گیا تھا، اس کے چند امثال ونظائر درج ذیل ہیں:

جناب ابوعمر شیبانی سے روایت ہے:

"ان رجلا من بنی عجل تنصر فكتب بذلك عيينه بن فرقد السلمي الى علي ابن ابى طالب، فكتب علي: ان يوتى به، فجيء به، حتى طرح بين يديه رجل. اشعر عليه ثياب صوف. موثوق فى الحديد، فكلمه علي، فاطال كلامه و هو ساكت فقال: لا ادرى ما تقول؟ غير انى اعلم ان عيسىٰ ابن اللّٰه، فلما قالها قام اليه علي، فوطئه فلما راى الناس: ان عليا قدوطئه، قاموا فوطئوه فقال علي: امسكوا، فامسكوا حتى قتلوه، ثم امر به علي فاحرق بالنار." [2]

"بنو عجل کا ایک شخص عیسائی ہو گیا۔ عیینہ بن فرقد سلمی نے اس کے متعلق حضرت علی کو خط بھیجا۔ آپ نے جواب دیا کہ اسے میرے پاس بھیج دیجیے۔ چنانچہ اسے لایا گیا اور آپ کے سامنے ڈال دیا گیا۔ وہ لمبے بالوں والا تھا، اس پر صوف کا لباس تھا اور وہ بیڑی میں جکڑا ہوا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس سے طویل گفتگو فرمائی مگر وہ چپ تھا۔ آخر اس نے کہا: میں نہیں جانتا کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ مجھے اس کے سوا کچھ معلوم نہیں ہے کہ عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں" اس کا یہ کہنا تھا کہ حضرت علیؓ نے اٹھ کر اسے روند ڈالا۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ آپ اسے روند رہے ہیں، انہوں نے بھی اٹھ کر اسے روندنا شروع کر دیا۔ حضرت علیؓ نے انہیں روکا، پھر

۱۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۸۶۹۲، کتاب اللقطة، باب فی الكفر بعد الإيمان، سنده منقطع لان سليمان بن موسى لم يدرك عثمان بن عفان۔

۲۔ المحلى: ۱۲/۱۱۱، تهذيب الآثار: ۳/۷۹، رقم: ۱۴۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اسے قتل کر دیا اور حضرت علیؓ کے حکم پر اسے نذر آتش کر دیا گیا۔''

مذکورہ واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے مرتد کو سزائے ارتداد میں قتل کیا بلکہ اسے قتل کے بعد جلانے کا بھی حکم دیا تھا جبکہ بعض روایات کی رو سے کسی کو آگ کا عذاب دینا منع ہے اس کے جواب میں حافظ ابن حجرؒ کا خیال یہ ہے کہ مجرم کی سزا میں تغلیظ کی خاطر اور دوسروں کے سامنے اس سزا کو مزید عبرتناک بنانے کی غرض سے یہ جائز ہے کہ لاش کو مصلوب کیا جائے یا نذر آتش کیا جائے۔ اس عمل کے نظائر، عہد نبویؐ اور خلافت راشدہ، دونوں ادوار میں دستیاب ہیں البتہ عام حالات میں کسی کو آگ کا عذاب دیکر ہلاک کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔[۱]

دوسری مثال:

جناب ابوعمرو شیبانی سے روایت ہے:

''اتی علی ابن ابی طالب بشیخ کان نصرانیا فاسلم، ثم ارتد عن الاسلام فقال له علی: لعلک انما ارتددت لان تصیب میراثاثم ترجع الی الاسلام؟ قال: لا قال: فلعلک خطبت امرئة فابوا ان یزوجو کها فاردت ان تزوجها ثم تعود الی الاسلام؟ قال: لا، قال: فارجع الی الاسلام قال: لا، حتی القی المسیح ، قال: فامربه علی فضربت عنقه و رفع میراثه الی ولده المسلمین.'' [۲]

''حضرت علیؓ بن ابی طالب کے پاس ایک بوڑھا لایا گیا، جو عیسائی سے مسلمان ہوا تھا مگر اب دوبارہ عیسائی ہو گیا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا: شاید تو یہ چاہتا تھا کہ عیسائی بن کر اپنی میراث پائے گا اور پھر مسلمان ہو جائے گا؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: شاید تو عیسائی عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا مگر عورت کے اولیاء نے انکار کیا اور اب تیرا ارادہ یہ ہے کہ شادی کر کے دوبارہ اسلام کی طرف آ جائے گا؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپؓ نے کہا: اب اسلام کی طرف آ جاؤ۔'' اس نے کہا: نہیں، یہاں تک کہ میں حضرت مسیح سے جا ملوں۔'' حضرت علیؓ نے حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا آپ نے اس کا ترکہ، اس کی مسلمان اولاد میں جاری کر دیا۔''

بوڑھے عیسائی مرتد کا یہ واقعہ اس بات کا جواز بھی فراہم کرتا ہے کہ حاکم وقت مرتد کا امتحان بھی لے سکتا ہے تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس کا ارتداد، قلب کی آمادگی کے ساتھ واقع ہوا ہے یا محض دنیاوی مفاد کے حصول، یا کسی مجبوری کے تحت وہ مرتد ہوا تھا مگر اس کا دل، ایمان و اسلام پر مطمئن ہے۔ اس کے نتیجہ میں جب حضرت علیؓ کو یقین ہو گیا کہ اس کا ارتداد کسی دنیاوی مفاد کے باعث نہیں بلکہ کفر کی شدید رغبت ہی کے باعث تھا، تو آپ نے مرتد کی سزائے موت میں اسے قتل کر دیا۔

تیسری مثال:

جناب ابوالعلاء نے عثمان نہدی سے روایت کیا ہے:

۱۔ فتح الباری: ۱۹/۳۸۳

۲۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۸۷۰۹، کتاب اللقطة، باب فی الکفر بعد الإیمان، صحیح رجاله کلهم ثقات۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ان علیا استتاب رجلا کفر بعد اسلامه شهر افابی فقتله." [۱]

"حضرت علیؓ نے ایک شخص سے ایک ماہ تک توبہ کا مطالبہ کیا تھا، جو اسلام کے بعد کافر ہو گیا تھا۔ جب اس نے توبہ سے انکار کیا تو آپ نے اسے قتل کر ڈالا۔"

مذکورہ بالا واقعہ ایک طرف اس بات کا بین ثبوت فراہم کرتا ہے کہ جرم ارتداد کی سزا، درحقیقت سزائے قتل ہی ہے اور دوسری جانب اس امر کو بھی واضح کر دیتا ہے کہ استتابہ کی مدت تین دن تک ہی نہیں بلکہ اس سے زائد مدت تک بھی استتابہ کا عمل جاری رہ سکتا ہے گویا جب تک مرتد کے اسلام لانے کی امید باقی رہے گی، اسے مہلت دی جا سکے گی مگر جب یہ امید منقطع ہو جائے گی، اسے جرم ارتداد میں قتل کر دیا جائے گا اور اس کی سزا، سزائے قتل کے سوا اور کچھ نہیں ہوگی۔

چوتھی مثال:

جناب ابوعمرو شیبانی سے روایت ہے:

"ان المستورد العجلی تنصر بعد اسلامه فبعث به عتبة ابن ابی وقاص الی علی، فاستتابه به فلم یتب فقتله فساله النصاری جیفته بثلاثین الفافابی علی و احرقه." [۲]

"مستورد العجلی اسلام لانے کے بعد عیسائی ہو گیا۔ جناب عتبہ ابن ابی وقاص نے اسے حضرت علی کے پاس بھیج دیا۔ حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ توبہ کرو مگر اس نے انکار کر دیا۔ آپؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ عیسائیوں نے اس کی نعش کیلئے تیس ہزار آفر کیا تھا۔ مگر حضرت علیؓ نے انکار کر دیا اور اسے جلا دیا۔"

سزائے ارتداد کے باب میں حضرات خلفائے راشدین کا طرزِ عمل، نہایت شرح وسبط کے ساتھ بیان ہو چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ میں سے ہر ایک نے اپنی قلم رو خلافت میں، ارتداد کے مرتکب پر سزائے موت کا فیصلہ صادر اور نافذ کیا تھا اور خلافت راشدہ کے قریباً تیس سالہ عرصے میں نہ صرف خلفائے راشدین کا طرزِ عمل مختلف نہیں تھا بلکہ کسی ایک صحابی سے بھی اس باب میں کوئی اختلاف مروی نہیں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہو کہ سزائے ارتداد کے متعلق حضرات خلفائے راشدین میں اختلاف پایا جاتا تھا یا بعض صحابہ کرامؓ ارتداد پر سزائے موت کے قائل نہ تھے گویا سزائے ارتداد پر خلفائے راشدین کا عمل، درحقیقت صحابہ کرام کے اجماع پر دال ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:

"ما کان من سنة الخلفاء الراشدین الذی سنوه للمسلمین و لم ینقل أن احداً من الصحابة خالقهم فیه فهذا لا ریب انّه حجة بل اجماع" [۳]

"خلفائے راشدین نے اہل اسلام کیلئے جس راہ عمل کو اپنایا اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی کا، اس پر اختلاف بھی نقل نہیں ہوا، لا ریب خلفائے راشدین کا یہ عمل حجت بلکہ اجماع ہے۔"

۱۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۸۶۹۱، کتاب اللقطة، باب فی الکفر بعد الإیمان، فی سنده ضعف لتدلیس راو

۲۔ المحلی بالآثار: ۱۲/۱۱۱

۳۔ مجموع الفتاوی: ۲۰/۵۷۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ اقتباس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سزائے ارتداد کے باب میں خلفائے راشدینؓ کا طرز عمل، اجماع صحابہ کا ثبوت فراہم کرتا ہے اور امت اسلامیہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ عقیدہ و عمل اور فہم و ادراک کے باب میں خلفائے راشدینؓ کی سنت سے تمسک کریں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"**علیکم بسنّتی و سنّة الخلفاء الراشدین المهدیین**" [1]

''میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدینؓ کی سنت کو لازم پکڑو۔''

۱۔ سنن أبی داود:٤٦٠٧، کتاب السنة،باب فی لزوم السنة، حکم الألبانی:صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

اجماع امت اور سزائے ارتداد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم:

سزائے ارتداد اور اجماع امت

اصول فقہ کی رو سے کتاب وسنت کے بعد اجماع امت کو شریعت اسلامیہ کا تیسرا ماخذ تسلیم کیا جاتا ہے۔ علمائے اصول کے نزدیک، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، کسی زمانہ کے فقہاء ومجتہدین کا کسی مسئلہ شرعی کے حکم پر متفق ہوجانا، اجماع کہلاتا ہے۔ علمائے کرام نے اجماع کا شرعاً حجت ہونا، کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت کیا ہے۔[۱]

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَ ت مَصِيْرًا﴾ [۲]

''اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے اُدھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ جو شخص، مومنوں کے اجماع سے نکل جاتا ہے، لازمی بات ہے کہ وہ غیر مومنوں کی راہ کا اتباع کرتا ہے اور آیت ہذا میں اس عمل کی مذمت کا بیان آیا ہے اور دونوں باتیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں چنانچہ جس بات پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہوجاتا ہے، وہ عمل گویا رسول اللہ ﷺ سے منصوص ثابت ہوتا ہے اور اس سے اختلاف کرنے والا، درحقیقت رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کرتا ہے، جس طرح رسول اللہ ﷺ کا مخالف دراصل اللہ تعالیٰ کا مخالف ہوتا ہے۔[۳]

ملت اسلامیہ کے اجماع کا شرعاً حجت ہونا، حدیث نبوی سے بھی ثابت ہے چنانچہ آپؐ کے ایک فرمان گرامی کا مفہوم یہ ہے کہ امت مرحومہ کا کسی عمل میں گمراہی پر بہرصورت اتفاق نہیں ہوگا آپ کی یہ پیش گوئی دراصل اجتماعی سطح پر امت محمدیہ کی معصیت کا ایک بین ثبوت ہے۔ آپ کے ارشاد مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

''لا تجتمع امتی علی الضلالة.[۴]

امام شافعیؒ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب الرسالہ میں اجماع کے متعلق واضح کیا ہے کہ جو شخص وہی قول کرتا ہے جو امت کا اجتماعی موقف ہے، وہ جماعت کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے اور جو شخص، تمام امت کے خلاف کوئی بات کرتا ہے، وہ دراصل اس جماعت سے اختلاف کرتا ہے، جس کے ساتھ وابستہ رہنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ کتاب وسنت کا مدعا سمجھنے میں کسی ایک فرد یا گروہ سے خطا کا صدور ہو سکتا ہے مگر کسی باب میں تمام کی تمام جماعت اسلامیہ کا خطا کرنا بہرکیف ناممکن ہے۔[۵]

باب ہذا کی فصل سوم میں صحیح روایات کی بنا پر یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے سنہری دور میں جرم ارتداد کی سزائے قتل پر عمل درآمد کیا جاتا تھا اور اس موقف پر حضرات ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے علیحدہ علیحدہ دور خلافت سے الگ الگ امثلہ بھی پیش

۱۔ كشف الاسرار: ۲۲۷/۳ ؛ المستصفى: ۱۹۳/۲ ؛ كشاف اصطلاحات الفنون: ۲۴۸/۱۰

۲۔ النساء: ۱۱۵

۳۔ مجموع الفتاوى: ۱۹/ ۱۹۳

۴۔ مستدرك حاكم: ۲۹۴، ۲۰۰/۱، كتاب العلم؛المعجم الكبير للطبرانی: ۱۳۶۲۳، حكم الألبانی: صحيح

۵۔ شافعی، امام ، الرساله، المكتبة العلمية، بيروت، لبنان، س ن: ۴۷۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی جا چکی ہیں۔ خلفائے راشدین ہی پر کیا موقوف، قرونِ مابعد کا تاریخی تسلسل اور عملی تواتر بھی اس حقیقت کا بین ثبوت ہے کہ جرمِ ارتداد پر سزائے قتل، امتِ اسلامیہ کے اجماع سے بھی ثابت ہے چنانچہ فصل ہذا میں مقالہ نگار، صحابہ کرامؓ سے لیکر تابعینِ عظامؒ تک اور مفسرین کرام سے لیکر علمائے حدیث اور فقہائے کرام تک کے، چیدہ چیدہ اقوال وفرمودات پیش کرے گا جن سے معلوم ہوجائے گا کہ اجماع امت کی رو سے بھی، جرمِ ارتداد کی پاداش میں مرتد کو سزائے قتل سے دوچار کیا جائے گا:

سزائے ارتداد پر صحابہ کرام کا مؤقف:

سزائے ارتداد پر صحابہ کرامؓ کا مؤقف، خلافت صدیقی کے اس اقدامِ جہاد سے واضح ہوجاتا ہے کہ انہوں نے مل کر مرتدین کے خلاف مسلح جہاد کیا تھا اور اس موقع پر کسی ایک صحابی نے بھی اپنے قول وعمل سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ اس کے علاوہ خلفائے راشدین کی سزائے ارتداد پر مبنی بیسیوں امثلہ بھی، سزائے ارتداد پر ان کا مؤقف بتانے میں بالکل واضح ہیں اور خلفائے راشدین ہی کے قول وعمل پر محصور نہیں بلکہ دسیوں دیگر صحابہ کرام کے فرامین سے بھی ان کا مؤقف واضح ہوجاتا ہے کہ ان کے نزدیک ارتداد کتنا قبیح جرم تھا اور اس پر کس قدر شدید سزا تھی۔ سزائے ارتداد کے باب میں، خلفائے راشدین کے علاوہ دیگر چند صحابہ کرامؓ کے اقوال پیش خدمت ہیں:

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے زنادقہ کو آگ میں جلا دیا ہے، یہ سن کر آپؓ نے فرمایا:

"لو كنت انا لم احرقهم لنهى رسول الله صلى الله عليه وسلم : لا تعذبوا بعذاب الله، و تقتلتهم لقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: من بدل دين فاقتلوه"[1]

"اگر میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ آپؐ نے منع فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب سے سزا نہ دو بلکہ میں انہیں قتل کر دیتا کیونکہ آپؐ کا فرمان ہے کہ جس نے دین بدلا، اسے قتل کر دو۔"

مرتد سے توبہ طلبی کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مؤقف یہ تھا کہ اس سے تین مرتبہ اس کا مطالبہ کیا جائے گا، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ آپؓ کے الفاظ یہ ہیں:

"يستتاب المرتد ثلاثاً ، فان تاب ترک، وان ابى قتل."[2]

"مرتد سے تین بار توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، توبہ کرنے کی صورت میں اسے چھوڑ دیا جائے گا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے:

"اذا قتل المرتد ورثه ولده"[3]

"جب مرتد کو قتل کر دیا جائے، اس کا بیٹا وارث بنے گا۔"

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے متعلق آتا ہے کہ انہوں نے مرتدہ عورت کو قتل کر دیا تھا کہ اس نے اسلام چھوڑ کر نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔

"ان عبدالله بن الزبيرؓ اقام الحد على امرأة قال عنها اخوه مصعب انها تزعم النبوة"[4]

۱۔ صحيح البخارى: ٦٩٢٣، كتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم

۲۔ مصنف ابن أبى شيبة: ٢٨٩٨٧، كتاب الحدود، باب فى المرتد عن الاسلام ما عليه، سنده ضعيف لا أدرى من عمن سمع ابن عمر

۳۔ ايضا: ٣٢٧٦٦، مرسل، ٥٣/١١

٤۔ انساب الاشراف: ٩٥/٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک عورت پر قتل کی حد قائم کی۔ آپ کے بھائی مصعب بن زبیرؓ نے اس سے متعلق بتایا تھا کہ وہ نبوت کی دعویدار ہے۔''

حضرت معاذ بن جبلؓ یمن میں ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس جاتے ہیں، انہوں نے آپ کو تکیہ پیش کیا کہ تشریف رکھیئے! حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''**فاذا رجل عنده موثق، فقال : ما هذا؟ قال: كان يهودياً، فاسلم ثم تهوّد، فقال: اجلس. قال: لا اجلس حتى يقتل، قضاء الله و رسوله، ثلاث مرات، فامر به فقتل.**'' [۱]

''ان کے پاس ایک آدمی بندھا ہوا تھا۔ معاذ بن جبلؓ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ یہودی تھا، اسلام لایا اور پھر یہودی ہو گیا ہے اور کہا کہ آپ بیٹھ جایئے! حضرت معاذؓ نے جواب دیا: جب تک اسے اللہ اور رسول کے فیصلہ پر قتل نہیں کر دیا جائے گا، میں نہ بیٹھوں گا۔ انہوں نے تین بار یہی کہا چنانچہ حضرت ابوموسیٰ نے حکم دیا اور اسے قتل کر دیا گیا۔''

سزائے ارتداد کے باب میں، حضرات صحابہ کرامؓ کے مذکورہ اقوال میں قدر مشترک یہ ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک بھی مرتد کی سزا قتل ہے اور اس کا سبب بھی ارتداد محض یعنی دین اور مذہب کر مجرد ترک کرنا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ اصحاب رسول کے مذکورہ بالا اقوال مختلف واقعات کی روایات پر مشتمل ہیں اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ اس موضوع پر صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کا بھی اختلاف مروی نہیں ہے کہ مرتد کو نہیں کیا جائے گا۔ علمائے اصول کی زبان میں اسے اجماع سکوتی کہتے ہیں اور اس کا باعث یہ ہے کہ اس باب میں صحابہ کرام کے مابین اگر کوئی اختلاف موجود ہوتا، لازماً اسے بیان بھی کیا جاتا اور وہ اہل علم میں معروف بھی ہوتا مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہے حالانکہ اختلاف کی نقل و روایت کے اسباب موجود ہیں مگر اختلافی قول کا کوئی وجود نہیں ہے گویا مرتد کی سزائے قتل پر صحابہ کرام کا اجماع تھا۔

سزائے ارتداد پر تابعین کا مؤقف:

صحابہ کرام کے بعد تابعین عظام کا طبقہ، امت اسلامیہ کا بہترین طبقہ ہے، انہوں نے صحابہ کرامؓ سے کسبِ فیض کیا تھا اور ہدایت کے تازہ ترین سرچشموں سے سیراب ہو کر اسلامی عقیدہ و عمل اور دینی علم و فن کو اگلی نسل تک منتقل کر دیا۔ سزائے ارتداد کے باب میں نامی گرامی تابعین کا مؤقف یہ تھا کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، ورنہ اسے قتل سے دوچار کر دیا جائے گا۔ سزائے ارتداد پر تابعین عظام کے موقف کی چند ایک نظائر درج ذیل ہیں:

جناب عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں چند عیسائی نے اسلام قبول کیا مگر بعد میں اسے چھوڑ دیا اور مرتد ہو کر دوبارہ عیسائی بن گئے۔ آپؒ نے ان کے متعلق خط بھیجا کہ ان سے توبہ کا مطالبہ کرو، توبہ کرتے ہیں تو اسے قبول کرو ورنہ انہیں قتل کر دو۔ [۲]

مرتد سے توبہ طلبی کے بارہ میں جناب عمرؒ بن عبدالعزیز کا خیال یہ تھا کہ مرتد سے تین بار توبہ طلب کی جائے گی، توبہ کرے گا فبہا، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ [۳] امام ابن شہاب زہریؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ مرتد کو تین مرتبہ اسلام کی دعوت دی جائے گی، وہ انکار کرے گا تو

۱۔ صحیح البخاری: ٦٩٢٣، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، باب حكم المرتد والمرتدة واستتابتهم

۲۔ مصنف ابن ابی شیبه:٣٢٧٤٧، اس خط کے الفاظ یہ ہیں: "ان استتيبوهم، فان تابوا، و الّا فاقتلوهم"

۳۔ مصنف ابن ابی شیبه:٣٢٧٦١، اصل عبارت یہ ہے: "يستتاب المرتد ثلاثاً ، فان رجع و الّا قتل"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی گردن ماردی جائے گی۔[۱] معروف تابعی عطاءؒ کا مرتد کے بارہ میں مؤقف یہ تھا کہ مرتد کو اسلام کی دعوت دی جائے گی اور انکار کرنے پر اسے قتل کر دیا جائے گا۔[۲]

تابعین عظام میں سے عبید بن عمرؒ کا موقف بھی یہ ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا۔ [۳] حضرت حسن بصریؒ کا فرمان ہے کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا اور اس کا ترکہ اس کے مسلم ورثاء کو دیا جائے گا۔ [۴] موسیٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیّبؒ سے مرتد کی میراث بارے پوچھا کہ کیا مرتد کے قتل پر اس کے ورثاء ترکہ حاصل کریں گے؟ آپ نے جواب دیا: ہم ان کے وارث بنیں گے مگر وہ ہمارے وارث نہ ہوں گے۔ [۵] حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جب سلطان تک معاملہ پہنچنے سے قبل ہی مرتد کو قتل کر دیا جائے تو اس کے قاتل پر کچھ نہیں ہوگا۔[۶]

سزائے ارتداد پر تابعین عظام کے مذکورہ اقوال سے واضح طور معلوم ہوتا ہے کہ تابعین عظام کی جماعت کا خیال بھی یہ تھا کہ ارتداد کے مرتکب کو سزائے موت سے دوچار کیا جائے گا گویا اس جماعت پر تابعین کا بھی اجماع تھا۔ سزائے ارتداد کے باب میں، حضرت ابراہیم نخعیؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کا ایک ذو معنی قول پیش کیا جاتا ہے کہ تابعین عظام میں سے یہ حضرات گویا مرتد کی سزائے موت کے قائل نہ ہیں۔ یہ دراصل منکرین سزائے ارتداد کی جانب سے پیش کردہ ایک شبہ اور اشکال ہے، جس کے ازالہ کا یہ محل نہیں ہے تاہم مقالہ نگار نے ان بزرگوں سے منسوب وہ قول اور اس کا صحیح مطلب، قدرے وضاحت کے ساتھ باب ہذا کی فصل سوم میں بیان کر دیا ہے، چنانچہ ضرورت کے وقت اسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

سزائے ارتداد پر فقہی مذاہب کا مؤقف:

سزائے ارتداد پر تابعین عظامؒ کے اجماعی مؤقف کے بعد، اس باب میں فقہی مذاہب سے بھی آراء پیش کی جا رہی ہے، جن کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ باہمی اور اندرونی اختلافات کے باوصف، تمام فقہی مذاہب کا اس بات پر بہرحال اتفاق ہے کہ حدیث کی بنا پر، ارتداد کی سزا میں مرتد کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس بارے میں فقہی مذاہب کی تفصیل درج ذیل ہے:

فقہائے حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ مرتد کو توبہ کا موقع دیا جائے گا اور اس دوران، دوبارہ اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔ حنفی مذہب کے نمائندہ حضرت ابن عابدینؒ کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر وہ اسلام لاتا ہے تو بہتر، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حدیث ہے کہ جس نے اپنا دین بدلا، اسے قتل کر دو۔[۷]

فقہائے مالکیہ کے نزدیک بھی عدم توبہ کی صورت میں، مرتد کو قتل کر دیا جائے گا۔ موالک کے اس فتویٰ کے الفاظ یہ ہیں کہ اور مرتد کا حکم یہ ہے کہ اگر توبہ کا اظہار نہیں کرتا تو اسے قتل کیا جائے گا کیونکہ بخاری وغیرہ میں آپؐ سے مروی ہے کہ جس نے اپنا دین بدلا، اسے قتل کر دو۔[۸]

فقہائے شافعیہ کا مؤقف بھی یہ ہے کہ ارتداد پر اصرار کی صورت میں مرتد کو قتل کر دیا جائے گا اور ان میں مرد و زن کے مابین کوئی تفریق نہیں کی جائے گی چنانچہ صاحب تحفہ نے واضح کیا ہے کہ اگر مرد اور عورت ارتداد پر اصرار کریں تو انہیں حدیث مذکورہ کی بنا پر قتل کر

۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ:۲۸۹۸۹، اصل متن یہ ہے: "یدعی الی الاسلام ثلاث مرات، فان ابی ضربت عنقه"
۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۹۹۰، اصل عبارت یہ ہے:"یدعی الی الاسلام، فان ابی قتل" ۳۔ ایضاً:۲۸۹۹۱
٤۔ مصنف ابن ابی شیبہ:۳۱۳۸۷: اصل الفاظ یہ ہے:"یقتل، و میراثه لورثته من المسلمین"
٥۔ مصنف عبدالرزاق:۱۹۲۹٥، اصل عبارت یہ ہے: "هل یوصل اذ قتل؟ قال: و ما یوصل؟ قال: یرثه ورثته، قال: نرثهم و لا یرثونا"
٦۔ مصنف عبدالرزاق:۱۷۸٥۰، اصل متن یہ ہے: "اذا قتل المرتد قبل ان یرفعه الی السلطان فلیس علی قاتله شیء"
۷۔ الدر المختار مع حاشیه ابن عابدین:٤/۲۲٦، اصل الفاظ یہ ہیں: "فان اسلم فیها و الّا قتل ، لحدیث: من بدل دینه فاقتلوه"
۸۔ التوضیع فی شرح مختصر خلیل:۸/۲۱۹، اصل عبارت یہ ہے: "و حکم المرتد ان لم تظهر توبته القتل، لما فی البخاری وغیره عنه علیه الصلاة والسلام: من بدل دینه فاقتلوه"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا جائے گا۔[۱]

فقہائے حنابلہ کا مسلک بھی یہ ہے کہ مرتد کو سزائے ارتداد میں قتل کرنا واجب ہے۔ حنابلہ کی کتاب، کشاف القناع میں ہے کہ قتل مرتد کے وجوب پر تمام علماء کا اجماع ہے۔[۲]

فقہائے امامیہ کے نزدیک مرتد کی دو اقسام ہیں؛ ایک مرتد وہ ہے جو اسلام پر پیدا ہوا تھا مگر بعد میں مرتد ہو گیا، اسے فوری قتل کر دیا جائے گا اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا اور نہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔ امامیہ کے نزدیک دوسرا مرتد وہ ہے جو اسلام لایا تھا مگر اس کے بعد مرتد ہو گیا، اسے توبہ کا موقع دیا جائے گا اور عدم توبہ کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔[۳]

فقہائے ظاہریہ کا مؤقف بھی یہ ہے کہ ارتداد ایک قسم کی حد ہے اور اس کی سزا، سزائے قتل کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ظاہریہ کا مذہب، علامہ ابن حزمؒ کے الفاظ میں یہ ہے کہ مرتد سے اسلام کے سوا کچھ قبول نہ کیا جائے گا یا پھر سیف ہے۔[۴]

فقہائے زیدیہ کے نزدیک بھی جرم ارتداد، حدود میں شامل ہے اور ارتداد کے باب میں عموم حدیث کی بنا پر، مرد اور عورت کے مابین کوئی فرق نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی پاداش میں مرتد کو قتل کرنا واجب ہوگا۔ علامہ احمد بن یحییٰ نے اس پر اپنی کتاب میں 'الـــردة و قتـال اهلها' کے عنوان سے ایک باب ہے اور اس کے ذیل میں 'وحدّة القتل' کے نام سے ایک فصل قائم کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اہل ردۃ کے خلاف جہاد کیا جائے گا اور جرم ارتداد کی حد قتل ہے۔[۵]

فقہائے اباضیہ کا مؤقف بھی سزائے ارتداد کے باب میں دیگر فقہی مذاہب سے مختلف نہیں ہے چنانچہ ان کے نزدیک بھی بلا لحاظ جنس، مرتد کو قتل کر دیا جائے گا۔ محمد بن یوسف اطفیش کے الفاظ یہ ہیں کہ عدم توبہ کی صورت میں مرتد کو قتل کر دیا جائے گا، وہ مرد ہو یا عورت۔[۶]

سزائے ارتداد پر فقہی مذاہب کے مذکورہ اقتباسات اور حوالہ جات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مختلف احکام و مسائل میں فقہی مذاہب کے باہمی اختلاف کے باوجود، سزائے ارتداد کے مسئلہ پر متفق ہیں اور اس ضمن میں تمام فقہائے مذاہب کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا حتی کہ اس باب میں کسی ایک مذہب کا کوئی شاذ قول یا ایک اختلافی روایت بھی موجود نہیں ہے کہ جرم ارتداد کی پاداش میں مرتد کو قتل نہیں کیا جائے گا گویا تمام فقہی مذاہب بھی سزائے ارتداد کے باب میں ہم آہنگ اور یک زبان ہیں کہ مجرم کو بہ صورت عدم توبہ، قتل سے دوچار کر دیا جائے گا۔

سزائے ارتداد پر علمائے تفسیر کا مؤقف:

سزائے ارتداد کے باب میں تفسیری ادب کے مطالعہ سے بھی واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف تاریخی، فقہی اور جغرافیائی پس منظر کے باوجود، تمام علمائے تفسیر کا متفق علیہ مؤقف یہ ہے کہ جرم ارتداد کی پاداش میں، مرتد کو سزائے قتل دی جائے گی۔ سزائے ارتداد کے ضمن میں مختلف علمائے تفسیر کے اقوال، قدرے اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں:

امام محمد بن جریر طبریؒ رقم طراز ہیں:

۱۔ تحفة المحتاج:۹/۹۶، اصل الفاظ یہ ہیں: "فان اصرا: ای الرجل والمراة علی الردة قتلا، للخبر المذکور"

۲۔ کشاف القناع:۶/۱۶۸، اصل متن یہ ہے: "واجمعوا علی وجوب قتل المرتد"

۳۔ شرائع الاسلام: ۲/۲۴۳ ، مفتاح الکرامة: ۸/۳۵ ، وسائل الشیعة: ۹/۵۴۴

۴۔ ابن حزم، المحلی، بیروت، المکتب التجاری للطباعة والنشر، ۱۹۶۹، ۱۳/۳، اصل الفاظ یہ ہیں: "لا یقبل من المرتد الّا الاسلام أو السیف"

۵۔ البحر الذخار الجامع لمذاهب علماء الامصار، بیروت، مؤسسة الرسالة، ۱۹۸۲: ۶/۴۲۲

۶۔ النیل و شفاء العلیل، جدة، مکتبة الارشاد، ۱۹۸۵، ۱۴/۷۸۶، اصل عبارت یہ ہے: "قتل المرتد ان لم یتب، ذکراً کان أو انثیٰ"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"المسلمون جميعاً قد نقلوا عن نبيهم صلى الله عليه وسلم أنه اكره على الاسلام قوما فابى ان يقبل منهم الا الاسلام و حكم بقتلهم ان امتنعوا منه و ذلک كعبدة الاوثان من مشركي العرب و كالمرتد عن دينه دين الحق الى الكفر" [1]

"جملہ اہل اسلام نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ بعض افراد کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا اور ان سے اسلام کے سوا کچھ بھی قبول نہ ہوگا اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں، تو انہیں قتل کرنے کا حکم دیا ہے، مثلاً مشرکین عرب میں سے بتوں کے پجاری اور دین اسلام سے کفر میں چلا جانے والا مرتد۔"

علامہ ابن عاشورؒ کا خیال یہ ہے کہ مرتد کے قتل میں حکمت یہ ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا ارتداد اسلامیہ یونیورسٹی سے خروج کے مترادف ہے۔ اسلام میں داخلہ کے بعد مرتد اپنے خروج سے گویا یہ اعلان کرتا ہے کہ داخل ہونے کے بعد اس نے اسلام کو غیر صالح پایا ہے اور اس سے پہلا دین زیادہ صالح تھا اور یہ اسلام کے ساتھ تعریض اور استخفاف ہے۔۔۔۔ اس پر کوئی سزا نہ ہوتی تو لوگ اس سے باز نہ آتے اور ہمارے خیال میں موت سے بڑی سزا کوئی نہیں ہے چنانچہ موت ہی کو مرتد کی سزا مقرر کیا گیا تا کہ دین میں داخل ہونے والا بصیرت کے ساتھ داخل ہوا اور اس میں داخل ہونے کے بعد کوئی نکل نہ سکے اور یہ دین پر منفی جبر نہیں ہے۔[2]

دوسرے مقام پر علامہ ابن عاشورؒ نے فیمت و هو كافر کی تفسیر میں رقم فرمایا ہے:

"و قد اشار العطف فی قوله: فيمت بالقاء المفيده للتعقيب الى ان الموت يعقب الارتداد ، و قد علم كل احد أن معظم المرتدين لا تحضر آجا لهم عقب الارتداد فيعلم السامع حينئذٍ ان المرتد لعاقب بالموت عقوبة شرعية، فيكون الاية بها دليلا على وجوب قتل المرتد." [3]

"اللہ تعالیٰ کے فرمان فیمت میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ فا تعقیب کا فائدہ دیتی ہے گویا ارتداد کے بعد موت ہے اور ہر شخص یہ جانتا ہے کہ بڑے بڑے مرتدین کو ارتداد کے بعد موت نہیں آتی جس سے سامع کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مرتد کو شرعاً سزائے موت سے دوچار کیا جائے گا چنانچہ آیت ہذا، اس پر بنا قتل مرتد کے وجوب پر دال ہے۔"

شیخ شعراویؒ نے حریت فکر اور سزائے ارتداد کے ضمن ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ ارتداد کی حد اور قتل مرتد کی سزا سے، اسلام نے غیر مسلمین پر اسلام میں داخل ہونا مشکل بنا دیا ہے اور ان پر اسلام کا دروازہ تنگ کر دیا ہے تا کہ اسلام میں وہی شخص داخل ہو، جس کا دل اس پر مطمئن ہو، جو اسلام کے حق میں مخلص ہو اور جو مکمل طور پر یہ جانتا ہو کہ اسلام میں داخل ہو کر خارج ہونے کی سزا موت ہے۔ اس باب میں اسلام پر کوئی عار نہیں ہے کیونکہ اس نے آپ پر پہلے ہی یہ شرط عائد کر دی ہے اور آپ پر اس کا انجام واضح کر دیا ہے۔ چنانچہ دین اور عقیدہ کی حریت، اسلام میں داخل ہونے سے قبل آپ کو حاصل ہے اور اسلام پر آپ کو مجبور کوئی نہیں کرے گا اور آپ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ آپ جیسے پسند کریں، اپنے دین پر رہیں مگر جب آپ

۱۔ طبری، جامع البيان فی تفسير القرآن: ۳/۱۷

۲۔ التحرير و التنوير: ۳۱۹/۲

۳۔ ايضاً: ۳۳۵/۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبول اسلام کا ارادہ کریں تو اس معاملہ کے تمام پہلوؤں پر خوب غور وفکر کر لیں۔[۱]

علامہ محمد امین شنقیطیؒ رقم فرماتے ہیں:

"ان المرتد يقتل بردته و كفره، و لا يقطع بقوله صلى الله عليه وسلم، عاطفاً على ما يوجب القتل: والتارک لدينه والمفارق للجماعة، و قوله: من بدل دينه فاقتلوه"[۲]

سزائے ارتداد کے باب میں علمائے تفسیر کے مذکورہ اقوال کا حاصل مطالعہ یہی ہے کہ ان کا اجماعی مؤقف بھی یہ ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ مفسرین کرام کے متعلق یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ وہ تمام مختلف فقہی، تاریخی اور جغرافیائی پس منظر رکھتے ہیں۔ ان کے فقہی مذاہب بھی باہم مختلف ہیں، ان کے تاریخی ادوار بھی مختلف ہیں اور ان کے جغرافیائی حالات بھی مختلف ہیں، اس کے باوجود مرتد کی سزائے قتل پر تمام علمائے تفسیر متفق ہیں اور اسلام کے چودہ سو سالہ تفسیری ادب میں کوئی ایک بھی قابل ذکر اختلافی قول موجود نہیں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہو کہ مفسرین کے نزدیک مرتد کی سزائے قتل مختلف فیہ ہے یا وہ سزائے ارتداد کے منکر ہیں!

سزائے ارتداد پر علمائے حدیث کا مؤقف:

سزائے ارتداد پر علمائے تفسیر کا اجماعی مؤقف بیان ہو چکا ہے۔ علمائے تفسیر کے بعد علمائے حدیث کا مؤقف پیش خدمت ہے کیونکہ علمائے حدیث نے احادیث وسنن کی جمع وتدوین اور نقل وروایت میں اپنی عمریں کھپائی ہیں۔ اسی سبب سے جرم ارتداد باب میں، ان کے مؤقف کا مطالعہ بڑا ہی چشم کشا اور فیصلہ کن ہوگا کہ ان کے نزدیک سزائے ارتداد پر مبنی احادیث کا مفہوم ومدعا کیا ہے اور انہوں نے ارتداد کے عمل اور اس کی سزا کو کس نگاہ سے دیکھا ہے؟

امام ترمذیؒ نے ارتداد کی سزائے قتل پر مبنی حدیث کے بعد ذکر فرمایا ہے کہ مرتد کی سزا کے بارہ میں اہل علم کا اس حدیث پر عمل رہا ہے۔[۳] امام منذریؒ رقم طراز ہیں کہ تاریخ اسلام میں کوئی معلوم واقعہ ایسا نہیں ہے کہ اہل اسلام نے کسی کو اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کیا ہو، تاہم مرتدین کے بارہ میں یہ ہے کہ ان سے اسلام کے سوا کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا یا انہیں قتل کر دیا جائے گا۔[۴] علامہ ابن عبدالبرؒ رقم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے دین سے مرتد ہوگا، اس کا خون مباح ہو جائے گا اور اس کی گردن مار دی جائے گی، اس پر امت کا اجماع ہے اور فقہائے کرام کا اختلاف، اس سے محض توبہ طلب کرنے پر ہے۔[۵]

حافظ ابن حجرؒ رقم فرماتے ہیں کہ

"و قوله من هو عام تخصّ منه من بدّله في الباطن و لم يثبت عليه ذلک في الظاهر فانه تجري عليه احكام الظاهر، و يستثنىٰ منه من بدل دينه في الظاهر لكن مع الاكراه...فلو رجع الى الدين الذى كان عليه و كان مقراً عليه بالجزية فانّه يقتل ان لم يسلم."[۶]

"حدیث کا لفظ من عام ہے تاہم اس سے وہ آدمی خاص کیا جائے گا جو باطن میں اپنا دین تبدیل کرے مگر

۱۔ تفسیر شعراوی: https://vb.tafsir.net/tafsir31909

۲۔ شنقیطی، محمد امین، اضواء البیان فی التاج القرآن بالقرآن، :۱/۱۰۱/۴، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۵

۳۔ سنن ترمذی، رقم:۱۴۵۸، اصل عبارت یہ ہے: "والعمل على هذا عند أهل العلم في المرتد"

۴۔ مختصر مسلم:۱/۵، اصل متن یہ ہے: "ولم يعرف في تاريخ المسلمين انهم اكرهوا احداً على الدخول في الاسلام، اللّٰهم الّا ان يكون ذلك في المرتدين فانه لا يقبل منهم الّا الاسلام أو يقتلون"

۵۔ التمهید:۵/۴۰۳ اصل الفاظ یہ ہیں، "وفقه هذا الحديث ان من ارتد عن دينه حل دمه و ضربت عنقه ولامة مجتمعة على ذلك، و انما اختلفوا في استتابته"

۶۔ فتح الباری:۱۹/۹۶-۳۸۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے ظاہر سے یہ ثابت نہ ہو، اس کے ظاہر ہی پر احکام جاری ہوں گے۔ اس سے وہ شخص بھی خارج ہے، جو جبر و اکراہ سے ظاہر میں اپنا دین تبدیل کرے گا۔۔۔ اگر وہ اپنے سابقہ دین پر واپس جاتا ہے، جس پر وہ جزیہ کے ساتھ برقرار تھا، اسے بھی دوبارہ اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں قتل کر دیا جائے گا۔''

سنن ابی داؤد کے شارح کا خیال یہ ہے کہ اس حدیث سے مرتد اور مرتدہ کے قتل پر استدلال کیا گیا ہے۔ علمائے احناف نے اس کو مذکر کے ساتھ خاص کیا ہے کہ حدیث میں عورت کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے اور جمہور نے اس نہی کو اصل کافرہ پر محمول کیا ہے جبکہ وہ عملاً جنگ میں شریک نہ ہو۔[۱] سنن ابن ماجہ کے حاشیہ نویس علامہ سندھی رقم فرماتے ہیں کہ حدیث میں لفظ من سے مراد مسلم اور دین سے مراد دین حق ہے، سیاق کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ جو شخص کافرانہ دین سے مرتد ہوگا، حدیث کے عموم میں وہ شامل نہ ہوگا اور نہ ہی اسے عام سے خاص کرنے کی ضرورت ہے۔[۲]

امام محمدؒ اپنی مؤطا میں بیان کرتے ہیں کہ حاکم کسی مرتد کو تین روز تک موقع دے سکتا ہے اگر اس سے توبہ کی امید ہو یا مرتد اس کا خواہشمند ہو اور اگر اس سے توبہ کی امید بھی نہ ہو اور مرتد نے مہلت کا سوال بھی نہ کیا ہو اور حاکم اسے قتل کر دے تو کوئی حرج نہیں۔[۳] علامہ الباجیؒ رقم کرتے ہیں کہ جو شخص اسلام سے نکل جائے گا اور اس کا اظہار بھی کرے گا، اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، وہ توبہ کرے گا فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اسی طرح مرتد قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی جائے گی اور توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر تائب ہو جائیں تو بہتر ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔[۴]

ملا علی قاریؒ رقم طراز ہیں:

''و اذا ارتد مسلم عن الاسلام ، والعیاذ باللّٰہ ، عرض علیه الاسلام فان کانت له شبهة ابداها کشف عنه لانه عساه اعترته ای عرضت له شبهة فتزاح عنه و دفع شره بأحسن الأمرین و هما القتل والاسلام و احسنهما الاسلام.''[۵]

''جب کوئی مسلم، معاذ اللہ اسلام سے مرتد ہو جائے، اس پر اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر اس کا کوئی شبہ ہو، پہلے اس کا ازالہ کیا جائے گا کیونکہ بعض اوقات شبہ پیش آ جاتا ہے، اور اس شبے کا ازالہ، دو امور میں سے بہترین کیساتھ کیا جائے گا اور قتل اور اسلام میں سے اسلام بہترین ذریعہ ہے۔''

۱۔ عون المعبود:۹/۳۸۷، اصل عبارت یہ ہے: ''والحدیث استدل به علی قتل المرتد والمرتدة، و خصه الحنفیة بالذکر و تمسکوا بحدیث النهی عن قتل النساء، و حمل الجمهور النهی علی الکافرة الاصلیة اذا لم تباشر القتال۔''

۲۔ سندهی، حاشیه ابن ماجة:۵/۲۰۴، اصل متن یہ ہے: ''المراد بمن المسلم والمراد بدینه الدین الحق و هذا ظاهر بالسوق فلا یشمل عمومه من ارتد من الکفرة ولا یحتاج الی القول بتخصیص العموم فتأمل''

۳۔ مؤطا محمد بشرح اللکنوی:۳/۱۶۰، اصل الفاظ یہ ہیں: ''ان شاء الامام أخر المرتد ثلاثاً ، ان طمع فی توبته أو ساله عن ذلك المرتد و ان لم یطمع فی ذلك و لم یسأله المرتد فقتله فلا بأس بذلك''

۴۔ المنتقی، شرح المؤطا:۴/۲۳، اصل متن یہ ہے: ''من خرج من الاسلام الی غیره و اظهر ذلك فانه یستتاب، فان تاب، و الّا قتل و ذلك لو ان قوماً کانوا علی ذلك رأیت ان یدعوا الی الاسلام و یستتابوا فان قبل ذلك منهم، و ان لم یتوبوا قتلوا''

۵۔ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح:۶/۱۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام ابو محمد بغویؒ سزائے ارتداد پر مبنی حدیث کے بعد لکھتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر عمل رہا ہے کہ جب کوئی مسلم اپنے دین سے مرتد ہوگا، اسے قتل کر دیا جائے گا۔[۱] شیخ محمد بن اسماعیل صنعانیؒ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔ اس پر اجماع ہے۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ اس کے قتل سے قبل توبہ کا مطالبہ کرنا واجب ہے یا نہیں۔[۲] امام محمد بن علی شوکانیؒ رقم طراز ہیں کہ مرتد کا قتل فی الجملہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اگرچہ اس کی تفصیلات میں فقہاء کرام نے اختلاف کیا ہے، مرتد کے قتل پر دال احادیث بہت زیادہ ہیں۔[۳] امام صنعانیؒ رقم فرماتے ہیں کہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے، اور اس پر اجماع ہے۔[۴]

علمائے حدیث کے مذکورہ فرمودات اور اقتباسات سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جرم ارتداد کی سزائے موت پر ان کا بھی اتفاق ہے اور تحقیق بسیار کے باوجود مقالہ نگار، علماء و شارحین حدیث کا کوئی ایک بھی قابل ذکر قول، تلاش نہیں کر سکا ہے جو جرم و سزا ارتداد کے باب میں علمائے حدیث کے اجماعی موقف میں اختلاف کا پتہ دیتا ہو اور جس سے یہ معلوم پڑتا ہو کہ سزائے ارتداد پر شارحین حدیث کے اتفاق کا دعویٰ محض دعویٰ برائے دعویٰ ہے بلکہ اس کے برعکس تمام علمائے حدیث اور شارحین حدیث، جرم ارتداد کی سزائے قتل پر ہم آہنگ ہیں گویا سزائے ارتداد پر علمائے حدیث کا بھی اجماع ہے۔

سزائے ارتداد پر علمائے فقہ کا مؤقف:

سزائے ارتداد پر امت کے معروف و متداول فقہی مذاہب مثلاً حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ، امامیہ، زیدیہ اور اباضیہ کا مجموعی طور پر اتفاق ہے کہ ارتداد کے مرتکب کو قتل کیا جائے گا اور اس مسئلہ میں جملہ فقہی مذاہب کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ علاوہ ازیں فقہی مکاتب فکر سے وابستہ علمائے فقہ کا ذاتی سطح پر مؤقف بھی یہ ہے کہ مرتد کی سزا بہر حال موت ہے۔ تمام فقہی مذاہب کا نمائندہ اور اجتماعی مؤقف پچھلے صفحات پر ملاحظہ کیا جا چکا ہے۔ آئندہ سطور میں مقالہ نگار، مختلف فقہی مکاتب فکر کے قابل ذکر علمائے فقہ کے اقوال پیش کرے گا جس سے اس باب میں تاکید مزید کے بعد شرح صدر حاصل ہو جائے گا کہ جرم ارتداد پر سزائے قتل، نہ صرف تمام فقہی مذاہب کا فقہی بہ موقف ہے بلکہ تمام مکاتب فکر کے اہل دانش اور اصحاب فکر، اپنی رائے اور ذاتی رجحان میں بھی اپنے فقہی مذہب کی نمائندہ آواز سے ہم آہنگ ہیں اور اجتہادی بصیرت کے باوجود سزائے ارتداد کے باب میں ذاتی سطح پر بھی اختلاف رائے نہیں رکھتے ہیں۔

امام شافعیؒ رقم فرماتے ہیں:

'و لم يختلف المسلمون أنه لا يحل أن يفادى بمرتد بعد ايمانه، و لا يمن عليه، و لا يؤخذ منه فدية بحال، حتى يسلم أو يقتل" ۵

۱۔ بغوی، شرح السنّة: ۱۰/۲۳۸، اصل عبارت یہ ہے: "والعمل على هذا عند أهل العلم؛ أن المسلم اذا ارتد عن دينه يقتل"

۲۔ صنعانی، سبل السلام: ۲/۳۸۳، اصل متن یہ ہے: "والحديث دليل على أنه يجب قتل المرتد، و هو اجماع، و انما وقع الخلاف هل يجب استتابته قبل قتله أو لا"

۳۔ شوکانی، السیل الجرار: ٤/۳۷۲، اصل الفاظ یہ ہیں: "و قتل المرتد عن الاسلام متفق عليه فى الجملة و ان اختلفوا فى تفاصيله والاحاديث الدالة عليه أكثر من أن تحصر"

٤۔ صنعانی، سبل السلام: ۲/۳۸۳، اصل متن یہ ہے: "الحديث دليل على انّه يجب قتل المرتد ، و هو اجماع"

۵۔ شافعی، کتاب الام: ۷/۳۹٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اہل اسلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی شخص ایمان کے بعد ارتداد کا مرتکب ہوگا، اس پر احسان کرنا یا اس سے فدیہ وصول کرنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے بلکہ وہ اسلام قبول کرے گا یا اسے قتل کر دیا جائے گا۔''

امام سفیان بن عیینہؒ نے سورۃ فتح کی آیت:۱۶ کے الفاظ (تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ) کی تفسیر میں واضح کیا ہے کہ تلواریں چار ہیں: اس پر قرآن کا نزول، سنت کا اجراء اور امت کا اجماع ہو چکا ہے، ان میں سے ایک تلوار مرتدین کے خلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ میں تھی۔[۱]

ابن قدامہؒ رقم طراز ہیں کہ دین اسلام سے کفر میں جانے والا مرتد کہلاتا ہے اور تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔ [۲] علامہ ماوردیؒ کا خیال یہ ہے کہ ارتداد کا خطرناک جرم ہونا کتاب اللہ سے ثابت ہو چکا ہے اور اس کا موجب قتل ہونا سنت رسول اور اجماع صحابہ کی بنا پر ہے۔ [۳] امام ابوجعفر طحاویؒ کا بیان ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ ارتداد سے قبل مرتد کا خون اور مال حرام ہے۔ مگر جب وہ مرتد ہو جائے گا، اس کے خون کی حرمت ختم ہو جائے گی اور اسے بہانا جائز ہو جائے گا۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔[۴]

امام ابوبکر محمد بن علی شاشیؒ لکھتے ہیں:

''**فأما الكفر بعد الايمان فهو الردة التى ورد بذكرها الخبر الآخر فى قوله ﷺ : من بدل دينه فاقتلوه، وأجمع العلماء جميعاً فى الجملة على القول به، و ان كانوا فى المرأة اذا ارتدت و فى أشياء من فروع الردة كاعادة الصلواى والصوم و نحوها مختلفين.**'' [۵]

''ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا ارتداد کہلاتا ہے، اس کا ذکر ایک دوسری حدیث میں بھی آیا ہے کہ جس نے اپنا دین بدلا، اسے قتل کر دو۔ اور تمام علمائے کرام کا اس مؤقف پر اجماع ہے اگرچہ عورت کے ارتداد پر اور نماز، روزہ کے اعادہ جیسی فروعات پر علماء کا اختلاف ہے۔''

علامہ ابن عبدالبر قرطبیؒ رقم فرماتے ہیں کہ ارتداد کے قتل پر اہل اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث وسنت ہی اس پر مختلف ہیں۔[۶] دوسرے مقام پر ابن عبدالبر کا قول یہ ہے کہ جو شخص اپنے دین سے مرتد ہوگا، اس کا خون مباح ہو جائے گا اور اس کی گردن ماردی جائے گی۔ امت اسلامیہ کا اس پر اجماع ہے۔[۷]

۱۔ سرخسی، المبسوط :۱۰/۳، اصل عبارت یہ ہے: ''السيوف أربعة، نزل بها القرآن و مضت بها السنّة و أجمعت عليها الأمة ثم ذكر منها:و سيف لأهل الردة على يدى أبى بكر۔''

۲۔ ابن قدامه، المغنى:۹/۱۶، اصل متن یہ ہے:''المرتد هو الراجع عن دين الاسلام الى الكفر واجمع اهل العلم على وجوب قتل المرتد''

۳۔ ماوردى، الحاوى:۱۳/۱۴۷، اصل الفاظ یہ ہیں:''فاذا ثبت خطر الردة بكتاب اللّٰه تعالىٰ فهى موجبة للقتل بسنة رسول اللّٰه ﷺ و اجماع صحابته رضى اللّٰه عنهم''

۴۔ شاشى، محاسن الشريعة :۵۴۰

۵۔ ابن عبدالبر، التمهيد :۵/۳۱۸، اصل عبارت یہ ہے: ''القتل بالردة لا خلاف بين المسلمين فيه و لا اختلف الرواية والسنّة عن النبى ﷺ فيه۔''

۶۔ ايضا :۵/۳۰۶ ، اصل متن یہ ہے:''من ارتد عن دينه حل دمه و ضربت عنقه والامة مجتمعه على ذلك''

۷۔ الكاسانى، بدائع الصنائع :۲/۲۷۰، اصل الفاظ یہ ہیں: ''والمرتد لا يقر على الردة بل يجبر على الاسلام اما بالقتل ان كان رجلاً ؛ بالاجماع، و اما بالحبس والضرب ان كانت امرأة؛ عندنا''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابوبکر کاسانیؒ مرتد کی سزائے قتل پر اجماع نقل فرماتے ہیں کہ مرتد کو ارتداد پر قائم نہیں رہنے دیا جائے گا بلکہ مرد کو قتل کے ذریعہ اسلام پر مجبور کیا جائے گا، اس پر اجماع ہے اور ہمارے نزدیک عورت کو قید یا مار پیٹ کے ذریعہ اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔[۱] علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ رقم کرتے ہیں کہ مرتد کے وجوب قتل پر اہل علم کا اجماع ہے۔ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاذ، ابوموسیٰ، ابن عباس اور خالد وغیرہم رضی اللہ عنہم سے یہ مروی ہے اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا چنانچہ اس پر اجماع ہے۔[۲]

علامہ ابن رجب حنبلیؒ رقم طراز ہیں کہ مذکورہ تین اوصاف کے حاملین میں سے ہر ایک کو قتل کرنا اہل اسلام کے نزدیک متفق علیہ ہے۔[۳] امام ابن مناصف قرطبی لکھتے ہیں کہ اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ ایک عاقل و بالغ شخص جو ایمان سے متصف ہو چکا تھا مگر وہ اپنے اختیار سے مرتد ہو گیا اور وہ مجبور نہیں تھا، اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا مگر وہ تائب نہ ہوا، اس کا خون مباح ہونے پر اجماع ہے۔[۴]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"الاعتبار عند النزاع بالرد الى اللّٰه و الى الرسول، والكتاب والسنّة دال على ما ذكرناه من أن المرتد يقتل بالاتفاق، و ان لم يكن من أهل القتال اذا كان أعمى أو زمنا أو راهباً."[۵]

"اختلاف کے وقت اللہ اور رسول کی جانب رجوع کا اعتبار ہوگا اور کتاب وسنت اس بات پر دال ہیں کہ مرتد کو قتل کیا جائے گا، اس پر اتفاق ہے، خواہ وہ اہل حرب میں سے نہ بھی ہو مثلاً اندھا ہو یا راہب ہو۔"

شیخ بہاؤالدین مقدسی کا قول ہے کہ اہل علم کا مرتدین کے وجوب قتل پر اجماع ہے۔[۶]

قاضی ابو یوسفؒ رقم طراز ہیں کہ

"و احسن ما سمعنا فى ذلك ، واللّٰه اعلم: أن يستتابوا فان تابوا، و الّا ضربت اعناقهم على ما جاء من الاحاديث المشهوره و ما كان عليه من ادركنا من الفقهاء."[۷]

"اس باب میں ہم نے بہترین یہی سنا ہے کہ مرتدین سے توبہ طلب کی جائے گی، وہ توبہ کرتے ہیں بہتر،

۱۔ ابن رجب، جامع العلوم والحكم: ۳۱۲/۱، اصل عبارت یہ ہے: "والقتل بكل واحدة من هذه الخصال الثلاث متفق عليه بين المسلمين"

۲۔ ابن المناصف، لانجاد فى أبواب الجهاد: ۶۰۵/۲، اصل متن یہ ہے: "و هو اجماع المسلمين؛ أن الرجل البالغ العاقل اذا كان ممن اتصف بالايمان ثم ارتد مختارا غير مكره فاستتيب فلم يتب و استثونى به فلم يقلح؛أنه مباح الدم"

۳۔ مجموع الفتاوى: ۱۰۰/۲۰

۴۔ بهاء المقدسى، العدة شرح العمدة: ۶۱۶، اصل الفاظ یہ ہیں: "و أجمع أهل العلم على وجوب قتل المرتدين"

۵۔ طحاوى، شرح معانى الآثار: ۶۲۷/۳، اصل عبارت یہ ہے: "قد أجمعوا أن المرتد قبل ردته محظور دمه و ماله ثم اذا ارتدّ فكل أجمعوا أن الحظر المتقدم قد ارتفع عن دمه و صار دمه مباحاً"

۶۔ ابن قدامة، المغنى، اصل عبارت یہ ہے: "و أجمع أهل العلم على وجوب قتل المرتد ، وروى ذلك عن أبى بكر و عمر و عثمان و على و معاذ و أبى موسى و ابن عباس و خالد و غيرهم و لم ينكر ذلك فكان اجماعاً"

۷۔ كتاب الخراج: ۳۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ورنہ ان کی گردن ماردی جائے گی۔اس پر مشہور احادیث آئی ہیں اور ہم نے فقہائے کرام کو اسی کا قائل پایا ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مختلف مکاتب فکر اور مذاہب فقہ کے منسوب، تمام زمان ومکان اور متفرق علوم ومعارف کے اسلامی ماہرین کے اقوال وآثار کی رو سے، سزائے ارتداد پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے اور خلافتِ عثمانیہ سے قبل کی تیرہ سو سالہ اسلامی تاریخ، اس حقیقت پر گواہ ہے کہ صحابہ کرام سے لیکر تابعین عظام تک، اہل سنت کے فقہی مذاہب سے لیکر اہل بدعت کے مکاتب فکر تک اور علمائے عقیدہ وتفسیر سے لیکر علمائے حدیث وفقہ تک، تمام مذہبی ادب کے کسی ایک گوشہ میں بھی اور اسلامی تاریخ کے کسی ایک مرحلہ پر بھی یہ مؤقف موجود نہیں تھا کہ جرم ارتداد پر سزائے موت نہیں ہوگی۔ یہاں تک کہ خلافت عثمانیہ کا ادارہ منہدم ہوگیا اور برطانوی سفیر نے ترکی کے وزیر اعظم پر دباؤ ڈالا کہ قتل مرتد کا شرعی قانون ختم کیا جائے چنانچہ اس وقت کے ترکی وزیر اعظم نے ۱۸۴۴ء میں یہ اعلان کر دیا کہ سلطنت مذہبی انتقال کے مسئلہ پر مداخل نہیں ہوگی۔اس کے بعد استعماری تسلط کے زیر اثر، جامعہ ازہر اور بلادِ مصر کے بعض نام نہاد مسلم دانشوروں کے ایک طبقہ نے کلیۃ سزائے ارتداد کا انکار کر دیا اور ایک گروہ نے ارتداد مطلق کی سزا میں اختلاف کیا اور اسے جرم حرابہ وغیرہ سے مقید اور مشروط کر دیا۔سزائے ارتداد کے منکرین نے اپنے مؤقف کی تائید میں سلف صالحین کے بعض اقوال کو سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کیا اور ان سے اپنا من پسند نتیجہ اخذ کرنا شروع کر دیا کہ جرم ارتداد کی سزائے قتل میں گویا ہمیشہ ہی سے اختلاف رہا ہے اور سلف کے زمانہ ہی سے اس باب میں دورائے رہی ہیں حالانکہ واقعاتی صورت حال اس کے بالکل برعکس تھی! [۱]

۱۔ سنو،عبد الروف، تطور الاتجاهات الاسلامية فی الدولة الاسلامية: ١٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

سزائے ارتداد اور فقہی مذاہب

فصل اول: ازواج واولاد پر ارتداد کے اثرات 103

فصل دوم: وراثت پر ارتداد کے اثرات ونتائج 114

فصل سوم: مختلف جرائم پر ارتداد کے اثرات ونتائج 125

فصل چہارم: معاہدات وعبادات پر ارتداد کے اثرات ونتائج 135

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

ازواج واولاد پر ارتداد کے اثرات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول:

ازواج واولاد پر ارتداد کے اثرات

ارتداد کا عمل اپنے نتائج کے اعتبار سے نکاح پر بھی مؤثر ہوتا ہے اور مرتد کی اولاد پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اسی مناسبت سے فصل ہذا کو مندرجہ ذیل دو مباحث میں تقسیم کیا جائے گا:

مبحث اول: ازواج پر ارتداد کے اثرات ونتائج

مبحث دوم: اولاد پر ارتداد کے اثرات ونتائج

مبحث اول: ازواج پر ارتداد کے اثرات ونتائج

ارتداد کے نتائج واثرات زوجین کے نکاح پر بھی مرتب ہوتے ہیں اور ارتدد کے ساتھ زوجین کے نکاح کی متعدد صورتیں منسلک ہیں مثلاً کسی شخص کا نکاح کے بعد ارتداد کا مرتکب ہونا، یا ارتداد کے بعد اس کا نکاح کرنا یا کسی شادی شدہ شخص کا اپنی اہلیہ سمیت مرتد ہو جانا یا میاں بیوی میں سے کسی ایک کا مرتد ہونا وغیرہ۔

فقہی مذاہب کے رو سے زوجین کے مندرجہ بالا مختلف احوال پر ارتداد کے اثرات ونتائج کی تفصیل حسب ذیل ہے:

i. شادی شدہ مرتد کے نکاح کا حکم؟

فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شادی شدہ مسلم ارتداد کا مرتکب ہوگا، اس کی زوجہ اس سے بائن ہو جائے گی۔اس پر تمام فقہائے احناف، شافعیہ، حنابلہ، مالکیہ، امامیہ اور زیدیہ کا اجماع ہے۔

علامہ سرخسیؒ رقم طراز ہیں:

"و اذا ارتدالمسلم بانت منه امرأته، مسلمة كانت أو كتابيةً، دخل بها أولم يدخل بها عندنا." [1]

"ہمارے نزدیک شوہر کے ارتداد کی صورت میں بیوی کو طلاق بائن ہو جائے گی، بیوی خواہ مسلمہ ہو یا کتابیہ اور شوہر نے وظیفہ زوجیت ادا کیا ہو یا ادا نہ کیا ہو۔"

فقہائے زیدیہ کا مؤقف بھی احناف سے ہم آہنگ ہے۔[2]

امام شافعیؒ اس حد تک احناف سے متفق ہیں کہ مرتد کی زوجہ عدم دخول کی صورت میں اس سے بائن ہو جائے گی مگر جب وہ دخول کے بعد ارتداد کا مرتکب ہو، تب تین حیض تک اس کا نکاح ختم نہیں ہوگا بلکہ اس کا انتظار کیا جائے گا چنانچہ وہ رقم فرماتے ہیں:

"لا تقع الفرقة بينهما، حتى تمضى عدة الزوجة، قبل ان يتوب و يرجع الى الاسلام، فاذا انقضت عدتها قبل ان يتوب فقد بانت منه و لا سبيل له عليها، و بينو تها منه فسخ بلا طلاق." [3]

۱۔ المبسوط: ۴۹/۵

۲۔ البحر الذ خار: ۴۲۶/۵

۳۔ الام: ۱۴۹/۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''زوجہ کی عدت گزرنے تک میاں بیوی میں فرقت واقع نہ ہوگی اور توبہ سے قبل عدت گزر جانے پر بیوی بائن ہوجائے گی اور میاں اس پر کوئی حق نہیں رکھے گا اور بیوی کا بائن ہونا فسخ بلا طلاق ہوگا۔''

فقہائے مالکیہ کا مؤقف بھی شافعیہ سے ہم آہنگ ہے۔[۱]

ابن قدامہ حنبلیؒ رقم کرتے ہیں:

''فان وطئها فی عدتها ، و قلنا ان الفرقة تعجلت فلها علیه مهر مثلها لهذا الوطء...و ان قلنا ان الفرقة موقوفة علی انقضاء العدة فلا مهر لها علیه بهذا الوطء، لانّا تبینا انّ النکاح لم یزل ، و انه وطئها و هی زوجته'' [۲]

''اگر اس نے عدت کے دوران بیوی کے ساتھ وطیرہ زوجیت ادا کیا ہو تو ہم یہ کہیں کہ زوجین کے درمیان فوراً جدائی واقع ہو جائے گی، تب دوران عدت بیوی سے دخول کی صورت میں اس پر مہر مثل عائد ہوگا اور اگر ہم یہ کہیں کہ عدت مکمل ہونے تک جدائی موقوف رہے گی، تب اس پر دخول کی صورت میں مہر عائد نہیں ہوگا کیونکہ ہم نے واضح کیا ہے کہ نکاح ابھی تک باقی ہے اور اس نے اپنی زوجہ ہی سے دخول کیا ہے۔''

فقہائے احناف کے نزدیک مرتد کا عدت کے دوران وظیفہ زوجیت ادا کرنا، اس بنا پر مہر مثل کا موجب ہے کہ ان کے خیال میں توبہ اور اسلام سے زوجین کے مابین جدائی ختم نہیں ہوگی، جو ارتداد کے باعث واقع ہو چکی ہے۔ علامہ کاسانیؒ رقم فرماتے ہیں:

''ولا ترفع هذه الفرقة بالاسلام.'' [۳]

''زوجین میں ارتداد سے جدائی اسلام سے ختم نہیں ہوگی۔''

احناف کی مانند فقہائے امامیہ کا بھی یہ خیال ہے کہ ارتداد کا عمل زوجین کے درمیان جدائی ڈال دے گا تاہم چند امور میں امامیہ کا مؤقف فقہائے احناف سے مختلف ہے، جس کے متعلق علامہ طوسی رقم طراز ہیں:

''اذا ارتدالرجل عن الاسلام بانت منه امرأته، کما تبین المطلقة ثلاثاو تعتد منه کما تعتد المطلقة، فان رجع الی الاسلام و تاب قبل التزوج فهو خاطب من الخطاب، و لا عدة علیها منه ، و تعتد لغیره ، و ان مات او قتل قبل العدة ، اعتدت منه عدة متوفی عنها زوجها، و هی ترثه فی العدة و لا یرثها ان ماتت ، و هو مرتد عن الاسلام.'' [۴]

''شوہر کے ارتداد کی صورت میں بیوی اس سے بائن ہو جائے گی جیسے طلاق ثلاثہ سے بائن ہوتی ہے اور وہ مطلقہ کی مانند عدت گزارے گی۔ شادی سے قبل توبہ اور رجوع کی صورت میں وہ اسے نکاح کا پیغام بھیجے گا مگر وہ اس سے عدت شمار نہ کرے گی، دیگر سے شمار کرے گی۔ عدت سے قبل شوہر کی وفات یا قتل کی صورت میں وہ بیوہ جیسی عدت پوری کرے گی۔ اور عدت کے دوران وفات کی صورت میں بیوی اس کی وارث بنے گی مگر وہ بیوی کا وارث نہیں بنے گا۔''

۱۔ قرافی، الذخیرة: ۲۱۳/۲

۲۔ المغنی: ۹۹/۷

۳۔ بدائع الصنائع: ۱۳۶/۷

۴۔ طوسی، تهذیب الاحکام: ۱۴۲/۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہرحال فقہائے احناف، زیدیہ اور امامیہ کے نزدیک شادی شدہ مسلم کا ارتداد زوجین کے درمیان جدائی کا باعث ہوگا اور مرتد کے اظہار توبہ یا تجدید اسلام سے یہ جدائی ختم نہ ہوگی مگر فقہائے شافعیہ اور مالکیہ کے خیال میں انتہائے عدت کو زوجین کے مابین فرقت کی شرط قرار دیا گیا ہے اور ان کے نزدیک یہ جدائی طلاق نہیں بلکہ فسخ نکاح ہوگی۔

ii. غیر شادی شدہ مرتد کے نکاح کا حکم؟

فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی مرتد کا نکاح درست نہ ہوگا کیونکہ اس کا کوئی دین و مذہب نہیں ہے چنانچہ اس کا کسی مسلمہ یا کسی کافرہ یا کسی مرتدہ سے نکاح شرعاً صحیح نہیں ہوگا۔ فقہائے احناف، شافعیہ، حنابلہ، مالکیہ اور امامیہ اسی کے قائل ہیں۔[۱]

فقہائے کرام کے نزدیک کسی مرتد کا اپنی بیٹی یا زیر کفالت لڑکی کا نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

iii. مرتد زوجین کے نکاح کا حکم؟

ارتداد کے باب میں نکاح کی ایک صورت یہ ہے کہ میاں بیوی ایک ساتھ مرتد ہوں اور بعد میں تائب ہو کر ایک ساتھ ہی اسلام بھی لے آئیں، اس صورت واقعہ پر سوال یہ ہے کہ ان کے نکاح کا کیا حکم ہوگا؟ کیا اس قسم کے زوجین کا نکاح باطل ہو جائے گا یا نہیں؟

فقہائے کرام کے مابین یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ فقہائے احناف اور مالکیہ کا خیال یہ ہے کہ اس صورت میں زوجین کا نکاح باقی رہے گا۔ فقہائے شافعیہ اور حنابلہ کا مؤقف یہ ہے کہ ان کا نکاح باطل ہو جائے گا۔ فقہائے اباضیہ سے ایک ساتھ دو اقوال ثابت ہیں تاہم نکاح کی تجدید کرنا، ان کے نزدیک راجح مؤقف ہے۔[۲]

علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

"و اذا ارتدالزوجان معاً ، فهما على نكاحهما استحساناً عندنا ، و فى القياس تقع الفرقة بينهما." [۳]

''زوجین کے ایک ساتھ مرتد ہونے کی صورت میں ہمارے نزدیک بر بنائے استحسان وہ اپنے نکاح پر باقی رہیں گے مگر قیاس یہ ہے کہ ان کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہائے احناف نے زیر بحث مسئلہ میں استحسان کی بنا پر فتویٰ دیا ہے اور قیاس کو ترک کر دیا ہے ورنہ میاں بیوی میں سے کسی ایک کا ارتداد جب ابتدائے نکاح اور بقائے نکاح کے منافی ہوتا ہے۔ چنانچہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ زوجین کا ایک ساتھ ارتداد بھی بقائے نکاح کے بہر طور منافی ہوتا مگر فقہائے احناف نے اس باب میں قیاس کو ترک کر دیا ہے۔

فقہائے مالکیہ کا مؤقف بھی فقہائے احناف سے ہم آہنگ ہے چنانچہ بہرام مالکی رقم فرما ہیں:

"و لو طلق زوجته ثلاثا لم تعد له ان تاب ، اِلاّ بعد زوج على الاصح ، امّا لو ارتدا معاً، فله ردها دون زوجٍ..." [۴]

۱۔ المبسوط:۵/۴۸ ، الام:۵/۵۱ ، المغنی:۸/۵۴۶ ، الذخیرۃ: ۲/۲۱۵ ، الحلی، شرائع الاسلام فی الفقہ الجعفری،منشورات، مکتبۃ المیاہ، بیروت، ۲۶۰

۲۔ النیل:۳/۱۹۵

۳۔ المبسوط: ۵/۴۹

۴۔ الشامل: ۲/ ۱۷۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مرتد کے توبہ کرنے پر طلاق ثلاثہ موثر نہ ہوں گی مگر صحیح ترین قول کے مطابق رجوع کے بعد اگر وہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہوں تو پھر بلا نکاح رجوع درست ہے۔''

فقہائے حنابلہ کا مؤقف یہ ہے کہ زوجین کے ارتداد سے نکاح باطل ہو جائے گا اور ان کے مابین عدم دخول کی صورت میں فوراً جدائی عمل میں آئے گی۔ اس بارہ میں علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ رقم طراز ہیں:

"فان الرتد الزوجان معاً فحكمها حكم ما لو ارتداحد هما: ان كان قبل الدخول تعجلت الفرقة". [1]

''زوجین کے ایک ساتھ مرتد ہونے کا حکم بھی ان میں سے کسی ایک کے مرتد ہونے جیسا ہے چنانچہ دخول سے قبل ارتداد کی صورت میں فوراً جدائی ڈال دی جائے گی۔''

مذکورہ اقتباس سے حنابلہ کا مؤقف واضح ہوتا ہے کہ زوجین کا ارتداد بطلان نکاح کا باعث ہوتا ہے اور ان کے وظیفہ زوجیت ادا نہ کرنے کی صورت میں انہیں فوراً علیحدہ کر دیا جائے گا تاہم اگر وہ وظیفہ زوجیت ادا کر چکے ہوں، اس صورت میں امام احمدؒ کے دو اقوال ہیں۔ ابن منصور کی روایت کے مطابق، وظیفہ زوجیت ادا کرنے کی صورت میں انتہائے عدت تک زوجین کے مابین جدائی نہیں ہوگی۔ ابن منصور کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"اذا ارتدا معاً أو احدهما ثم تا با أو تاب فهو ا حق منها ما لم تنقض العدة" [2]

''زوجین میں سے ایک یا دونوں مرتد ہو جائیں پھر وہ تائب ہو جائیں تو عدت کے دوران شوہر اپنی زوجہ کا زیادہ حق دار ہے۔''

فقہائے شافعیہ کا مؤقف بھی حنابلہ سے ہم آہنگ ہے کہ زوجین کے ارتداد سے ان کا نکاح باطل ہو جائے گا اور عدم صحبت کی صورت میں انہیں فوراً جدا کر دیا جائے گا مگر صحبت کی صورت میں عدت مکمل ہونے تک انتظار کیا جائے گا۔[3]

iv. شادی شدہ مرتدہ کے نکاح کا حکم؟

ارتداد کے باب میں نکاح کی ایک صورت یہ ہے کہ مرد کی بجائے عورت سے ارتداد کا صدور ہو، اس کے بارہ میں سوال یہ ہے کہ حق مہر یا نان ونفقہ میں سے اس کا کیا حصہ ہوگا؟ یا اسے حق مہر اور نان ونفقہ سے محروم کر دیا جائے گا؟

میاں کی بجائے بیوی کے ارتداد کی دو صورتیں بنتی ہیں؛ ایک صورت، ارتداد قبل از صحبت کی ہے اور دوسری صورت ارتداد بعد از صحبت ہے۔ بیوی کے ارتداد قبل از صحبت کی صورت میں فقہائے احناف کا خیال یہ ہے کہ عورت کو مہر یا نفقہ میں سے کچھ بھی نہیں دیا جائے گا۔ اس بارے میں علامہ سرخسیؒ رقم فرماتے ہیں:

"ثم ان كان الزوج هو المرتد فلها نصف المهر ان كان لم يدخل بها ، و نفقة العدة ان كان دخل بها ، و ان كانت هي الّتي ارتدت فلا مهر ها، ان كان قبل الدخول ، و ليس لها نفقة العدة بعد الدخول." [4]

۱۔ المغنی: ۹۹/۸

۲۔ ایضا: ۳٤۷/٦

۳۔ الام: ۱٥۰/٦

٤۔ المبسوط: ٤۹/٥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''مرتد ہونے والا شوہر عدم دخول کی صورت میں بیوی کو نصف حق مہر اور دخول کی صورت میں عدت کا نفقہ دے گا اور اگر بیوی مرتد ہو جائے گی، اسے عدم دخول کی صورت میں نصف حق مہر اور دخول کی صورت میں عدت کا خرچہ نہیں دیا جائے گا۔''

فقہائے حنابلہ کا مؤقف بھی احناف سے ہم آہنگ ہے کہ قبل از صحت ارتداد کی صورت میں شادی شدہ عورت کو مہر یا نفقہ میں سے کچھ نہیں دیا جائے گا۔[۱]

فقہائے شافعیہ کے نزدیک بھی شادی شدہ عورت کے قبل از صحبت ارتداد کی صورت میں اسے کچھ نہیں دیا جائے گا۔ امام شافعیؒ رقم طراز ہیں:

"و اذا ارتدا حد الزوجين و لم يدخل بالمرأة ، فقد بانت منه و البينونة فسخ بلا طلاق ، لانه لاعدة عليها ، و ان كان هو المرتد فعليه نصف المهر ، لان الفسخ جاء من قبله ، و ان كانت هي المرتدة فلا شئى لها ، لأن الفسخ جاء من قبلها."[۲]

''زوجین میں کوئی ایک مرتد ہو گیا اور وظیفہ زوجیت ادا نہ کیا تھا تو عورت بائن ہو جائے گی اور یہ بینونت فسخ بلا طلاق ہو گی کیونکہ اس میں عدت نہ ہو گی۔ شوہر کے ارتداد کی صورت میں نصف مہر اس پر عائد ہو گا کیونکہ فسخ اس کی جانب سے ہوا ہے اور بیوی کے ارتداد کی صورت میں کچھ بھی عائد نہ ہو گا کیونکہ فسخ زوجہ کی طرف سے ہوا ہے۔''

شادی شدہ عورت کے ارتداد کی ایک دوسری صورت، ارتداد بعد از صحبت کی ہے۔ ارتداد بعد از صحبت کی صورت میں فقہائے احناف کے نزدیک عورت پر عدت گزارنا لازم ہو گا مگر اس عدت کے دوران اسے نفقہ نہیں دیا جائے گا۔

علامہ سرخسیؒ رقم کرتے ہیں:

"و ان كانت هي التي ارتدت فلا مهر لها ، ان كان قبل الدخول و ليس لها نفقة العدة بعد الدخول".[۳]

''دخول سے قبل بیوی مرتد ہوئی ہو، اسے حق مہر نہیں دیا جائے گا اور دخول کے بعد مرتد ہوئی ہو، اسے عدت کا نفقہ نہیں دیا جائے گا۔''

فقہائے شافعیہ کا مؤقف بھی فقہائے احناف سے ہم آہنگ ہے کہ ارتداد بعد از صحبت کی صورت میں مرتدہ کا اپنے خاوند کے مال میں کوئی حصہ نہیں ہے چنانچہ امام شافعیؒ رقم فرما ہیں:

"اِلّا انها اذا ارتدت عن الايمان فلا نفقة لها فى ماله ، فى عدتها و لا فى غيرها، لانها هى التى حرمت فرجها عليه"[۴]

''جو بیوی ایمان سے مرتد ہو جائے گی، عدت اور غیر عدت میں شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ نہیں ہو گا کیونکہ

۱۔ المغنی:۹۸/۸

۲۔ الام: ۱۵۰/٦

۳۔ المبسوط: ۴۹/٥

٤۔ الام:۱۵۰/٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی نے اپنا وجود خاوند پر حرام کیا ہے۔''

فقہائے حنابلہ بھی اس باب میں شافعیہ کے ہم خیال ہیں کہ شادی شدہ مرتدہ عورت کو بعد از صحبت ارتداد کی صورت میں نفقہ نہیں دیا جائے گا چنانچہ ابن قدامہ حنبلیؒ رقم فرماتے ہیں:

''و اذا كانت ردتها بعد الدخول فلا نفقة لها ، و ان لم تسلم حتى انقضت عدتها انفسخ نكاحها'' [1]

''بیوی کا ارتداد دخول کے بعد ہونے کی صورت میں اسے نفقہ نہیں دیا جائے گا اور اگر وہ عدت مکمل ہونے تک توبہ نہیں کرے گی تو اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شادی شدہ عورت کے ارتداد قبل از صحبت کی صورت میں فقہائے احناف، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اسے کوئی مہر نہیں دیا جائے گا اور بعد از صحبت ارتداد کی صورت میں فقہائے احناف اور شافعیہ کے مطابق عورت کو عدت کا نفقہ نہیں دیا جائے گا تاہم حضرت احمد بن حنبلؒ سے اس بارے میں دو روایات منقول ہیں۔ مرتد بیوی کو ارتداد قبل از صحبت کی صورت میں مہر اور ارتداد بعد از صحبت کی صورت میں نفقہ سے محروم کرنے کا باعث یہ ہے کہ اس نے اپنی ذات کو خاوند پر حرام کرنے کا جرم کیا ہے۔

مبحث ثانی: اولاد پر ارتداد کے نتائج واثرات

اولاد پر بھی ارتداد کے نتائج واثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مرتد کی اولاد کی مختلف صورتیں ہیں؛ ایک صورت یہ ہے کہ بچے کا حمل اور ولادت دونوں اسلام کی حالت میں ہوئی ہوں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسلام کی حالت میں بچے کا حمل اور ارتداد کے بعد اس کی ولادت ہوئی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ارتداد کے بعد ہی حمل اور ارتداد کے دوران ہی ولادت ہوئی۔ ارتداد کے باب میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ ارتداد کے بعد مرتد کی اولاد کا کیا حکم ہوگا؟ چنانچہ فقہی مذاہب کی رو سے مرتد کی اولاد کی ہر حالت کا حکم دوسری سے مختلف ہو گا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

i. مرتد والدین کا بحالت اسلام پیدا ہونے والا بچہ؟

مسلم والدین کے جس بچے کا حمل اسلام میں قرار پایا اور جس کی ولادت بھی اسلام میں ہوئی، فقہائے کرام کے نزدیک وہ بلاشبہ مسلم ہی ہوگا خواہ اس کے والدین مرتد بھی ہو جائیں۔ والدین کے ارتداد سے بچہ مرتد نہیں بن جائے گا، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ علامہ کاسانیؒ رقم طراز ہیں:

''ولد المرتد لا يخلوا من ان يكون مولوداً في الاسلام أو في الردة ، فان كان مولداً في الاسلام ، بان ولد للزوجين ولد و هما مسلمان ، ثم ارتدا لا يحكم بردته ما دام في دار الاسلام.'' [2]

''مرتد کا بچہ اسلام میں پیدا ہوگا یا ارتداد کے بعد جو بچہ بحالت اسلام پیدا ہوا یعنی والدین ابھی مسلمان

۱۔ المغنی: ۹۸/۷

۲۔ بدائع الصنائع: ۱۳۹/۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے جب بچہ پیدا ہوا، اس کے بعد وہ مرتد ہو گئے تو جب تک وہ بچہ دارالاسلام میں رہے گا، اس پر ارتداد کا حکم عائد نہیں کیا جائے گا۔''

مذکورہ اقتباس کی رو سے بحالت اسلام پیدا ہونے ولا امرتد والدین کا بچہ مسلم تصور کیا جائے گا تاہم اس کے اسلام کو دارالاسلام میں قیام سے مشروط کیا گیا ہے کیونکہ جب بچہ پیدا ہوا تھا، اس کے والدین مسلمان تھے اور اپنے مسلم والدین کی تبعیت میں اسے بھی مسلم قرار دیا گیا تھا مگر والدین کے ارتداد سے ان کی تبعیت دار کو منتقل ہو جائے گی اور جب تک وہ دارالاسلام میں رہے گا، والدین کے ارتداد کے باوجود مسلمان ہی رہے گا کیونکہ ابتداء میں مسلم والدین کی تبعیت کے باعث بچے کا دار کے تابع ہونا صحیح نہ تھا مگر بچے کو اسلام پر باقی رکھنے کی خاطر بعد میں اسے دار کے تابع بنانا درست ہے۔ اس حکم کی بنیاد اس معروف قاعدے پر ہے:

''یصح فی البقاء ما لا یصح فی الابتداء.''

''ابتداء میں جو صحیح نہ ہو بقاء میں وہ صحیح ہوگا۔''

چنانچہ بحالت اسلام پیدا ہونے والا مرتد والدین کا بچہ، جب تک دارالاسلام میں رہے گا، اس پر دار کے تحت اسلام کا حکم جاری ہوگا۔[۱]

ii. مرتد والدین کا بحالت اسلام قرار پانے والا حمل؟

مرتد والدین سے جس بچے کا حمل بحالت اسلام ہوا مگر اس کی ولادت بعد از ارتداد والدین ہوئی، اس کا حکم بھی اس بچے جیسا ہے، جس کا حمل اور ولادت والدین کے اسلام میں ہوئی کیونکہ اس کے والدین ابھی مسلمان تھے، جب اس کا حمل قرار پایا تھا۔ حضرت صباغ شافعیؒ رقم فرماتے ہیں:

''ان أولاد المرتدین ان کانوا ولدوا قبل ردتهم ولهم حمل، فانهم محکوم باسلامهم و لا یتبعوهم بالردة. لأن الاسلام یعلوا. وقد تبعوهم فی الاسلام، فلا یتبعونهم فی الکفر.''[۲]

''مرتدین کے جو اولاد پیدا ہوئی کہ ارتداد سے قبل اس کا حمل قرار پا چکا تھا، انہیں مسلم ہی سمجھا جائے گا اور والدین کے تحت مرتد قرار نہیں دیا جائے گا کیونکہ اسلام غالب ہوتا ہے چنانچہ اسلام میں اولاد اپنے والدین کے تابع ہوگی، کفر میں تابع نہ ہوگی۔''

iii. مرتد والدین کا بحالت ارتداد پیدا ہونے والا بچہ؟

مرتد والدین سے جس بچے کا حمل بھی ارتداد کے بعد قرار پایا اور اس کی ولادت بھی بعد از ارتدادِ والدین ہوئی، وہ کافر ہی سمجھا جائے گا کیونکہ اس کے والدین کافر ہیں۔ اس بارہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے تاہم علامہ مرداویؒ کی روایت ہے کہ اسے کفر اور عدم کفر پر برقرار رکھنے کا جواز ہے اور انہوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ حنبلی فکر کی رو سے اس بچے کو کفر پر قائم رہنے دیا جائے گا۔[۳]

۱۔ المهذب: ۲/۲۲٤

۲۔ الشامل: ٦/ ۱۰۱

۳۔ الانصاف: ۱۰/۳٤۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہائے مالکیہ میں سے بہرام نے روایت کیا ہے کہ ایک قول کے مطابق اس بچے کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔[۱]

iv. مرتد باپ کا غیر مرتد عورت سے پیدا ہونے والا بچہ؟

ارتداد کے بعد اولاد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ والدین کی بجائے جس بچے کا اکیلا باپ مرتد ہو گیا مگر اس کی ماں بدستور مسلمان رہی اور اس کے کسی بچے کو جنم دیا اگرچہ باپ کے ارتداد کے بعد ہی جنم دیا، وہ بچہ بلا اختلاف مسلمان ہی تصور ہوگا مگر اس کے برعکس اگر بچے کی ماں ذمی عورت تھی اور اس کا باپ مرتد ہو گیا تھا اور ارتداد کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا، ذمی عورت سے مرتد کا پیدا ہونے والا بچہ کافر ہی ہوگا۔

علامہ فیروز آبادیؒ شافعیہ کے مؤقف کے بارے میں رقم فرماتے ہیں؛

" ان ولد له ولد بعد الردة من ذمية ، فهو كافر لانه ولد بين كافرين" [۲]

''ارتداد کے بعد ذمیہ سے اس کے جو بچہ پیدا ہوگا، وہ کافر شمار ہوگا کیونکہ وہ کافر ماں باپ سے پیدا ہوا ہے۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذمی عورت سے پیدا ہونے والا بچہ اپنے باپ اور ماں کے تحت کافر تصور کیا جائے گا تاہم جس بچے کی ماں مسلم ہو یا جس کی ماں کتابی عورت ہو اور بچہ اپنے باپ کے ارتداد سے قبل پیدا ہوا، وہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔

شیخ احمد ابراہیمؒ نے رقم کیا ہے:

"و اذا ولد للمرتد ولد من امرأة مسلمة ، علقت به بعد الردة، فانّ هذا الولد يعتبر مسلماً تبعاً لامه، فاذا مات المرتد ورثه هذا الولد لان المسلم يرث المرتد...امّا ان كانت امه كتابية، يهودية أو نصرانية، فان هذا المولود له منهما بعد ردته لا يرثه، لانه يجعل تبعاً للمرتد لا لأمه و بهذا يصير الولد فى حكم المرتد ، والمرتد لا يرث المرتد و لا غيره. فان كانت تلك الام كتابية و قد علقت بالولد قبل ردة ابيه، فانه يعتبر مسلماً تبعاً لابيه..."[۳]

''مرتد کی مسلم بیوی سے ارتداد کے بعد جو اولاد پیدا ہوگی، وہ بچہ اپنی ماں کے تابع مسلمان تصور کیا جائے گا اور مرتد کی موت کے بعد بچہ اس کا وارث بنے گا کیونکہ مسلم کسی مرتد کا وارث بن سکتا ہے۔ مرتد کی کتابیہ: یہودی یا عیسائی زوجہ سے ارتداد کے بعد پیدا ہونے والا بچہ اپنے باپ کا وارث نہیں ہوگا کیونکہ اسے باپ کے تابع سمجھا جائے گا، ماں کے نہیں چنانچہ اس پر بھی مرتد کا حکم عائد ہوگا اور مرتد کسی کا وارث نہیں ہوتا۔ جس کتابیہ ماں نے باپ کے ارتداد سے قبل بچے کو جنم دیا، وہ اپنے باپ کے تابع ہو کر مسلم سمجھا جائے گا۔''

v. سزائے ارتداد میں مقتول باپ کی اولاد؟

جو شخص اپنے ارتداد سے تائب نہ ہوا بلکہ اپنے جرم ارتداد کی سزا میں قتل کر دیا گیا، سوال یہ ہے کہ اس کی اولاد کا کیا حکم ہوگا؟ کیا

۱۔ الشامل: ۱۷۱/۲

۲۔ المهذب: ۲۲٤/۲

۳۔ مجلة القانون المصرية، العدد، ۱لسنة الاولى : ۱۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولاد کے جھوٹا یا بڑا ہونے کا فرق کیا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ فقہائے کرام کے نزدیک سزائے ارتداد میں مقتول شخص کی اولاد مسلم ہی تصور ہوگی اور اس کے چھوٹا یا بڑا ہونے میں کوئی فرق نہ کیا جائے گا اور وہ اپنے باپ کے کفر میں تابع نہیں ہوں گے کیونکہ اولاد کی تبعیت کا اعتبار اس دین میں کیا جائے گا، جس پر باپ برقرار رہا ہو اور مرتد کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔[۱]

تاہم اس حکم سے مقتول کی وہ اولاد مستثنیٰ ہوگی، جس کی ماں غیر مسلم ہو اور جس کا حمل اور ولادت ارتداد کے عہد میں ہوئی ہو، اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

vi. مرتدین کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنانے کا حکم؟

ارتداد کے بعد اولاد کی ایک صورت یہ ہے کہ: جب اہل اسلام کے خلاف مرتدین برسر جنگ ہوں، اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرتدین کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مرتدین کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنانے پر فقہائے کرام کے دو گروہ ہیں:

فقہائے احناف کا خیال ہے کہ مرتدین کی عورتوں اور بچوں کا حکم حربی کفار کی عورتوں اور بچوں جیسا ہے چنانچہ جنگ کی صورت میں مرتدین کے بچوں اور عورتوں کو قیدی بنانا جائز ہے۔ امام ابو یوسفؒ رقم فرماتے ہیں:

> "ولو ان المرتدين منعوا الدار و حاربوا ، سبيى نسائهم و ذراريهم و اجبروا على الاسلام ، كما سبى ابوبكرؓ ذراری من ارتد من العرب من بنى حنيفة و غيرهم، كما سبى على بن ابى طالب بنى ناجية موافقة لابى بكر."[۲]
>
> "اور اگر مرتدین قلعہ بند ہو کر جنگ کریں، ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے گا اور انہیں اسلام پر مجبور کیا جائے گا جیسے ابوبکرؓ نے بنو حنیفہ کے مرتدین عرب کی اولاد کو غلام بنایا تھا اور جیسے ابوبکرؓ سے ہم آہنگی میں حضرت علیؓ نے بنو ناجیہ کو غلام بنایا تھا۔"

فقہائے مالکیہ میں سے اصبغ بن فرج نے احناف سے اتفاق کیا ہے چنانچہ علامہ اصبغ کے الفاظ یہ ہیں:

> "تسبى ذراريهم و نسآئهم ، و تقسم اموالهم، و يقتل كبارهم على حكم الناقضين من اهل الذمة ، لانهم جماعة، و انما يكون الارتداد فى الواحد و شبهه."[۳]
>
> "مرتدین کی عورتوں اور بچوں کو قیدی کیا جائے گا، ان کا مال تقسیم کیا جائے گا اور ان کے بڑوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ انہیں ذمیوں کا حکم دیا جائے گا، جو نقض عہد کے مرتکب ہوتے ہیں کیونکہ ارتداد کسی ایک دو سے ہوتا ہے مگر یہ ایک جماعت بن چکے ہیں۔"

فقہائے کرام کا دوسرا موقف یہ ہے کہ مرتدین کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنانا جائز نہیں ہے۔ مرتدین کی عورتیں اگر اسلام سے انکار کریں، انہیں قتل کر دیا جائے گا اور باپ دادا کے ارتداد میں بچوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ امام شافعیؒ، امام احمد اور فقہائے مالکیہ

۱۔ شرح الخرشی: ٦٦/٨ ، شرح منح الجليل : ٤٦٦/٤

۲۔ ابو يوسف، امام، كتاب الخراج: ٨٠

۳۔ ابن رشد، قرطبی، ابو الوليدمحمد بن احمد، البيان و التحصيل: ٥٨/٣

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے ابن قاسم کا یہ قول ہے۔امام احمد کا خیال ہے کہ ارتداد سے قبل اور ارتداد کے بعد پیدا شدہ بچوں کے درمیان فرق کیا جائے گا اور ارتداد کے بعد پیدا شدگان کو قید کیا جائے گا کیونکہ وہ بچے بھی اپنے باپ کی تبع میں کافر ہی ہیں۔[۱]

امام شافعیؒ نے ابوطفیل کی حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ بنوناجیہ کی تین اصناف تھیں: مسلمان، عیسائی اور مرتدین۔اور انہوں نے عیسائیوں اور مرتدین کے خلاف قتال کیا تھا۔امام شافعیؒ کے الفاظ ہیں:

"فقد یجوز ان یکون علی سبی من بنی ناجیة من لم یکن ارتد." [۲]

"یہ بھی امکان ہے کہ حضرت علیؓ نے بنوناجیہ کے ان افراد کو غلام بنایا ہو، جو مرتد نہ ہوئے ہوں۔"

مذکورہ اقتباس میں امام شافعی نے جس احتمال کا ذکر کیا ہے، حدیث کے الفاظ میں قطعاً اس کا تذکرہ نہیں ہے کیونکہ حدیث کے تمام طرق میں یہی الفاظ ہیں کہ حضرت علیؓ نے بنوناجیہ کے مرتدین سے قتال کیا تھا، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرتدین ہی سے قیدی ہوں گے، کسی اور سے نہیں ہوں گے۔ابوطفیل کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن عمار الذهنی،عن ابی طفیل قال: کنت فی الجیش الذین بعثهم علی ابن ابی طالب الی بنی ناجیة ، فانتهینا الیهم فوجدنا هم علی ثلاث فرق.

قال: فقال أمیرنا لفرقة منهم: ما أنتم؟

قالوا: نحن قوم کنا نصاری و أسلمنا فثبتنا علی اسلامنا.

قال: اعتزلوا.

ثم قال للثانیة: ما أنتم؟

قالوا: نحن قوم کنا نصاری فأسلمنا ، فرجعنا فلم نر دیناً أفضل من دیننا، فتنصرنا.

قال لهم: أسلموا. فأبوا!

فقال لأصحابه: اذا مسحت علی رأسی ثلاث مرات فشدوا علیهم.

ففعلوا، فقتلوا المقاتلة و سبوا الذراری ، فجئتُ بالذراری الی علی ، و جاء مصقلة بن هیرة فاشتراهم بمائتی ألف، فجاء بمائة ألف الی علی، فأبی أن یقبل، فانطلق مصلقة بدراهمه ، و عمد الیهم مصقلة فأعتقهم، و لحق بمعاویة!

فقیل لعلی: ألا تاخذ الزریة؟

فقال: لا، فلم یعرض لهم" [۳]

حضرت ابوبکرؓ کے مرتدین سے قتال کرنے اور انہیں قیدی بنانے کا جواب امام شافعیؒ نے یہ دیا ہے کہ اس کے بارہ میں انہیں کچھ نہیں پہنچا۔وہ فرماتے ہیں:

۱۔ ابن ابی زید،النوادر والزیادات، ۱۴/۴۹۴ ، احکام اهل الملل والردة والزنادقة:۵۰۸ ، الام:۲/۵۷۰

۲۔ بیهقی، ابو بکر احمد بن حسین، حافظ، السنن الکبریٰ، مطبع مجلس دائرة المعارف العثمانیه، حیدر آباد دکن، هند، ۱۴۵۴ھ، ۸/۳۶۱

۳۔ ابن ابی شیبه،عبدالله بن محمد،مصنف، مکتبة الرشد، ریاض، ۱۴۰۹ھ، ۷/۳۲۷۳۸ السنن الکبریٰ: ۱۶۸۹۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"قد كانت الردة فی عهد ابی بكرؓ فلم يبلغنا أن ابا بكر خمس شيئا من ذلک يعنی الذراری"[1]

''عہد ابوبکرؓ میں ارتداد ہوا تھا مگر ہمیں معلوم نہیں ہے کہ آپؓ نے قیدی اولاد میں سے خمس نکالا تھا۔''

تاریخ کی کتب میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خوارج کے ساتھ ایک مناظرہ بھی نقل ہوا ہے کہ آپ نے خوارج سے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد عرب میں فتنہ ارتداد پیدا ہوا تھا اور حضرت ابوبکرؓ نے ان سے قتال کیا اور ان کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنایا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔ حضرت عمرؒ نے کہا: حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے بچوں اور عورتوں کو ان کے خاندان میں بھیج دیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں۔''[2]

معروف سیرت نگار علامہ واقدیؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے بنوحنیفہ سے نصف غلاموں پر مصالحت فرمائی تھی اور انہیں پانچ حصوں میں تقسیم کیا، چار حصے لشکر میں تقسیم کر دیئے اور پانچواں حصہ علیحدہ کر رکھا، یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں جا پیش کیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

"قد رأيت ام محمد بن علی بن ابی طالب، و كانت من سبی بنی حنيفة"[3]

''میں نے دیکھا کہ محمد بن علی بن ابی طالب کی ماں بھی بنوحنیفہ کے قیدیوں میں تھی۔''

اسی وجہ سے انہیں حنیفہ اور ان کے بیٹے کو محمد بن حنیفہ کہتے ہیں۔

بہر حال حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مناظرہ اور علامہ واقدیؒ کا واقعہ امام ابو یوسف کی بات پر شاہد عدل ہیں اور بنوناجیہ کا واقعہ بھی مرتدین کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنانے کا جواز فراہم کرتا ہے۔

فصل ہذا میں ارتداد کے ازواج اور اولاد پر اثرات کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ غیر شادی شدہ مرتد کا نکاح کرنا درست نہیں ہوگا اور شادی شدہ مرتد کا نکاح ارتداد کے نتیجہ میں ختم ہو جائے گا۔ اولاد پر ارتداد کے اثرات کا حاصل یہ ہے کہ جس بچے کا حمل ارتداد سے قبل قرار پا چکا ہو اور حمل یا وضع حمل کے بعد اس کے والدین مرتد ہو جائیں، وہ بچہ بہر حال مسلم تصور ہوگا اور جس بچے کا حمل والدین کے ارتداد کے بعد قرار پایا، اسے کافر سمجھا جائے گا!

۱۔ السنن الكبرى للبيهقی: ۱۶۸۹۵، كتاب المرتد، باب ما جاء فی سبی ذرية المرتدين، مصنف ابن أبی شيبة: ۲۹۰۰۸، سنده منقطع بين عبد الملك بن سعيد و عمار الدهنی واسطة الحر كما جاء فی تاريخ الطبری: ۱۲۵/۵۔

۲۔ ابن عبدالبر، يوسف بن عبدالله بن محمد، القرطبی، المالكی، جامع بيان العلم و فضله: ۱۸۳۸، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۹۸ھ

۳۔ بحواله نصب الراية: ۴۵۰/۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

وراثت پر ارتداد کے اثرات ونتائج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم:

وراثت پر ارتداد کے اثرات ونتائج

ارتداد کے اثرات ونتائج مرتد کی میراث پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ مرتد کے ترکہ اور میراث کی دوصورتیں بنتی ہیں؛ پہلی صورت یہ بنتی ہے کہ مرتد اپنی موت یا قتل کے وقت ترکہ کے ساتھ ساتھ مسلم رشتہ دار چھوڑ جائے۔ اس صورت واقعہ کے شرعی احکام الگ ہوں گے اور دوسری صورت یہ ہے کہ مرتد کا کوئی مسلم رشتہ دار کچھ ترکہ چھوڑ کر فوت ہو جائے، اس صورت واقعہ کے شرعی احکام علیحدہ ہوں گے تاہم ارتداد کا جرم مذکورہ ہر دوصورتوں پر اثر انداز ہوگا، اسی مناسبت سے فصل ہذا کو دو مباحث میں تقسیم کیا جائے گا:

مبحث اول: مرتد کا مسلم کو وارث بنانا

مبحث ثانی: مسلم کا مرتد کو وارث بنانا

آئندہ سطور میں مذکورہ دو مباحث پر تفصیلی کلام پیش خدمت کیا جائے گا۔

مبحث اوّل: مرتد کا کسی کو وارث بنانا:

ارتداد کے جرم میں قتل کی سزا پانے والا یا بحالت ارتداد فوت ہو جانے والا شخص اپنے ترکہ میں کچھ مال چھوڑ جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کے ترکہ کا حق دار کون ہوگا؟ کیا وہ اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگا یا اسے بیت المال میں جمع کروا دیا جائے گا؟ یا مرتد کے ترکہ کا کچھ حصہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا اور کچھ حصہ بیت المال میں جائے گا؟

مرتد کے ترکہ پر فقہائے کرام کے تین مذاہب پائے جاتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے:

i) مرتد کا تمام ترکہ مال فے ہوگا اور اسے بیت المال میں دیا جائے گا۔ یہ مؤقف امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا ہے۔

ii) مرتد کا تمام ترکہ اس کے مسلم ورثاء میں تقسیم ہوگا، خواہ اس نے وہ قبل از ارتداد کمایا ہو یا بعد از ارتداد، اس کے مستحق ورثاء ہوں گے۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا یہ مذہب ہے۔

iii) مرتد نے جو مال بحالت اسلام کمایا، وہ اس کے ورثاء کا ہوگا اور اس نے جو مال بحالتِ ارتداد کمایا، وہ بیت المال کا ہوگا۔ یہ مؤقف امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔[1]

فقہائے کرام کے مابین مرتد کے ترکہ پر یہ اختلاف رائے دراصل ایک دوسرے اصول پر مبنی ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ کیا کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث بن سکتا ہے یا نہیں؟ جس کے نزدیک قریبی مسلمان کا کافر کے ترکہ سے وراثت پانا درست ہے، اس کے خیال میں مسلم ورثاء مرتد کے مال سے وراثت حاصل کریں گے اور جس کے خیال میں قریبی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بن سکتا، اس کے خیال میں کوئی مسلم کسی مرتد کا بھی وارث نہ ہوگا لہذا اس کا ترکہ بیت المال کیلئے ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ نے البتہ بحالت اسلام اور

۱۔ رحمة الامة: ۱۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بحالت ارتداد کمائے ہوئے مال میں فرق کیا ہے۔[۱]

i. پہلا مؤقف:

مرتد کے مال پر پہلا مؤقف یہ ہے کہ مرتد کے قتل یا ارتداد پر موت کی صورت میں تمام ترکہ مال فے تصور ہوگا اور اسے بیت المال میں جمع کروادیا جائے گا اور اس کے مسلم ورثاء کا ترکہ پر کوئی حق نہ ہوگا۔ جمہور فقہائے امت اس کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ اس کی بابت رقم فرماہیں:

"کل ما اکستبه المرتد فی ردته ، او کان له قبل الردة سواء ، و هو فیء. لان اللّٰه تبارک و تعالیٰ منع الدماء با لاسلام، و منع الاموال بالّذی منع به الدماء ، فاذا خرج من الاسلام الیٰ ان یباح دمه بالکفر ، کما کان یکون مباحاً قبل ان یسلم یباح معه ماله، و کان اهون من دمه. لانه کان ممنوعاً تبعاً لدمه، فلما هتکت حرمة دمه کانت هرمة ماله اهتک و أ یسر من الدم."[۲]

"مرتد کا ارتداد سے قبل اور ارتداد کے بعد کمایا ہوا مال حکم میں برابر ہے، اس کا مال فے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنا پر خون سے منع کر دیا ہے اور جس باعث خون بہانا حرام ہے اسی باعث مال کھانا بھی منع ہے چنانچہ جب کوئی شخص اسلام کو ترک کر دیتا ہے، کفر کے باعث اس کا خون مباح ہو جاتا ہے، جس طرح اس کے اسلام سے قبل مباح تھا اور اس کے ساتھ ہی اس کا مال بھی مباح ہو جاتا ہے اور مال کا معاملہ خون سے چھوٹا ہے کیونکہ وہ خون کی تبع میں ممنوع کیا گیا ہے، جب اس کے خون کی حرمت ختم ہو جائے گی، اس کے مال کی حرمت بھی خون سے ہلکی ہونے کے باعث زائل ہو جائے گی۔"

امام شافعیؒ نے مذکورہ اقتباس کے بعد ایک شبہ کا جواب بھی دیا ہے کہ کسی مرتد کا قتل کسی قاتل، زانی یا کسی محارب کے قتل جیسا نہیں ہے کیونکہ مذکورہ حدود کے نفاذ پر ہم انہیں اسلامی احکام سے خارج نہیں کر سکتے اس کا باعث یہ ہے کہ انہوں نے بحالت اسلام ہی جرم کا ارتکاب کیا تھا اور بحالت اسلام ہی انہیں قتل کیا گیا تھا چنانچہ وہ اپنے ترکہ میں وارث بنائیں گے تاہم مرتد کا معاملہ اس سے یکسر مختلف ہے کیونکہ وہ اسلام کو ترک کر دیتا ہے اور اپنے عمل سے کافر بن جاتا ہے اور حدیث کے مطابق کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوگا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

"لَا یَرِثُ الْمُسْلِمُ الْکَافِرَ، وَلَا یَرِثُ الْکَافِرُ الْمُسْلِمَ."[۳]

"مسلمان کسی کافر کا اور کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔"

فقہائے ظاہریہ کے خیال میں بھی مرتد کی مسلم اولاد کو اس کا وارث نہیں بنایا جائے گا کیونکہ مرتد دراصل کافر بن جاتا ہے اور مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوگا۔ علامہ ابن حزمؒ کے الفاظ ہیں:

"فلما اختلفو انظرنا فی ذلک، فکان الثابت عن رسول اللهؐ من انه لا یرث المسلم

۱۔ مجلة القانون المصریة، العدد، السنة الاولیٰ: ۱٤

۲۔ الام: ٦/۱٥۱

۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم، رقم: ٦٧٦٤ ؛ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب قدر الطریق إذا اختلفوا فیه، رقم: ١٦١٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الکافر ، مانعاً من توریث ولد المرتد و هم مسلمون مال ابیهم المرتد لانه کافر و هم مسلمون."[۱]

''فقہاء کا اس بابت اختلاف ہے، ہم نے بھی اس پر غور کیا ہے چنانچہ رسول اللہؐ سے ثابت ہے کہ آپؐ نے مسلمان کو کافر کا وارث نہیں بنایا، اس بنا پر مرتد کی مسلم اولاد کا اپنے مرتد باپ کا وارث بننا منع ہوگا کیونکہ باپ کافر اور اولاد مسلمان ہے۔''

امام احمدؒ سے اس باب میں تین اقوال مروی ہیں:

ا۔ علامہ مرداوی کے مطابق مرتد کا ترکہ مال فے شمار ہوگا۔[۲]

ب۔ ابن قدامہ کے مطابق مرتد کا ترکہ اس کے مسلم ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

ج۔ شیخ کلوذانی کے مطابق مرتد کا ترکہ اس کے کافر ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ [۳]

ii. دوسرا مؤقف:

مرتد کے ترکہ سے متعلق امام ابوحنیفہؒ کا مؤقف یہ ہے کہ قبل از ارتداد کمایا ہوا مال ورثاء کے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور بعد از ارتداد کمایا ہوا مال فے ہوگا، جسے بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔ علامہ عینیؒ رقم کرتے ہیں:

"و امّا ارث المسلم من المرتد فبا عتبار الاستناد الی حال الاسلام و بهذا قال ابو حنیفة انه یورث عنه کسب اسلامه دون کسب ردته."[۴]

''جہاں تک مسلم کے مرتد کا وارث بننے والا معاملہ ہے، اس بارہ میں اس کے اسلام پر اعتماد کیا جائے گا جیسے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مسلم کو اس کی بہ حالت اسلام کمائی کا وارث بنایا جائے گا، بہ حالت ارتداد کمائی کا نہیں۔''

امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ حضرت سفیان ثوریؒ کا بھی یہ مؤقف ہے کہ مرتد کا بحالت ارتداد کمایا ہوا مال فے ہوگا اور بیت المال میں دے دیا جائے گا۔[۵]

امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ نے قبل از ارتداد اور بعد از ارتداد مال کے حکم میں جو فرق کیا ہے، اس کی ایک توجیہہ یہ بھی ہے کہ ارتداد سے قبل کا انسان اور ارتداد کے بعد کا انسان حقیقی اور حکمی طور پر باہم مختلف ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص مرتد ہوتا ہے گویا کوئی مسلم شخص فوت ہو جاتا ہے چنانچہ اس کے مال کے ساتھ کسی فوت شدہ مسلم کے مال جیسا معاملہ کیا جائے گا، وہ خود مسلم فوت ہوا تھا اس وجہ سے مسلمان ہی اس کے وارث قرار پائیں گے مگر ارتداد کے بعد ایک نیا شخص ظہور میں آتا ہے، جو ایک کافر حربی شخص ہوتا ہے، اس کے مال کے ساتھ حربی کفار کے مال جیسا سلوک کیا جائے گا۔ چنانچہ وہ مال فے بن کر جملہ اہل اسلام کا حق ہوگا حتیٰ کہ خود اسے بھی جائز نہ ہوگا کہ ارتداد سے قبل کے مسلم شخص کے مال میں کوئی تصرف کر سکے۔[۶]

۱۔ المحلی: ۲۳۹/۱۱ ۲۔ الانصاف: ۳۳۹/۱۰

۳۔ المغنی: ۳٤٦/٦ ٤۔ عمدة القاری: ۲٦۰/۲۳

٥۔ ابن عبدالبر، التمهید: ۱٦٦/۹ ٦۔ عقوبة المرتد فی الشریعة الاسلامیة: ٦۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

iii. تیسرا مؤقف:

مرتد کے ترکہ سے متعلق فقہائے کرام کا ایک مؤقف یہ ہے کہ اس پر مرتد کے ورثاء کا حق ہے اور اسے مرتد کے مسلم ورثاء کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا۔ فقہائے احناف میں سے صاحبین کا یہ مؤقف ہے۔ علامہ سرخسیؒ رقم فرماتے ہیں:

"فان ابی المرتد أن يسلم فقتل ، كان ميراثه بين المسلمين على فرائض الله فی قول علمائنا...والمعنى فيه انه كان مسلماً مالكاً لماله، فاذا تم هلاكه يخلفه وارثه فی ماله ، كما لو مات المسلم ، لان الردة هلاک فانه يصيربها حربيا ، اِلّا ان تمام هلاكه حقيقة بالقتل أو الموت."[1]

''اسلام سے انکار کی صورت میں مرتد کو قتل کر دیا جائے گا اور ہمارے علماء کے نزدیک اس کا ترکہ مسلم ورثاء میں خدائی حکم کے مطابق تقسیم کیا جائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم ہوتے وقت وہ اپنے مال کا مالک تھا اور اسلام پر اس کی موت یا ہلاکت کی صورت میں اس کے ورثاء نے اس کے مال پر جانشین بننا تھا۔ ارتداد بھی چونکہ ہلاکت ہے، اس کا نتیجہ میں مرتد حربی بن جاتا ہے مگر حقیقی ہلاکت اس کے قتل یا موت سے مکمل ہوتی ہے۔''

فقہائے امامیہ کا مؤقف بھی یہ ہے کہ مرتد کا مال اس کے قتل یا موت کی صورت میں اس کے ورثاء کو دیا جائے گا اور یہ فرق نہیں کیا جائے گا کہ اس نے ارتداد سے قبل کمایا تھا اور بعد میں کیا کمایا تھا۔ علامہ قمی رقم طراز ہیں۔

"أن اصل الحكم فی اموال المشركين انها فئی للمسلمين. و ان المسلمين احق بها من المشركين، و ان الله عز و جل انما حرم على الكفار الميراث عقوبة لهم بكفرهم كما حرم على القاتل عقوبة لقتله ، فاما المسلم فلأی جرم و عقوبة يحرم الميراث؟"[2]

''مشرکوں کے مال میں اصل یہ ہے کہ وہ اہل اسلام کا مال فے ہیں اور مسلمان اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ اللہ عزوجل نے کفار کو ان کے کفر کی سزا میں وراثت سے محروم کر دیا ہے، جس طرح قاتل وارث کو سزا کے طور پر وراثت سے محروم کیا ہے مگر ایک مسلمان کو کس جرم کی پاداش میں وراثت سے محروم کیا جائے گا؟''

فقہائے زیدیہ کا مؤقف بھی امامیہ سے ہم آہنگ ہے کہ مرتد کا مال اس کے مسلم ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا اور اس کی قبل از ارتداد یا بعد از ارتداد کمائی میں فرق نہیں کیا جائے گا۔ زیدیہ کے مطابق لا يرث المسلم من الكافر میں کافر سے مراد حربی ہے، مرتد نہیں۔ تاج المذہب کے مصنف رقم طراز ہیں:

"و باللحوق من المرتد يرثه ورثته المسلمون، لكل امواله التی قبل الردة و بعدها، فان تاب ردّت له امواله ما لم تستهلک"[3]

''مرتد کے دارالحرب جانے کی صورت میں اس کے مسلم ورثاء، ارتداد سے قبل اور بعد کے تمام مال کے حق دار ہوں گے۔ اگر وہ توبہ کرے گا تو جو مال باقی ہوگا، وہ اسے واپس کر دیا جائے گا۔''

۱۔ المبسوط: ۱۰/۱۰۰

۲۔ قمی، ابو الحسن، محمد بن یعقوب، من لایحضره الفقیة: ۴/۲۴۳

۳۔ التاج المذهب: ۴۶۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائلین میراث کے دلائل:

حضرت ابوعمرو شیبانیؒ سے روایت ہے کہ سیدنا علیؓ کے پاس ایک بوڑھا لایا گیا، جو پہلے عیسائی تھا اور اس نے اسلام قبول کیا تھا مگر وہ مرتد ہو گیا تھا۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا: شاید تم اس وجہ سے مرتد ہوئے ہو کہ وراثت حاصل کرو اور اس کے بعد اسلام لے آؤ؟ اس نے جواب دیا: نہیں، آپ نے پوچھا: شاید تم نے کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے اور انہوں نے شادی سے انکار کر دیا ہے اور تم چاہتے ہو کہ اس سے نکاح کر کے دوبارہ مسلمان بن جاؤ؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: پھر مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کہا: نہیں، میں مسلمان نہیں بنوں گا، یہاں تک کہ حضرت مسیحؑ سے جا ملوں۔'' راوی کا بیان ہے کہ آپ نے حکم دیا، اسے قتل کر دیا گیا اور آپ نے اس کا ترکہ اس کی مسلم اولاد کے سپرد کر دیا۔[۱]

مرتد کے مسئلہ وراثت پر یہ ایک بنیادی حدیث ہے، اس کے بعض الفاظ پر اہل علم کا اگرچہ اختلاف ہے تاہم جن فقہاء کے نزدیک مرتد کا ترکہ اس کے مسلم ورثاء میں تقسیم ہوگا، انہوں نے اسی روایت سے استناد کیا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے:

''یقسم ماله بین ورثته علی فرائض اللّٰه تعالیی ، بلغنا ذلک عن علیؓ بن ابی طالب انه قتل مرتداً و قسم ماله بین ورثته علی فرائض اللّٰه تعالیٰ و بلغنا نحو ذلک عن عبداللّٰه ابن مسعودؓ.'' [۲]

''مرتد کا مال اس کے ورثاء میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکام کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک مرتد کو قتل کیا اور اس کا ترکہ ورثاء میں تقسیم کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارہ میں بھی ہمیں یہی معلوم ہوا ہے۔''

علامہ ابن قیم جوزیؒ رقم طراز ہیں:

''و اما المرتد فالمعروف عن الصحابه مثل علی و ابن مسعود أن ماله لورثته من المسلمین ایضاً و لم یدخلوه فی قولهٖ ؛ لا یرث المسلم الکافر، و هذا هو الصحیح''[۳]

''مرتد کے بارہ میں حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ جیسے صحابہ کرام سے یہی مشہور ہے کہ اس کا ترکہ اس کے ورثاء کیلئے ہوگا۔ انہوں نے مرتد کو اس حدیث میں شامل نہیں کیا کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا اور یہی مؤقف صحیح ہے۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ میں یہ ایک معروف خیال تھا کہ مرتد کا ترکہ اس کے مسلم ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا اور اس پر کوئی اختلاف بھی منقول نہیں ہے گویا اس مسئلے پر صحابہ کرام کا سکوتی اجماع ہے۔ علامہ ابوبکر جصاصؒ رقم فرماتے ہیں:

''روی ذلک عن علی و ابن مسعود و ابن عباس من غیر خلاف من نظرائهم علیه فصار اجماعاً.'' [۴]

''حضرت علیؓ، ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ جیسے صحابہ کرام سے بلا اختلاف یہی منقول ہے چنانچہ اس مسئلہ پر

۱۔ مصنف ابن ابی شیبه: رقم: ۳۱۳۸٤، سنن الکبریٰ : ۱۲٤٦۲

۲۔ شیبانی، محمد بن حسن، السیر الصغیر : ۱۹۷

۳۔ جوزی ،ابن قیم، احکام اهل الذمة: ۸۵۵/۲

٤۔ شرح مختصر الطحاوی: ۱۱٦/٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجماع ہوگیا ہے۔''

حضرات صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین عظام میں سے خصوصاً سعید بن مسیّب، حسن بصری، عامر شعبی اور حکم بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا یہی مؤقف تھا کہ مرتد کے مال میں اس کے مسلم ورثاء حصہ دار ہوں گے چنانچہ حضرت جریر بن حازمؒ بیان کرتے ہیں:

''کتب عمر بن عبدالعزیز فی میراث المرتد أنه لورثته من المسلمین، و لیس لاهل الردة شیء.''[1]

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لکھا کہ مرتد کی میراث اس کے مسلم ورثاء کیلئے ہوگی اور مرتدین کیلئے کچھ نہیں ہوگا۔''

شیخ احمد ابراہیم مصری رقم طراز ہیں:

''من المقرر فی احکام المیراث أن اختلاف الدین من موانع الارث ...لکن استثنیی من هذه القاعدة الکلیة المیراث من المرتد''[2]

''میراث کے احکام میں یہ ایک طے شدہ اصول ہے کہ دین کا اختلاف وراثت میں مانع ہے مگر اس قاعدہ سے مرتد کی میراث کو استثناء حاصل ہے۔''

عدم قائلین میراث کے دلائل:

جن فقہائے کرام کے نزدیک مرتد کا ترکہ بیت المال میں جمع ہوگا اور مسلم ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جائے گا، انہوں نے فریق ثانی کے دلائل کا جواب بھی دیا ہے چنانچہ امام احمدؒ کا خیال یہ ہے کہ جس روایت میں بوڑھے مرتد کو قتل کرنے کا واقعہ بیان ہوا ہے، اس کا آخری جملہ راوی کے اضافہ پر مبنی ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کا ترکہ مسلم ورثاء میں تقسیم کر دیا تھا۔ یہی باعث ہے کہ روایت کے دیگر طرق میں تقسیم ترکہ کا ذکر نہیں ہے۔[3]

مرتد کی میراث کے قائلین کو ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام میں سے حضرت زید بن ثابتؓ مرتد کی میراث کے قائل نہیں تھے، اس سے اجماع کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے اور اپنے مؤقف کے اثبات میں دوسری دلیل کی ضرورت ہوگی اور وہ دلیل آپؐ کا یہ فرمان ہے کہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوگا۔ امام شافعیؒ نے فریق ثانی کو یہ جواب دیا ہے:

''ان اصل مذهب اهل العلم أنه اذا ثبت عن النبیؐ شیءٌ لم یکن فی احد معه حجة.''[4]

''اہل علم کے مذہب میں اصول یہ ہے کہ جب رسول اللہؐ سے کچھ ثابت ہو جائے تو آپ کے ساتھ کوئی شخص بھی حجت نہیں ہوگا۔''

زیر بحث مسئلہ میں اجماع صحابہ کے خلاف حضرت زید بن ثابت کا مؤقف ایک مضبوط دلیل بن سکتا تھا مگر تلاش بسیار کے باوجود مقالہ نگار کو اس قول کی سند دستیاب نہیں ہو سکی بلکہ اس کے برعکس زیر بحث مسئلہ میں اجماع کے قائلین نے زیدؓ بن ثابت کو بھی دیگر صحابہ کرام کا ہمنوا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس قول کو اجماع صحابہ کا نقیض قرار دینا درست نہیں ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کا خیال ہے کہ حضرت علیؓ کا عمل کسی مصلحت پر مبنی ہوگا کہ انہوں نے مرتد کے ورثاء کو اس کا مال دیا تھا، ورنہ مرتد

۱۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۰۱۴۶، ابن ابی شیبہ: ۳۱۳۸۶

۲۔ مجلة القانون المصریة، العددا، السنة الاولیٰ: ۱۴

۳۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، احکام اہل الملل والردۃ والزنادقۃ: ۵۲۲

۴۔ الام: ۴۲۳/۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ترکہ بنیادی طور سے تقسیم نہیں ہوتا چنانچہ وہ رقم فرماہیں:

"قد یجوز ان یکون علی ابن ابی طالب صرف مال ذلک المرتد ابی ورثته لما رأی فی ذلک من المصلحة ، لان ما صرف الی بیت المال من الاموال فسبیله أن یصرف فی المصالح" [1]

''یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت علیؓ نے مرتد کا ترکہ اس کے ورثاء میں کسی مصلحت کے تحت تقسیم کیا ہوگا کیونکہ سرکاری خزانہ میں جو مال جمع کیا جاتا ہے، وہ مصالح کے کاموں پر خرچ کیا جاتا ہے۔''

جن فقہائے کرام کے نزدیک مرتد کا ترکہ اس کے مسلم ورثاء میں تقسیم ہوگا اور مالِ فے سمجھ کر بیت المال میں جمع نہیں کیا جائے گا، انہوں نے فریق مخالف کی بنائے استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہؐ کے فرمان، لا یرث المسلم الکافر، میں کافر کی تخصیص کی جائے گی اور اس سے مراد وہی کافر ہوگا، جو شروع سے آخر تک اپنے کفر پر قائم ہو اور مرتد اس میں داخل نہیں ہے چنانچہ علامہ طحاویؒ رقم کرتے ہیں:

"الکافر المراد بهذا : الکافر الّذی یقر علی کفره و یرث مثله، فاما المرتدون فلم یدخلوا فیه، لانهم غیر مقرین علی کفرهم ، و لا یرث بعضهم بعضاً کما یتوارث سائر الکفار بعضهم من بعضٍ" [2]

''یہاں کافر سے مراد وہ کافر ہے جو اپنے کفر پر قائم ہو اور اپنے ہم مذہب کا وارث بنتا ہو، مرتدین اس میں داخل نہ ہیں کیونکہ وہ ابتداء ہی سے کفر پر قائم نہیں ہوتے اور نہ وہ باہم وارث ہی بنتے ہیں جیسے دیگر تمام کفار باہمی وارث بنتے ہیں۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حدیث کی رو سے کسی مسلم کو کافر کا وارث بنانا منع کیا گیا ہے، اس حدیث میں کافر کو خاص کیا جائے گا اور اس تخصیص کی بنیاد حضرت علیؓ کا عمل اور صحابہ کرام کا اجماع ہوگا، اس کے علاوہ میراث کے قائلین نے ہشیم کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے، جو حدیث کی مراد کو واضح کرتی ہے، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"لَا یَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَیْنِ شَتَّی." [3]

''دو مختلف ادیان کے پیروکار باہمی وارث نہ ہوں گے۔''

اپنے مؤقف کی تائید میں علامہ ابوبکر جصاصؒ نے مذکورہ الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے:

"و لیست الردة بملة قائمة، لانّه و ان ارتد الی النصرانیة أو الیهودیة فغیر مقر علیها، فلیس هو محکوما له بحکم اهل الملة التی انتقل الیها، الاتری انه و ان انتقل الی الملة الکتابی انه لا توکل ذبیحته و ان کانت امرأة لم یجز نکاحها ، فثبت بذلک أن الردة لیست بملة." [4]

''ارتداد کوئی مستقل ملت نہیں ہے کیونکہ مرتد ہو کر یہودی یا عیسائی بننے والا اس پر قائم نہیں ہوتا، یہی باعث

۱۔ التمهید: ۱٦۸/۹

۲۔ طحاوی، مختصر اختلاف العلماء: ٤٤٠/٤

۳۔ سنن الترمذی، أبواب الفرائض، باب لا یتوارث أهل ملتین، رقم: 2108 ؛ سنن أبی داود، کتاب الفرائض، باب هل یرث المسلم الکافر، رقم: ۲۹۱۱؛ سنن ابن ماجه، کتاب الفرائض، باب میراث أهل الإسلام من أهل الشرك، رقم: ۲۷۳۱

٤۔ جصاص، ابو بکراحمد بن علی، احکام القرآن، المطبعة البهیة: ۳۸/۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ مرتد پر اس ملت کا حکم بھی عائد نہیں ہوگا، جس کی جانب وہ منتقل ہوا ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ کتابی دین اختیار کرنے پر بھی اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا اور عورت ہونے کی صورت میں اس سے نکاح نہیں کیا جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ارتداد کوئی مستقل دین نہ ہے۔''

ارتداد کے باب میں میراث کے قائلین کا یہ دعویٰ کرنا درست نہیں ہے کہ ارتداد کسی ملت کا نام نہیں ہے کیونکہ ارتداد کا بجائے خود ایک ملت نہ ہونا، لغت یا شریعت کی رو سے ثابت نہیں ہے اور کسی مرتد کا یہودی یا عیسائی بن کر اہل کتاب کے حکم میں داخل نہ ہونا بھی اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ مرتد بذات خود صاحب ملت نہیں ہوتا اور نہ اہل ملتین کہ تحت ہی آتا ہے اور اس پر مستزاد یہ بھی ہے کہ روایت کے الفاظ **اهل الملتين** کے بیان میں ہشیم منفرد ہے کیونکہ ہشیم کے سوا امام زہریؒ کے تمام شاگردوں نے اس کے خلاف بیان کیا ہے؛ اسی باعث امام احمد کا فیصلہ ہے کہ ہشیم نے زہریؒ سے اس کا سماع نہیں کیا۔[۱]

مرتد کی میراث کے قائلین نے فریق مخالف کو ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ تمہارا خیال یہ ہے کہ مرتد کے مال پر صرف ورثاء ہی کا نہیں بلکہ تمام اہل اسلام کا حق ہوتا ہے، اسی باعث اسے بیت المال میں جمع کیا جائے گا اور تمام اہل اسلام کا حق دار بننا اس بات کا ثبوت ہے کہ تمام اہل اسلام ہی مرتد کے وارث قرار پائے ہیں حالانکہ خود تمہارا مؤقف یہ ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہوگا۔[۲]

علامہ ابن عبدالبر نے اس شبہے کا جواب یہ دیا ہے:

"ليس يصير مال المرتد في بيت المال من جهة الميراث ، ولكن سلك به سبيل كل مال يرجع على المسلمين لا مستحق له و هو فئى ، لأن المرتد كافر لا عهد لهٗ" [۳]

''مرتد کا مال میراث کے پہلو سے بیت المال میں جمع نہیں ہوتا بلکہ اسے بھی ہر اس مال کی مانند اہل اسلام پر خرچ کیا جائے گا، جس کا حق دار کوئی نہیں ہوتا اور اسے مال فے کہا جائے گا کیونکہ مرتد بھی ایک قسم کا کافر ہی ہے، جس کا کوئی عہد نہیں ہوتا۔''

امام شافعیؒ نے حضرت علیؓ کے فعل سے حدیث رسول کو خاص کرنے کا الزامی جواب یہ دیا ہے کہ حضرت معاذ اور معاویہؓ سے ثابت ہے کہ مسلمان ذمی کا وارث بن سکتا ہے چنانچہ میراث مرتد کے قائلین نے مذکورہ دو اصحاب کے فعل کی بنا پر حدیث رسول کو خاص کیوں نہیں کیا اور کسی مسلمان کو ذمی کا وارث بنانے کا فتویٰ کیوں نہ دیا جیسے حضرت علیؓ کے فعل کو بنیاد بنا کر انہوں نے حدیث کو خاص کیا اور مسلم کو مرتد کا وارث قرار دیا ہے؟[۴]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کسی لفظ میں اصول اگرچہ یہی ہے کہ جب تک تخصیص کی دلیل نہ ہو، اسے عموم پر محمول کیا جائے گا اور میراث کے باب میں وارد شدہ حدیث عام ہے کہ کافر کے ترکہ میں کوئی مسلم حصہ دار نہیں ہوگا۔ تاہم مقالہ نگار کی رائے میں راجح مؤقف یہی ہے کہ مرتد کا مال اس کے مسلم ورثاء کے سپرد کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں وراثت کے دو سبب قرابت اور اسلام جمع ہو جاتے ہیں جبکہ بیت المال کی صورت میں تمام اہل اسلام اس کے مستحق ہوتے ہیں اور اس کے اصل ورثاء محروم ہو جاتے ہیں۔

بلا شبہ مرتد نے جرم ارتداد کا ارتکاب کیا ہے اور اس جرم کا وبال بھی مجرم کی ذات تک محدود ہونا چاہیے چنانچہ اس کا خون

۱۔ احمد ، امام، العلل و معرفة الرجال: ۲/۲٦٥

۲۔ شرح معانی الآثار: ۳/۲٦۷

۳۔ التمهيد: ۹/۱٦۷

٤۔ الام: ۷/٤۲٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رائیگاں قرار دینا یا اسے کسی کے ترکہ سے محروم کر دینا سمجھ میں آتا ہے مگر اس کے جرم کی پاداش میں کسی بے گناہ وارث کو اس کے ترکہ سے محروم کرنا ایک قسم کا ضرر ہے، جس سے اسلام نے بہر صورت منع کیا ہے۔

مبحث ثانی: مسلم کا مرتد کو وارث بنانا:

فقہائے کرام کا اس باب میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مرتد کسی مسلم کا وارث نہیں ہوگا کیونکہ ارتداد کے باعث رشتہ ختم ہو جاتا ہے۔ مرتد کسی کافر کا بھی وارث نہیں ہوگا کیونکہ وہ نئے دین کا آغاز ہی سے قائل نہیں ہوتا اور نہ مرتد کسی دوسرے مرتد ہی کا وارث ہوگا کیونکہ دونوں ارتدادی مجرم ہیں، جن کا کوئی دین نہ ہے۔[۱]

تاہم میراث کے باب میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرتد اپنے مورث کی وفات کے بعد دوبارہ مسلمان ہو جاتا ہے مگر ابھی تک ترکہ تقسیم نہیں ہوا، اس صورت میں کیا وہ اپنے مورث کا وارث قرار پائے گا یا نہیں؟

اس باب میں فقہائے کرام کے دو گروہ ہیں، ایک گروہ کا خیال ہے کہ ترکہ کی تقسیم سے قبل دوبارہ مسلمان ہونے والا مرتد اپنے مسلم مورث کا وارث ہوگا، دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ اس صورت مین بھی اسے وارث نہیں بنایا جائے گا۔

فقہائے حنابلہ اور امامیہ کا مؤقف یہ ہے کہ تقسیم سے قبل مسلمان ہونے والا وراثت میں شریک ہوگا مگر تقسیم کے بعد مسلمان ہونے کی صورت میں اسے کچھ نہیں دیا جائے گا۔[۲]

علامہ ابن قدامہؒ رقم فرما ہیں:

> "والانه لو تجدد له صيد بعد موته وقع فى شبكة التى نصبها فى حياته ، ثبت له الملك فيه، و لو وقع انسان فى بئر حفرها لتعلق ضمانه بتركته بعد موته، فجاز أن يتجدد حق من اسلم من ورثته لتركته ترغيباً فى الاسلام و حثا عليه." [۳]
>
> "اور اس کی موت کے بعد جال سے جو شکار حاصل ہوگا جسے اس نے اپنے زندگی میں نصب کیا تھا، اس شکار میں اس کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص اس کے کھودے کنوے میں گر جائے تو موت کے بعد اس کے مال میں سے تاوان ادا کیا جائے گا چنانچہ اس کے ورثاء میں سے جو مسلمان ہوگا، اسلام میں ترغیب اور تحریک کی خاطر ترکہ میں سے اس کو حق دیا جائے گا۔"

فقہائے حنابلہ اور امامیہ کے برخلاف امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ جیسے جمہور فقہائے کرام کا مؤقف یہ ہے کہ ترکہ کی تقسیم سے قبل دوبارہ مسلمان ہونے والا مرتد وارث نہیں ہوگا۔

وراثت کے بارہ میں ارشاد الٰہی ہے:

﴿و لكم نصف ما ترك ازواجكم﴾[۴]

دوسرے مقام پر فرمان خداوندی ہے:

۱۔ المغنی:٦/٣٤٣ ، الفروع: ٢/٧١ ؛الانصاف: ٧/٣٥١ ، الاقناع: ٣/١١٥

۲۔ شرائع الاسلام:١٨

۳۔ المغنی: ٦/٣٤٤

٤۔ النساء: ١٢

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿و ان امرؤ هلک لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترک﴾ [1]

مندرجہ بالا آیات میں ورثاء کے حصوں کا بیان ہے اور انہیں مورث کی موت کے سیاق میں بیان کیا گیا ہے۔ زیر بحث مسئلہ میں فقہائے جمہور کی بنائے استدلال یہی آیات ہیں کہ میراث میں حصہ پانے یا کسی کا وارث بننے کا بنیادی سبب مورث کی موت ہے، ترکہ کی تقسیم نہیں ہے چنانچہ ابوبکر جصاصؒ رقم فرماتے ہیں:

"فاوجب لها المیراث بالموت، و حکم لها بالنصف وللزوج بالنصف، بحدوث الموت من غیر شرط القسمة...و مواریث الاسلام قد ثبت و استقر حکمها و لا یجوز ورود النسخ علیها فلا اعتبار فیها بالقسمة و لا عدمها." [2]

''اللہ تعالیٰ نے موت کے ساتھ میراث کو واجب کیا ہے اور شوہر کو بیوی کے ترکہ سے نصف کا حکم دیا ہے اور اسے موت واقع ہونے پر تقسیم سے مشروط نہیں کیا۔ اسلام میں وراثت کے مستحقین اور احکام ثابت ہو چکے ہیں، جس میں نسخ کا ورود جائز نہیں ہے چنانچہ اس میں ترکہ کی تقسیم یا عدم تقسیم کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔''

مقالہ نگار کی رائے میں جمہور کا مؤقف راجح ہے کہ مورث کی وفات کے بعد اور ترکہ کی تقسیم سے قبل مسلمان ہونے والا وارث نہیں ہوگا کیونکہ میراث کی ایک شرط مانع کا معدوم ہونا بھی ہے اور تمام فقہاء کے نزدیک عدم مانع کا موقع، ترکہ کی تقسیم کا وقت نہیں بلکہ مورث کی وفات کا وقت ہے ورنہ تقسیم وراثت میں تاخیر اور تعجیل کی بنا پر بھی ورثاء میں اختلاف ہو جائے گا اور حصول میراث کی خاطر کسی مرتد کا دعویٰ اسلام کرنا مزید اضطراب کا باعث بنے گا چنانچہ استحقاق وراثت کو مورث کی موت سے مشروط رکھنا ہی بہترین حل ہے۔

جلاوطن ہونے پر مرتد کے مال کا حکم:

جو شخص ارتداد کے بعد اسلامی ملک چھوڑ دیتا ہے اور کسی غیر اسلامی ملک میں چلا جاتا ہے، سوال یہ ہے اس کے مال کا کیا حکم ہو گا؟ کیا اس کا انتظار کیا جائے گا یا انتظار کی بجائے اس کا مال تقسیم کر دیا جائے گا؟

فقہائے احناف کا خیال ہے کہ کسی مرتد کا دارالحرب میں جانا، حکمی موت کے مترادف ہے اور اس پر وہی حکم مرتب ہوگا، جو کسی مرتد کی وفات پر مرتب ہوتا ہے۔ علامہ سرخسیؒ رقم فرماتے ہیں:

"و کذلک ان لحق بدارالحرب یعنی حکم به، قسم الامام ماله بین ورثته و کان لحاقه بدارالحرب بمنزله موته." [3]

''اسی طرح جو مرتد دارالحرب میں چلا جائے گا، امام اس کا ترکہ اس کے مسلم ورثاء میں تقسیم کر دے گا۔ مرتد کا دارالحرب میں چلے جانا اس کی موت کے مترادف ہوگا۔''

فقہائے حنابلہ کا مؤقف یہ ہے کہ کسی مرتد کا دارالحرب میں جانا کوئی تاثیر نہیں رکھتا بلکہ اس کا دارالاسلام یا دارالحرب میں ہونا برابر ہیں۔ علامہ ابن قدامہؒ رقم طراز ہیں:

"و ان لحق بدارالحرب فا لحکم فیه یعنی فی ماله کالحکم فیمن هو فی دارالاسلام الا

۱۔ النساء: ۱۲

۲۔ احکام القرآن: ۱۲۶/۲

۳۔ المبسوط: ۵٤۷/۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ما كان معه من ماله، يصير مباحاً لمن قدر عليه، كما ابيح دمه. و اما املاكه و ماله الذى فى دارالاسلام ، فملكه ثابت فيه، و يتصرف فيه الحاكم بما يرى المصلحة فيه.." [1]

''دارالحرب میں جانے والا مرتد اپنے مال کی بابت دارالاسلام جیسے مرتد کے حکم پر ہوگا مگر اس کے پاس جو مال ہوگا، وہ ہر شخص پر مباح ہوگا جیسے اس کا خون مباح ہو چکا ہے۔ اس کی دارالاسلام میں املاک اور اموال پر اس کی ملکیت ثابت ہوگی اور حاکم اپنی مصلحت کے تحت اس میں تصرف کر سکے گا۔''

مرتد کی جلاوطنی کے ایام میں حاکم کسی مرتد کے حکماً فوت ہونے کا اعلان کر چکا ہو اور اس کا ترکہ بھی تقسیم کر دیا گیا ہو اور مرتد تائب ہو کر دارالحرب سے واپس آ جائے تو سوال یہ ہے کہ اس صورت میں اس کے مال کا کیا حکم ہوگا؟ فقہائے کرام کا مؤقف یہ ہے کہ اس صورت میں اسے کچھ نہیں دیا جائے گا، نہ مال اور نہ اس کا عوض۔[2]

فصل ہذا میں ترکہ پر ارتداد کے اثرات کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مرتد کے ترکہ کو مسلم ورثاء میں تقسیم کرنا اگرچہ فقہائے کرام کے نزدیک مختلف فیہ ہے تاہم راجح یہ ہے کہ مرتد کا ترکہ اس کے مسلم ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔ فقہائے کرام کا اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مرتد کسی مسلم کے ترکہ میں وارث نہیں ہوگا!

۱۔ المغنی: ۵٤٧/٨

۲۔ بدائع الصنائع:۱۳/۷ ؛ تحفة الفقهاء : ٥٣٢/٤ ؛ الجرالذ خار: ٤٢٨/٥ ؛ شرح النيل : ٢٦٤/٨

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

مختلف جرائم پر ارتداد کے اثرات ونتائج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

مختلف جرائم پر ارتداد کے اثرات ونتائج

اسلام کے فوجداری قانون کی رو سے ایک شخص کا دوسرے کی جان و مال اور عزت وآبرو پر تعرض کرنا جرم شمار ہوتا ہے۔ارتداد کے باب میں مرتد سے متعلقہ تعرض کی صورتیں دو بنتی ہیں؛ مرتد کا کسی کے جان و مال اور عزت وآبرو کے خلاف تعرض کرنا اور کسی کا مرتد کے جان و مال اور عزت وآبرو کے خلاف تعرض کرنا۔اس مناسبت سے فصل ہذا کو دو مباحث میں تقسیم کیا جائے گا:

مبحث اول: مرتد کا کسی کے خلاف تعرض کرنا

مبحث ثانی: کسی کا مرتد کے خلاف تعرض کرنا

فصل ہذا میں انہی دو صورتوں کے تعرض پر تفصیلی کلام کیا جائے گا۔

مبحث اوّل: مرتد کا کسی کے خلاف تعرض کرنا

i: مرتد کا کسی مسلم کو عمداً قتل کرنا:

قتل عمد پر اصلاً قصاص عائد ہوتا ہے چنانچہ جو مرتد کسی مسلم کو عمداً قتل کرے گا، اس پر قصاص بھی ہوگا۔فقہائے کرام کا اس پر اتفاق ہے۔[۱]

علامہ کلوذانیؒ نے اجمالاً ذکر کیا ہے کہ مرتد کسی کے جان یا مال کیخلاف جرم کرنے پر اس کا ذمہ دار ہوگا چنانچہ وہ رقم کرتے ہیں:

"و ما أتلفه في حال ردته من مال أو نفس، فهو مضمون عليه."[۲]

''ارتداد کی حالت میں مرتد جو مال یا جان تلف کرے گا، وہ اس کا ذمہ دار ہوگا۔''

فقہائے کرام میں قاتل مرتد پر قصاص کی بابت اتفاق کے باوجود ایک ضمنی اختلاف یہ ہے کہ قاتل مرتد کو سزائے ارتداد میں قتل کیا جائے گا یا اسے قتل عمد پر قصاص میں قتل کیا جائے گا؟

علیش مالکیؒ کا خیال ہے کہ سزائے ارتداد کا قتل قصاص کے قتل پر مقدم ہوگا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

'ان الواجب فيه القصاص، والقتل بالردة يأتي عليه" [۳]

''قتل پر قصاص واجب ہوگا تاہم ارتداد کا قتل مرتد پر جاری کیا جائے گا۔''

مذکورہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک مرتد پر ارتداد کا قتل پہلے جاری ہوگا حالانکہ قصاص بنیادی طور پر حقوق اللہ سے متعلق ہے اور ارتداد کا قتل حقوق اللہ میں شمار ہوتا ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ جب کسی جرم میں کسی فرد پر اللہ کا حق اور بندے کا حق جمع ہو جائیں، تب بندے کا حق مقدم ہوتا ہے چنانچہ اس صورت میں بھی قاتل مرتد کو مسلم کے قتل عمد میں قصاصاً قتل کیا جائے گا، سزائے ارتداد کے طور پر نہیں۔اس مؤقف کے قائل علامہ حلی امامی رقم کرتے ہیں:

۱۔ بدائع الصنائع:۲۳۳/۷ ، الاقناع:۳۰۶/٤ ، الام:۱۵۳/٦ ، المغنی: ۲۵۵/۸

۲۔ الکلو ذانی،ابو خطاب، محفوظ بن احمد بن حسن، الهداية: ۲۰۲، مكتبة الاوقاف، بغداد، س ن

۳۔ شرح منح الجليل:٤٦٧/٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یقتل قصاصاً فوراً ، فان عفالولی ..ولی الدم..قتل بالردة"[۱]

''مرتد کو قصاص میں فوراً قتل کیا جائے گا اور اگر مقتول کا وارث معاف کردے تو اسے ارتداد میں قتل کیا جائے گا۔''

بہرحال جو مرتد کسی کو عمداً قتل کردے گا، اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے معصوم کا خون بہایا ہے اور مقالہ نگار کی رائے میں بہتر یہی ہے کہ اسے قصاصاً ہی قتل کیا جائے گا کیونکہ بندوں کا حق اللہ کے حق پر مقدم ہوتا ہے۔

ii: مرتد کا کسی مسلم کو قتل خطا کرنا:

جو مرتد کسی مسلم کو غلطی سے قتل کر بیٹھے گا، اس پر دیت لازم ہوگی، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿و من قتل مؤمناً خطأ﴾ [۲]

قتل خطا کی صورت میں قاتل مرتد پر دیت کی بابت فقہائے کرام کا اتفاق ہے مگر اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ مرتد کے مال سے دیت ادا کی جائے گی یا مرتد کے عاقلہ پر دیت عائد ہوگی؟

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ کا خیال ہے کہ مرتد کے مال سے دیت ادا کی جائے گی چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

"فان کان القتل خطا، وجبت الدیة فی ماله، لانه لاعاقلة له"[۳]

''قتل خطا پر اس کے مال میں سے دیت ادا کرنا واجب ہوگا کیونکہ مرتد کا کوئی عاقلہ نہیں ہوتا ہے۔''

فقہائے احناف میں سے علامہ سرخسیؒ، شافعیہ میں سے علامہ صباغؒ، حنابلہ میں سے علامہ مقدسیؒ اور امامیہ میں سے علامہ حلی نے بھی یہ مؤقف اختیار کیا ہے۔[۴]

دیت کی رقم قاتل مرتد کے مال میں سے ادا کی جائے گی کیونکہ مرتد کا کوئی عاقلہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ارتداد کی بنا پر اہل حرب بن جاتا ہے، جس کی بنا پر اس کا خون مباح قرار پاتا ہے۔ محمد بن حسن شیبانیؒ رقم فرماتے ہیں:

"و قلت: ارأیت هذا المرتد اذا جنی جنایة خطأ أو عمداً ، هل یعقل العاقلة ذلک عنه؟ قال: لا، قلت و لم؟ قال: لانه قد حل دمه ، و صار بمنزلة اهل الحرب."[۵]

''میں نے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے، مرتد سے جان بوجھ کر یا غلطی سے کوئی جرم سرزد ہوجائے تو کیا اس کے عاقلہ دیت ادا کریں گے؟ فرمایا: نہیں، میں نے پوچھا: کیوں؟ فرمایا: کیونکہ اس کا خون مباح ہو چکا ہے اور وہ اہل حرب کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔''

قاتل مرتد پر عائد شدہ دیت کے مسئلہ میں امام شافعیؒ قدرے تفصیل سے رقم طراز ہیں:

"و ان کانت الجنایة خطا فهی فی ماله ، کما تکون علی عاقلته الی اجلها، فاذا مات فهی حالة، و لا تعقل العاقلة عنه شیئا جناه فی حال ردته، فان کانت الجنایة نفسا فهی فی ماله فی ثلاث سنن، فان قتل او مات علی ردته فهی حالة."[۶]

۱۔ شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام: ۲/ ۲۶۰ ۲۔ النساء:۹۲

۳۔ المغنی:۸/ ۵۵٤

٤۔ المبسوط:۱/ ۱۰۸، الشامل:٦/ ٦٦، الاقناع:٤/ ۳۰٦، شرائع الاسلام: ۲/ ۲٦۱

۵۔ المبسوط: ۱٤۲

٦۔ الام:٦/ ۱۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''غلطی سے جرم سرزد ہونے کی صورت میں مرتد کے مال سے اس کا جرمانہ ادا کیا جائے گا جیسے ایک مقررہ مدت تک اس کے عاقلہ پر ادائیگی ہوتی ہے اور اس کی وفات کی صورت میں جرمانہ ختم ہو جائے گا۔ جو شخص حالت ارتداد میں جرم کرے گا، اس کے عاقلہ پر کوئی دیت واجب نہیں ہوگی اور جرم اگر کسی نفس سے متعلق ہے تو اس کا جرمانہ مرتد کے مال سے ادا کیا جائے گا اور مرتد کے قتل یا موت کی صورت میں وہ جرمانہ ختم ہو جائے گا۔''

iii: مرتد کا زنا کرنا:

جو مرتد زنا کا ارتکاب کرے گا، اس پر زنا کی سزا واجب ہوگی کیونکہ اس کا ارتداد اس پر زنا کی سزا میں مانع نہیں ہے چنانچہ اس بات میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کرنے پر مرتد کو سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی، اس پر فقہائے کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے مگر شادی شدہ مرتد کے زنا کرنے پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زنا سے اس کا وصف احصان زائل ہو جائے گا یا برقرار رہے گا؟ فقہائے کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ احصان کی شروط کیا ہیں؟ کیا احصان کی شرط میں اسلام بھی داخل ہے یا نہیں؟

فقہائے احناف، مالکیہ اور زیدیہ کے نزدیک اسلام بھی احصان کی ایک شرط ہے چنانچہ ان کے خیال میں ارتداد سے احصان کا وصف زائل ہو جائے گا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ شادی شدہ مرتد کو زنا کی پاداش میں رجم نہیں کیا جائے گا۔[۱]

فقہائے شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک احصان کی شروط میں اسلام شامل نہیں ہے، چنانچہ ان کے خیال میں ارتداد سے احصان کا وصف زائل نہیں ہوگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ شادی شدہ مرتد کو زنا کی سزا میں رجم کیا جائے گا۔[۲]

علامہ سمرقندی حنفیؒ رقم کرتے ہیں:

''والاحصان عندنا عبارة عن استجماع سبعة أشياء: البلوغ، والعقل والاسلام والحرية والنكاح الصحيح والدخول على وجه يوجب الغسل من غير انزال، و هما على صفة الاحصان . وروى عن ابى يوسف أن الاسلام ليس بشرط ، و هو قول الشافعى: فاذا فات شرط من شرائط الاحصان، يجب الجلد لاالرجم، بقوله تعالىٰ:((فاجلدوا كل واحدٍ منهما مائة جلدة)، و لا يجمع بين الجلد والرجم بالاتفاق.'' [۳]

''ہمارے نزدیک احصان سات چیزوں کے مجموعہ سے عبارت ہے: بلوغت، عقل، اسلام، آزادی، نکاح صحیح اور دخول۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ اسلام شرط نہیں ہے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ جب احصان کی ایک شرط بھی مفقود ہوگی، اس زانی پر رجم نہیں ہوگا بلکہ کوڑوں کی سزا ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ اس پر اتفاق ہے کہ رجم اور کوڑوں کی سزائیں جمع نہ ہوں گی۔''

iv: مرتد کا کسی پر بہتان بازی کرنا:

جو مرتد کسی معصوم پر بہتان بازی کرے گا، اس پر حد قذف جاری ہوگی۔ فقہائے کرام کے مابین یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور

۱۔ تحفة الفقهاء: ۳/۳۱۵ ، شرح منح الجليل: ٤/٤٧٢ ، البحرالذخار: ٥/٤٢٦

۲۔ كفاية الاخيار: ۲/۱۷۹ ، الشامل: ٦/١٥، الانصاف: ١٠/٣٣٧

۳۔ تحفة الفقهاء:۳/۳۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا باعث یہ ہے کہ حد قذف کی شروط میں اسلام کی شرط داخل نہیں ہے چنانچہ جب کوئی مرتد کسی پر بہتان بازی کرے گا، اسے قذف کی سزا میں اسی کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔[۱]

حد قذف کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً﴾[۲]

فقہائے کرام کے نزدیک قذف کی آٹھ شروط ہیں، جن میں سے بعض شروط قاذف سے تعلق رکھتی ہیں اور بعض شروط مقذوف سے متعلق ہیں۔ قاذف کی شروط یہ ہیں: اس کا عاقل ہونا، بالغ ہونا اور مقذوف کا والد نہ ہونا۔

مقذوف کے متعلقہ شروط یہ ہیں: اسلام، بلوغت، عقل، آزادی اور عفت۔ چنانچہ جب قاذف کی شروط پر پورا اترنے والا مرتد، مقذوف کی شروط پر پورا اترنے والے کسی شخص پر بہتان بازی کرے گا، اس پر حد قذف جاری ہوگی۔[۳]

جو مرتد دارالاسلام میں کسی پر بہتان کے بعد دارالحرب میں چلا گیا ہو اور اسے پکڑ کر دارالاسلام واپس لایا جائے، اس پر بھی حد قذف جاری ہوگی اور اس کے بعد اسے ارتداد کی سزا میں قتل کیا جائے گا کیونکہ قذف بنیادی طور پر حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے اور مقذوف کی ہتک عزت کا ازالہ کرنا ضروری ہے، جس کی واحد صورت حد قذف کا اجراء ہے۔[۴]

v: مرتد کا کسی کو نقصان پہنچانا:

مرتد جب کسی کے مال وغیرہ کو نقصان پہنچائے گا، فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ وہ کسی کے مال پر تعرض کی صورت میں نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔[۵]

تاہم سوال یہ ہے کہ اجتماعی ارتداد کے مرتکبین کا کیا حکم ہے؟ جب وہ آمادہ پیکار ہوں اور جنگ کے دوران کسی کے مال وغیرہ کو نقصان پہنچائیں، اس صورت میں بھی ان کا حکم منفرد جیسا ہوگا یا جماعت کی صورت پر ان کا علیحدہ حکم ہوگا؟

فقہائے حنابلہ میں سے کلوذانیؒ رقم کرتے ہیں:

> "و ما اتلفه فی حال ردته من مال أو نفس، فهو مضمون علیه، سواء کان وحده أوبا رتد جماعة، وامتنحوا بالحرب، و یحتمل الجماعة الممتنعة ، أن لا یضمن ما اتلفه فی حال الحرب."[۶]
>
> "مرتد سے جو مال یا جان ارتداد کی حالت میں ضائع ہوگا، وہ اس کا ذمہ دار ہوگا، خواہ اکیلا ہو یا اجتماعی ارتداد ہو اور مرتدین کی جماعت آمدہ جنگ ہو، تاہم برسرِ جنگ جماعت کے بارہ میں احتمال یہ ہے کہ جنگ کے دوران ضائع شدہ کے وہ ذمہ دار نہ ہوں۔"

فقہائے شافعیہ میں سے علامہ صباغؒ نے اس پر تفصیلاً رقم کیا ہے:

> "و ما جرح أو افسد فی ردته اخذبه ، و جملته ان المرتد اذا جرح انساناً أو اتلف مالاً نظرت، فان لم یکن فی منعه و قوة، وجب الضمان علیه، و ان کان فی منعة، فان

۱۔ شرح الخرشی: ۶۶/۸ ۲۔ النور:۴

۳۔ بدائع الصنائع: ۴۰/۷ ، کفایة الاخبار: ۱۸۴/۲

۴۔ الذخیرة:۲۱۴/۲

۵۔ ابن عابدین: ۲۵۲/۴ ، الکافی، ۱۶۳/۳ ، الشامل: ۱۰۲/۶ ، شرح الخرشی:۶۶/۸

۶۔ الهدایة:۲۰۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كان أتلف ذلك قبل الحرب أو بعد قيامها ضمن ايضاً، و ان كان في حال قيام الحرب بينهم و بين المسلمين ففي الضمان قولان.'' [۱]

''ارتداد کی حالت میں مرتد نے کسی کو زخمی کیا یا اسے کوئی نقصان پہنچایا، یہ اس سے پورا کیا جائے گا۔ المختصر، مرتد کسی کو زخمی کرے یا کسی کا مال ضائع کرے تو دیکھا جائے گا اور اگر یہ کسی حرب وضرب میں نہیں ہوا، تب تب مرتد اس کا ذمہ دار ہوگا اور اگر یہ نقصان جنگ سے قبل یا بعد میں ہوا ہے، تب بھی وہ اسے پورا کرنے کا ذمہ دار ہوگا اور اگر یہ نقصان مرتدین اور مسلمین کے مابین جنگ کے دوران ہوا ہے تو اس کے ضمان ازالہ پر دو اقوال ہیں۔''

vi: مرتد کا کسی کو نقصان پہنچا کر دارالحرب چلے جانا:

مرتد کسی کا جانی یا مالی نقصان کر کے فرار ہو جاتا ہے اور دارالحرب میں جا آباد ہو جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ کیا تائب ہونے پر اسے معاف کر دیا جائے گا یا اسے بہ ہر صورت یہ نقصان پورا کرنا ہوگا؟

علامہ ابن عابدینؒ رقم فرماتے ہیں:

''أنه اذا اصاب قبل ارتداده مالاً أو قصاصاً ، ثم ارتدّ، أو اصابها و هو مرتد، ثم لحق بدارالحرب ثم تاب فهو مآ خذ بذلك.'' [۲]

''جو مرتد اپنے ارتداد سے قبل یا ارتداد کے بعد کسی کے مال یا جان کو نقصان پہنچا کر دارالحرب چلا گیا پھر تائب ہو کر مسلمان بن گیا، وہ نقصان پورا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔''

مذکورہ اقتباس کی رو سے مرتد بہر صورت کسی کا جانی اور مالی نقصان پورا کرنے کا ذمہ دار ہوگا، اس نے ارتداد سے قبل یہ جرم کیا ہو یا ارتداد کے بعد، گویا جو جرائم انسانی حقوق سے متعلق ہوں گے، ان کا ضمان اسے بہر حال ادا کرنا پڑے گا مگر جو جرائم خدائی حقوق سے وابستہ ہوں، ان کے ارتکاب کی صورت میں تائب مرتد پر کچھ بھی عائد نہ ہوگا مثلاً شرب کی حد اس پر جاری نہ کی جائے گی مگر چوری کا نقصان اس سے وصول کیا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ رقم کرتے ہیں:

''و ما فعله قبل هذا، اخذ به، اذا كان يتعلق به حق آدمي، كالجناية على نفس أو مال، و اما ان ارتكب حداً خالصاً لله تعالىٰ كالزنا و شرب الخمر و السرقة، فانه ان قتل بالردة سقط ما سوى القتل من الحدود.'' [۳]

''دارالحرب جانے سے قبل مرتد نے بندوں کے حق میں جو کیا ہوگا مثلاً جان یا مال سے متعلقہ کوئی جرم، وہ اس سے پورا کیا جائے گا اور جو اس نے اللہ کے حق میں کچھ کیا ہوگا مثلاً زنا کاری، شراب نوشی اور چوری، سزائے ارتداد کی صورت میں ماسوائے قتل سب ساقط ہو جائے گا۔''

۱۔ الشامل: ۱۲۲/٦

۲۔ ابن عابدين، رد المختار: ۲۵۲/٤

۳۔ المغني: ٥٦٤/٨

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہائے امامیہ میں سے علامہ حلی نے اس کا حکم مطلقاً بیان کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"كل ما يتلفه المرتد على المسلم يضمنه، في دار الحرب أو دار الاسلام، حالة الحرب أو بعد انقضائها." [1]

"مرتد نے مسلم کا جو کچھ بھی تلف کیا ہوگا، وہ بہر صورت اسے پورا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ دار الاسلام ہو یا دار الحرب، حالت جنگ ہو یا امن۔"

مبحث ثانی: مرتد کے خلاف کسی کا تعرض کرنا

i: کسی کا مرتد کو قتل کرنا:

مرتد کی جان کے خلاف تعرض کی ایک صورت کسی مسلم کا مرتد کو قتل کرنا ہے۔ فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی مسلمان ارتداد کا مرتکب ہوگا، اس کا خون رائیگاں ہو جائے گا اور حاکم یا اس کے نائب کی اجازت سے کسی کا بھی اسے قتل کرنا جائز ہو جائے گا۔[2]

جو شخص اپنے طور پر کسی مرتد کو قتل کر دیتا ہے اور حاکم یا منصف کی اجازت کا انتظار نہیں کرتا، سوال یہ ہے کہ شریعت کی رو سے اس قاتل کا کیا حکم ہوگا؟ کیا اسے بھی قصاص میں قتل کیا جائے گا یا اسے قتل کی بجائے تعزیری سزا دی جائے گی؟

فقہائے کرام کا خیال ہے کہ جو شخص کسی مرتد کو بلا اذن حاکم قتل کرے گا، اسے تعزیری سزا دی جائے گی کیونکہ کسی پر حد نافذ کرنا حاکم کا اختیار ہوتا ہے اور اس نے حاکم کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی حدود سے تجاوز اور حاکم کے حق پر تعرض کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم فرماتے ہیں:

"و من قتل المرتد دون اذن الامام عزر الّا ان يلحق دار الحرب، فلكل احد قتله بلا استتابة، و اخذ ما معه من مال" [3]

"جو شخص بلا اجازت حاکم کسی مرتد کو قتل کر دے گا، اسے تعزیری سزا دی جائے گی، تاہم مرتد اگر دار الحرب چلا جائے گا تو ہر شخص کو بلا استتابہ اسے قتل کرنے اور اس کا مال چھیننے کا حق حاصل ہوگا۔"

ii: کسی کا مرتد کو زخمی کرنا:

مرتد کے خلاف تعرض کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اسے زخمی کر دیتا ہے یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس جارح پر کوئی قصاص عائد ہوگا یا نہیں؟ فقہائے کرام کا خیال ہے کہ مرتد کے خلاف اس جرم کا ارتکاب ایسے وقت میں ہوا ہے جبکہ اس کا خون مباح ہو چکا تھا چنانچہ مرتد کو زخمی کرنے یا اس کا کوئی عضو تلف کرنے پر قصاص عائد نہیں ہوگا۔

امام محمد بن حسن شیبانیؒ رقم کرتے ہیں:

"قلت ارأيت الرجل ارتد عن الاسلام، فقطع رجل يده عمداً أو خطأ، هل في ذلك

۱۔ شرائع الاسلام: ۲۶۰

۲۔ المبسوط: ۱۰/۱۰۶ ، الام: ۶/۱۵۴ ، الانصاف: ۹/۴۶۲ ، الشامل: ۲/۱۵۸ ، شرائع الاسلام: ۲۷۵، الهداية: ۲۰۳

۳۔ ابن تيميه، مجد الدين، ابو البركان، عبدالسلام بن عبدالله، المحرر: ۱۵۴، دار الكتب المصرية، س ن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شيء؟ قال: لا، قلت: لم؟ قال: لان دمه حلال فلا شيء عليه فى قطع يده أو رجله، أو جنى عليه أو جرحه." [1]

''میں نے پوچھا: آپ کا کیا خیال ہے کہ کوئی شخص مرتد کا جان بوجھ کر یا غلطی سے ہاتھ کاٹ دیتا ہے یا اس کی آنکھ پھوڑ دیتا ہے یا اس پر جان بوجھ کر یا غلطی سے کوئی تعرض کرتا ہے، کیا اس پر ضمان آئے گا؟ فرمایا: نہیں، پوچھا: کیوں؟ فرمایا: کیونکہ اس کا خون حلال ہے چنانچہ اس کا ہاتھ یا پاؤں کاٹنے یا اسے زخمی کرنے پر کوئی ضمان نہیں ہوگی۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کو مجروح کرنا قصاص کا باعث نہ ہوگا، اس باب میں مرتد کا تائب ہوکر مسلمان بن جانا یا ارتداد پر قتل ہوجانا ہر دو صورتیں حکم میں برابر ہیں۔ امام شافعیؒ، علامہ مقدسیؒ اور شیخ ابن تیمیہؒ بھی امام شیبانیؒ کے مؤقف سے ہم آہنگ ہیں اور تمام فقہائے کرام کا استدلال بھی ایک جیسا ہے۔[2]

iii: کسی کا مرتدہ سے بدکاری کرنا:

مرتدہ کی عزت پر تعرض کی ایک صورت اس سے بدکاری کرنا ہے۔ فقہائے کرام کے نزدیک مرتدہ سے زنا کرنا غیر مرتدہ سے زنا کے مترادف ہے، اس پر حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے تاہم ارتداد کے باعث مرتدہ کے وصف احصان اور عدم احصان پر فقہاء کے مابین وہی اختلاف ہے جو مرتد کے وصف احصان اور عدم احصان پر تھا۔[3]

جو شخص کسی مرتدہ سے زنا کرے گا، اس جرم کی سزا یہ ہے کہ مرتدہ کے غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں اسے سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور اس کے شادی شدہ ہونے کی صورت میں فقہائے کرام کے درمیان وہی اختلاف ہے، جو شادی شدہ مرتد کے سزا کے متعلق تھا۔[4]

جن فقہائے کرام کے نزدیک ارتداد کی بنا پر احصان کا وصف زائل ہوجاتا ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ شادی شدہ مرتدہ کو زنا کی پاداش میں کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور جن فقہاء کے نزدیک ارتداد کے باوجود بھی احصان کا وصف باقی رہتا ہے، ان کا مؤقف یہ ہے کہ شادی شدہ مرتدہ عورت کو زنا کی حد میں رجم کیا جائے گا۔

پہلا مؤقف احناف اور موالک کا ہے اور دوسرا مؤقف شوافع اور حنابلہ کا ہے۔[5]

شادی شدہ مرتدہ کو سزائے رجم کے قائل فقہائے کرام نے سورہ نور کی درج ذیل آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾[6]

''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والا مرد (جب اُن کی بدکاری ثابت ہوجائے تو) دونوں میں سے ہر ایک کو سو دُرے مارو۔''

مذکورہ آیت مبارکہ سے استدلال یہ کیا گیا ہے کہ زنا کے تلذذ کو کسی دین سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی باعث اللہ تعالیٰ نے زانی اور زانیہ کو مطلقاً بیان کیا ہے اور انہیں کسی دین کے وصف سے مقید نہیں رکھا، لہٰذا مرتدہ کو شادی شدہ ہونے کی صورت میں زنا کرنے پر

۱۔ المبسوط: ۱٤۲

۲۔ الام: ٦/۱٥٤، الاقناع: ٤/۱۷٤، المحرر: ۱۳٤

۳۔ الفقرة: ۱۱٤ ٤۔ الانصاف: ۱۰/۳۷۷

٥۔ تحفة الفقهاء: ۳/۳۱٥، شرح منح الجليل: ٤/٤۷۲، كفاية الاخبار: ۲/۱۷۹، الانصاف: ۱۰/۳۳۷

٦۔ النور: ۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رجم کیا جائے گا۔

iv: کسی کا مرتد پر بہتان بازی کرنا:

مرتد یا مرتدہ کی عزت پر تعرض کی ایک صورت اس بہتان بازی کرنا بھی ہے، سوال یہ ہے کہ مرتد پر بہتان بازی کرنے والا کیا حدقذف کا مستحق ہوگا یا نہیں؟

فقہائے کرام کے نزدیک مقذوف کی شروط یہ ہیں: اسلام، بلوغت، عقل، آزادی، پاکدامنی۔ جس مقذوف میں ایک بھی شرط کم ہوگی، اس کے قاذف پر حد جاری نہیں ہوگی بلکہ اسے تعزیر سے دوچار کیا جائے گا۔[۱]

علامہ کاسانیؒ رقم طراز ہیں:

"**وامالذی یرجع الی المقذوف فشیئان: أحدهما ان یکون محضاً، رجلاً کان أو امرأة. وشرائط احصان القذف خمسة: العقل والبلوغ والحریة والاسلام والعفة عن الزنا. فلا یجب الحد بقذف الصبی والمجنون و الرقیق والکافر و من لا عفة له عن الزنا.**"[۲]

"مقذوف سے متعلقہ دو شرائط ہیں، جن میں سے ایک اس کا محصن ہونا بھی ہے، وہ مرد ہو یا عورت۔ اور قذف کے احصان کی پانچ شرائط ہیں: عقل، بلوغت، آزادی، اسلام اور پاکدامنی۔ چنانچہ بچے، پاگل، غلام، کافر اور غیر عفیف پر قذف کی حد واجب نہ ہوگی۔"

امام شافعیؒ نے بھی وحت سے ذکر کیا ہے کہ مرتد یا مرتدہ پر بہتان بازی کرنا حدقذف کا موجب نہ ہوگا۔[۳]

علامہ ابن حزم ظاہریؒ کا مؤقف یہ ہے کہ مرتدہ پر بہتان بازی کرنا حدقذف کا موجب ہوگا۔ اپنے مؤقف پر انہوں نے نص کے ظاہر سے استدلال کیا ہے اور یہی ان کے مذہب کا امتیاز ہے۔ سورہ نور کی آیت مبارکہ **والذین یرمون المحصنت الغافلات** کے تحت علامہ ابن حزم ظاہریؒ رقم فرماتے ہیں:

"**دخل فیها قذف الامة والحرة ودخولا مستویاً ، لان اللّٰه تعالیٰ لم یخص مومنة من مومنة، و بقی قذف الکافرة، فوجدنا اللّٰه تعالیٰ قال: ((والّذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتوا باربعة شهدآء فاجلدوهم ثمانین جلدة))فهذا عموم تدخل فیه الکافرة والمومنة، فوجب ان قاذفها فاسق، الّا ان یتوب.**"[۴]

"آیت میں غلام اور آزاد عورت کا قذف پورے طور سے داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنہ کو مومنہ سے خاص نہیں کیا۔ اب کافرہ کا قذف باقی رہ گیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (**والذین یرمون المحصنت الغافلات**)۔ آیت کے عموم میں مومنہ اور کافرہ داخل ہیں چنانچہ لازم ہے کہ کافرہ پر بہتان بازی کرنے والا بھی فاسق ہوگا، اِلّا یہ کہ وہ توبہ کرے۔"

۱۔ کفایة الاخبار: ۲/۱۸٤ ، الانصاف: ۱۰/۲۰۲ ، تحفة الفقهاء: ۳/۲۲۵

۲۔ بدائع الصنائع: ۷/٤۰

۳۔ الام: ٦/۱۵۱

٤۔ المحلّی: ۱۱/۳۲٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

vi: مرتدین کا دوران جنگ نقصان کرنا:

اجتماعی ارتداد کے نتیجہ میں جو مرتدین اہل اسلام سے برسر پیکار ہوتے ہیں اور جنگ میں شکست خوردہ ہو کر توبہ کرتے اور دوبارہ اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ انہوں نے جنگ کے دوران اہل اسلام کا جو جانی اور مالی نقصان کیا ہے، کیا وہ ان سے ساقط ہو جائے گا یا وہ اسے پورا کریں گے؟

فقہائے احناف، موالک اور حنابلہ کا مؤقف یہ ہے کہ ان سے نقصان پورا نہیں کیا جائے گا بلکہ تمام ضمان ساقط کر دیا جائے گا۔ شیخ ابن تیمیہؒ نے بھی اسے اکثریت کا مذہب قرار دیا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے۔[۱]

علامہ ابن قیم حنبلیؒ رقم کرتے ہیں:

"وكذلك المرتدون لا يضمنون، قد أسلم طليحة الاسدى بعد ردّته و قد قتل عكاشة بن محصن، فلم يضمنه أبوبكر و عمر و سائر الصحابة ، لا دية و لا كفارة، و كذلك سائر من قتله المرتدون والمحاربون لما عادوا الى الاسلام، لم يضمنهم المسلمون شيئاً من ذلك." [۲]

''مرتدین پر نقصان کا تاوان نہیں ہوگا۔ طلیحہ اسدی اپنے ارتداد کے بعد مسلمان ہوا، اس نے عکاشہ بن محصن کو قتل کیا تھا مگر سیدنا ابوبکرؓ، جناب عمرؓ اور تمام صحابہ کرامؓ نے اس پر دیت یا کفارے کا تاوان نہیں ڈالا تھا۔ یہی حکم ان کے بارہ میں بھی ہوگا، جنہیں مرتدین اور محاربین قتل کر دیں اور دوبارہ اسلام لے آئیں۔ مسلمان کسی چیز کا بھی ان پر تاوان نہیں ڈالیں گے۔''

قاضی عبدالوہاب مالکیؒ رقم طراز ہیں:

"اذا اجتمع المرتدون و نصبوا راية الحرب وقتلوا المسلمين و اتلفوا اموالا ثم تابوا لم يؤخذ وابشيء من ذلك، لان ابا بكر الصديق والصحابة لم يضمنوا من رجع من اهل الردة". [۳]

''جب مرتدین جمع ہو جائیں، جنگ کا جھنڈا گاڑ دیں، اہل اسلام سے قتال کریں اور اموال کو نقصان پہنچائیں پھر توبہ کر لیں تو ان سے کچھ بھی وصول نہیں کیا جائے گا کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور صحابہ کرامؓ نے کسی پر تاوان نہیں ڈالا تھا، جو بھی مرتدین میں سے تائب ہوا تھا۔''

دوسرا مؤقف یہ ہے کہ مرتدین سے تمام جانی و مالی نقصان پورا کیا جائے گا، جو انہوں نے جنگ کے دوران کیا تھا۔ اس مؤقف کے قائل امام شافعیؒ ہیں، چنانچہ وہ رقم فرماتے ہیں:

"و ما أصاب اهل الردة للمسلمين فى حال الردة أو بعد اظهار التوبة فى قتال أو غير قتال، والحكم عليهم كالحكم على المسلمين، لا يختلف فى العقل والعقود

۱۔ مجموع الفتاوى:۳۵/۱۵۸

۲۔ ابن قيم ، أحكام اهل الذمة:۲/۸۶۱

۳۔ المعونة على مذهب عالم المدينة:۲/۲۹٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والضمان ما يصيبون، سواء ذلک قبل يقهرون أو بعد ما قهروا، فتابوا أو لم يتوبوا، لا يختلف ذلک'' [1]

''مرتدین بہ حالت ارتداد یا بعد از توبہ قتال یا غیر قتال میں مسلمین کا جو بھی نقصان کریں گے، ان کا حکم بھی مسلمین جیسا ہوگا۔ نقصان پر دیت، جرمانہ اور تاوان پر ان کا حکم مختلف نہیں ہوگا۔ یہ نقصان حملہ سے قبل کیا ہو یا بعد میں اور وہ توبہ کر چکے ہوں یا انہوں نے توبہ نہ کی ہو، سب برابر ہے۔''

فقہائے کرام کے مابین اختلاف کا سبب فہم حدیث میں اختلاف پر مبنی ہے:

''عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب قال: جاء و فد بزاخة أسد و غطفان الى أبى بكر يسألونه الصلح، فخيّرهم أبو بكر بين الحرب المجلية أو السّلم المخزية، قال: فقالوا: هذا الحربُ المجلية قد عرفناها، فما السلم المخزية؟

قال أبوبكرؓ: تؤدون الحلقة والكراع، و تتركون أقواماً تتّبعون أذناب الابل حتى يرى اللّٰه خليفة نبيه ﷺ والمسلمين أمرا يعذرونكم به، و تدون قتلانا و لا ندى قتلاكم، و قتلانا فى الجنة و قتلاكم فى النار، و تردون ما أصبتم منا ، و نغنم ما أصبنا منكم.

فقال عمر: قد رأيت رأياً، و سنشير عليک، أما أن يؤدوا الحلقة والكراع فنعم ما رأيت، و اما أن يتركوا أقواما يتبعون أذناب الابل حتى يرى اللّٰه خليفة نبيه ﷺ والمسلمين أمراً يعذرونهم به فنعم ما رأيت، و أما أن نغنم ما أصبنا منهم و يردون ما أصابوا منّا فنعم ما رأيت، و أما أن نغنم ما اصبنا منهم و يردون ما أصابوا منّا فنعم ما رأيت، و أما أن لا ندى قتلاهم فنعم ما رأيت، و أما أن يدوا قتلانا فلا، قتلانا قتلوا عن أمر اللّٰه فلا ديّات لهم، فتتابع الناس على ذلک))'' [2]

فصل ہذا میں مختلف جرائم پر ارتداد کے اثرات کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی مرتد کسی شخص کے جان یا مال یا عزت کے خلاف تعرض کرے گا، اسے جرم کی سزا سے دوچار ہونا پڑے گا گویا اس کا ارتداد، کسی دوسرے جرم کی سزا میں مانع نہیں ہوگا اور جو مسلم کسی مرتد کے خلاف قتل یا کذب کا ارتکاب کرے گا، اسے تعزیری سزا دی جائے گی اور مرتدہ کے زنا کی صورت میں بدکاری پر حد زنا جاری ہوگی!

۱۔ الام: ۹۶/۷

۲۔ الاوسط: ۱۹۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

ہدات وعبادات پر ارتداد کے اثرات ونتائج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

معاہدات وعبادات پر ارتداد کے اثرات ونتائج

ارتداد کا جرم مرتد کے عقود ومعاہدات کو بھی متاثر کرتا ہے اور اس کے نتائج مرتد کے اعمال وعبادات پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اسی مناسبت سے فصل ہذا کو مندرجہ ذیل دو مباحث میں تقسیم کیا جائے گا۔

مبحث اول: معاہدات پر ارتداد کے اثرات

مبحث ثانی: عبادات پر ارتداد کے اثرات

زیر مطالعہ فصل میں انہی دو مباحث پر تفصیلی بحث پیش کی جائے گی۔

مبحث اوّل: معاہدات پر ارتداد کے اثرات

ارتداد کے بعد مرتد کی جانب سے جو معاہدات اور تصرفات وقوع پذیر ہوتے ہیں، سوال یہ ہے کہ مرتد کے ان تصرفات اور معاہدات کا کیا حکم ہے؟ کیا انہیں نافذ سمجھا جائے گا یا وہ باطل قرار پائیں گے یا انہیں موقوف رکھا جائے گا اور مرتد کی توبہ یا سزائے موت تک وہ موقوف ہی رہیں گے؟

فقہائے احناف کے نزدیک مرتد کے تصرفات کی چار اقسام ہیں:

i) مرتد کے بعض تصرفات بالاتفاق نافذ ہوں گے۔

ii) مرتد کے بعض تصرفات بالاتفاق باطل ہوں گے۔

iii) مرتد کے بعض تصرفات بالاتفاق موقوف ہوں گے۔

iv) مرتد کے بعض تصرفات مختلف فیہ ہوں گے۔[۱]

مرتد کے متفق علیہ تصرفات:

فقہائے احناف کے خیال میں مرتد کے جو تصرفات بالاتفاق نافذ ہوں گے، ان کے بارہ میں علامہ سرخسیؒ رقمطراز ہیں:

"الاستيلاد حتى اذا جاء ت جار يته بولد ، فادعى نسبه ثبت النسب منه، وورث هذا الولد مع ورثته، و كانت الجارية أم ولد له، لان حقه فى ملكه أقوى من حق الاب فى جارية ولده، و استيلاد الأب صحيح فاستيلاد المرتد أولىٰ."[۲]

"مرتد کا اولاد کے حصول کی خواہش کرنا یہاں تک کہ اس کی لونڈی بچے کو جنم دے چنانچہ مرتد کا اس سے دعوی نسب ثابت ہو جائے گا اور یہ بچہ بھی دیگر ورثاء کے ساتھ وراثت کا حق دار ہوگا اور لونڈی اس کی ام ولد ہوگی اپنی زیر ملکیت پر اس کا حق ام ولد کے باپ سے زیادہ مضبوط ہے اور جب ایک عام شخص کا اولاد کی طلب کرنا درست ہے تو مرتد کی یہ طلب بالاولی درست ہے۔"

۱۔ المبسوط: ۱۰/۱۰۴ ، البدائع: ۷/۱۳۶ ، الهداية: ۲/۱۲۲ ، تحفة الفقهاء: ٤/٥٣٢

۲۔ المبسوط: ۱۰/۱۰٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہائے احناف کے نزدیک مرتد کے جو تصرفات بالاتفاق باطل قرار پاتے ہیں، علامہ ابن عابدینؒ حنفی ان کی بابت رقم فرماتے ہیں:

"ما هو باطل في الحال كالنكاح والذبيحة، لان الحل بهما يعتمد الملة، ولاملة للمرتد، فقد ترک ما كان عليه، و هو غير مقر على ما اعتمدهٗ."[1]

"مرتد کے نکاح اور ذبیحہ جیسے تصرفات بالاتفاق باطل ہوں گے کیونکہ ان کا حلال ہونا ملت پر مبنی ہوتا ہے اور مرتد کی ملت نہیں ہوتی، وہ پہلی ملت کو ترک کر چکا ہوتا ہے اور ایسی ملت کو اختیار کرتا ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔"

فقہائے کرام کے نزدیک مرتد کے جو تصرفات بالاتفاق موقوف سمجھے جائیں گے، ان کی مثال شرکت مفاوضہ ہے کیونکہ ارتداد کے بعد اس شراکت میں فریقین کی مساوات باقی نہیں رہتی اور اس کا باعث یہ ہے کہ مرتد کسی مسلم کے مساوی نہیں ہوتا چنانچہ امام سرخسیؒ رقم کرتے ہیں:

"و منها ما هو موقوف بالاتفاق، و هو شركة المفاوضة، فاذا شارک غيرهٗ شركة مفاوضة، توقف صفة المفاوضة بالاتفاق، و ان اختلفوا في توقف أصل الشركة."[2]

"مرتد کے شرکت مفاوضہ جیسے تصرفات بالاتفاق موقوف ہوں گے چنانچہ جب وہ کسی کیساتھ شرکت مفاوضہ میں شریک ہوگا، اس کی صفت مفاوضہ بالاتفاق موقوف ہوگی اگرچہ فقہائے کرام کا اصل شراکت کے توقف میں اختلاف ہے۔"

مرتد کے مختلف فیہ تصرفات:

مذکورہ تصرفات کے علاوہ دیگر تمام تصرفات فقہائے کرام کے درمیان مختلف فیہ ہیں اور ان کے نافذ، باطل یا موقوف ہونے پر اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک مرتد کا تصرف کرنا اصلاً جائز ہے اور جب تک قاضی روک نہیں دے گا، وہ اپنے مال میں تصرف کا اختیار رکھے گا۔ چنانچہ امام موصوف رقم طراز ہیں:

"و اذا ارتد الرجل عن الاسلام، فلم يوقف ماله ، فما صنع فيه فهو جائز، كما يجوز له ما صنع قبل الردة، فاذا وقف فلا سبيل له على اتلاف شيء من ماله بعوض و لا غيره، ما كان موقوفاً."[3]

"جب کوئی شخص مرتد ہو جائے اور اسے مال میں تصرف سے روکا نہ گیا ہو پھر اس نے مال میں جو کچھ بھی کیا، وہ جائز ہوگا جیسے ارتداد سے قبل اس کا تصرف کرنا جائز تھا اور جب اسے روک دیا گیا، اسے عوض یا غیر عوض میں اپنا مال خرچ کرنے کی گنجائش نہ رہے گی، جسے ممنوع قرار دیا گیا ہو۔"

فقہائے حنابلہ کا مؤقف بھی امام شافعیؒ سے ہم آہنگ ہے کہ مرتد کا اپنی جائداد میں تصرف کرنا درست ہوگا، جب تک اسے

۱۔ حاشية: ۲٤۹/٤

۲۔ المبسوط: ۱۰٤/۱۰

۳۔ الام: ۱۵۱/٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاکم منع نہیں کرے گا اور تصرف سے اس کا ہاتھ نہیں روک دے گا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ رقم کرتے ہیں:

"و اذا ارتد لم يزل ملكة، لأنه سبب مبيح لدمه، فلم يزل ملكه كزنا المحصن ، و ان وجد منه سبب يقتضي الملك كا لا صطياد و لابتياع ملك به كذلك، ما لم يرفع الحاكم يده عن ماله، و يمنع التصرف فيه."[1]

''جب کوئی مرتد ہوگا، اس کا ملک برقرار رہے گا کیونکہ ارتداد اس کا خون مباح کرنے والا سبب ہے چنانچہ شادی شدہ کے زنا کی مانند، اس کا حق ملکیت باقی رہے گا اور اگر اس کی جانب سے ملکیت کا مقتضی سبب پیدا ہو گیا جیسے شکار کرنا یا خرید کرنا، وہ اس کا بھی مالک ہوگا، جب تک حاکم اس کا ہاتھ نہ روک دے گا اور اسے مال میں تصرف سے منع نہیں کر دے گا۔''

فقہائے امامیہ میں سے علامہ طوسی نے فطرت اور ملت کے مرتد میں فرق کیا ہے چنانچہ ان کے نزدیک موروثی مسلم کا مرتد ہونا اس کی ملکیت زائل کرنے کا باعث ہوگا مگر ملی مسلم کا مرتد ہونا اس کی ملکیت کو زائل نہیں کرے گا تاہم انہوں نے حاکم یا قاضی کو روک دینے اور منع کرنے کا کہیں ذکر نہیں کیا۔[2]

صاحب روضہ کے مطابق بھی مرتد کو اپنے مال کی ملکیت کے باوجود اس میں تصرف سے روک دیا جائے گا تاہم نئی جائیداد اس کی ملکیت میں شامل کرنا جائز ہوگا۔ کتاب کے الفاظ یہ ہیں:

'والمرتد عن ملة لا يزول ملكه عن امواله الّا بموته ، و لو بقتله ، لكن يحجر عليه بنفس الردة عن التصرف فيها، فيدخل فى ملكه ما يتجدد، و يتعلق به الحجر، و ينفق عليه منه مادام حياً."[3]

''ملت سے مرتد ہونے والا اپنی موت یا قتل تک اپنے اموال کا مالک رہے گا مگر ارتداد کے ساتھ ہی اسے مال میں تصرف سے روک دیا جائے گا۔ نئی آمدن اس کی ملکیت میں شامل ہوتی رہے گی اور اس میں تصرف بھی ممنوع ہوگا تاہم جب تک وہ زندہ رہے گا، مال میں سے اس پر خرچ کیا جائے گا۔''

فقہائے احناف کے نزدیک مرتد کے بعض تصرفات بالاتفاق نافذ ہوں گے، بعض کو بالاتفاق باطل قرار دیا جائے گا، بعض کو بالاتفاق موقوف رکھا جائے گا اور مذکورہ تین کے علاوہ مرتد کے تمام تصرفات فقہ حنفی میں بھی مختلف فیہ ہوں گے۔ امام سرخسیؒ رقم طراز ہیں:

"و منهما ما هو مختلف فيه، و هو سائر تصرفاته الأخرى، عنه ابى حنيفة، يتوقف بين أن ينفذ بالاسلام أو يبطل اذا مات أو قتل على الردة، أو لحق بدارالحرب، و عندهما. ابو يوسف و محمد نافذ."[4]

''مرتد کے بعض تصرفات مختلف فیہ ہیں۔ متفق علیہ نافذ، باطل اور موقوف کے علاوہ دیگر تمام تصرفات ہی مختلف فیہ ہیں چنانچہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک انہیں موقوف سمجھا جائے گا، دوبارہ اسلام کی صورت میں وہ

۱۔ الكافي:۳/۱٦۱

۲۔ الخلاف: ۱۰/۱۷۲

۳۔ الروضة البهيمة،۲/۳۹۲

٤۔ المبسوط:۱۰/۱۰٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نافذ ہوں گے اوراس کی ارتداد پر موت یا قتل یا دارالحرب فرار کی صورت میں وہ باطل ہوں گے مگر امام ابو یوسفؒ اور محمد بن حسنؒ کے نزدیک وہ تصرفات بہر حال نافذ ہوں گے۔''

مرتد کے تائب ہونے پر اس کے مال کا حکم؟

ارتداد کے بعد مرتد کے مالی تصرفات میں قدرے اختلاف کے باوجود فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب کوئی مرتد اپنے ارتداد سے تائب ہو جائے گا اور دوبارہ مسلمان بن جائے گا، اس کا مال اسے واپس کر دیا جائے گا، اس کی ملکیت بحال ہو جائے گی اور وہ اس میں تصرف کرنے کا مجاز ہوگا۔ تاہم اس بات پر فقہائے کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ مرتد کو مال دینے کی کیفیت کیا ہوگی؟ کیا اس کی سابقہ ملکیت ہی بحال ہو جائے گی کہ ارتداد کا مانع ختم ہو گیا ہے یا اسے نئی ملکیت کا حق تفویض کیا جائے گا کہ وہ از سر نو مسلمان بنا ہے؟

فقہائے احناف، حنابلہ اور شوافع کا خیال ہے کہ ارتداد کا مانع ختم ہونے کی وجہ سے اس کی ملکیت بحال ہوگی۔[۱]

فقہائے حنابلہ کے کلوذانی اور ابن مفلح کا خیال ہے کہ اسے نئی ملکیت کا حق تفویض کیا جائے گا۔[۲]

فقہائے مالکیہ میں سے بعض کا شاذ موقف ہے اور علامہ ابن حزمؒ بھی اس کے قائل ہیں کہ اظہار توبہ اور تجدید اسلام کے باوجود مرتد کو مال واپس نہ کیا جائے گا۔[۳]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقہائے کرام کی اکثریت نے مرتد کے مال کو اس کے خون کے تابع خیال کیا ہے چنانچہ جب مرتد کو مباح الدم قرار دیا تو اس کا اپنے مال میں تصرف کرنا بھی ممنوع قرار پایا اور جب وہ توبہ کر کے اسلام کی طرف پلٹ آیا، وہ پہلے کی طرح معصوم الدم بن گیا، جس کا بدیہی نتیجہ یہی ہے کہ اس کا مال اسے واپس کر دیا جائے گا کیونکہ ملکیت میں ارتداد کا مانع زائل ہو چکا ہے۔

مرتد کے قرض کا حکم؟

جو مرتد اپنے ارتداد سے توبہ نہیں کرتا اور سزائے قتل یا موت سے دوچار ہو جاتا ہے، اس کے ذمہ کسی کا قرض بھی تھا، سوال یہ ہے کہ قرض کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ اس کے ترکہ سے ادا ہوگا؟ بیت المال سے ادا کیا جائے گا یا قرض دہندہ کو کچھ بھی نہیں دیا جائے گا؟

فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مرتد کے مقروض ہونے کی صورت میں اس کی موت کے بعد سب سے قبل قرض ادا کیا جائے گا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی رقم فرما ہیں:

''ان المرتد اذا قتل أو مات على ردته ، فانه يبد أ بقضاء دينه، وأرش جنابية ، و نفقة زوجته و قريبه ، لأن هذه الحقوق لا يجوز تعطيلها ، و أولى ما يوجد من ماله.''[۴]

''جو مرتد قتل کر دیا جائے گا یا ارتداد پر فوت ہو جائے گا، پہلے اس کا قرض، جرم کا تاوان، بیوی کا خرچہ ادا کیا جائے گا کیونکہ یہ وہ حقوق ہیں، جنہیں معطل کرنا جائز نہیں ہے اور بہتر یہی ہے کہ اس کے مال میں سے ادا کیا جائے گا۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کے ترکہ میں سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا۔ فقہائے احناف کے نزدیک چونکہ مرتد

۱۔ الهداية: ۱۲۲/۲ ، الانصاف: ۳۳۹/۱۰ ؛ الام: ۱۵۱/٦

۲۔ الهداية: ٤٠٣ ؛ الفروع: ۱٦۰/۲

۳۔ الشامل: ۱۷۱/۲ ؛ المحلى: ۳۷۱/۹

٤۔ المغنى:۵٤۵/۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی قبل از ارتداد اور بعد از ارتداد کمائی میں فرق کیا جاتا ہے لہٰذا سوال یہ ہے کہ مرتد کا قرض عرصہ اسلام کی جائیداد میں سے ادا کیا جائے گا یا بعد از ارتداد کی جائیداد میں سے ادا ہوگا یا قرض کے باب میں یہ فرق نہیں کیا جائے گا؟

مرتد کے قرض پر فقہائے احناف کا مؤقف باہم مختلف ہے چنانچہ امام سرخسیؒ رقم کرتے ہیں:

"واختلف الروايات عنه (عن ابی حنيفة) فی قضاء ديونه فروى ابو يوسف عن انی حنيفة أنه يقضی ديونه من كسب الردة، فان لم يف بذلک فحينئذٍ من كسب الاسلام... وروى الحسن عن ابی حنيفة انه يبداء بكسب الاسلام فی قضاء ديونه ، فان لم يف بذلک ، فحينئذٍ من كسب الردة."[1]

"مرتد کے ادائی قرض پر امام صاحب سے مختلف روایات آئی ہیں۔ ابو یوسف کی روایت ہے کہ ارتداد کی آمدن سے قرض ادا کیا جائے گا، اس سے پورا نہ ہوگا تو اسلام کی آمدن سے دیا جائے گا۔ محمد بن حسن کی روایت ہے کہ مرتد کا قرض اسلام کی کمائی سے چکایا جائے گا، اس سے پورا نہ ہونے پر ارتداد کی کمائی میں سے ادا کیا جائے گا۔"

مرتد پر قرض کے باب میں زفر نے امام صاحبؒ کا ایک تیسرا قول بھی روایت کیا ہے کہ بہ حالت اسلام کا قرض زمانہ اسلام کے مال سے ادا کیا جائے گا اور بعد از ارتداد کا قرضہ ارتداد کی حالت میں کمائے مال سے پورا کیا جائے گا۔ علامہ کاسانیؒ وہ رقم کرتے ہیں:

"و روى زفر عن ابی حنيفة أن ديون اسلامه تقضى من كسب الاسلام، و ما استدان فی الردة يقضى من كسب الردة ، لأن المستحق للكسبين مختلف...و ان لم يكن له مال الّا ماكتسبه فی ردته ، كان ذلک كله فيه، لانه كسبه ."[2]

"امام زفر نے حضرت ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ مرتد کا زمانہ اسلام کا قرض اسلام کے کسب سے ادا کیا جائے گا اور عرصہ ارتداد کا قرض ارتداد کے کسب سے ادا ہوگا کیونکہ دونوں کسب کے مستحق باہم مختلف ہیں اور اگر اس کے پاس ارتداد کے سوا کوئی مال نہ ہوگا تو سارا قرض اسی میں سے ادا کیا جائے گا کیونکہ یہی اس کا کسب ہے۔"

مرتد کے عقد وکالہ کا حکم؟

مرتد کے تصرفات میں سے ایک تصرف اس کا عقد وکالہ بھی ہے کہ وہ کسی کو اپنا وکیل مقرر کرتا ہے، شریعت کی رو سے اس کا کیا حکم ہوگا؟ اسے نافذ قرار دیا جائے گا یا وہ باطل ہوگا یا اسے موقوف رکھا جائے گا؟

ارتداد کے بعد عقد وکالہ کی دو صورتیں بنتی ہیں؛ مرتد کا عقد وکالت دار الاسلام میں ہوگا یا دار الحرب میں الحاق کے بعد واقع ہوگا؟ مرتد کا دار الحرب میں الحاق کے بعد وقوع پذیر ہونے والا عقد وکالت باطل ہوگا کیونکہ اس کے بعد اپنے اموال میں تصرف کا اسے کوئی

۱۔ المبسوط: ۱۰/۱۰۶

۲۔ بدائع الصنائع: ۷/۱۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختیار نہیں ہوتا لہٰذا فقہائے کرام کے نزدیک یہ عقد وکالت صحیح نہ ہوگا۔

اس کے بارہ میں امام محمد بن حسن شیبانیؒ رقم فرماتے ہیں:

"اذا وكل المرتد وكيلاً بشيء من ذلك، و هو في دارالحرب، فوكل ببيع شيء من ماله في دالاسلام ، فان ذلك لا يجوز ، و ان اسلم المرتد لم تجز تلك الوكالة، لانه وكّله و هو لا يملك ذلك."[1]

"مرتد جب دارالحرب میں ہو اور دارالاسلام میں کوئی چیز خریدنے کیلئے کسی کو وکیل مقرر کرے، یہ جائز نہ ہوگا۔ اور اگر یہ مرتد اسلام قبول کرلے پھر بھی یہ وکالت جائز نہ ہوگی کیونکہ جب اس نے وکیل مقرر کیا، وہ کسی چیز کا مالک نہیں تھا۔"

مرتد کا دارالاسلام میں منعقد ہونے والا عقد وکالت فقہائے کرام کے مابین مختلف فیہ ہے، اور اس پر بھی دیگر تمام تصرفات کے نافذ یا موقوف ہونے کی بابت اختلاف پایا جاتا ہے۔

فقہائے شافعیہ کے نزدیک عقد وکالت کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کی بنیاد مرتد کی ملکیت اور اس میں تصرف کے جائز یا ناجائز ہونے پر ہوگی چنانچہ اس کا حق ملکیت زائل ہونے کی صورت میں عقد وکالت صحیح نہ ہوگا اور حق ملکیت باقی رہنے اور تصرف نافذ ہونے کی صورت میں عقد وکالہ بھی صحیح ہوگا اور اس کے حق ملکیت اور اختیار تصرف موقوف ہونے کی صورت میں عقد وکالہ بھی موقوف ہوگا۔

علامہ صباغ شافعیؒ رقم طراز ہیں:

"فان وكل المرتد مسلما في التصرف في ماله ، فبنى على الاقوال الثلاث: فان قلنا يزول ملكه أو قلنا لا يزول ولكن لا يصح تصرفه، لم يصح توكيله، و ان قلنا ملكه باق و تصرفه نافذ، صح توكيله فيه، و ان قلنا موقوف، كانت الوكالة موقوفة."[2]

"مرتد کا کسی مسلم کو اپنے مال میں تصرف پر وکیل مقرر کرنا تین اقوال پر مبنی ہے: اگر ہم کہیں کہ اس کا حق ملکیت زائل ہوگیا ہے یا اس کا حق ملکیت زائل نہیں ہوا مگر اس کا تصرف درست نہیں ہے پھر اس کا وکیل بنانا بھی صحیح نہ ہوگا اور اگر ہم کہیں کہ اس کا حق ملکیت باقی ہے اور اس کا تصرف نافذ ہے پھر اس کا وکیل مقرر کرنا صحیح ہوگا اور اگر ہم کہیں کہ اس کا حق ملکیت موقوف ہے پھر اس کی وکالت بھی موقوف ہوگی۔"

مرتد کی بیع وشرا کا حکم؟

مرتد کے تصرفات میں سے ایک تصرف اس کا عقد بیع وشرا بھی ہے۔ حنفی فقہائے کرام کے نزدیک مرتد کی خرید وفروخت کا عقد بھی مختلف فیہ تصرفات میں شمار ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا خیال یہ ہے کہ مرتد کی بیع وشراء کا عقد اس کے تجدید اسلام یا سزائے قتل تک موقوف رہے گا۔[3]

امام محمد بن حسن شیبانیؒ رقم کرتے ہیں:

۱۔ المبسوط: ٤٤٥

۲۔ الشامل: ۱۰۳/۱

۳۔ حاشیہ: ۲۵۰/٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اذا اشترى المرتد دارا ثم قتل فى ردته أو مات ، او لحق بدارالحرب ، فا البيع باطل، لا يجوز للشفيع فيها الشفة ...و لو كان البايع هو المرتد فقتل أو مات أو لحق بدارالحرب بطل البيع، و لم يكن فيها الشفعة."[1]

''جب مرتد کوئی گھر خریدے پھر اسے قتل کر دیا جائے یا وہ ارتداد پر فوت ہو جائے یا وہ دارالحرب کو فرار ہو جائے، اس کی بیع باطل ہوگی اور شفیع کو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا اور اگر بیچنے والا مرتد ہو اور قتل ہو جائے یا مر جائے تو بھی بیع باطل ہو جائے گی اور اس پر شفعہ کا حق نہ ہوگا۔''

فقہائے احناف میں سے صاحبین کے نزدیک مرتد کا عقد بیع وشرا کرنا جائز ہوگا اور اس پر سزائے قتل یا دارالحرب کا الحاق مؤثر نہ ہوگا چنانچہ اس کے نتیجہ میں کسی شفیع کو حق شفعہ بھی حاصل ہوگا۔

علامہ ابن عابدینؒ رقم فرماتے ہیں:

"يتوقف بيعه حال الردة، عند الامام، و عند محمد و ابى يوسف، البيع نافذ."[2]

''امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ارتداد کے دوران کی بیع موقوف ہوگی جبکہ امام محمد اور ابو یوسف کے نزدیک نافذ ہوگی۔''

فقہائے زیدیہ کا خیال ہے کہ مرتد کا عقد بیع وشرا موقوف رکھا جائے گا، اس کے دوبارہ اسلام کی صورت میں اسے نافذ کر دیا جائے گا اور اسلام نہ لانے کی صورت میں عقد بیع وشرا کو باطل قرار دے دیا جائے گا۔

صاحب تاج کے الفاظ یہ ہیں:

"بيع المرتد و شراه موقوفة فى الحال كعقد الفضولى، فان اسلم نفذت، و ان لم يسلم بطلت."[3]

''ارتداد کے دوران مرتد کا بیع وشرا موقوف رہے گا۔ وہ مسلمان ہو جائے گا تو عقد نافذ ہوگا، ورنہ اسے باطل کر دیا جائے گا۔''

مرتد کے ہبہ کا حکم؟

مرتد کے تصرفات میں ہبہ بھی شمار ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب مرتد کوئی چیز کسی کو ہبہ کرے گا، اس کا کیا حکم ہوگا؟ کیا اس کا ہبہ کرنا نافذ ہوگا یا اسے موقوف سمجھا جائے گا؟

فقہائے کرام کے نزدیک مرتد کے ہبہ کا حکم بھی اس کے دیگر تصرفات جیسا ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور فقہائے زیدیہ کے نزدیک مرتد کا ہبہ موقوف رہے گا، اس کی توبہ اور اسلام پر اسے نافذ کر دیا جائے گا اور اس کے ارتداد پر موت یا قتل کی صورت میں اسے باطل قرار دیا جائے گا۔[4]

علامہ مرغینانیؒ رقم طراز ہیں:

۱۔ المبسوط:۲۸٦

۲۔ الحاشية:٤/ ۲٥۰

۳۔ التاج المذهب:٤٦٥

٤۔ المبسوط:۱٤۲؛ الهداية: ۲/ ۱۲٤:الجرالذخار: ٥/ ٤۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"و ما باعه او اشتراه او اعتقه أو وهبه...في حال ردته فهوموقوف، فان اسلم صحت عقودة، و ان مات أو قتل أو لحق، بدارالحرب بطلت عنه ابی حنیفة، و قال ابو یوسف و محمد: یجوز ما صنع فی الوجهین کما نقل ذلک محمد بن الحسن أیضاً."[1]

''امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ارتداد کے دوران مرتد جو چیز بھی خریدے گا، بیچے گا، آزاد کرے گا یا ہبہ دے گا، وہ موقوف رہے گی۔ اگر وہ مسلمان بن جائے گا تو اس کا عقد صحیح ہوگا اور اس کے قتل، موت یا دارالحرب فرار کی صورت میں وہ باطل ہوگا۔ مگر صاحبین ہر دو صورت میں اسے جائز کہتے ہیں۔''

مذکورہ اقتباس کی رو سے مرتد کے ہبہ میں اگرچہ فقہائے احناف کا باہمی اختلاف ہے تاہم مرتدہ کا ہبہ فقہائے احناف کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے کیونکہ احناف کے خیال میں اسلام اور ارتداد ہر دو صورت میں جائیداد پر عورت کا حق ملکیت تسلیم شدہ ہے۔[2]

مرتد کی شرکت مضاربہ کا حکم؟

شراکت بھی مرتد کے تصرفات میں شمار ہوتی ہے، اور مرتد کی شرکت بارے سوال یہ ہے کہ اس کا کیا حکم ہوگا؟ کیا مرتد کی شرکت مفاوضہ اور شرکت مضاربہ کے حکم میں فرق کیا جائے گا؟

فقہائے احناف کے نزدیک مرتد کے جو تصرفات بالاتفاق موقوف شمار ہوتے ہیں، ان میں شرکت مفاوضہ بھی شامل ہے۔[3]

امام محمد بن حسن شیبانیؒ رقم فرماتے ہیں:

"و قال ابو حنیفة: اذا ارتد احدالمتفاوضین ثم اسلم فا الشرکة علی حالها، فان قتل فقد وقعت الفرقة، و فی قول ابی یوسف و محمد هما علی الشرکة، و هی شرکة عنان، ما لم یقتل أو یلحق بدارالحرب، أو یحکم القاضی فی لحاقه و یجعله بمنزلة المیت."[4]

''امام ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ متفاوضین میں سے کوئی مرتد ہو جائے پھر مسلمان بن جائے تو شرکت اپنے حال پر قائم رہے گی اور اگر اسے قتل کر دیا جائے تو جدائی ڈال دی جائے گی مگر ابو یوسف اور محمد کے بقول وہ اپنی شراکت پر قائم رہیں گے اور یہ شرکت عنان ہوگی، جب تک اسے قتل نہیں کیا جائے گا یا وہ دارالحرب نہیں چلا جائے گا اور قاضی اسے میت کے مترادف نہیں دے گا۔''

علامہ ابن عابدینؒ رقم کرتے ہیں:

"تتوقف المفاوضة علی الاسلام، و الّا صارت(عنانا) و تبطل عند الامام."[5]

''مرتد کی شرکت مفاوضہ اسلام پر موقوف ہوگی، ورنہ وہ عنان بن جائے گی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باطل قرار پائے گی۔''

۱۔ الهدیة:۲/۱۲٤؛ المبسوط: ۱٤۲
۲۔ شیبانی، المبسوط:۱٤۳
۳۔ سرخسی، المبسوط: ۱۰/۱۰٤
٤۔ شیبانی، المبسوط:۲۸۹
۵۔ الحاشیه:٤/۲٤۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتد کی شرکت مضاربہ بہرصورت جائز ہوگی۔شرکت مضاربہ کا عقد، ارتداد کے بعد ہونے کی صورت میں اور مرتد کی سزائے موت کے باوجود باقی رہے گا اور اگر فریقین میں یہ عقد بہ حالت اسلام ہوا تھا مگر بعد میں صاحب مال مرتد ہوگیا، اس صورت میں بھی عقد شرکہ نافذ ہوگا تاہم قاضی اس پر نگران بن جائے گا۔

محمد بن حسن شیبانیؒ رقم طراز ہیں:

"و اذا دفع الرجل الی الرجل مالاً مضاربة بالنصف، فارتد رب المال عن الاسلام، ثم اشتری المضارب و باع، فزع أو وضع ، ثم قتل المرتد أو مات قبل أن یسلم، أو لحق بدارالحرب، ثم دفع المضارب المال الی القاضی، فانه یجبیتر البیع و الشراء علی المضاربة، و یضمنه رأس المال، و یجعل الربح للمضارب و الوضیعة علیه."[1]

''جب ایک شخص دوسرے کو نصف پر مضاربت کیلئے مال دے اور صاحب مال خود مرتد ہو جائے پھر مضارب اس سے خرید وفروخت کرے اور فائدہ اٹھائے یا نقصان میں رہے پھر مرتد قتل ہوجائے یا اسلام سے قبل مرجائے یا دارالحرب چلا جائے۔پھر مضارب یہ مال قاضی کے سپرد کردے تو قاضی کیلئے مضاربت پر خرید وفروخت کرنا جائز ہوگا اور وہ اصل سرمائے کا ذمہ دار ہوگا۔فائدہ مضارب کو دے گا اور نقصان اس پر ہوگا۔''

مبحث ثانی: عبادات پر ارتداد کے اثرات

فقہی ادب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ارتداد کے عمل کا اثر عبادات پر بھی پڑتا ہے اور اس سے مرتد کے نیک اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہوجاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ﴾[2]

''اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر (کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہوجائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

مذکورہ آیت کی رو سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرتد کے حبوط عمل کا مفہوم کیا ہے؟ کیا محض ارتداد ہی سے حبوطِ عمل ہوجائے گا یا ارتداد پر موت آنا شرط ہوگا؟ اور یہ بھی سوال ہے کہ کیا مرتد کے اعمال اصلاً صحیح انجام پاتے ہیں اور ارتداد کا عمل انہیں فاسد کردیتا ہے یا وہ اپنی انجام دہی میں ہی فاسد ہوتے ہیں اور ارتداد سے فساد کا انکشاف ہوجاتا ہے؟

۱۔ المبسوط:۲۸۸

۲۔ البقرة:۲۱۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احباطِ عمل پر علمائے تفسیر کا مؤقف:

آیت بالا کی تفسیر میں مفسرین کا نقطہ نگاہ باہم مختلف ہے چنانچہ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ارتداد سے قبل مرتد کا عمل انجام دہی کے وقت صحیح ہوتا ہے مگر ارتداد کا عمل اُسے باطل بنا دیتا ہے اور بعض مفسرین کا مؤقف یہ ہے کہ ارتداد سے قبل مرتد کا عمل ہی فساد پر مبنی تھا، ارتداد سے محض فساد کا انکشاف ہوتا ہے، امام رازیؒ کے درج ذیل اقتباس سے مفسرین کا اختلافی نقطہ نظر سامنے آتا ہے چنانچہ وہ رقم کرتے ہیں:

"القائلون بالاحباط قالوا: المراد بقوله ((و من يكفر بالايمان فقد حبط عمله)) أى عقاب كفره يزيل ما كان حاصلاً له من ثواب ايمانه، والذين ينكرون القول بالاحباط قالوا: معناه أن عمله الذى اتى به بعد ذلك الايمان فقد هلك و ضاع، فانه يأتى بتلك الاعمال بعد الايمان، لا عتقاده أنها خير من الاعمال، فاذا لم يكن الامر كذلك، بل كان ضائعاً باطلاً، كانت تلك الاعمال باطلة فى انفسها فهذا هو المراد بقوله : فقد حبط عمله."[1]

"جو لوگ اعمال کے بطلان کے قائل ہیں، ان کے نزدیک فرمان الٰہی (و من يكفر بالايمان فقد حبط عمله) کا مطلب یہ ہے کہ مرتد کے کفر کی وجہ سے سزا کے طور پر اس کے ایمان کا ثواب ضائع ہو گیا مگر جو لوگ بطلان عمل کے منکر ہیں، ان کے خیال میں مراد یہ ہے کہ ان کا ایمان ضائع نہیں ہوا بلکہ وہ عمل ضائع ہوا ہے جو اس ایمان کے بعد کیا تھا کیونکہ اس نے یہ عمل اس نیت سے کیا تھا کہ عمل ایمان سے افضل ہوتا ہے حالانکہ یہ بات خلاف حقیقت ہے چنانچہ جب ایمان ضائع ہو جائے گا، اس کے تمام اعمال بھی ضائع اور باطل ہو جائیں گے اور فرمان الٰہی (فقد حبط عمله) سے یہی مقصود ہے۔"

مذکورہ اقتباس کی رو سے امام رازیؒ نے جن آراء کا ذکر کیا ہے، علامہ نیشاپوریؒ نے اس کے علاوہ آراء کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ وہ رقم فرماتے ہیں:

"و لا شك أن المراد من احباط العمل ليس هو ابطال نفس العمل، لأن العمل شيء كما وجد فنى و زال، و اعدام المعدوم محال. فقال المثبتون للاحباط و التكفير، المعنى أن عقاب الردة الحادثة يزيل ثواب الايمان السابق...و قال المنكرون للاحباط: المراد بالاحباط الوارد فى كتاب الله تعالىٰ هو أن المرتد اذا أتى بالردة فتلك الردة عمل محبط، لا يمكنه أن يأتى بدلها بعمل يستحق ثواباً ، فمعنى حبط عمله، أنه اتى بعمل ليس فيه فائدة، بل فيه مضرة عظيمة. أو المراد أنه تبين أن

۱۔ رازی، فخر الدین محمد بن عمر، امام، التفسیر الکبیر: ۱۱/۱٤۸، هئية المصرية، ۱۳۵۷ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعماله السابقة لم تكن معتداً بها شرعاً'' [۱]

''کوئی شک نہیں ہے کہ عمل کے ضیاع سے مراد نفس عمل کا ضیاع نہیں ہے کیونکہ عمل ایک فانی چیز ہے اور فانی کا عدم ناممکن ہے۔ بطلان عمل کے قائلین کا خیال یہ ہے کہ سزائے ارتداد ایک ایسا حادثہ ہے جو سابقہ ایمان کا ثواب ختم کر دیتا ہے جب کہ منکرین کا خیال ہے کہ کتاب اللہ میں عمل ضائع ہونے کا جو ذکر آیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مرتد جب ارتداد کا مرتکب ہوگا، اس کا عمل برباد ہو جائے گا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کے عوض کوئی ایسا عمل کرے جو ثواب کا باعث ہو چنانچہ بطلان عمل کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے ایک ایسا عمل کیا ہے جو بے فائدہ بلکہ عظیم نقصان کا باعث ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اس کے سابقہ اعمال شرعاً معتبر نہیں ہیں۔''

مفسرین کرام میں سے علامہ آلوسیؒ کا خیال ہے کہ ارتداد سے قبل مرتد کے اعمال صحیح ادا ہوتے ہیں مگر ارتداد کا عمل انہیں باطل اور فاسد بنا دیتا ہے۔ علامہ آلوسیؒ رقم طراز ہیں:

''((حبطت اعمالهم)) اى صارت اعمالهم الحسنة التى عملوها فى حالة الاسلام فاسدة بمنزلة ما لم تكن...((فى الدنيا والآخرة)) لبطلان ما تخيلوه و فوات ما للاسلام من الفوائد فى الاولى، و سقوط الثواب فى الاخرى ((و اولئك أصحاب النار هم فيها خلدون)) كسائر الكفرة و لا يغنى عنهم ايمانهم السابق على الردة'' [۲]

''**حبطت اعمالهم** سے مراد ہے کہ مرتد کے حالت ارتداد میں انجام شدہ اعمال برباد ہو جائیں گے گویا اس نے کوئی نیک عمل کیا ہی نہیں تھا۔ اسلام کی دولت چھن جانے کے باعث دنیا میں اعمال کے تمام فوائد سے محروم ہو جائے گا اور آخرت میں بھی اسے ثواب نہیں ملے گا اور جیسے تمام کافر جہنم میں رہیں گے، وہ بھی ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ مرتد کو ارتداد سے پہلے کا اسلام کچھ فائدہ نہ دے گا۔''

علامہ قاسمیؒ نے بھی آیت بالا کی تفسیر میں یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ اس کے جملہ مساعی نافعہ ارتداد کے عمل سے ضائع ہو جاتے ہیں، چنانچہ وہ رقم فرماتے ہیں:

''(فأولئك حبطت اعمالهم) أى بطلت جميع مساعيهم النافعة لهم وردت ((فى الدنيا)) اذ يرفع الأمان عن اموالهم و أهلهم، (والآخرة)) اذ يسقط ثوابهم، فلا يجزون ثمة بحسناتهم ((و)) لا يقتصر عليه بل ((اولئك أصحاب النار)) أى أهل النار ((هم فيها خلدون)) مقيمون لا يموتون و لا يجزون كسائر الكفار.'' [۳]

''**فأولئك حبطت اعمالهم** کا مطلب ہے کہ مرتدین کی تمام دنیوی کاوشیں برباد ہو جائیں گی اور اسلام کی بناء پر ان کے اہل و مال کو حاصل امان بھی ختم ہو جائے گی اور آخرت میں ان کا ثواب ضائع ہو

۱۔ نیسابوری، نظام الدین، حسن بن محمد،غرائب القرآن و رغائب الفرقان:۲/۳۱۹، ۱۳۲۳ھ

۲۔ آلوسی، شهاب الدين، سيد محمود، روح المعانى فى تفسير القرآن والسبع المثانى:۲/۱۵۷، دار القومية قاهره، س ن

۳۔ قاسمی، جمال الدین، محمد ، محاسن التاویل :۳/۵۴۹، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، ۱۹۵۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گا اور نیک اعمال کی جزاء نہیں دی جائے گی۔ صرف یہی نہیں بلکہ انہیں تمام کافروں کے ساتھ جہنم میں پھینک دیا جائے گا، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور انہیں موت نہیں آئے گی۔''

علامہ طبرسیؒ کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ مرتد کے اعمال شرعی حکم کے مطابق سرانجام نہ پانے کی وجہ سے ضائع ہوتے ہیں کیونکہ ارتداد سے قبل وہ صحیح انجام پا چکے ہوں اور بعد میں انہیں ثواب سے محروم یا ضائع کر دینا جائز نہیں ہے۔ علامہ طبرسیؒ رقم طراز ہیں:

''معنا انها صارت بمنزلة ما لم يكن، لا يقا عهم اياه على خلاف الوجه المامور به، لان احباط العمل و ابطاله عبارة عن و قوعه على خلاف الوجه الذى يستحق عليه الثواب، و ليس المراد أنهم استحقوا على اعمالهم الثواب ثم انحبط، لانه قد دل عليه الدليل على أن الاحباط على هذا الوجه لا يجوز'' [1]

''اس کا معنی یہ ہے کہ ان کے اعمال ایسے ہیں گویا انہوں نے کوئی عمل کیا ہی نہیں تھا کیونکہ مرتد کے تمام اعمال احکام کے خلاف انجام پاتے ہیں اور وہ ثواب سے محروم رہتا ہے۔ آیت سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ ثواب کا مستحق بن چکا ہوتا ہے اور پھر اس کا عمل ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ اس پر دلائل موجود ہیں کہ قبولیت کے بعد عمل ضائع نہیں ہوتے۔''

مذکورہ اقتباس میں علامہ طبرسیؒ نے جس دلیل کا اشارہ کیا ہے، معلوم نہیں کہ وہ کون سی دلیل ہے جس کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کی نگاہ میں صحیح قرار پانے والا عمل کسی طور بھی اپنے اجر سے خالی نہیں رہ سکے گا حالانکہ ارتداد سے قبل مرتد کے افعال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شریعت کی مطلوبہ شرائط پر پورا بھی اترتے ہیں اور میزان شریعت میں بھی صحیح ہوتے ہیں اور ان میں کوئی علت نہیں ہوتی مگر ارتداد کا عمل ظاہر ہوتا ہے اور انہیں ضائع کر کے رکھ دیتا ہے اور نیک عمل کا فاعل اس اجر وثواب سے محروم ہو جاتا ہے، جس کی وہ امید رکھتا تھا گویا اس نے کوئی نیک عمل کیا ہی نہیں تھا۔

مرتد کے احباط عمل کی شرط کیا ہے؟

مرتد کے اعمال کا اکارت ہو جانا قرآن کریم کی نص سے ثابت ہے۔ تاہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرتد کا ارتداد پر وفات ہونا احباطِ عمل کی شرط ہے یا صرف ارتداد کا عمل ہی اس کیلئے کارگر ثابت ہوگا؟ اور یہ بھی سوال ہے کہ اس باب میں فریقین کے اختلاف کا نتیجہ کیا ہوگا؟

امام شافعیؒ کا مؤقف یہ ہے کہ ارتداد پر موت ہونا احباطِ عمل کی شرط ہے اور جو شخص ارتداد سے تائب ہو جائے گا، اس کے اعمال ضائع نہ ہوں گے۔ علامہ قرطبیؒ رقم فرماتے ہیں:

''قال الشافعى أن من ارتد ثم الى الاسلام لم يحبط عمله و لا حجه الذى فرغ منه. بل ان مات على الردة فحينئذ تحبط أعماله، و قال مالك تحبط بنفس الردة.'' [2]

''امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ جو شخص ارتداد کے بعد مسلمان ہو گیا، اس کا عمل یا ادا شدہ حج ضائع نہیں ہوگا بلکہ

۱۔ طبرسی، ابو علی، فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن: ۳۱۳/۱

۲۔ قرطبی، امام، الجامع الکبیر: ۴۸/۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب اسے ارتداد پر موت آئے گی، تب اس کا عمل ضائع ہوگا۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ارتداد ہی سے عمل ضائع ہوجائے گا۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مرتد کے اعمال تب ضائع ہوں گے، جب اسے ارتداد پر موت آئے گی ورنہ ارتداد سے توبہ کی صورت میں اعمال ضائع نہیں ہوں گے۔ اس کے برعکس امام مالکؒ کا مؤقف یہ ہے کہ محض ارتداد کے عمل ہی سے مرتد کے نیک اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ امام ابوحنیفہؒ بھی اس باب میں امام مالکؒ کے ہم آہنگ ہیں۔ علامہ آلوسیؒ اس بارہ میں لکھتے ہیں:

''و ذهب امامنا ابو حنيفة ، رضى اللّٰه عنه الىٰ مجرد الارتداد يوجب الاحباط بقوله تعالىٰ: ((و من يكفر بالايمان فقد حبط عمله)) ما استدل به الشافعى ليس صريحا فى المقصود.''[1]

''ہمارے امام ابوحنیفہؒ کا خیال یہ ہے کہ مجرد ارتداد ہی حبوطِ عمل کا باعث ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایمان کے ساتھ کفر اختیار کرے گا، اس کا عمل ضائع ہو جائے گا۔ اور امام شافعیؒ نے جو استدلال کیا ہے، وہ اپنے مقصد میں واضح نہیں ہے۔''

فریقین میں مذکورہ اختلاف کا سبب اپنے اپنے مؤقف پر قرآن سے استدلال ہے۔ امام شافعیؒ نے درج ذیل آیت مبارکہ پر اپنے مؤقف کی بنیاد رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ﴾[2]

مذکورہ آیت سے استدلال یہ کیا گیا ہے کہ آیت میں اسلام سے ارتداد کے بعد کفر پر موت کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے بعد دنیا و آخرت میں حبوطِ عمل کی وعید کا بیان ہے، جس کا مطلب ہے کہ ارتداد پر موت آنا حبوطِ عمل کی شرط ہے اور جو شخص موت سے قبل ارتداد سے تائب ہوجائے گا، اس کا حبوطِ عمل بھی نہیں ہوگا کیونکہ جب شرط باقی نہ رہے گی، اس کا مشروط بھی ختم ہوجائے گا؛ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مرتد کو توبہ کی صورت میں ادا شدہ اعمال دوبارہ بجالانے کی ضرورت نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے بھی اپنے مؤقف پر قرآن ہی سے استدلال کیا ہے اور درج ذیل آیت مبارکہ پر اپنے مؤقف کی بنیاد رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿و من يكفر بالا يمان فقد حبط عمله و هو فى الآخرة من الخسرين﴾[3]

مذکورہ آیت مبارکہ کا بنیادی موضوع بھی ارتداد ہے اور اس مقام پر بھی ارتداد کا نتیجہ حبوطِ عمل ذکر ہوا ہے مگر اس آیت میں ارتداد پر موت کا تذکرہ نہیں ہے گویا ارتداد پر موت کی صورت میں ہی حبوطِ عمل نہ ہوگا بلکہ مجرد ارتداد کے عمل ہی سے حبوطِ عمل ہوجائے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مرتد کو اظہارِ توبہ اور تجدید اسلام کے بعد ادا شدہ اعمال دوبارہ بجالانے ضروری ہوں گے۔

فریقین میں سے ہر ایک نے فریق ثانی کے مؤقف پر جا بہ جا اعتراض بھی کیا ہے اور اس کا جواب در جواب بھی نقل کیا ہے،

۱۔ روح المعانی: ۱۵۷/۲

۲۔ البقرة: ۲۱۷

۳۔ المائدة: ۵۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے تاہم اتنا ضرور ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مذکورہ بحث شرط اور مشروط سے متعلق ہے جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ مطلق اور مقید کا باب ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں:۱

فقہی اختلاف کا اعمال میں نتیجہ کیا ہوگا؟

مذکورہ اختلاف کا نتیجہ اس وقت سامنے آتا ہے جب کوئی مسلم مثال کے طور پر حج ادا کر چکا تھا مگر بعد میں مرتد ہو گیا اور اس کے بعد تائب ہو کر دوبارہ مسلمان بن گیا۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اس پر دوبارہ حج کرنا لازم ہوگا کیونکہ ارتداد سے اس کا عمل حج ختم ہو گیا تھا مگر امام شافعیؒ کے نزدیک اسے اعادہ حج کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کا عمل باقی ہے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج جیسی تمام عبادات کے متعلق یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے اعادہ یا عدم اعادہ کا کیا حکم ہوگا؟ اس پر فقہائے کرام کا اختلاف قدرے اختصار سے بیان کیا جا رہا ہے:

مرتد ہونے والا نماز کے اول وقت میں مرتد ہو گیا اور اس کے فوراً بعد ہی تائب ہو گیا کہ ابھی نماز کا وقت باقی تھا، اس کی نماز کا کیا حکم ہوگا؟ فقہائے احناف میں سے صاحب اشارات کے الفاظ یہ ہیں:

"اذ صلی ثم ارتد ثم اسلم فی الوقت، تلزمه اعادة الصلاة عندنا" ۲

"ایک شخص نے نماز پڑھی اور مرتد ہو گیا پھر نماز کے وقت ہی مسلمان بن گیا، ہمارے نزدیک اس نماز کا اعادہ کرنا اس پر واجب ہوگا۔"

علیش مالکیؒ کا خیال بھی یہ ہے کہ جو مرتد کسی نماز کے وقت میں تائب ہو گیا، وہ اپنی نماز کی قضاء دے گا۔۳

ارتداد سے قبل فوت شدہ نمازوں کے بارہ میں شیخ ابن تیمیہؒ اور علامہ مرداویؒ کا خیال ہے کہ وہ توبہ کے بعد مرتد پر واجب ہوں گی۔۴

مگر بہرام مالکیؒ کا خیال ہے کہ ارتداد سے قبل فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں دی جائے گی۔ علامہ قرافیؒ اور علامہ خرشیؒ کا مؤقف بھی اس سے ہم آہنگ ہے کہ مرتد کی توبہ سے ماقبل کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔۵

جہاں تک ارتداد کے دوران گزر چکی نمازوں کا تعلق ہے، ان کے بارہ میں فقہائے احناف کا مؤقف یہ ہے کہ ان کی قضا نہیں دی جائے گی کیونکہ ان کے وجوب کے وقت یہ مسلمان نہیں تھا۔۶

فقہائے شافعیہ اور امامیہ کا خیال یہ ہے کہ اس پر تغلیظاً ان نمازوں کی قضاء کرنا واجب ہوگا۔ ۷

فقہائے حنابلہ میں سے علامہ بغویؒ نے قضا اور عدم قضاء کو نقل کیا ہے تاہم حنبلی مذہب میں قضا کرنا لازم نہیں ہے۔۸

فقہائے اباضیہ میں سے اطفیش کا بھی یہ مؤقف ہے۔۹

مرتد کے روزوں اور زکوٰۃ کے بارہ میں فقہائے کرام کا وہی اختلاف ہے، جو نمازوں کی قضا کے متعلق تھا تاہم علامہ ابن مفلح نے مزید اضافہ یہ فرمایا ہے:

"والردة تمنع صحة الصوم، فلو ارتد فی یوم ثم اسلم فیه أو بعده، أو ارتد فی لیلته، ثم اسلم فیه، فجزم الشیخ بقضائه" ۱۰

۱۔ الجامع الکبیر: ۴۸/۳؛ التفسیر الکبیر: ۱۳۹/۱۱؛ روح المعانی: ۱۵۷/۲

۲۔ بدر الدین، محمود بن اسرائیل، لطائف الاشارات: ۲۳، دار الکتب المصریه، س ن

۳۔ شرح منح الجلیل: ۱۷۲/۴ ۴۔ المحرر: ۷؛ الانصاف: ۳۹۱/۱

۵۔ الشامل: ۱۷۱/۲؛ الذخیره: ۲۱۴/۲؛ شرح الخرشی: ۶۸/۹ ۶۔ الاشارات: ۲۴

۷۔ الاعلام: ۹۸/۲، الحدائق: ۱۵/۱۱ ۸۔ کشف المسائل: ۳

۹۔ النیل: ۱۹۶/۳ ۱۰۔ الفروع: ۸۸/۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''صحتِ صوم میں ارتداد مانع ہے چنانچہ اگر وہ دن کو مرتد ہوا اور پھر اسی دن یا اس کے بعد مسلمان بن گیا یا رات کے وقت مرتد ہوا اور دن کو مسلمان ہو گیا۔ شیخ صاحب نے اس کی قضاء پر زور دیا ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس باب میں دو اقوال ذکر فرمائے ہیں۔[۱]

فقہائے زیدیہ کا خیال ہے کہ توبہ کی صورت میں مرتد سے رہ جانے والا صدقہ فطر اور زکوٰۃ ساقط کر دی جائے گی۔[۲]

جب کوئی مسلم حج ادا کر چکا ہو اور بعد میں ارتداد کا مرتکب ہو جائے پھر وہ تائب ہو کر مسلمان بن جائے، اس کے حج کا کیا حکم ہوگا؟ کیا اسے دوبارہ حج ادا کرنا ہوگا یا نہیں؟

فقہائے احناف، مالکیہ اور زیدیہ کا خیال ہے کہ مرتد پر توبہ کے بعد حج کا اعادہ کرنا واجب ہے۔[۳]

فقہائے حنابلہ کا مؤقف اس باب میں مضطرب ہے۔[۴]

فقہائے ظاہریہ کے ابن حزم کے نزدیک اسے دوبارہ حج کرنے کے ضرورت نہیں ہے۔[۵]

فصل ہذا میں عبادات اور معاہدات پر ارتداد کے اثرات کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ مرتد کے معاہدات اور تصرفات کی تین مختلف صورتیں بنتی ہیں، جن میں سے بعض بالاتفاق نافذ ہوں گے، بعض بالاتفاق باطل ہوں گے، بعض بالاتفاق موقوف ہوں گے اور فقہاء کے مابین مرتد کے بعض تصرفات مختلف فیہ ہوں گے۔ مرتد کے مقروض ہونے کی صورت میں اس کے ترکہ سے قرض ادا کیا جائے گا۔ عبادات پر بھی ارتداد کا عمل موثر ہوتا ہے چنانچہ ارتداد پر موت کی صورت میں مرتد کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ ارتداد سے توبہ کی صورت میں، ادا شدہ عبادات اور فرائض کے اعادہ سے متعلق فقہائے کرام کا اختلاف ہے!

۱۔ المحرر:۷

۲۔ شرح الازھار:۴/۵۸؛ التاج المذھب: ۴۶۵

۳۔ الاشارات:۲۳؛ الشامل: ۲/۱۷۱؛ البحر الذخار: ۵/۴۲۶

۴۔ الانصاف: ۱۰/۳۳۸، ۳۴۲، ۳۹۳ ۵۔ المحلی:۷/۳۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

سزائے ارتداد اور معاصر قوانین

فصل اول: سزائے ارتداد اور عالمی منشور برائے انسانی حقوق 150

فصل دوم: توہین مذہب اور جدید غیر اسلامی قوانین 164

فصل سوم: ناموس رسول ﷺ اور مجموعہ تعزیرات پاکستان 180

فصل چہارم: سزائے ارتداد؛ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات 194

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

سزائے ارتداد اور عالمی منشور برائے انسانی حقوق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول:

سزائے ارتداد اور عالمی منشور برائے انسانی حقوق

آئینی اور دستوری تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی حقوق اپنے فکر وعمل میں ایک طویل پس منظر رکھتے ہیں، جس کا آغاز قدیم یونان میں افلاطون اور ارسطو کے انصاف پر مبنی تصور، نظریہ طبقاتی عدل سے ہوتا ہے تاہم برطانیہ کے عظیم منشور (Magna Carta) کو انسانی حقوق کا پہلا جامع مجموعہ قوانین تسلیم کیا جاتا ہے۔ کنگ جان نے امراء کے دباؤ میں آکر ۱۵ جون ۱۲۱۵ کو اپنے دستخط سے میگنا کارٹا پاس کیا تھا۔ میگنا کارٹا کے بعد انسانی حقوق کے قوانین مختلف ارتقائی مراحل سے گزرے ہیں اور برطانیہ ۱۶۸۹ء، امریکہ ۱۷۷۶ء اور فرانس ۱۷۸۹ء میں کسی نہ کسی صورت اپنی بہتر سے بہترین جگہ بناتے رہے ہیں۔[۱]

مغربی اقوام کی حقوق انسانی پر مشتمل جدوجہد کا نتیجہ، اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور کی صورت میں سامنے آیا، جسے دوسری جنگ عظیم کے تناظر میں تشکیل دیا گیا تھا اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ ستمبر ۱۹۴۸ کو پیرس میں اسے منظور کیا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کیا کہ انسانی حقوق کا یہ عالمی منشور جملہ اقوام کے حصولِ مقصد کا مشترک معیار ہوگا۔

اس وقت اقوام متحدہ کے رکن ممالک کی تعداد ۵۸ تھی، جن میں سے ۴۸ ممالک نے باقاعدہ ووٹ اور دستخط کے ذریعہ اس منشور کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ دو ممالک نے ووٹ ہی کاسٹ نہیں کیا تھا جبکہ باقی ۸ ممالک نے اس سے لاتعلقی کا اظہار کیا تھا۔ ۱۹۵۰ کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اپنی قرارداد نمبر V423 کے ذریعہ تمام رکن ممالک کو پابند کیا ہے کہ وہ ہر سال ۱۰ دسمبر کو اپنے ملک میں حقوق انسانی کا عالمی دن منایا کریں گے۔[۲]

انسانی حقوق پر مبنی اقوام متحدہ کا عالمی منشور کل ۳۰ دفعات پر مشتمل ہے، جو ایک فرد کے شہری، سماجی، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق کی ضمانت دیتی ہیں۔ منشور کی دفعہ ایک اور دو تمہیدی دفعات ہیں۔ دفعہ تین سے لیکر دفعہ اکیس تک میں، کسی فرد کے شہری اور سیاسی حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے، جن میں زندگی کا حق فرد کی آزادی، حکومت میں شرکت کا حق اور سرکاری ملازمت کے حصول کا حق شامل ہیں۔

منشور ہذا کی ۲۲ سے لے کر ۲۷ تک کی دفعات، کسی فرد کے اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق سے متعلق ہیں اور دفعہ ۲۸ اور ۲۹ میں، ہر شخص کے سماجی اور بین الاقوامی نظام میں رہنے کا حق اور اس فرد پر عائد معاشرے کا حق بیان کیا گیا ہے۔ دفعہ ۳۰ اس وضاحت پر مشتمل ہے کہ کسی فرد، گروہ اور ملک کو منشور ہذا کے فراہم کردہ حقوق اور عطا کردہ آزادی میں تخریب کاری کا حق حاصل نہیں ہوگا۔[۳]

اقوام متحدہ کے مذکورہ منشور میں جن الفاظ اور اصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے، وہ اپنے پس منظر اور پیش منظر کے لحاظ سے ذو معنی ہیں۔ مقالہ نگار کے نزدیک اس کا باعث غالباً یہ ہے کہ اقوام متحدہ نے منشور کو زیادہ سے زیادہ اقوام کے لئے قابل قبول بنانا تھا، اس مقصد کی خاطر ذو معنی یا کثیر معنی الفاظ وتراکیب کا استعمال کیا گیا ہے اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ دنیا کی غالب طاقتیں، ضرورت کے وقت اپنے حالات وتصورات کی مناسبت سے ان کی تشریح کرتی ہیں اور اسی تشریح کے مطابق فیصلہ کرتی ہیں۔ بہرحال، بظاہر ذو معنی الفاظ پر مشتمل اس منشور کی اکثر دفعات ایک حد تک اسلام سے بھی مطابقت رکھتی ہیں، یہی باعث ہے کہ بعض مستند اہل علم نے کثیر الاستعمال الفاظ کی بنا پر مذکورہ انسانی حقوق کو قبول کیا ہے تاہم اسلامی حقوق انسانی اور مغربی ہیومن رائٹس میں بعض تضادات ناقابل

۱۔ محمد صلاح الدین (۱۹۹۴ء۔۱۹۳۵ء) تقسیم ہند سے قبل میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ روزنامہ حریت اور جنگ کے نڈر صحافی، روزنامہ جسارت کے چیف ایڈیٹر اور ہفت روزہ تکبیر کے بانی مدیر رہے ہیں۔ ۱۹۹۷ء میں ہلال امتیاز کے سرکاری اعزاز سے نوازا گیا۔ آپ نے دہشت گردوں کی اندھا دھند فائرنگ سے جام شہادت نوش کیا۔ بنیادی حقوق، محمد صلاح الدین: ۴۵، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۸ء

2. http://www.un.org/en/seetions/docouments/gernal-assebly-resolutons/

۳۔ اقوام متحدہ کے متعلق بنیادی حقائق: ۸۹۔۸۸، مطبوعہ دفتر اطلاعات عامہ، اقوام متحدہ، اسلام آباد، ۱۹۷۳ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تطبیق ہیں چنانچہ عالمی منشور کی تقریباً دو تہائی دفعات، اسلام کے ساتھ لفظی مشابہت رکھتی ہیں اور ایک تہائی دفعات اسلام سے براہِ راست متصادم ہیں۔

منشور ہذا کی اسلام مخالف دفعات میں سے ایک آرٹیکل ۱۸ بھی ہے، جو انسان کے مذہبی حقوق کی ضمانت پر مشتمل ہے، جس کی رو سے کسی مذہب کے ردوقبول یا ترک واختیار کے باب میں ہر شخص بنیادی طور پر آزاد ہے اور جس طرح ایک شخص کوئی مذہب اختیار کرنے میں آزاد ہے بالکل اسی طرح وہ، کسی مذہب کو تبدیل کرنے میں بھی آزاد ہے۔ اس عالمی منشور کی دفعہ ۱۸ درج ذیل ہے:

> "Everyone has the right to freedom of thought, conscience and religion, this right includes freedom of change his religion or belief, and freedom, either alone or in community with others and in public or private, to manifest his religion or belief in teaching, practice, worship and observance."[1]

> ''ہر شخص کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق حاصل ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور عوامی یا نجی طور پر، تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسومات ادا کرنے کی آزادی شامل ہے۔''

مذکورہ آرٹیکل کی رو سے، اختیارِ مذہب اور تبدیلی مذہب کو انسان کے بنیادی حقوق میں شامل کیا گیا ہے گویا کسی مذہب کو قبول کرنے یا کسی مذہب کو چھوڑ دینے میں ہر شخص بنیادی طور پر آزاد ہے تاہم اس عالمی منشور یا مذکورہ دفعہ میں ایک قانونی سقم موجود تھا اور جناب Hans Kelson کے مطابق، خالص قانونی نقطہ نظر سے دیکھیں تو منشور ہذا کی دفعات کسی ملک کو اسے تسلیم کرنے یا اس کے صراحت کردہ بنیادی حقوق اور آزادی کو تحفظ دینے پر پابند نہیں کرتی ہیں اور منشور کی زبان میں ایسی تعبیر کی گنجائش نہیں ہے، جس سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہو کہ رکن ممالک اپنے شہریوں کو انسانی حقوق اور بنیادی آزادیاں فراہم کرنے میں قانونی طور پر پابند ہیں۔[2]

چنانچہ عالمی منشور کے مذکورہ قانونی سقم کو دور کرنے اور رکن ممالک کو اس کا پابند بنانے کی غرض سے اقوام متحدہ نے ۱۹۴۹ میں چارٹر برائے ریاستی حقوق وفرائض منظور کیا، جس کے آرٹیکل نمبر ۶ کی رو سے، تمام رکن ممالک کا فرض قرار دیا گیا کہ وہ اپنے شہریوں کے بنیادی حقوق اور آزادی کے تحفظ کو یقینی بنائیں گے۔ چارٹر ھذا کے آرٹیکل کے الفاظ یہ ہیں:

> "Every state has the duty to treat all persons under its jurisdiction with respect for human rights and fundamental freedoms, without distinction as to race, sex, language or religion."[3]

> ''ہر ریاست کا فرض ہے کہ وہ بلا امتیاز نسل، صنف، زبان اور مذہب، اپنے دائرہ حکومت میں تمام شہریوں کے انسانی حقوق اور بنیادی آزادی کا تحفظ کرے گی۔''

مذکورہ آرٹیکل سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغربی تصور ریاست کی رو سے، ہر ریاست کا یہ فرض ہے کہ وہ افرادِ ریاست کے انسانی حقوق اور آزادی کا تحفظ کرے گی اور بنیادی حقوق اور آزادی کے باب میں کسی قسم کے نسلی، لسانی، جنسی اور مذہبی امتیاز کو روا

1. https://www.un.org/en/universal-declaration-human-rights/
2. The Law of united Nations, By Hans Kelson, lawbook exchange, Limited,edition, 2, 2011, P:29
3. Draft Declaration on Rights and Duties of States, 1949, Article,6 http://legal.un.org/ilc/texts/instruments/english/commentaries/2-1-1949. pdf.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں رکھے گی گویا دو چیزوں (انسانی حقوق اور آزادی) کا تحفظ کرنا اور چار چیزوں (نسل، صنف، زبان، مذہب) میں امتیاز نہ کرنا، اقوام متحدہ کے تمام رکن ممالک کا ریاستی فرض ہے۔ اقوام متحدہ کے مذکورہ چارٹر کے نتیجہ میں انسان کے بنیادی حقوق کا تحفظ کرنا ریاست کا فریضہ قرار پایا ہے اور اب یہ انسانی حقوق ہر ملک کے دستور کا لازمی حصہ ہیں اور تمام رکن ممالک کے دساتیر میں آزادی اور انسانی حقوق کی بنیادیں سو فیصد مشترک ہیں اور انہی کے تناظر میں تمام معاشرتی حقوق کا تعین کیا جاتا ہے۔ خود ہمارے پاکستانی دستور کا باب اوّل بنیادی حقوق کے بارہ میں ہے، جس کے آرٹیکل ۸ تا ۲۸ میں، اقوام متحدہ کے پیش کردہ انسانی حقوق کو اصولاً قبول کر کے ملک میں نافذ کر دیا گیا ہے۔[۱]

اقوام متحدہ کے عالمی منشور ۱۹۴۸ میں فرد کو آزادئ مذہب کا بنیادی حق دیا گیا تھا اور ۱۹۴۹ کے چارٹر میں ریاست کو اس آزادی کے تحفظ کا پابند بنا دیا گیا اور ۱۹۶۶ میں آزدئ مذہب کے اس بنیادی حق کو جبراً مجروح کرنا بھی اقوام متحدہ کے ایک معاہدہ کی رو سے ممنوع قرار پایا ہے چنانچہ اقوام متحدہ کے بین الاقوامی معاہدہ برائے شہری اور بنیادی حقوق میں واضح طور پر درج کیا گیا ہے کہ ہر شخص، عقیدہ فکر کے اختیار و انتقال میں بالکل آزاد ہے اور کسی شخص پر بھی عقیدہ و فکر کے باب میں کوئی جبر نہیں کیا جا سکے گا، جس کے نتیجہ میں آزادی عقیدہ مذہب کا یہ حق ختم ہوتا ہو۔ اقوام متحدہ کا یہ بین الاقوامی معاہدہ ۱۶ دسمبر ۱۹۶۶ کو منظور ہوا اور اسے ۲۳ مارچ ۱۹۷۶ کو نافذ کر دیا گیا، جس کے آرٹیکل ۱۸ کا سیکشن ۲ درج ذیل ہے:

> "No one shall be subject to coercion which would impair his freedom to have or to adopt a religion or belief of his choice."[۲]
>
> ''کسی شخص پر ایسا جبر نہیں کیا جا سکے گا، جس کے تحت اس کی منشا اور مرضی کے مذہب اور عقیدے کو رکھنے یا اختیار کرنے کی آزادی کو مجروح کیا جا سکے۔''

اقوام متحدہ کے نزدیک آزادی مذہب کا یہ حق کتنا بنیادی اور کلیدی حق ہے، اس کا اندازہ ہمیں ایک واقعہ سے ہو جاتا ہے، جب اس کے عطا کردہ اختیار مذہب کے حق اور اسلام کے قانون ارتداد میں عملاً تصادم سامنے آیا اور ۲۰۰۶ میں عبدالرحمٰن نام کا ایک افغانی شخص، اسلام چھوڑ کر عیسائی بن گیا تھا۔ افغان عدلیہ نے جرم ارتداد کے مرتکب کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ بس پھر کیا تھا، مغربی این جی اوز اور میڈیا نے اس پر خوب واویلا کیا اور افغان عدلیہ کے اس فیصلے کو انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی قرار دے دیا اور اس ایک واقعہ کی بنیاد پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں صفحہ شہود پر آئیں چنانچہ اس موضوع پر ایک برطانوی مصنف رچرڈ ڈاکن کا تعجب پر مبنی اقتباس درج ذیل ہے:

> "It is still an article of constitution of liberated Afghanistan that the penality of apostasy is death. Apostasy, remember, does not mean actual harm to person or property, it is pure thought crime, and the official punishment for it under Islamic law is death."[۳]
>
> ''ابھی تک آزاد افغانستان کے قانون میں ایک آرٹیکل یہ ہے کہ ارتداد کی سزا قتل ہے۔ یاد رکھیں کہ ارتداد کسی شخص یا پراپرٹی کو حقیقی نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ ارتداد ایک خالص فکری جرم ہے اور اسلامی قانون

۱۔ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان: ۵، ترجمہ شدہ ایڈیشن، جنوری ۲۰۱۵، قومی اسمبلی پاکستان

2. International Covernant for Civil and Political Rights, 1966, Article-18, Section-2 http://www.ohchr.org/en/professionalinterst/pages/ccpr.aspx

3. The God Delusion by Richard Dawkin: 287, bantam books, London, united kingdom,2006

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی رو سے اس کی مسلمہ سزا قتل ہے۔''

مغرب کے میڈیائی شور کے نتیجہ میں، اس وقت کے امریکی صدر جارج بش نے بھی اس واقعہ پر یہ بیان جاری کیا کہ میں یہ سن کر بہت بے قرار ہوں کہ ایک شخص نے اسلام چھوڑا ہے اور اس کی پاداش میں اسے سزائے موت سے دوچار کر دیا گیا ہے۔ انتہائی تعجب اور اضطراب کی بات ہے کہ ہم ایک ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد کر رہے ہیں اور وہ ملک کسی شخص کو دوسرا دین اختیار کرنے پر سزائیں سنا رہا ہے۔ آخر کار، امریکہ، فرانس اور برطانیہ کے تعاون سے اس مرتد کو اٹلی بھیج دیا گیا کیونکہ اٹلی نے اس کو اپنی شہریت دینے کی پیشکش میں آمادگی بلکہ پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔[1]

بہر حال، اس واقعہ کے بعد ۲۰۰۷ میں اقوام متحدہ کی نیشنل سیکورٹی کے ریسرچ ڈویژن نے RAND کارپوریشن سے مسلم دنیا اور امریکہ و یورپ کی مسلم کمیونٹی کا ایک سروے کروایا۔ کارپوریشن نے روڈ میپ میں معتدل اور غیر معتدل مسلم کا ایک معیار مقرر کیا اور اس کی رو سے تحقیقی سروے میں گیارہ سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ تیار کیا، جن میں سے چند سوال یہ بھی ہیں:

کیا آپ اقوام متحدہ کے متفقہ انسانی حقوق کی تائید کرتے ہیں؟

کیا آپ کے یہاں آزادی مذہب کے باب میں کوئی استثناء موجود ہے؟

کیا آپ ایمان رکھتے ہیں کہ مذہب تبدیل کرنا انسان کے بنیادی حقوق میں شامل ہے؟

RAND کارپوریشن نے اس تحقیقی سروے کو نتائج و تجاویز کے ساتھ Building Moderate Muslim Network کے نام سے ۲۱۶ صفحات پر مشتمل کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔[2]

جرم ارتداد پر افغان عدلیہ کا سزائے موت پر مبنی فیصلہ اور اس کے خلاف مغربی ممالک کا شدید ردعمل، حقوق انسانی اور آزادی کے باب میں اقوام متحدہ کا اصل چہرہ اور دوہرا معیار واضح کر دیتا ہے جناب Karal Mannheim کے الفاظ میں، عالمی منشور نے کسی فرد کو یہ قانونی حق نہیں دیا ہے کہ وہ منشور میں فراہم کردہ حقوق اور آزادی میں سے کسی ایک کے سلب ہونے پر بین الاقوامی عدالت انصاف سے اپیل کر سکے۔[3]

اقوام متحدہ نے انسانی حقوق اور آزادی کے پامال ہونے کی صورت میں فرد کی بجائے ریاست کو اپیل کرنے کا حق دیا ہے چنانچہ بین الاقوامی عدالت انصاف کے دائرہ اختیار کی دفعہ ۳۴ میں صراحت کے ساتھ درج ہے کہ اس عدالت کے روبرو مقدمات میں ریاستیں اور ممالک ہی فریق بن سکیں گے، بین الاقوامی عدالت انصاف کی دفعہ ہذا کے الفاظ یہ ہیں:

"Only states may be parties in cases before the court"[4]

''صرف ریاستیں ہی عدالت کے روبرو مقدمات میں فریق بن سکیں گی۔''

مندرجہ بالا دفعہ کے تناظر میں افغان واقعہ کے مطالعہ سے واضح طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مخصوص حالات اور ذاتی مفادات کے وقت تمام اصول وضوابط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اقوام متحدہ کا ادارہ کس طرح اپنے اختیار و اقتدار کو کام میں لاتا ہے چنانچہ افغانی مرتد اپنا آزادئ مذہب کا حق پامال ہونے پر اس فیصلہ کے خلاف بین الاقوامی عدالت میں اپیل کرنے کا مجاز نہیں تھا اور افغانی ریاست اگرچہ اس کی مجاز تھی مگر اس نے خود جرم ارتداد کے خلاف سزائے موت کا فیصلہ سنایا تھا، اس نے بنیادی حقوق اور آزادی کی نام

1. https:\\en.m.wikipedia.org\wiki\Abdur-Rehman(Convert)
2. https:\\www.rand.org\pubbs\monographs\MG574.html
3. Diagnosis of Our time, by Karal Mannheim, P:15, toylor& francis, vol 3, 2013
4. https://icj-cij.org/en/statute

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر اپیل لے کر عالمی عدالت انصاف میں کیوں جانا تھا؟ اب اصولاً، قانوناً اور اخلاقاً ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس واقعہ کو افغانستان کا اندرونی معاملہ قرار دیکر اس میں مداخل نہ ہوا جاتا مگر اقوام متحدہ کی چھتری تلے دنیا کے تھانیدار نے ایسا کرنا تھا اور نہ ہی اس نے یہ کیا۔

کیا اسلام کو بھی دیگر مذاہب پر قیاس کیا جائے گا؟

مغربی دنیا میں جن مفکرین نے جمہوریت کی صورت گری میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے، ان میں سے ایک معتبر نام فرانس کے معروف فلسفی وولٹائر (Voltire) کا بھی ہے۔ اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ جتنے آسمانی مذاہب ہیں، سب تحریف شدہ ہیں اور انسان کا اصل میں ایک ہی مذہب ہوتا ہے، اور وہ اس کا فطری مذہب ہے، انگلش میں اسے Natural Religion کا نام دیا گیا ہے۔ اسی نے یہ بھی نظریہ دیا تھا کہ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے اور انسان کو کسی مذہب کے حق یا باطل ہونے پر قائل کرنا کسی حکومت یا چرچ کا کام نہیں ہے بلکہ مذہب کا اختیار سراسر انسان کا ذاتی مسئلہ ہے، انسان چاہتا ہے تو آسمانی مذہب اختیار کر سکتا ہے حتیٰ کہ بت پرستی کرنے، یہودی یا عیسائی بننے میں بھی انسان آزاد اور خود مختار ہے، حکومت کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور نہ کسی چرچ یا ریاست کو مذہب کے ذاتی معاملہ میں دخل دینے کی ضرورت ہے۔

آج مغربی دنیا میں مذہب کے متعلق جو بھی تصورات پائے جاتے ہیں، وہ اسی نظریہ کی ایک ترقی یافتہ شکل ہیں کہ مذہب اور عقیدہ کے باب میں، حق و باطل کا کوئی سوال نہیں ہے کہ کون سا مذہب حق ہے اور کون سا مذہب باطل ہے؟ بلکہ مذہب انسان کی تسکین ذات کا ذریعہ ہوتا ہے اور جو مذہب بھی انسان کو ذاتی تسکین دے گا، وہی اس کے حق میں برحق ہوگا اور اس بارے میں بحث و مباحثہ اور جدال و مناظرہ کر کے کسی کو قائل کرنا ایک بے کار مشغلہ ہوگا۔ جدید مغربی دنیا میں کسی مذہب کا احترام بھی اس بنا پر نہیں ہے کہ مذہب فی نفسہٖ کوئی قابل احترام چیز ہوتی ہے بلکہ مذہب میں چونکہ کسی شخص کا سامان تسکین پایا جاتا ہے لہٰذا جیسے وہ خود اپنے مذہب کو قابل احترام سمجھتا ہے، دوسروں کو بھی اس کے اختیار کردہ مذہب کا احترام کرنا چاہیے۔[۱]

مذہب کو انسان کا ذاتی معاملہ قرار دے کر اسے کاروبار حکومت سے علیحدہ کرنا وولٹائر جیسے فلسفیانہ نظریات پر مبنی ہے جو دراصل چرچ کے اس ظلم و ستم کا ردعمل تھا، جو اس نے تھیا کریسی یا مذہبی جبر کی شکل میں مسیحی عوام پر ڈھایا تھا۔ چرچ کے اس بھیانک کردار سے مغربی مفکرین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جب تک ہم مذہب کو اجتماعی حیات سے نکال باہر نہیں پھینکیں گے، اس وقت تک ہم ترقی نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ اس کے حل میں سیکولر سٹیٹ کا نظریہ پیش کیا گیا جس میں مذہب کو انسان کے اختیاری ردوقبول پر چھوڑ دیا گیا اور اس باب میں اسے بالکل آزاد کر دیا گیا اور یہ ہر اس ملک کا قصہ ہے جس نے انبیاء و رسل کے پیش کردہ آسمانی مذاہب اور تورات و انجیل کی عطا کردہ خدائی ہدایت کو پس پشت ڈالا اور اپنے جملہ مسائل کا حل ایک خود ساختہ اجتماعی نظام کی شکل میں وضع کیا۔

مذہب سے لاتعلقی کے اس عمل میں دیگر خرابیوں کے ساتھ ساتھ ایک قانونی بدعت یہ بھی رواج پذیر ہوئی کہ آزادئ مذہب کے بنیادی حق کے نام پر ارتدادی عمل کو جواز فراہم کر دیا گیا حالانکہ انہی مذاہب کی اصل تعلیمات کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی جرم ارتداد پر موت کی سزا مقرر تھی اور یہ ایک تاریخی حقیقت بھی ہے کہ ریاست کے جدید جمہوری تصور سے قبل، تمام مسیحی دنیا میں مذہبی قانون ہی ان کا ملکی قانون تھا اور صرف مسیحی مذہب ہی پر کیا موقوف، دنیا کے تمام آسمانی مذاہب کی رو سے جرم ارتداد پر سزائے موت کا قانون جاری اور نافذ رہا ہے مگر مذہب سے بغاوت کے نتیجہ میں، الہامی دین کو جمہوری دین سے بدل دیا گیا اور

۱۔ اسلام اور سیاسی نظریات: ۸۴، ۸۵، مفتی محمد تقی عثمانی، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۱۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سزائے ارتداد سے انکار، آزادیٔ مذہب کے خودساختہ حق کا لازمی مطالبہ قرار پایا۔

اہل مغرب نے مظالم چرچ کے ردعمل میں مذہب کے کردار کو محدود کیا تھا اور ردعمل کی نفسیات ہمیشہ جذباتی نفسیات ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں ہمیشہ پہلے سے بڑی خطا کا امکان ہوتا ہے اور مغربی دنیا میں بھی یہی کچھ ہوا ہے ورنہ انہیں مذہب کو ریاست سے بے دخل کرنے کی بجائے مذہب کا حقیقی چہرہ نکھارنے اور عوام کو دکھانے کی ضرورت تھی کہ چرچ نے مذہب کو کاروبار بنا رکھا تھا، جس نے مذہب کے اصل روپ کو گہنا دیا تھا اور اگر مغرب کے فکرمند اور سنجیدہ مفکرین کا اس حقیقت کی تہ تک پہنچنا ممکن نہ تھا تو انہیں چاہیے تھا کہ دین اسلام سے استفادہ کرتے، جس کا سورج اس وقت پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا، جب مغربی دنیا میں تاریکی کا راج تھا اور اہل مغرب اپنے مذہب سے مایوس ہو رہے تھے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ اسلام نے ایک طویل عرصے تک ریاستی سطح پر بھی اپنا کردار ادا کیا تھا اور اپنے عوام پر چرچ کی مانند ظلم وستم بھی روا نہ رکھا تھا۔ اسلام میں دین اور دنیا کے جدا ہونے کا کوئی تصور تھا اور نہ اس کی قائم کردہ ریاست میں مذہبی قانون کے علاوہ، دوسرا کوئی قانون ہی رائج تھا مگر صد افسوس، مغربی مفکرین اسلام کی جانب متوجہ نہ ہوئے بلکہ انہوں نے مذہب سے آزادی کو ترقی کا راز جانا اور اسی کو اپنے مسائل کا حل سمجھا۔[۱]

کیا عالمی منشور برائے انسانی حقوق ایک آفاقی دستاویز ہے؟:

فکری اور علمی سطح پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسانی حقوق کے منشور کو آخر یہ مقام کیوں دیا جا رہا ہے کہ تمام انسانیت کو اس کے مطابق اپنی معیشت، سیاست اور معاشرت استوار کرنے کا پابند بنایا جا رہا ہے؟ اقوام متحدہ کے مدارمہام کے نزدیک اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ انسانی حقوق ایک آفاقی دستاویز ہے، اور تمام دنیائے انسانی نے اس دستاویز کو شرف قبول بخشا ہے۔ اہل مغرب کے خیال میں یہ منشور تمام انسانیت کا مشترک ورثہ اور ان کی منزل مقصود ہے۔ تمام انسان انہی حقوق کے حصول کی خاطر زندہ ہیں اور انہیں حاصل کرنا ہی ان کی سب سے بڑی خواہش ہے۔

اقوام متحدہ ڈھٹائی کے ساتھ اسے ایک عالمی منشور اور آفاقی دستاویز قرار دیتا ہے حالانکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس منشور کا ماخذ امریکی دستور ہے جو امریکہ کے ۴۵ گورے مردوں نے منظور کیا تھا اور اس دستور کی منظوری سے قبل امریکی اخبارات میں دستور کے خدوخال پر تفصیلی مباحثہ ہوا تھا۔ تاریخ میں یہ مباحثہ فیڈرلسٹ پیپرز (The Federlist Papers) کے نام سے معروف ہے۔[۲]

اس مباحثے کے نتیجہ میں امریکی دستور کو متعین کیا گیا تھا گویا امریکی دستور کا ماخذ فیڈرلسٹ پیپرز The Federlist Papers ہیں اور عالمی منشور کا ماخذ امریکی دستور ہے۔ اگرچہ اس منشور کو ایک کمیٹی نے تیار کیا تھا، جس کی صدر Eleanor Roosevelt تھیں، جو امریکی صدر روزویلٹ کی اہلیہ تھیں۔ اسی منشور کو آخر میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اپنے ریزولیوشن نمبر 217-A کے تحت ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ میں انسانی حقوق کا عالمی منشور (The Universal Declaration of Human Rights) بنا کر جاری کیا۔[۳]

چنانچہ سوال یہ ہے کہ ایک ایسا منشور جس کے جملہ مصنفین امریکی ہوں اور باہمی مباحثے کی بنیاد پر اسے متعین کیا گیا ہو، اسے کس طرح ایک آفاقی منشور قرار دیا جا سکتا ہے؟ حقوق انسانی کا تصور و ماہیت اور اصل وحقیقت آفاقی نہیں ہے بلکہ ایک خاص تہذیب، خاص ثقافت، خاص علاقے اور خاص تاریخ سے مربوط ہے اور کسی طرح بھی اس مخصوص تاریخی اور تہذیبی نسبت سے ماورا

۱۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر: ۲۶۷، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، ۱۹۷۹ء

2. http://guides.loc.gov/federlist-papers.

3. http://en.m.wikpedia.org/wiki/united-nations-general-assembaly-resolution-217

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ ان حقوق کی بنیادیں خاص زمان و مکان میں محصور، محدود اور مقید ہیں چنانچہ انسانی حقوق اور آزادی کی ان اقدار کو عالمی منشور اور آفاقی دستاویز سمجھنا غیر علمی رویہ ہے اور اس کی آفاقیت کے تمام دعوے غیر حقیقی ہیں۔[۱]

جن مغربی مفکرین نے انسانی حقوق کو علمی اور عقلی جواز فراہم کیا تھا، وہ بھی اس سے دستبردار ہو رہے ہیں اور اس کی آفاقیت کا دعویٰ ترک کرتے دکھائی دیتے ہیں چنانچہ بیسویں صدی کے مشہور لبرل مفکر جان رالز کے خیالات کا تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ مغرب یومن رائٹس کی آفاقیت کا قائل نہیں رہا ہے۔ ۱۹۷۱ میں رالز نے اپنی کتاب Theory of Justice میں ہیومن رائٹس کے آفاقی ہونے کا دعویٰ پیش کیا تھا اور اس کی مختلف توجیہات بیان کی تھیں۔[۲]

۱۹۹۳ میں یہی رالز اپنے خیالات پر ناقد مفکرین کے جواب میں، لبرل فریم ورک کی آفاقیت کے دعویٰ سے دستبردار ہوتا نظر آتا ہے اور اپنی کتاب Political Liberalism میں لبرل فریم ورک کی ایک محدود سیاسی تعبیر پیش کرتا ہے، جو محض امریکی تاریخ سے مطابقت رکھتی ہے۔[۳]

جان رالز جیسا ہیومن رائٹس کا نامور وکیل بالآخر اپنے اس نقطہ نگاہ سے قطعاً پسپائی اختیار کرتا ہے اور اُسے آفاقی نہیں سمجھتا ہے۔ چنانچہ ۱۹۹۹ء میں شائع شدہ اپنی کتاب The Law of People میں اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ مذکورہ رائٹس صرف بالفعل قائم لبرل معاشروں کے لیے ہی قابل عمل ہیں اور جو معاشرے لبرل نہیں ہیں، وہاں ان کی عملیت پر اصرار کرنا بالفعل غلط ہے۔[۴]

گویا مغرب کے وہ سیاسی اور لبرل مفکرین، جو انسانی حقوق کی آفاقیت کے قائل رہے ہیں، وہ خود بھی اس کی آفاقیت کے بارے میں تذبذب کا شکار ہیں چنانچہ عالمی منشور کے انسانی حقوق کو آفاقی سمجھ کر کس طرح اختیار کیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا انسانی حقوق کا عالمی منشور کوئی ایسی دستاویز نہیں ہے جس کے پیش کردہ حقوق علمی اور فکری سطح پر مسلمہ حیثیت رکھتے ہوں۔

رالز کے اس نقطہ نگاہ کے بعد اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی آفاقیت کا دعویٰ دم توڑ جاتا ہے، لہٰذا اس منشور کے دعوائے آفاقیت کی بنیاد پر تمام ممالک میں اثر و نفوذ کرنا، اس بنیاد پر دیگر نظام ہائے زندگی کو چیلنج کرنا اور ان کے بارے میں منفی رائے اختیار کرنا ایک غیر علمی اور غیر عقلی رویہ ہے۔ عالمی منشور برائے انسانی حقوق جن آزادیوں کو فراہم کرتا ہے، بنیادی طور پر وہ آزادیاں ہی محل بحث اور محل نظر ہیں لہٰذا انسانی حقوق کی بنیاد پر آزادی مذہب یا تبدیلی مذہب کے اسلامی ڈسکورس پر تنقید کرنا یا اُسے چیلنج کرنا مغربی دنیا کے لیے قطعاً درست نہیں ہے۔[۵]

کیا مغربی نظریات کو اختیار اور رد کرنے میں بھی آزادی ہے؟

اقوام متحدہ نے جس طرح تمام مذاہب کے بارے میں یہ قانون بنایا ہے کہ مذاہب کے رد و قبول یا ترک و اختیار میں انسان کو آزادی حاصل ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اقوام متحدہ کا ادارہ بھی اپنے بنیادی نظریات کو رد اور دیگر تصورات کو اختیار کرنے میں آزادی فراہم کرتا ہے؟ مثلاً کیا مغرب اس بات کی آزادی فراہم کرتا ہے کہ کوئی شخص یا ملک نظریہ آزادی ہی کا انکار کر دیں کہ ہم اجتماعی اور انفرادی سطح پر اس نظریہ آزادی (Freedom) کو ہی رد کرتے ہیں اور اسے تسلیم نہیں کرتے؟ ایسے ہی کیا مغرب اس باب میں بھی آزادی کا قائل ہے کہ کوئی ملک یا فرد انسانی حقوق کے منشور کو ماننے سے انکار کر دیں کہ ہم اس کے علاوہ کسی دوسرے قانون کو تسلیم کرتے ہیں؟ اسی طرح مغرب کسی ملک یا فرد کو جمہوریت کی بجائے خلافت یا بادشاہت یا کوئی دوسرا سیاسی نظام رائج کرنے کی آزادی

۱۔ ماہنامہ ساحل، مارچ۔اپریل ۲۰۰۵ء، ص ۳۵

2. Theory of Justice by john Rawls, Harvard university press, London, England, 1971

3. Political Liberalism by john Rawls, Columbia university press, united states, 1993,

4. The Law of People by john Rawls, Harvard university press, London, united kingdom, 1999

۵۔ اسلامی بینکاری و جمہوریت کا پس منظر و تنقیدی جائزہ، ص: ۱۸۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فراہم کرتا ہے؟ ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ مغرب اس قسم کی آزادی قطعاً فراہم نہیں کرتا بلکہ اس باب میں مغرب کا رویہ غیر اخلاقی ،غیر علمی، انتہائی تعصب اور تشدد پر مبنی ہے گویا دنیا کے تمام نظریات کے رد وقبول میں ہر شخص آزاد ہے مگر مغرب کے فکری اجتہاد اور علمی تاریخ سے برآمد شدہ نظریہ اور نظام کے رد وقبول میں کسی کو اختیار حاصل نہیں ہے۔ بلکہ اقوام متحدہ اور اہل مغرب کے نزدیک اس آزادی کو بھی ارتداد تصور کیا جائے گا اور اس کے مرتکب عبرتناک سزا دی جائے گی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ عیسائیت ان قوموں کے افراد کا محض ایک شخصی مذہب ہے، ان کا اجتماعی دین نہیں ہے جس پر ان کی سوسائٹی کا نظام اور ان کی ریاست کی عمارت قائم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیت سے پھر جانے کو وہ کوئی اہمیت نہیں دیتیں کہ اس پر رکاوٹ عائد کرنے کی ضرورت محسوس کریں، رہا ان کا اجتماعی دین جس پر ان کی سوسائٹی اور ریاست کی بنیاد قائم ہوتی ہے تو اس سے مرتد ہونے کو وہ بھی اسی طرح جرم قرار دیتی ہیں، جس طرح اسلام اسے جرم قرار دیتا ہے اور اس کو دبانے میں وہ بھی اتنی ہی سخت ہیں جتنی اسلامی ریاست سخت ہے۔۔۔ اگر آپ اس اجتماعی دین کے اعتقاداً اور عملاً کافر بن جائیں اور کسی دوسرے اجتماعی دین کے اعتقادی مومن بن کر عملی مسلم بننے کی کوشش کریں تو آج کا ہر حکمران آپ کے ساتھ وہی کچھ کرنے کے لیے تیار ہے، جو آج سے ساڑھے تین ہزار برس پہلے کا حکمران حضرت موسیٰؑ کے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہوا تھا کہ

﴿ذَرُوْنِیْ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ﴾ [1]

ہیومن رائٹس پر مبنی جمہوری ریاست کا یہ دعوی ہے کہ اس نظام زندگی میں ہر فرد کو حریتِ فکر اور آزادئ ضمیر کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ ہر قسم کی فکری اور علمی آزادی کا حامل ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ ایک جھوٹا دعویٰ ہے کیونکہ اس نظام میں فرد کو مساوی آزادی (یعنی سرمایہ دارانہ نظام زندگی کو) رد کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا، چنانچہ کوئی شخص اپنے فکر وعمل میں اتنا آزاد نہیں ہے، جس سے مغرب کا اصول آزادی سلب یا رد ہو جائے مثلاً آپ یہ نہیں چاہ سکتے کہ کسی شخص کو شرعی منکر مثلاً بدکاری سے روک دیں، کیونکہ جونہی آپ اپنی اس چاہت پر عمل کریں گے، اس سے اصول آزادی کی خلاف ورزی ہوگی اور جمہوری ریاست جو ہیومن رائٹس کی بالادستی کا دم بھرتی ہے، آپ کو ایسا کرنے سے بذریعہ قوت روک دے گی۔[2]

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہیومن رائٹس اور اس کے اصول پر استوار جدید ریاست، صرف اور صرف ہیومن رائٹس کو اختیار کرنے کی آزادی فراہم کرتی ہے مگر انہیں رد کرنے، چیلنج کرنے اور تبدیل کر کے کسی دوسرے تصور خیر یا نظام حیات کو نافذ یا جاری کرنے کی آزادی فراہم نہیں کرتی گویا کسی دین کو اپنی ذات کی حد تک آزمانے میں ہر شخص مکمل طور پر آزاد ہے اور لبرل فریم ورک اسے انفرادی سطح پر مذہب کو پریکٹس میں لانے کی بھی اجازت دیتا ہے لیکن اس دین کو حق محض اور تنہا سچائی سمجھ کر ہیومن رائٹس فریم ورک کی جگہ نافذ کرنے کی قطعاً اجازت اور آزادی نہیں دیتا۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مغرب بھی اپنے عقیدہ کی حد تک اسی قدر شدت پسند اور بنیاد پرست واقع ہوا ہے، جس قدر وہ اسلام یا کسی دوسرے مذہب کو شدت پسندی اور بنیاد پرستی کا طعنہ دیتا ہے۔ اس ضمن میں جناب زاہد صدیق مغل رقم کرتے ہیں:

''درحقیقت خیر کے باب میں لبرل جمہوری ریاست بھی اتنی ہی راسخ فکر (digmatic) اور غیر روادار

۱۔ المؤمن: ۲۶؛ مرتد کی سزا، اسلامی قانون میں: ۶۸، ۷۱، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، اپریل ۱۹۰۷ء

۲۔ اسلامی بینکاری و اسلامی جمہوریت؛ تنقیدی جائزہ: ۱۵۷، زاہد صدیق مغل، وراثت لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(Intolerant) ہوتی ہے، جتنی ایک مذہبی ریاست ۔ دونوں ہی اپنے تصورات خیر سے متصادم کسی نظریے کی بالادستی کو روا نہیں رکھتیں چنانچہ مشہور لبرل مفکر جان رالز کے مطابق مذہبی آزادی کو لبرل ازم کے لیے خطرہ بننے کی اجازت نہیں دی جاسکتی اور جو مذہبی نظریات، لبرل آزادیوں (یعنی فرد کے تعیین خیر و شر کے حق) کا انکار کریں، ان کو عملاً کچل دینا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کسی وبا کو ختم کرنا ضروری ہوتا ہے۔''[۱]

اسلام اور مغرب کے اس رویے میں ایک واضح فرق یہ بھی ہے کہ اسلام کسی شخص کو اختیار اسلام میں بالکل آزادی دیتا ہے اور جو شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے، اسلام اسے اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے بلکہ اسے مکمل اختیار دیتا ہے کہ وہ غور و فکر، ارادے اور چاہت کی بنیاد پر اسلام کو اختیار کرے اور اگر وہ اسلام اختیار نہیں کرے گا تو اسلام اس سے کوئی تعرض نہیں کرے گا، تاہم اس قدر آزادی اور اختیار کے بعد، کسی کے اسلام چھوڑنے پر اس کے خلاف ارتداد کا قانون حرکت میں آئے گا، لیکن جدید لبرل فریم ورک میں کسی بھی شخص کا یہ اختیار ہی ختم ہو جاتا ہے اور اسے لبرل فریم ورک کو ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اسلام میں بنیادی حقوق قرآن وسنت سے مشروط ہیں:

اسلامی ممالک کے دساتیر میں سرکاری مذہب اسلام اور مصدر قانون سازی شریعت ہے۔ سعودی عرب میں اس مفہوم کو بہترین الفاظ میں پیش کیا گیا ہے کہ حکومت ملک میں اپنے اختیارات، کتاب اللہ اور سنت رسولؐ سے حاصل کرے گی اور ان دونوں (کتاب وسنت) کو اس نظام حکومت اور ملک کے تمام قوانین پر بالادستی اور برتری حاصل ہوگی۔ ایران کا دستور بھی تمام قوانین کو اسلامی اصول کے مطابق بنانے کا حکم دیتا ہے کہ مدنی، جزائی، مالی، اقتصادی، دفتری، ثقافتی، فوجی، سیاسی اور دوسرے قوانین و مقررات اسلامی اصول کے مطابق ہوں گے اور یہ آرٹیکل آئین کے باقی تمام آرٹیکلز اور دوسرے مقررات کی عمومیت پر فوقیت رکھتا ہے۔ افغانستان کے دستور کے مطابق کوئی قانون بھی دین مقدس اسلام کے فراہم کردہ احکام اور بنیادوں سے متصادم نہیں ہوگا۔[۲]

مصر میں بھی اسلام ریاستی مذہب ہے اور عربی اس کی سرکاری زبان ہے۔ اسلامی قانون شریعت، قانون سازی کا بنیادی ماخذ ہے۔ بحرین کی ریاست کا مذہب اسلام ہے اور اسلامی شریعت قانون سازی کا بنیادی ماخذ ہے۔ متحدہ عرب امارات کے دستور میں یہ ہے کہ اسلام اتحاد کا سرکاری مذہب ہوگا اور اس اتحاد میں اسلامی شریعت قانون سازی کا بنیادی ماخذ ہوگی۔ عراقی قانون کی رو سے اسلام ریاست کا سرکاری مذہب ہے اور قانون سازی کا بنیادی ماخذ ہے۔ اسلام کی قائم شدہ بنیادوں سے متصادم کوئی قانون نافذ نہیں کیا جائے گا۔[۳]

عمان میں سرکاری مذہب اسلام ہے اور اسلامی شریعت قانون سازی کی بنیاد ہے۔ یمن میں بھی اسلامی شریعہ (فقہ) ہر قسم کی قانون سازی کا ماخذ ہے۔ شام میں اسلامی فقہ قانون سازی کا بنیادی ماخذ ہے۔ قطر ایک عرب، خودمختار اور آزاد ریاست ہے۔ اس کا مذہب اسلام ہے اور اسلامی قانون اس کی قانون سازی کا بنیادی ماخذ ہے۔ اس کا نظام جمہوری ہے اور اس کی سرکاری زبان عربی ہے۔[۴]

۵ اگست ۱۹۹۰ء میں اسلامی سربراہی تنظیم نے اسلامی انسانی حقوق کا ۲۵ نکاتی چارٹر Cairo Declaration on Human Rights in Islam (CDHRI) پیش کر کے رکن ممالک سے دستخط کروائے ہیں، جو اقوام متحدہ کے چارٹر کا متبادل ہے۔ اس چارٹر کے آخری آرٹیکلز ۲۴ اور ۲۵ کا متن یہ ہے:

۱۔ اسلامی بینکاری و اسلامی جمہوریت: تنقیدی جائزہ: ۱۵

2. https://www.constituteproject.org.com
3. Ibid
4. https://www.constitutionnet.org.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"All the rights and freedoms stipulated in this Declaration are subject to the Islamic Shari'ah. The Islamic Shari'ah is the only source of reference for the explanation or clarification of any of the articles of this Declaration."[1]

''اس اعلامیہ/ چارٹر میں مندرج تمام حقوق اور آزادیاں شریعت اسلامیہ سے مشروط ہیں۔ اس اعلامیہ میں مندرج تمام آرٹیکلز کی تشریح اور وضاحت کا واحد مستند ماخذ شریعت اسلامیہ ہے۔''

دراصل اقوام متحدہ کے نام سے اہل مغرب کے جاری تسلط کو ایک عالمی قانون کی شکل دیتے ہوئے دنیا پر بزور قائم کر دیا گیا ہے کیونکہ اقوام متحدہ جن نظریات اور اقوام کو تحفظ دیتا ہے، وہ سراسر مغربی نوعیت کے ہیں۔ عالمی جنگوں کے بعد استعمار کے کمزور پڑتے دور میں ایک متبادل استبدادی نظام مجلس اقوام متحدہ کے ذریعہ قائم ہے۔ ۱۹۴۰ سے قبل جو مقام دنیا میں برطانیہ کا حاصل تھا، یہاں سے وہ امریکہ منتقل ہو گیا اور اب اقوام متحدہ کے پیچھے بڑی طاقت امریکہ اور مغرب کی ہے چنانچہ ان عالمی طاقتوں نے ترغیب تہدید اور استحصال کرتے ہوئے قوموں کو اس طرح معاہدوں میں جکڑا ہے کہ ان سے باہر نکلنا تیسری دنیا کے لئے ممکن نہیں ہے۔

مقالہ نگار کے خیال میں بہت ممکن ہے کہ بعض مسلم یا دیگر ممالک اقوام متحدہ کے ریاستی فرائض پر مبنی چارٹر سمیت دیگر معاہدوں پر دستخط نہ کرنا چاہتے ہوں مگر دنیا کی بڑی طاقتیں اگر امداد، تجارت، ٹیکنالوجی اور سفری سہولیات کو مخصوص نکات سے مشروط کر دیں تو پھر کس ملک کی مجال ہے کہ وہ ان کا انکار کر سکے۔ حال ہی میں دباؤ ڈالنے کے لئے فنانشل ٹاسک فورس کی طاقت بھی سامنے آئی ہے جو پاکستان کو کبھی گرے اور کبھی سیاہ مرحلے میں ڈالنے کی دھمکی دیتی رہتی ہے۔ عالمی تجارت کے اداروں کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ ایران ذاتی تیل رکھنے، عالمی معاہدہ کرنے اور یورپ کی بھرپور حمایت کے باوجود صرف امریکہ کی مخالفت کی بنا پر دنیا بھر کی تجارت سے محروم ہو چکا ہے اور اگر کوئی مسلم ملک ایران سے تجارت کرے گا تو امریکہ اپنی کمپنیوں کو اس سے تجارت کرنے سے منع کر دیتا ہے۔ اس قسم کی مجبوریاں اگر عالمی معاہدوں کے پس پردہ بھی موجود ہوں تو پھر خاص طور پر تیسری دنیا کے ترقی پذیر ممالک کے لئے ان معاہدوں کی آزادانہ حیثیت کیا باقی رہ جاتی ہے؟ چنانچہ اقوام متحدہ کے اکثر و بیشتر معاہدے مغربی اور عالمی طاقتوں کے دباؤ میں کمزور ممالک کے لئے جبر سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے اور کسی معاہدہ میں جبر شامل ہو جانے سے اس کی قانونی حیثیت بھی مشکوک ہو جاتی ہے۔ ورنہ حقیقت میں اسلامی دنیا کے دستور کی بنیاد قرآن وسنت پر قائم ہے اور اسلامی شریعت کو ماخذ قانون کا درجہ حاصل ہے اور تمام انسانی اور دیگر بنیادی حقوق اسی سے مشروط ہیں۔

اسلام اختیار مذہب میں آزادی فراہم کرتا ہے:

دعوت حق اور جبر و اکراہ دو مختلف حقائق ہیں۔ اسلام خدائے واحد کی بندگی کی دعوت دیتا ہے مگر دوسرے مذاہب کے لوگوں پر اپنے عقائد بدلنے اور اسلام قبول کرنے کے باب میں دباؤ ڈالتا ہے اور نہ کسی جبر و اکراہ کو کام میں لاتا ہے۔ اسلام کے پیغام حق کے ابلاغ کو قرآن حکیم نے اس انداز سے بیان کیا ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ﴾ [2]

---

1. https://www.oic-oci.org

۲۔ النحل:۱۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ آیت مبارکہ اپنے مدعا میں بالکل واضح ہے کہ کسی غیر مسلم کو حکیمانہ اور ناصحانہ انداز میں اسلام کی دعوت دی جائے گی اور کسی کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا یہی باعث ہے کہ اسلام نے اس طریق دعوت سے منع کیا ہے جس سے کسی فریق کی مذہبی آزادی متاثر ہوتی ہو چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾[1]

شریعت اسلامیہ کی یہ حکمت عملی ہے کہ غیر مسلم افراد کو ان کے عقیدہ و مذہب پر برقرار رہنے کی مکمل آزادی ہوگی اور اسلامی مملکت ان کے عقیدہ وعبادت سے تعرض نہ کرے گی۔ اہل نجران کو نبی اکرم ﷺ نے جو خط لکھا تھا، اس میں یہ جملہ بھی درج تھا:

"ولنجران و حاشيتهم جوار الله و ذمة محمد النبي رسول الله صلى الله عليه وسلم على انفسهم و ملتهم و ارضهم و اموالهم و غائبهم و شاهدهم و بيعهم و صلو انهم لا يغيروا اسقفا عن اسقفيته و لا راهبا عن رهبانية و لا و اقفا عن و قفانيته و كل ما تحت ايديهم من قليل او كثير."[2]

"نجران اور ان کے حلیفوں کو اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی پناہ حاصل ہے۔ ان کی جانیں، ان کی شریعت، زمین، اموال، حاضر و غائب اشخاص، ان کی عبادت گاہوں اور ان کے گرجا گھروں کی حفاظت کی جائے گی۔ کسی پادری کو اس کے مذہبی مرتبے، کسی راہب کو اس کی رہبانیت اور کسی صاحب منصب کو اس کے منصب سے ہٹایا نہیں جائے گا اور ان کی زیر ملکیت ہر چیز کی حفاظت کی جائے گی۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے دمشق اور شام کی سرحدوں سے عراق اور ایران کو جاتے وقت راستے میں باشندگان عانات کے ساتھ درج ذیل معاہدہ کیا تھا کہ ان کے گرجے اور خانقاہیں منہدم نہیں کی جائیں گے، وہ ہماری نماز پنجگانہ کے سوا ہر وقت اپنا ناقوس بجا سکتے ہیں، ان پر کوئی پابندی نہیں ہوگی، وہ اپنی عید پر صلیب نکال سکتے ہیں۔[3]

سیدنا عمر فاروقؓ نے اہل قدس کو جو امان دی تھی، اس کے الفاظ بھی غیر محارب اقلیتوں کو حاصل مذہبی آزادی پر دلالت کرتے ہیں:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب نے باشندگان ایلیا کو دی ہے۔ ان کی جانوں، ان کے اموال، ان کے کلیساؤں، ان کی صلیبوں، ان کے بیماروں اور صحت مندوں اور ان کی ساری ملت کو امان دی گئی ہے۔ ان کے گرجوں کو بند کیا جائے نہ گرایا جائے، نہ ہی ان میں کمی کی جائے اور نہ ان کے احاطوں کو سکیڑا جائے اور نہ ان کی صلیبوں میں کمی کی جائے اور نہ ہی ان کے اموال میں کمی کی جائے اور کسی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے اور نہ کسی کو تکلیف پہنچائی جائے اور نہ ان کے ساتھ (جبراً) یہودیوں میں سے کسی کو ٹھہرایا جائے۔" (کیونکہ اس زمانہ میں مسیحی لوگوں اور یہود میں بڑی عداوت تھی)۔[4]

نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے اسوۂ مبارکہ کی اتباع میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ماتحت افسران کو حکم دے رکھا تھا:

"لا تهدموا كنيسة و لا بيعه و لا بيت نار."[5]

۱۔ البقرة:۲۵۶

۲۔ الطبقات الكبرىٰ، ۱/۲۲۸، ۳۵۸؛ ابو يوسف، كتاب الخراج: ۷۸

۳۔ ابو يوسف، كتاب الخراج: ۱۶۰

۴۔ تاريخ الأمم والملوك:۲/۴۴۹

۵۔ ابو عبيد بن سلام، كتاب الاموال، ۱۲۳؛ ابن ابی شيبة، المصنف: ۶/۴۶۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کسی گرجا، کلیسا اور آتش کدہ کو مسمار نہ کرو۔''

تاریخ اسلام کا مشہور واقعہ ہے کہ ولید بن عبدالملک اموی نے دمشق کے کنیسہ یوحنا کو عیسائیوں سے چھین کر مسجد میں شامل کر دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں آپ سے اس قبضہ کی شکایت کی گئی چنانچہ آپ نے مسجد کا وہ حصہ منہدم کروا کے عیسائیوں کو واپس کروا دیا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''فلما استخلف عمر بن عبدالعزیز شکی النصاری الیه ما فعل الولید بهم فی کنیستهم فکتب الی عامله یأمره برد ما زاده فی المسجد.'' [1]

''جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور عیسائیوں نے ان سے ولید بن عبدالملک اموی کے کنیسہ پر کئے گئے قبضہ کی شکایت کی تو انہوں نے اپنے عامل کو حکم دیا کہ مسجد کا جتنا حصہ گرجا کی زمین پر تعمیر کیا گیا ہے اسے منہدم کر کے واپس عیسائیوں کے حوالہ کر دو (سو ایسا کر دیا گیا)۔''

اقلیتوں کے شخصی معاملات بھی ان کی شریعت (Personal Law) کے مطابق ہوں گے اور اسلامی قانون نافذ نہیں کیا جائے گا۔ جن افعال کی حرمت ان کے مذہب میں بھی ثابت ہے، ان سے یہ بہر حال انہیں منع کیا جائے گا، البتہ جو افعال ان کے ہاں جائز اور اسلام میں ممنوع ہیں، انہیں وہ اپنی بستیوں میں آزادی کے ساتھ کر سکیں گے اور خالص مسلم آبادی میں حکومت اسلامیہ انہیں آزادی دینے یا نہ دینے کا اختیار ہوگا۔

''و لا یمنعون من اظهار شئ مما ذکرنا من بیع الخمر و الخنزیر و الصلیب و ضرب الناقوس فی قریة او موضع لیس من امصار المسلمین ولو کان فیه عدد کثیر من أهل الاسلام و انما یکره ذلک فی امصار المسلمین و هی التی یقام فیها الجمع والاعیاد والحدود، و اما اظهار فسق یعتقدون حرمته کالزنا و سائر الفواحش التی هی حرام فی دینهم فانهم یمنعون من ذلک سواء کانوا فی امصار المسلمین او فی امصارهم.'' [2]

''جو بستیاں اور مقامات مسلمانوں کے شہروں میں سے نہیں ہیں ان میں ذمیوں کو شراب و خنزیر بیچنے اور صلیب نکالنے اور ناقوس بجانے سے نہیں روکا جائے گا خواہ وہاں مسلمانوں کی کتنی ہی کثیر تعداد آباد ہو۔ البتہ یہ افعال مسلمان آبادی کے شہر میں مکروہ ہیں جہاں جمعہ و عیدین اور حدود قائم کی جاتی ہوں۔ رہا وہ فسق جس کی حرمت کے وہ بھی قائل ہیں، مثلاً زنا اور دوسرے تمام فواحش جو ان کے دین میں بھی حرام ہیں تو اس کے اظہار سے ان کو ہر حال میں روکا جائے گا خواہ وہ مسلمانوں کے شہر میں ہوں یا خود ان کے اپنے شہر میں۔''

مذکورہ عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اقلیتی مذاہب کے پیروکار اپنی قدیم عبادت گاہوں کے اندر رہ کر اپنے تمام مذہبی امور بجا

۱۔ بلاذری، فتوح البلدان: ۱۳۲

۲۔ کاسانی، بدائع الصنائع: ۱۱۳/۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لا سکتے ہیں اور حکومت اسلامیہ اس میں دخل دینے کی مجاز نہیں ہے تاہم اقلیتوں کو بھی اہل اسلام کے مذہبی شعائر کا احترام ملحوظ رکھنا ہوگا چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے:

"أيما مصر مصرته العرب فليس للعجم ان يبنوا فيه بناء بيعة و لا يضربوا فيه ناقوسا و لا يشربوا فيه خمراً و لا يتخذوا فيه خنزيراً أيما مصر كانت العجم مصرته يفتحه اللّٰه على العرب فنزلوا على حكمهم فللعجم ما فى عهدهم و للعجم على العرب ان يوفوا بعهدهم." [1]

"جن شہروں کو مسلمانوں نے آباد کیا ہے ان میں ذمیوں کو یہ حق نہیں ہے کہ نئی عبادت گاہیں اور کنائس تعمیر کریں، یا ناقوس بجائیں، شرابیں پئیں اور سور پالیں۔ باقی رہے وہ شہر جو عجمیوں کے آباد کئے ہوئے ہیں اور جن کو اللہ نے عربوں (یعنی مسلمانوں) کے ہاتھ پر فتحیاب کیا اور انہوں نے مسلمانوں کے حکم پر اطاعت قبول کی ہے تو عجم کے لئے وہی حقوق ہیں جو ان کے معاہدے میں طے ہو جائیں اور عرب پر ان کا ادا کرنا لازم ہے۔"

قبول اسلام کے باب میں اسلام کے عطا کردہ اختیار سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام جو آزادی فراہم کرتا ہے، اس سے غیر مسلم کے حقوق متاثر نہیں ہوتے بلکہ اسلام ان کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے تاہم جو مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اس کا معاملہ اقلیتوں سے مختلف ہوگا۔ جو مسلمان اسلامی احکام کا پابند ہونے اور اس کے عقیدہ پر ایمان لانے کے بعد اس سے پلٹتا ہے وہ گویا اس ارتداد سے فتنہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور مملکت سے بغاوت کرتا ہے۔ وفائے عہد سے برگشتہ ہونا ملکی قانون سے بغاوت اور بہت بڑا جرم ہے اور یہ امر دور جدید کے قانون میں بھی معروف و متعین ہے جس کی سزا ریاستی قوانین میں بھی موت مقرر ہے۔

آزادئ مذہب کا اسلامی قانون یہ ہے:

اقوام متحدہ کے منشور کا آغاز سرمایہ داری کے بنیادی کلمہ سے ہوتا ہے اور وہ بنیادی کلمہ یہ ہے کہ ہر انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور اس آزاد حیثیت میں تمام افراد برابر ہیں۔ انسانی وقار اور انسانی حقوق کی بنیاد میں یہی نظریہ کارفرما ہے جبکہ اسلام سرمایہ داری کے اس بنیادی کلمہ کا انکار کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ انسان آزاد پیدا نہیں ہوا ہے بلکہ وہ پیدائشی طور پر اللہ کا عبد ہے اور عبدیت آزادی کے منافی ہے۔ بندگی انسان کا ازلی اور ابدی مقام ہے اور اس مقام سے آزادی حاصل کرنے کی تمام جستجو ایک شیطانی جستجو ہے جو اسے شیطان کی بندگی کے قعر مذلت میں گرا دیتی ہے۔[2]

اسلام میں ہر شخص کو ضمیر کی آزادی اور اپنے مذہبی عقائد کے مطابق عبادت و پرستش کرنے کا حق ہے۔ ہر شخص کو قانونی دائرے میں رہتے ہوئے اپنے خیالات اور عقائد کو ظاہر کرنے کا حق ہے۔ کوئی شخص دوسرے کے مذہبی عقائد کو نفرت اور تمسخر کا نشانہ نہیں بنائے گا، ان کے خلاف دشمنی کی آگ کے شعلے نہیں بھڑکائے گا۔ دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام کرنا تمام اہل اسلام پر فرض عین ہے۔ قرآنی اصول "لا اکراہ فی الدین" غیر مسلم اقلیتوں کے مذہبی حقوق کے حوالے سے لاگو ہوگا۔ ایک مسلم ملک میں مذہبی اقلیتوں کو اس بات کا انتخاب کرنا ہوگا کہ وہ اپنے ذاتی معاملات کے حوالے سے اسلامی قانون کے تابع ہوں یا اپنے ذاتی قوانین کے لہٰذا اسلامی

۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف: ٤٦٧/٦

۲۔ انصاری، جاوید اکبر، جریدہ ۲۹، ص: ۷۶، شعبہ تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قانون کے تحت غیر مسلموں کے اپنے مذہبی حقوق سے محروم ہونے کا کوئی امکان نہیں کیونکہ ان کے مذہبی اور ذاتی معاملات کو واضح قانونی دفعات میں تحفظ دیا گیا ہے۔[۱]

اسلام میں خیر وشر کا معیار عقل کی بجائے وحی ہے:

اقوام متحدہ کے منشور میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ انسان کو زندگی گزارنے اور اپنی معاشرت تعمیر کرنے کی غرض سے عقل اور ضمیر کے جو بنیادی وسائل حاصل ہیں وہ دو ہیں۔ عقل کی بنیاد پر انسان طبعی معاشرے کی تعمیر کرتا ہے جبکہ ضمیر کی بنیاد پر اخلاقی معاشرت تشکیل دیتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام اس تصور کو رد کرتا ہے اور یہ قرار دیتا ہے کہ وحی سے بے نیاز ہو کر اخلاقیات کی عمارت تعمیر ہو سکتی ہے اور نہ انسانی معاشرت کو صحیح خطوط پر استوار ہی کیا جا سکتا ہے۔ اسلام میں زندگی گزارنے کا طریقہ اور خیر وشر کا معیار صرف وحی ہے اور انسانی عقل وضمیر اس وحی کے تابع ہے۔ اسلام زندگی کو انسان کا بنیادی حق نہیں بلکہ اللہ کا عطیہ قرار دیتا ہے اور زندگی کو احکام الٰہی کے مطابق گزارنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق تمام انسان بلا کسی تفریق کے قانون کی نگاہ میں برابر ہیں مگر اسلام میں اس قسم کا تصور بالکل جائز نہیں ہے کیونکہ اسلام مسلمان، ذمی اور معاہد کی حیثیت میں فرق کرتا ہے اور اسی طرح آزاد اور غلام مسلمان کی قانونی حیثیت میں بھی فرق ہے۔ نیز مرد اور عورت کے حقوق میں بھی فرق ہے اور تقسیم میراث کے معاملہ میں بھی فرق ہے۔

اقوام متحدہ کے نزدیک عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی مگر اسلام اس اصول کو رد کرتا ہے۔ اسلام کی رو سے حکومتی اقتدار کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے اور اس اصول کے علاوہ کسی اور اصول سے قائم شدہ حکومت اللہ کے خلاف بغاوت ہے۔ اقوام متحدہ انسان کو آزادی رائے اور اظہار رائے کا بنیادی حق فراہم کرتا ہے جبکہ اسلام میں اسلامی ریاست کے خلاف کسی رائے کے اظہار کی اجازت نہیں ہے اور تمام کفریہ خیالات اور افکار کی ترویج واشاعت منع ہے۔[۲]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ از روئے اسلام، انسانی حقوق پر مبنی اقوام متحدہ کا عالمی منشور حق و باطل کا ملغوبہ ہے، یہی باعث ہے کہ بعض علمائے کرام نے ذو معنی اصطلاحات کی بنیاد پر اسے قبول کیا ہے۔ آزادئ مذہب کے باب میں منشور کے آرٹیکل ۱۸ کا پہلا حصہ، اسلام کی رو سے بالکل درست اور برحق ہے کہ مذہب اختیار کرنے میں ہر شخص آزاد ہے مگر اس آرٹیکل کا دوسرا حصہ سراسر باطل ہے کہ مذہب تبدیل کرنے میں بھی انسان آزاد ہے۔ اس منشور کے آفاقی ہونے کا دعویٰ بھی غیر حقیقی، غیر علمی اور غیر اخلاقی ہے۔ اقوام متحدہ اور مغربی ممالک کے افکار ونظریات کے رد وقبول میں اختیار کا حق کسی شخص کو حاصل نہیں ہے لہٰذا مقالہ نگار کے نزدیک اہل مغرب کو بھی اسلام کے قانون ارتداد پر تنقید کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے!

۱۔ قادری، محمد طاہر، علامہ، اسلام میں انسانی حقوق، ص: ۱۲۸، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، اشاعت نہم، ۲۰۱۷ء

۲۔ علیگ، اسامہ شعیب، اسلامی اور مغربی تصور حقوق کا تقابلی مطالعہ: http://www.mazameen.com/religion-2/html/amp

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

توہین مذہب اور جدید غیر اسلامی قوانین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم:

توہین مذہب اور جدید غیر اسلامی قوانین

مذہبی جرائم کے ارتکاب پر مختلف سزاؤں کا تصور نہ صرف اسلام میں پایا جاتا ہے بلکہ بائبل کی عبارات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ارتدادی عمل اور مذہبی توہین کے جرم میں اہل کتاب پر بھی سزائے موت مقرر تھی۔ چنانچہ فصل ہذا میں تورات اور انجیل کے ساتھ ساتھ غیر مسلم ممالک کے معاصر قوانین کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائے گا، جس کی رو سے توہین مذہب اور اہانت رسول کو ایک جرم قرار دیا گیا ہے اور اس پر مختلف انواع کی سزائیں مقرر ہیں۔

انجیل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب مقدس کی رو سے ارتداد کی سزا بہرحال موت تھی۔ انجیل کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

> ''یسوع کانٹوں کا تاج رکھے اور ارغوانی پوشاک پہنے باہر آیا اور پیلاطس نے ان سے کہا دیکھو یہ آدمی! جب سردار کاہن اور پیادوں نے اسے دیکھا تو چلا کر کہا مصلوب کر مصلوب! پیلاطس نے ان سے کہا کہ تم ہی اسے لے جاؤ اور مصلوب کرو کیونکہ میں اس کا کچھ جرم نہیں پاتا۔ یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ ہم اہل شریعت ہیں اور شریعت کے موافق وہ قتل کے لائق ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا بنایا۔''[۱]

یوحنا کے مذکورہ واقعاتی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ موسوی شریعت کے مطابق، جو شخص اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہلائے گا، اس کا یہ عمل توہین خدا پر محمول کیا جائے گا اور جرم ہذا کی پاداش میں مدعی کو قتل کر دیا جائے گا۔ عقیدہ و مذہب کے باب میں تورات میں انتہائی سخت احکام ہیں چنانچہ تورات میں بیان کردہ عقائد کے خلاف کام کرنے والا شخص قابل گردن زنی ہوگا اور خدائے واحد کی بجائے غیر اللہ کے نام پر قربانی دینے والا بھی قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ کتاب خروج میں ہے:

> ''جو کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے، وہ بالکل نابود کر دیا جائے۔''[۲]

تورات کے مطابق کسی شخص کا اپنے آپ کو خدا کا بیٹا قرار دینا اور غیر اللہ کے نام پر قربانی پیش کرنا ہی قابل گردن زنی جرم نہیں ہے بلکہ سبت کے دن کی تعظیم نہ کرنا بھی توہین مذہب کے زمرے میں آتا ہے اور تورات کے مطابق اس جرم کی سزا بھی موت ہے چنانچہ کتاب خروج میں ہے:

> ''پس تم سبت کو ماننا اس لیے کہ وہ تمہارے لیے مقدس ہے جو کوئی اس کی بے حرمتی کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے۔ چھ دن کام کاج کیا جائے لیکن ساتویں دن آرام کا سبت ہے جو خداوند کے لیے مقدس ہے جو کوئی سبت کے دن کام کرے وہ ضرور مار ڈالا جائے۔''[۳]

تورات کی کتاب استثناء میں محض ارتداد ہی نہیں بلکہ ارتداد پر آمادہ کرنا بھی واضح طور پر جرم قرار دیا گیا ہے اور اس پر موت کی سزا بیان ہوئی ہے کہ جو شخص کسی کو غیر اللہ کی عبادت پر آمادہ کرے گا، اسے قتل کر دیا جائے گا چنانچہ کتاب استثناء میں ہے:

۱۔ انجیل مقدس، یوحنا، ۱۹:۷۔۵، گڈ نیوز انٹرنیشنل، پاکستان، پاکستان بائبل سوسائٹی، انارکلی، لاہور، ۲۰۰۹ء

۲۔ خروج ۲۲:۲۰

۳۔ ایضاً ۳۱:۱۵،۱۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اگر تیرا بھائی یا تیری ماں کا بیٹا یا تیرا بیٹی یا بیٹا یا تیری ہم آغوش بیوی یا تیرا دوست جس کو تو اپنی جان کے برابر عزیز رکھتا ہے، تجھ کو چپکے چپکے پھسلا کر کہیں چلو ہم اور دیوتاؤں کی پوجا کریں جن سے تو اور تیرے باپ دادا واقف بھی نہیں یعنی ان لوگوں کے دیوتا جو تمہارے گرداگرد تیرے نزدیک رہتے ہیں یا تجھ سے دور زمین کے اس سرے سے اُس سرے تک بسے ہوئے ہیں تو تو اس پر اس کے ساتھ رضامند نہ ہونا اور نہ اس کی بات سننا، تو اس پر ترس بھی نا کھانا اور نہ اس کی رعایت کرنا اور نہ اسے چھپانا بلکہ تو اس کو ضرور قتل کرنا اور اس کو قتل کرتے وقت پہلے تیرا ہاتھ اس پر پڑے، اس کے بعد سب قوم کا ہاتھ۔''[۱]

توہین مذہب کے باب میں تورات کی ایک ہدایت یہ بھی ہے کہ جو شخص خدائے واحد کے نام پر کفریہ کلمات بولے گا، اسے قتل ہی نہیں بلکہ رجم کر دیا جائے گا اور سزائے کے نفاذ میں اس کے مسافر یا مقیم ہونے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا چنانچہ کتاب احبار میں ہے:

''اور جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی۔۔۔ جب پاک نام پر کفر بکے تو ضرور جان سے مارا جائے۔''[۲]

اس مقام پر یہ اعتراض کرنا بے جا ہوگا کہ کتاب استثناء اور کتاب خروج بائبل کے اس حصے کی کتب ہیں، جو عہد نامہ قدیم کہلاتا ہے اور عہد نامہ قدیم دراصل موسوی شریعت سے متعلق ہے اور مسیحی شریعت کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہے یہ اعتراض بالکل سطحی ہے کیونکہ مسیحی شریعت کہ عہد نامہ جدید کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے واضح طور پر اعلان فرمایا ہے کہ

''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔''[۳]

گویا عہد نامہ قدیم (موسوی شریعت) کے مذکورہ بالا احکام عہد نامہ جدید (مسیحی شریعت) کا بھی بدستور حصہ ہیں گویا یہودیت اور عیسائیت میں ارتداد ایک ناقابل معافی جرم ہے اور یہودیت میں عملاً آج کے دن تک اس کی سزا موت مقرر ہے اور عیسائی تاریخ میں بھی ارتداد کی سزا موت ہی مقرر تھی۔

بائبل کے مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی قانون کی رو سے عرصہ دراز تک عیسائیت سے ارتداد کی سزا موت تھی مگر بعد میں یہ قانون بنایا گیا کہ جس نے عیسائیت کی تعلیم حاصل کی ہو یا عیسائی مذہب کی اتباع کا اقرار کیا ہو اور وہ اپنی تحریر و تقریر و تعلیم کے ذریعہ اگر یہ خیال ظاہر کرے گا کہ خدا ایک کی بجائے متعدد ہیں، یا عیسائی مذہب کے برحق ہونے یا کتابِ مقدس کے من جانب اللہ ہونے کا انکار کرے گا، پہلی خطا پر وہ شخص ملکی اور فوجی ملازمت میں داخل ہونے سے محروم کر دیا جائے گا اور دوسری خطا پر اسے تین سال تک قید کی سزا دی جائے گی۔ کہتے ہیں کہ عیسائیت انگریزی قانون کا ایک جزو ہے اور اس کے خلاف کسی فاحش حملہ کے ارتکاب پر ریاست کی جانب سے سزا دی جائے گی۔ اس جرم کی حدود میں تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے وجودِ خدا یا تقدیرِ الٰہی کا انکار، ہمارے خداوند اور مسیح کی اہانت اور کتبِ مقدسہ یا اس کی کسی خبر کا استہزاء بھی شامل ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ جس طرزِ عمل کو

۱۔ استثناء ۱۳:۶۔۹

۲۔ کتاب احبار، باب ۲۴:۱۶

۳۔ متی، باب ۵:۱۷۔۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذہب نے ممنوع قرار دیا ہے، وہ اجتماعی حیات میں بدنظمی اور خرابی کا موجب ہوتا ہے، یہی باعث ہے کہ اس فعل کو غیر قانونی اور اس کے مرتکب کو مستحق سزا قرار دیا گیا ہے۔ بس یہی کہہ دینا کافی ہے اور اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں کہ ریاست نے مذہب کے خلاف بعض جرائم پر سزا دینے کا اختیار اپنے ہاتھ میں کیونکر لے رکھا ہے؟[1]

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں انگریزی قانون کے مطابق عیسائیت سے ارتداد کی سزا موت تھی مگر انہوں نے بعد میں ارتداد پر سزائے موت کو تین سالہ سزائے قید کے قانون میں تبدیل کر دیا۔ مصنف نے یہ بھی اظہار کیا ہے کہ عیسائیت اب بھی انگریزی قانون کا جزو ہے مگر عیسائیت سے ارتداد کے تحریف شدہ قانون کو شاذ و نادر ہی استعمال کیا گیا ہے گویا مصنف کے بیان کے مطابق عیسائیت کا مسیحی قانون اب ملکی قانون کی حیثیت میں نافذ نہیں ہے لہٰذا ریاست جس طرح اپنے ملکی قانون سے بغاوت پر مجرم کے خلاف آمادہ جنگ ہوتی ہے، عیسائی مذہب سے بغاوت (ارتداد) کے جرم پر اس طرح آمادہ سزا نہیں ہوتی کیونکہ اب ملکی قانون ہی ان کا اجتماعی دین بن چکا ہے اور عیسائی مذہب کو قانونی درجہ بھی حاصل نہیں ہے۔

برطانیہ:

انگلستان چار دستور ساز ممالک انگلینڈ، شمالی آئرلینڈ، اسکاٹ لینڈ اور ویلز پر مشتمل ایک وحدانی خود مختار ریاست ہے۔ برطانیہ میں اٹھارویں صدی تک، توہین مسیحؑ پر سزائے موت ہی مقرر تھی مگر ۱۸۲۵ کے بعد برطانیہ میں دیگر جرائم کے ساتھ توہین مسیحؑ کے جرم پر بھی سزائے موت کا خاتمہ کر دیا گیا تھا چنانچہ برطانوی آئین (Common Law) کی رو سے توہین مسیحؑ پر موت کی سزا کو عمر قید میں بدل دیا گیا اور آج تک برطانیہ کے کامن لاء میں بلاس فیمی کا قانون اور اس کی سزا موجود ہے یہ الگ بات ہے کہ توہینِ مذہب یا توہینِ رسول کے جرم پر اس سزائے عمر قید کو شاذ و نادر ہی استعمال کیا گیا۔[2]

کامن لاء کی رو سے توہین مسیحؑ کی تعریف یہ ہے:

> "Every publications is said to be blasphemous which contains any contemptuous, reviling, scurrilous or ludicrous matter relating to God, Jesus Christ, or the Bible, or the formularies of the Church of England as by law established." [3]

> ''ایسی بات کی اشاعت جو تحریری یا تقریری طور سے توہین کے زمرہ میں آئے یا جو توہین آمیز انداز میں حضرت مسیحؑ، مذہب مسیح یا کتاب مقدس انجیل کی سچائی سے انکار کرے یا ان کے لیے نازیب اور فحش الفاظ استعمال کیے جائیں جو پیروان مسیح کے لیے جارحانہ اور اشتعال انگیز ہوں، بلاس فیمی تصور ہوگی''۔

توہین رسالت کی مذکورہ تعریف کے بعد وضاحت میں درج ہے کہ توہین مسیح کے باب میں غیر ارادی الفاظ پر بھی اجرائے جرم ہوگا اور کسی ملزم پر فرد جرم عائد کرنے کے بعد مقدمہ کی سماعت ہوگی اور اثبات جرم کے لیے شائع شدہ تحریری مواد یا دو معتبر گواہوں کا عدالت کے روبرو پیش ہونا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ توہین پر مبنی مواد شائع کرنے والا اخبار بھی اس قانون کی زد میں آ سکتا ہے اور

---

1. Principles of the Criminal Law, By Seymoure F, Harris, London, 1912, P:60 to 62
2. Ibid
3. Blackstones criminal practice1995, Blackstone Press Ltd. U.K, chapter,23, p: 635

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاس فیمی (توہین مسیح) کے جرم پر وہی سزا ہے، جیسی تاج برطانیہ یا حکومت کے خلاف جرم بغاوت کی سزائے عمر قید ہے۔[1]

۲۰۰۸ میں انگلینڈ اور ویلز میں مذہب و رسالت سے متعلقہ توہین آمیز (libel) قوانین کو ختم کر دیا گیا تھا تاہم اسی طرح کے قوانین اسکاٹ لینڈ اور شمالی آئرلینڈ میں بھی موجود ہیں۔ تاریخی طور پر توہین رسالت کا قانون صرف عیسائیت کی توہین کے لئے بنایا گیا تھا چنانچہ برطانیہ میں توہین رسالت کا قانون خاص طور پر حضرت عیسیٰؑ کی توہین کے خلاف موجود ہے۔

قرون وسطی کے دور میں توہین مذہب و رسالت کی سزا موت تھی۔ ۱۸۴۱ میں ایک شاعر Edward Moxon کو اس جرم کا مرتکب پایا گیا اور اسے جیل کی سزا سنائی گئی۔ ۱۹۴۹ میں Denning نے اعلان کیا کہ توہین رسالت اب ایک مردہ خط قانون ہے تاہم ۱۹۷۷ میں ایک اور توہین آمیز نظم کی اشاعت پر اس قانون کا دوبارہ احیاء ہوا۔[2]

۵ مارچ ۲۰۰۸ کو Criminal Justice and Immigration Act 2008 میں ترمیم ہوئی جس کی شق ۷۹ کے مطابق انگلینڈ اور ویلز کے کامن لاء سے توہین رسالت کو ختم کر دیا گیا۔ ۸ مئی ۲۰۰۸ کو اس پر شاہی دستخط کے بعد یہ ترمیم قانون کی شکل اختیار کر گئی۔

> "The offences of blasphemy and blasphemous libel under the common law of England and Wales are abolished. Extend to England and Wales only."[3]

امریکہ:

امریکہ میں بھی پہلے توہین رسالت کی سزا موت تھی۔ بیسویں صدی میں امریکا سے توہین مذہب اور اہانت رسول کے قوانین کو غیر موثر کرنے پر کام شروع ہوا تھا اور کہا گیا تھا کہ یہ قوانین امریکی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اس قانون کو غیر موثر کرنے کے لئے مندرجہ ذیل شق کا حوالہ دیا جاتا تھا۔

> "Congress shall make no law respecting an establishment of religion, or prohibiting the free exercise thereof; or abridging the freedom of speech, or of the press; or the right of the people peaceably to assemble, and to petition the Government for a redress of grievances."[4]

> ''کانگریس ایسا کوئی قانون نہیں بنائے گی، جو مذہب کے قیام اور احترام سے متعلق ہوگا یا جو آزادی اظہار پر قدغن عائد کرے گا۔ عوام کا حق ہے کہ وہ اپنے مؤقف کے اظہار کے لئے پرامن اجتماع کر سکیں اور ازالہ شکایات کے لئے حکومت کو درخواست کر سکیں۔''

امریکہ کی بعض ریاستوں مثلاً ماساچوسٹ، مشی گن، اوکلوہاما، ساوتھ کیرولینا، ویومنگ اور پینسلونیا میں توہین مذہب اور اہانت رسول کی سزا کا حوالہ دستیاب ہے اور ان ریاستوں کے ابتدائی دور کا قانون بھی کتابوں میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر ماساچوسٹ

1. Blackstones criminal practice1995, Blackstone Press Ltd. U.K, chapter,23, p: 635
2. Blashphemy Law in United Kingdom Retrieved on March 25, 2017; http://end-blasphemy-laws.org/countries/europe/united-kingdom/
3. Great Britain, Criminal Justice and Immigration Act 2008, Part 4, The Stationery Office,London, 01-May-2008, P 59
4. Cornell University Law School(Retrieved on March 28, 2017 https://www.law.cornell.edu/constitution/first_amendment

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(Massachusetts)) کے جنرل لاء ۲۷۲ کے سیکشن ۳۶ کے تحت آج بھی توہین مذہب کا قانون موجود ہے۔

"Whoever wilfully blasphemes the holy name of God by denying, cursing or contumeliously reproaching God, his creation, government or final judging of the world, or by cursing or contumeliously reproaching Jesus Christ or the Holy Ghost, or by cursing or contumeliously reproaching or exposing to contempt and ridicule, the holy word of God contained in the holy scriptures shall be punished by imprisonment in jail for not more than one year or by a fine of not more than three hundred dollars, and may also be bound to good behavior."[1]

''خدا کی ذات پر بہتان، اس کے تخلیقی اختیار، یا یوم آخرت کے بارے میں لعنت وملامت یا الزام لگانا اور گالی گلوچ کرنا، حضرت عیسیٰ پر الزام تراشی، ان کی کتاب کو بُرا بھلا کہنا قانونی جرم ہے۔ اس کی زیادہ سے زیادہ سزا ایک سال ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ جرمانہ ۳۰۰ ڈالر ہے اور یہ سزا بھی اچھے رویے کے ساتھ مشروط ہے۔''

میری لینڈ ریاست میں ۱۹۳۰ کے ترمیمی ایکٹ کے تحت ایسے کسی بھی قانون کے اجراء کی ممانعت ہے جو ۱۸۷۹ کی کوڈی فیکشن میں جس کے مطابق توہین رسالت سے باز رکھا گیا ہے چنانچہ ایکٹ ۲۷ سیکشن ۱۸۹ کے مطابق:

"If any person, by writing or speaking, shall blaspheme or curse God, or shall write or utter any profane words of and concerning our Saviour, Jesus Christ, or of and concerning the Trinity, or any of the persons thereof, he shall, on conviction, be fined not more. Than one hundred dollars, or imprisoned not more than six months,or both fined and imprisoned as aforesaid, at the discretion of the court." [2]

''اگر کوئی شخص تحریری یا زبانی ایسے الفاظ کا استعمال کرے گا جس میں خدا یا حضرت عیسیٰ ؑ کی توہین کا عنصر نمایاں ہو یا جو شخص ایسے الفاظ لکھے یا بولے گا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا عقیدہ تثلیث کی بے حرمتی ہو۔ اس توہین کے مرتکب شخص کو زیادہ سے زیادہ 100 ڈالر جرمانہ اور زیادہ سے زیادہ چھ ماہ قید کی سزا ہوگی۔ عدالت جرمانے یا قید میں سے کوئی ایک یا دونوں سزائیں دینے کی مجاز ہوگی۔''

کینیڈا:

کینیڈا میں (Blasphemous Libel) کے عنوان سے قانون موجود ہے۔ کریمینل کوڈ آف کینیڈا کے مطابق اہانت

1. The 190th General Court of The Commonwealth of Massachusetts (Retrieved on March 28, 2017)https://malegislature.gov/laws/general laws/partIV/titleI/chapter272/ section36.)
2. Archieves of Marry Land Online (Retrieved on March 28, 2017)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اور توہین مذہب ایک جرم ہے، آخری بار اس سلسلہ میں ۱۹۳۵ میں کارروائی کی گئیمگر Charter of rights and freedoms کو اس پر فوقیت حاصل ہے۔ انسانی حقوق اور آزادی کو عام طور پر کینیڈا میں برقرار رکھا جاتا ہے اور بنیادی حقوق کے مظبوط آئینی تحفظ کی وجہ سے قید جیسی سزا بھی نا قابل عمل ہے تاہم قانون بہر حال موجود ہے۔ توہین مذہب اور گستاخی رسول کے جرم پر مبنی آرٹیکل ۲۹۲ یہ ہے:

"Every one who publishes a blasphemous libel is guilty of an indictable offence and liable to imprisonment for a term not exceeding two years.No person shall be convicted of an offence under this section for expressing in good faith and in decent language, or attempting to establish by argument used in good faith and conveyed in decent language, an opinion on a religious subject."[1]

''جو شخص توہین آمیز مواد شائع کرنے کا واضح مرتکب پایا جائے گا، اسے دو سال تک قید کی سزا سنائی جا سکتی ہے تاہم اس حقیقت کی نشاندہی کی جائے گی کہ وہ مواد گستاخانہ ہے یا نہیں۔ اس آرٹیکل کا نفاذ اس فرد پر نہ ہوگا جو اپنے عقیدے کا اظہار اچھے انداز اور مناسب الفاظ کے ساتھ کرے گا اور اپنے دلائل کو مناسب زبان میں اور ایک رائے کے طور پر پیش کرے گا۔''

کینڈا کے وزیر اعظم Justin Trudeau اور ان کی جماعت لبرل پارٹی، مذہبی رواداری کے باب میں بہت اچھی شہرت کے حامل ہیں چنانچہ برطانوی اخبار Independent مورخہ ۲۵ مارچ ۲۰۱۷ کے مطابق، کینیڈین پارلیمنٹ نے اسلام کو بدنام کرنے کے خلاف قرارداد بھاری اکثریت سے منظور کی، جسے لبرل پارٹی کی مسلمان رکن پارلیمنٹ اقراء خالد نے پیش کیا تھا۔ پارلیمنٹ میں دو روز تک بحث جاری رہی۔ غیر ملکی میڈیا کے مطابق قرارداد میں کینیڈین حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ اسلام فوبیا، مذہبی امتیاز اور نسلی تفریق جیسے معاملات کی مذمت کی جائے۔ کنزرویٹو پارٹی نے اس قرارداد کی بھرپور مخالفت کی مگر اس کے باوجود ۲۰۱ ووٹوں کے ساتھ اس قرارداد کو منظور کیا گیا جبکہ اس کی مخالفت میں ۹۱ ووٹ کاسٹ ہوئے ہیں۔[2]

فرانس:

تیرہویں صدی میں فرانسیسی ماہرین اخلاقیات نے ایک طویل مباحثے کے بعد Blashphemy کی تعریف کو متعارف کرایا تھا چنانچہ St. Thomas Aquinas نے اس تعریف کو متعین کیا اور اسے A Sin of language یعنی زبان کا گناہ قرار دیا۔

۱۹۰۵ کو فرانس ہی میں (The separation of church and state) کا قانون پاس ہوا تھا، جسے ۱۹۴۵ میں آئین کا مستقل حصہ بنا دیا گیا۔ اس کے مطابق حکومت اور تمام انتظامی اداروں کو مذہب اور اس کے تمام مظاہر سے باز رہنا تھا۔ لیکن عام شہریوں اور تنظیموں کو اس قانون کے مطابق مکمل آزادی ہے کہ وہ جیسے بھی چاہیں، اپنی پسند کا مذہب اختیار کرنے اور اس اظہار میں آزاد ہیں۔[3]

۱۹۵۸ کے دستور کے مطابق فرانس ایک انتہائی سیکولر ریاست ہے۔ اس کے باوجود سیکولرازم کا نفاذ فرانس کے تمام علاقوں پر

1. Canadian Penal Code, Justice Laws Website, Government of Canada, (Retrieved October 5, 2017) http://lawslois.justice.gc.ca/eng/acts/C-46/page-150.html#h-89.
2. Harry Cockburn, Independent News, Canadian parliament passes anti-Islamophobia motion (Retrieved on March 25, 2017) http://www.independant.co.uk/news/world/amercas/canada-parliament-anti-islamophobia-motion-pass-muslim-iqra-khalid-david-anderson-racism-faith-a7647851.html
3. Official Laws of French Government (Retrieved on April,8 2017) https://www.legifrance.gouv.fr/affichTexte.do?cidTexte=JORFTEXT000000508749

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک جیسا نہیں رہا ہے کیونکہ السیس موسیلے (Alsace-Moselle) کے نام سے معروف علاقہ، جو فرانس کے مشرق میں ہے اور اس کی سرحد جرمنی سے ملحق ہے اور میٹز (Metz) اور سٹراسبرگ (Strasbourg) یہاں کے معروف شہر ہیں۔ ۱۹۰۵ میں یہ علاقہ جرمن سلطنت کے ماتحت تھا اور اس علاقے میں کیتھولک، لوتھرن، کیلونسٹ اور یہودی فرقوں کے اراکین اپنے مذہبی گروپ کو، انکم ٹیکس مختص کرنے کے لئے منتخب کرنے کا حق رکھتے ہیں اور مقامی حکومتیں بھی مذہبی عمارتوں کی تعمیر کے لئے مالی مدد فراہم کرتی ہیں۔ میگزین چارلی ہیڈو کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے بعد فرانسیسی مسلمانوں نے Alsace-Moselle کے اسی قانون کے مطابق ۲۰۱۴ میں میگزین کے خلاف دعویٰ کیا تھا جبکہ سیکولر ایکٹیوسٹ حلقوں نے اسی قانون کو ختم کرنے کے لئے مہم بھی چلائی تھی۔[1]

اس علاقے میں مذہبی توہین کا قانون آرٹیکل ۱۶۶، ۱۶۷ مقامی پینل کوڈ کے مطابق ۲۰۱۶ تک موجود تھا مگر اکتوبر ۲۰۱۶ میں توہین مذہب اور اہانت رسول کی متعلقہ دفعات کو سینٹ کی طرف سے منسوخ کر دیا گیا۔[2]

ڈنمارک:

ڈنمارک بھی کنونشن برائے تحفظ انسانی حقوق کا حصہ ہے۔ اس نے ۱۹۵۳ میں کنونشن ہذا کی تائید و تصدیق کی تھی اور اب وہ ڈنمارک کے دستور و قانون کا لازمی جزو ہے۔ ڈنمارک کے کریمینل کوڈ (قانون تعزیرات) کی دفعہ ۱۴۰ میں دوسروں کے مذہبی جذبات کی توہین و تضحیک کو جرم تصور کرتے ہوئے یہ قرار دیا گیا ہے کہ جو لوگ اعلانیہ طور پر کسی ایسے مذہبی گروہ جسے اس علاقے میں قانونی حیثیت حاصل ہے، اور اس کے متعلقہ مذہبی عقائد کا مذاق اڑاتے ہیں یا ان کی توہین کرتے ہیں، انہیں جرمانہ کی سزا دی جائے گی یا چار ماہ تک قید کی سزا دی جائے گی۔ ڈنمارک کے ضابطہ فوجداری کا سیکشن ۱۴۰ یہ ہے:

> "Any person who, in public, ridicules or insults the dogmas or worship of any lawfully existing religious community in this country shall be liable to a fine or to imprisonment for any term not exceeding four months."
>
> ''اس ملک میں جو شخص بھی عوام میں قانونی طور پر تسلیم شدہ مذہبی گروہ کے عقیدہ و عبادت کی توہین یا تمسخر کرے گا، اس کے خلاف جرمانہ اور جیل میں چار ماہ کی سزا ہو سکے گی۔''[3]

ڈنمارک کریمینل کوڈ کے آرٹیکل ۲۶۶ بی میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص جو اعلانیہ طور پر ایک وسیع حلقے تک تشہیر کی نیت سے ایسی بات کرتا ہے یا دوسری معلومات عام کرتا ہے جو افراد کے کسی گروہ کے لئے نسل، رنگ، قوم یا سلسلہ نسب یا عقیدہ یا جنسی پہلو سے دھمکی آمیز یا توہین آمیز ہو، وہ جرمانے کی سزا یا قید کا مستوجب ہوگا، جس کی مدت دو سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ ضابطہ فوجداری کا سیکشن ۲۶۶ ملاحظہ فرمائیں:

> "Any person "who, publicly or with the intention of wider dissemination, makes a statement or imparts other information by which a group of people are threatened, insulted or degraded on account of their race, colour, national or ethnic origin, religion,

1. BBC News, Charlie Hebdo attack: Three days of terror. (Retrieved on April,8 2017) http://www.bbc.com/news/world-europe-30708237
2. Blashphemy Law in France (Retrieved on April 5, 2017) http://end-blasphemy-laws.org/countries/europe/france/
3. Denmark Criminal Code Order No. 909 of September 27, 2005, as amended by Act Nos. 1389 and 1400 of December 21, 2005, P 43. (Retrieved on March 30, 2017) https://www.unodc.org/tldb/pdf/Denmark_Criminal_Code_2005.pdf

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

or sexual inclination shall be liable to a fine or to imprisonment for any term not exceeding two years."[1]

''جو شخص عوامی سطح پر کوئی ایسا بیان یا معلومات نشر کرے گا جس میں لوگوں کے کسی گروہ کے لیے زبان، رنگ، نسل، قوم اور مذہب کی بنیاد پر دھمکی، بے عزتی، گستاخی یا جنسی ترغیب ہو، وہ شخص جرمانے اور دو سال تک کی قید کا مستحق ہوگا۔''

ڈنمارک پینل کوڈ کی مذکورہ دفعات ۱۴۰ اور ۲۶۶ توہین مذہب اور اہانت رسول کے جرم و سزا پر مشتمل ہیں مگر انہیں ۱۹۳۷ سے استعمال نہیں کیا گیا۔ ۲۰۰۴ میں گستاخی سے متعلقہ کلاز کو ختم کرنے کی کوشش ہوئی مگر کثرت رائے کے ساتھ اس تحریک کو مسترد کر دیا گیا۔

ناروے:

ناروے کے قومی دستور کی دفعہ ۱۰۰ میں واضح طور پر یہ اعلان کیا گیا ہے کہ آئین و قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ ساتھ اخلاق و مذہب کی توہین پر مبنی تحریر بھی قابل گرفت اور قابل سزا جرم تصور ہوگی اور آزادی اظہار کے نام پر اس کی اجازت نہ دی جائے گی چنانچہ دستور کی دفعہ ہذا کے مطابق پریس کو آزادی حاصل ہوگی تاہم کسی شخص کو ایسی تحریر پر اس وقت تک سزا نہیں دی جائے گی، خواہ اس کے مندرجات جیسے بھی ہوں، جس کی بنیاد اور اشاعت کا وہ ذمہ دار ہے، جب تک وہ واضح طور پر خود اس چیز کا مظاہرہ نہ کرے گا یا جب تک وہ دوسروں کو قانون کی خلاف ورزی، مذہب، اخلاق یا آئینی اختیارات کی توہین یا ان کے تحت دیئے گئے احکامات کی مزاحمت پر نہ اکسائے گا یا کسی کے خلاف غلط اور توہین آمیز الزامات نہ لگائے گا۔

ناروے میں بھی توہین مذہب اور اہانت رسول کا قانون موجود تھا۔ ناروے پینل کوڈ کا سیکشن ۱۴۲ ایہ ہے:

"Any person who by word or deed publicly insults or in an offensive or injurious manner shows contempt for any creed whose practice is permitted in the realm or for the doctrines or worship of any religious community lawfully existing here,shall be liable to fines or to detention or imprisonment for a term not exceeding six months."[2]

''جو شخص کسی لفظ یا عمل کے ذریعے یا گستاخانہ اور مجرمانہ رویہ سے عوامی سطح پر توہین کرے گا، جو دوسروں کے لئے ناگوار یا نقصان دہ ہو، کسی بھی مذہب کی توہین کو ظاہر کرتا ہے، جس پر پریکٹس کی اس ملک میں اجازت ہے یا کسی کمیونٹی کے عقائد یا عبادت کی توہین ہو جس کو قانون کے مطابق یہاں رہنے کی اجازت ہے، اس کو قید یا چھ ماہ تک جرمانے کی سزا ہوگی۔''

۲۰۰۹ میں ناروے کی پارلیمنٹ میں مذکورہ قانون کے خلاف ووٹنگ ہوئی مگر یہ مہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ جنوری ۲۰۱۵ کو کنزرویٹو پارٹی کے رکن Anders B اور پروگریس پارٹی کے رکن Jan Arild Ellingsen کی طرف سے اس قانون کو

---

1. Denmark Criminal Code) Order No. 909 of September 27, 2005, as amended by Act Nos. 1389 and 1400 of December 21, 2005, P 68. (Retrieved on March 30, 2017) https://www.unodc.org/tldb/pdf/Denmark_Criminal_Code_2005.pdf
2. General Civil Penal Code of Norway,P: 42. (Retrieved on April 1, 2017) http://www.un.org/depts/los/LEGISLATIONANDTREATIES/PDFFILES/NOR_penal_code.pdf

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزادی اظہار رائے کے خلاف قرار دیتے ہوئے پارلیمنٹ میں ترمیم کا بل پیش کیا گیا تھا جسے کثرت رائے کی بنا پر منظور کیا گیا تھا۔ چنانچہ ناروے کے پینل کوڈ ۱۹۰۲ کے مطابق سیکشن ۱۴۲ میں ترمیم کے بعد، ۲۹ جولائی ۲۰۱۵ میں ترمیم نمبر ۳۵ کے ذریعے توہین مذہب اور اہانت رسول کا قانون مستقل طور پر ختم کر دیا گیا ہے۔[1]

اسرائیل:

اسرائیل کا قانون ایک یہودی اور جمہوری ریاست کے طور پر اس ملک کے نام کو بیان کرتا ہے اور عقیدہ مذہب سے قطع نظر مذہبی آزادی اور مکمل سماجی اور سیاسی مساوات کا وعدہ دیتا ہے۔ اسرائیل کے پینل کوڈ میں دفعات ۱۷۰ اور ۱۷۳ توہین مذہب کے جرم و سزا سے متعلق ہیں۔ اسرائیل کا بنیادی قانون عقیدہ و مذہب کے باب میں مذہبی معاملات پر آزادی اظہار کو محدود کرتا ہے۔ چنانچہ کسی کا عمل خواہ توہین آمیز مطبوعات سے متعلق ہو یا بھونڈے انداز میں دوسروں کے مذہبی عقیدے یا جذبات کی توہین پر مبنی ہو، وہ بہرصورت ایک قابل دست اندازی جرم ہے۔

اسرائیل کے رٹیکل ۱۷۰ کا عنوان ہے: کسی کے مذہبی معاملات میں مداخلت۔ اس آرٹیکل کی عبارت درج ذیل ہے:

"הנכנס שלא ברשות למקום פולחן או קבורה או למקום שיוחד לצרכי לוויית המת או לשמירת עצמותיו של מת, או נוהג במת שלא בכבוד, או גורם הפרעה לאנשים שנתקהלו ללוויית המת, והכל בכוונה לפגוע ברגשותיו של אדם או לבזות דתו, או כשהוא יודע שהדבר עשוי לפגוע ברגשותיו של אדם או לבזות דתו, דינו מאסר שלוש שנים"

''جو شخص کسی ایسے مقام کو تباہ کرتا یا نقصان پہنچاتا یا توہین کرتا ہے، جو افراد کے کسی گروہ کے نزدیک مقدس ہے اور توہین کے مرتکب فرد کا مقصد ان افراد کے دین کو گالی دینا یا اپنے علم کی بنا پر ان کی توہین کرنا ہو، اسے تین سال تک قید کی سزا دی جائے گی۔''[2]

آرٹیکل ۱۷۳ کا عنوان ہے: مذہبی احساسات و جذبات کو مجروح کرنا، اس دفعہ کی عبارت یہ ہے:

העושה אחת מאלה, דינו מאסר שנה אחת:

(1) פרסם פרסום שיש בו כדי לפגוע פגיעה גסה באמונתם או ברגשותיהם הדתיים של אחרים

(2) משמיע במקום ציבורי ובתחום שמיעתו של פלוני מלה או קול שיש בהם כדי לפגוע פגיעה גסה באמונתו או ברגשותיו הדתיים

''جو شخص بھی مندرجہ ذیل جرم کا مرتکب ہوگا، وہ ایک سال تک کی قید کا ذمے دار ہوگا۔ اوّلاً؛ کسی ایسے مواد کی اشاعت یا تشہیر کرنا، جس میں دوسروں کے مذہبی جذبات و عقائد کو مجروح کیا جا رہا ہو۔ ثانیاً: عوامی مقام پر کوئی ایسا لفظ یا جملہ دوسروں کو سنانا جو کسی دوسرے مذہب کے مرد و عورت کے مذہبی

1. Wendy Zeldin, Norway: Blasphemy Provision to Be Removed from Penal Code, Library of Congress.(Retrieved on April 1, 2017) http://www.loc.gov/law/foreign-news/article/norway-blasphemy-provision-to-be-removed-from-penal-code/
2. Official, The 150th session of the Thirteenth Knesset, Wednesday, November 24, 1993. Jerusalem. (Retrieved on April 2, 2017) http://knesset.gov.il/tql/knesset_new/knesset13/HTML_27_03_2012_06-21-01-PM/19931124@19931124008@008.html

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احساسات پر حملہ متصور ہو۔''[1]

آسٹریلیا:

دولت مشترکہ آف آسٹریلیا کی مختلف ریاستوں اور علاقوں میں توہین مذہب کے جرم وسزا کا معاملہ یکساں نہیں ہے چنانچہ آسٹریلیا کے بعض حصوں میں توہین مذہب کرنا جرم ہے اور بعض علاقوں میں جرم نہیں ہے۔ وکٹوریہ کی طرف سے آسٹریلیا میں The Racial and Religious Tolerance Act 2001 کے عنوان سے ایکٹ پاس کیا گیا تھا اور اسے مذہب پر تنقید اور توہین کے مرتکبین کے خلاف متعدد بار استعمال کیا گیا ہے۔

نسل اور مذہب کے متعلقہ رواداری ایکٹ ۲۰۰۱ کے سیکشن ۲۵ کا عنوان ہے: Offence of serious religious vilification اور اس کے مطابق جرم توہین مذہب کی تعریف درج ذیل ہے:

"A person (the offender) must not, on the ground of the religious belief or activity of another person or class of persons, intentionally engage in conduct that the offender knows is likely. (a) to incite hatred against that other person or class of persons; and (b) to threaten, or incite others to threaten, physical harm towards that other person or class of persons or the property of that other person or class of persons."[2]

''کسی دوسرے شخص یا طبقے کے مذہبی عقیدے یا سرگرمی کی بنیاد پر ایک شخص مجرم نہیں ہونا چاہئے، تاہم اگر وہ جان بوجھ کر ایسے عمل میں مشغول ہو کہ اوّلاً: دوسرے شخص یا افراد کے طبقے کے خلاف نفرت ابھارنا اور ثانیاً دھمکی دینا، یا دوسرے گروہ یا شخص کے طبقے کو مشتعل کرنا یا جسمانی نقصان پہنچانا۔''

اس ایکٹ کے سیکشن ۸ کے مطابق توہین مذہب کے جرم کی سزا یہ ہے:

"A person must not, on the ground of the religious belief or activity of another person or class of persons, knowingly engage in conduct with the intention of inciting serious contempt for, or revulsion or severe ridicule of, that other person or class of persons In this case, imprisonment for 6 months or 60 penalty units or both."[3]

''مذہبی عقیدہ یا سرگرمیوں کی بنیاد پر کسی شخص کو ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ افراد کے کسی شخص یا طبقے کے خلاف جان بوجھ کر ایسے طرز عمل میں مشغول ہو کہ وہ سنگین توہین کے ارادے سے دوسروں کو بھڑکائے یا دوسرے فرد یا گروہ کے خلاف نفرت اور شدید تضحیک مقصود ہو، اسے خلاف ورزی کی صورت میں ۶ ماہ یا ۶۰ پینلٹی یونٹس یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔''

1. Official, The 150th session of the Thirteenth Knesset, Wednesday, November 24, 1993. Jerusalem. (Retrieved on April 2, 2017)
2. Victorian Current Acts, Racial and Religious Tolerance Act 2001 - Sect 25 (Retrieved on April 2, 2017) http://www.austlii.edu.au/au/legis/vic/consol_act/rarta2001265/s25.htm
3. Katharine Gelber, Adrienne Sarah Ackary Stone, Hate Speech and Freedom of Speech in Australia, Federation Press, 2007, P 175

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جرمنی:

جرمنی کا آئین اگرچہ ریاست کو مذہب سے الگ کرتا ہے تاہمکسی مذہب کی توہین سے متعلق جرمنی کا قانون بھی بہت واضح ہے۔ضابطہ تعزیرات جرمنی کا باب گیارہ ان جرائم پر مشتمل ہے جو مذہب اور فلسفہ زندگی سے متعلق ہیں۔

جرمنی کے ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۶۶ اب بھی توہین مذہب اور اہانت رسول کے قانون پر مشتمل ہے۔جو مذہبی معاملات میں تنقید اور توہین کے خلاف مؤثر ڈھال ہے۔ضابطہ تعزیرات کی اس دفعہ میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی اعلانیہ یا تحریری نشر واشاعت کے ذریعے دوسروں کے مذہبی عقائد یا کسی فلسفہ حیات سے متعلقہ عقیدے کی اس انداز میں توہین کرتا ہے، جس سے امن عامہ متاثر ہوتا ہو، اسے سزائے قید دی جائے گی جو تین سال سے زیادہ نہیں ہوگی یا اس پر جرمانہ عائد کیا جائے گا اور جو شخص اعلانیہ طور پر یا تحریری نشر واشاعت کے ذریعے کسی گرجا گھر یا دیگر مذہبی انجمن یا تنظیم جو کسی ایسے فلسفہ حیات کے لئے وقف ہو، جو جرمنی میں واقع ہو، ان کے اداروں یا رسم ورواج کی اس انداز میں توہین کرے گا، جس سے امن عامہ میں خلل پڑتا ہو، اس کو بھی اسی طرح سزا دی جائے گی۔

ضابطہ تعزیرات جرمنی میں سیکشن ۱۶۶ کا عنوان ہے:

Defamation of religions, religious and ideological associations جو جرمن زبان میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

> "(1) Wer ffentlich oder durch Verbreiten von Schriften (11 Abs. 3) den Inhalt des religisen oder weltanschaulichen Bekenntnisses anderer in einer Weise beschimpft, die geeignet ist, den ffentlichen Frieden zu stren, wird mit Freiheitsstrafe bis zu drei Jahren oder mit Geldstrafe bestraft.
> (2) Ebenso wird bestraft, wer ffentlich oder durch Verbreiten von Schriften (11 Abs. 3) eine im Inland bestehende Kirche oder andere Religionsgesellschaft oder Weltanschauungsvereinigung, ihre Einrichtu`ngen oder Gebruche in einer Weise beschimpft, die geeignet ist, den ffentlichen Frieden zu storen."[1]

ضابطہ تعزیرات جرمنی کا آرٹیکل ۱۶۷ مذہبی عمل میں مداخلت کے عنوان پر مشتمل ہے اور اس میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی ارادے سے اور ناشائستہ انداز میں مذہبی رسوم وعبادات میں، یا کسی چرچ، یا دیگر مذہبی انجمن کہ جو جرمنی میں واقع ہو اس کی مذہبی رسوم وعبادات کے کسی فعل میں خلل ڈالے گا یا جو اس مقام پر توہین آمیز شر انگیزی کرے گا، جو مذہبی عبادات یا مذہبی انجمن کیلئے وقف ہو، اسے سزائے قید دی جائے گی، جو تین برسوں سے زیادہ نہیں ہوگی یا اسے جرمانہ کیا جائے گا۔قانون ہذا میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ کسی فلسفہ حیات کے لئے وقف تنظیم جو جرمنی میں واقع ہو، اس کی متعلقہ تقریبات، مذہبی رسوم اور عبادات کے مترادف سمجھی جائیں گی۔[2]

1. Strafgesetzbuch "German Criminal Code" (Retrieved on April 2, 2017) https://www.gesetze-im-internet.de/stgb/__166.html
2. Strafgesetzbuch "German Criminal Code" Article: 167

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آسٹریا:

آسٹریا میں آئین اور دیگر قوانین کی رو سے عام طور پر آزادی اظہار رائے، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کی ضمانت ہے۔ اس کے باوجود جن الفاظ سے مذہبی جذبات کی توہین کا امکان ہو، اس پر آسٹریا میں بھی پابندیاں موجود ہیں۔ آسٹریا میں پینل کوڈ کی دو دفعات توہین مذہب سے متعلق ہیں چنانچہ اس کی دفعہ (i)۱۸۸ کے تحت مذہبی تعلیمات کی تذلیل کرنا اور دفعہ (ii)۱۸۸ کے تحت مذہبی عبادات/معاملات میں خلل پیدا کرنا قابل سزا جرم ہے۔ آسٹرین ضابطہ فوجداری میں "Vilification of Religious Teachings" کے عنوان سے مذہبی تعلیمات کو بدنام کرنا بھی جرم ہے۔ اس کی دفعہ ۱۸۸ یہ ہے:

"Whoever publicly disparages or mocks a person or a thing, respectively, being an object of worship or a dogma, a legally permitted rite, or a legally permitted institution of a church or religious society located in Austria, in a manner capable of giving rise to justified annoyance, is liable to imprisonment for a term not exceeding six months or to a fine."[1]

''جو شخص عوامی سطح پر ہتک کرے گا یا کسی محترم شخص یا چیز کا مضحکہ اڑائے گا یا کسی عقیدے یا عبادت کا مزاح کرے گا، قانونی طور پر مجوزہ رسم کی توہین کرے گا یا چرچ اور دیگر مذہبی ادارے کی توہین کرے گا جو آسٹریا کی حدود میں واقع ہو اور جس کی وجہ سے واضح طور پر ناراضگی پیدا ہو، اسے جرم کی سزا چھ ماہ تک کی قید اور جرمانہ کی صورت میں دی جائے گی۔''

برازیل:

برازیل میں پینل کوڈ کے تحت مذہبی شخصیات، اعمال اور عبادات کی کھلے عام توہین کرنا ایک قابل سزا جرم ہے اور اس کی سزا ایک ماہ سے لے کر ایک سال تک قید یا جرمانہ ہوگی۔ پرتگیزی زبان میں آرٹیکل ۲۰۸ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"Escarnecer de algum publicamente, por motivo de crena ou funo religiosa; impedir ou perturbar cerimnia ou prtica de culto religioso; vilipendiar publicamente ato ou objeto de culto religioso: Pena - deteno, de um ms a um ano, ou multa. Pargrafo nico - Se hemprego de violncia, a pena aumentada de um tero, sem prejuzo da correspondente violncia."[2]

''عوامی سطح پر کسی مذہبی عقیدے یا تقریب میں مزاح کرنا، کسی کے مذہب اور عقیدے کی وجہ سے اس کی تضحیک کرنا، مذہبی تقریب میں رکاوٹ پیدا کرنا یا کسی مرد اور عورت کو اس کے عقیدے پر پریشان کرنا، کسی کی مذہبی عبادت پر اعتراض کرنا۔ اس کی سزا ایک ماہ قید سے ایک سال تک کی سزا ہے اور

1. Austrian Entire legislation for the 1975 Criminal Procedure Code, Amended version of 04.10.2016, P 81 Blasphemy and Related Laws, Library of Congress. (Retrieved on April 3, 2017) https://www.loc.gov/law/help/blasphemy/index.php#_ftn72
2. Brazilian Presidency of the Republic Civil House Sub-Office for Legal Affairs Legislative Decree, 1940 December. Chapter I Crimes Against Religious Feeling (Retrieved on Aoril 3, 2017) http://www.planalto.gov.br/ccivil_03/decreto-lei/Del2848compilado.htm

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں تشدد موجود ہونے کی صورت میں جرمانہ اور سزا میں ایک تہائی کا اضافہ ہوسکتا ہے۔''

آئرلینڈ:

آئرلینڈ میں کیتھولک چرچ با اثر ہے۔ عام طور پر مذہب کے لئے متعدد مراعات موجود ہیں اور توہین مذہب اور اہانت رسول کے قوانین دس سال پہلے متعارف کرائے گئے ہیں چنانچہ آئرلینڈ میں توہین رسالت آئینی طور پر جرم ہے۔ یہ قانون ۹ جولائی ۲۰۰۹ کو پاس ہوا اور یکم جنوری ۲۰۱۰ کو نافذ کیا گیا۔ آئین کا آرٹیکل ۴۰ آزادی مذہب اور شعور کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے مگر اس باب میں توہین کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ آرٹیکل ۴۰ درج ذیل ہے:

"The publication or utterance of blasphemous, seditious, or indecent matter is an offence which shall be punishable in accordance with law."[1]

''کسی گستاخانہ مواد کی اشاعت یا توہین آمیز اور نامناسب جملے ایک جرم ہے، جس پر قانون کے مطابق تعزیری کاروائی کی جائے گی۔''

مذکورہ دفعہ کی رو سے توہین آمیز کلام کا اپنی قلم یا زبان سے اظہار کرنا قابل تعزیر جرم ہے اور اسی ایکٹ کی دفعہ ۱۳۶ کے تحت، اس جرم کے مرتکب کو پچیس ہزار پاؤنڈ تک جرمانہ ہوگا۔ اس دفعہ کا متن یہ ہے:

"A person who publishes or utters blasphemous matter shall be guilty of an offence and shall be liable upon conviction On indictment to a fine not exceeding 25,000/."[2]

''جو شخص کسی توہین آمیز کلام کی اشاعت یا اس کا اظہار کرے گا، وہ ایک جرم کا مرتکب ہوگا اور فرد جرم ثابت ہونے پر اس کو زیادہ سے زیادہ پچیس ہزار پاؤنڈ تک جرمانے کے سزا سنائی جائے گی۔''

یونان:

یونانی پینل کوڈ کی دفعات ۱۹۸، ۱۹۹ اور ۲۰۱ توہین مذہب اور اہانت رسول کو جرم قرار دیتی ہیں حتیٰ کہ یونانی آئین کے آرٹیکل ۱۳ کے مطابق ارتداد بھی ایک جرم ہے۔

"The practice of rites of worship is not allowed to offend public order or the good usages. Proselytism is prohibited."[3]

''عبادات کی رسومات کے دوران پبلک آرڈر میں خلل اندازی کی اجازت نہیں ہے اور ارتداد ممنوع ہے۔''

یونانی پینل کوڈ کے مطابق جو شخص دانستہ طور پر سر عام کسی بھی طرح سے خدا کی توہین کرے گا، اسے توہین پر سزا دی جائے گی جو دو برس سے زائد نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ جو شخص سر عام خدا کے احترام میں کمی کا مرتکب ہوگا، اسے ۳ ماہ سے زائد قید کی سزا نہیں دی

1. Constitution of Ireland, Government Publications sale office sun alliance house, molesworth street, dublin II, P 160. http://www.taoiseach.gov.ie/eng/Historical_Information/The_Constitution/February_2015-Constitution_of_Ireland_.pdf
2. Ireland Defamation Act 2009, Part 5, Criminal Liability, P 26 http://www.irishstatutebook.ie/eli/2009/act/31/enacted/en/pdf
3. Constitution of Greece,Article 13, Para 2, P 28 http://www.hellenicparliament.gr/UserFiles/f3c70a23-7696-49db-9148-f24dce6a27c8/001-156%20aggliko.pdf

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گی۔ضابطہ تعزیرات یونان کی دفعہ ۱۹۸ یہ ہے:

"One who publicly and maliciously and by any means blasphemes God shall be punished by imprisonment for not more than two years; Anyone, except as described in par.1, who displays publicly with blasphemy a lack of respect for things divine, is punished with up to 3 months in prison."[1]

''جو شخص عوامی سطح پر بدنیتی کے ساتھ کسی بھی طرح سے خدا کے بارے میں کفر بکے گا۔اسے زیادہ سے زیادہ ۲ سال تک سزا دی جائے گی اور جو شخص عوامی سطح پر توہین رسالت کرے گا اور مقدس شخصیات کے حق میں پورا احترام نہیں دکھائے گا، اسے تین ماہ قید کی سزا سنائی جائے گی۔''

یونانی ضابطہ فوجداری کے مطابق جو شخص عوامی سطح پر بدنیتی یا کسی وجہ سے یونانی آرتھوڈوکس چرچ یا کسی دوسرے یونانی مذہب کی توہین کرے گا، اسے زیادہ سے زیادہ دو سال تک کی سزا دی جا سکے گی۔اسی طرح یونان میں جو شخص بھی تقریر یا عمل کے ذریعے عوامی جذبات کی توہین کرے گا یا مذہبی لوگوں کے جذبات کو مجروح کرے گا وہ بھی غیر قانونی فعل ہوگا۔یونانی پینل کوڈ کی دفعہ ۱۹۹ درج ذیل ہے:

"One who publicly and maliciously and by any means blasphemes the Greek Orthodox Church or any other religion tolerable in Greece shall be punished by imprisonment for not more than two years.Similarly, the country outlaws any speech or acts that insults public sentimentor offends peoples religious sentiments."[2]

مالٹا:

بحیرہ روم میں واقع رومن کیتھولک عیسائی فرقے پر مشتمل ایک جزیرے کا نام مالٹا ہے۔مالٹا میں توہین مذہب اور غیر اخلاقیات کے خلاف قوانین موجود ہیں۔۱۹۳۳ کو مالٹا کے پینل کوڈ میں آرٹیکل ۱۶۳ اور ۱۶۴ کا اضافہ ہوا تھا جو رومن کیتھولک مذہب کی توہین کی روک تھام کرتا ہے۔جن کے مطابق رومن کیتھولک مذہب کی توہین پر ایک ماہ سے لے کر چھ ماہ تک سزائے قید ہو سکتی تھی۔

آرٹیکل ۱۶۳ کا متن یہ ہے:

"Whosoever by words, gestures, written matter, whether printed or not, or pictures or by some other visible means, publicly vilifies the Roman Catholic Apostolic Religion which is the religion of Malta, or gives offence to the Roman Catholic Apostolic Religion by vilifying those who profess such religion or its ministers, or anything which forms the object of, or is

1. Talia Naamat, Nina Osin, Dina Porat, Legislating for Equality: A Multinational Collection of Non-Discrimination, Martinus Nijhoff Publishers, Leiden, Netherlands, 2012, P 191.
2. Greek Penal Code,Library of Congress. (Retrieved on April 4, 2017) https://www.loc.gov/law/help/blasphemy/index.php#_ftn72

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

consecrated to, or is necessarily destined for Roman Catholic worship, shall, on conviction, be liable to imprisonment for a term from one to six months."[1]

''جو شخص الفاظ کے ذریعے، اشاروں، تحریری مواد خواہ طبع شدہ ہو یا نہیں، یا تصاویر یا کسی اور دستیاب ذرائع سے عوامی سطح پر مالٹا کے سرکاری مذہب رومن کیتھولک کی توہین کرتا ہے۔ یا رومن کیتھولک مذہب کے پیروکاروں کی توہین کرتا ہے یا کوئی توہین آمیز چیز بناتا ہے یا رومن کیتھولک عبادت کا تقدس مجروح کرتا ہے، وہ ایک سے چھ ماہ کی قید کا مستحق ہوگا۔''

مذکورہ بالا آرٹیکل کی رو سے رومن کیتھولک مذہب کی توہین کرنا ایک قابل مواخذہ جرم ہے اور اس کے ارتکاب پر چھ ماہ کی سزائے قید ہوگی جبکہ اس کے آرٹیکل ۱۶۴ کے مطابق کسی دوسرے مذہب کی توہین کرنا بھی قانوناً منع ہے اور اس کے ارتکاب پر ۳ ماہ تک قید کی سزا ہوسکتی ہے۔ دفعہ ہذا درج ذیل ہے:

"Whosoever commits any of the acts referred to in the last preceding article against any cult tolerated by law, shall, on conviction, be liable to imprisonment for a term from one to three months."[2]

''جو شخص علاوہ ازیں کسی فعل کا ارتکاب کرے گا جو مندرجہ بالا بیان ہوئے ہیں یا وہ کسی مذہب کی توہین کرے گا، جسے مالٹا کے قانون میں اجازت ہے، وہ ایک سے تین ماہ تک کی قید کا سامنا کرے گا۔''

توہین مذہب کے جرم و سزا پر مبنی مندرجہ بالا دونوں آرٹیکلز ۲۰۱۶ تک مالٹا میں نافذ رہے ہیں۔ ۲۰۱۶ میں ان دونوں آرٹیکلز کو منسوخ کر دیا گیا اور اپریل ۲۰۱۶ میں آرٹیکل ۱۶۵ میں ترمیم کر کے توہین مذہب کے قانون کو نقض امن کے الفاظ میں بدل دیا گیا ہے چنانچہ آرٹیکل ۱۶۵ کے سیکشن ۱ اور ۲ کے مطابق جو شخص قانون کی طرف سے منظور کردہ کسی تقریب یا مذہبی پروگرام میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے یا تنگ کرتا ہے یا عبادت کی جگہ پر یا عوامی مقام پر رکاوٹ یا خلل اندازی کرتا ہے اور یہ رکاوٹ یا خلل عوام اور امن عامہ کے لئے کوئی سنگین خطرہ کا سبب نہیں بنتا ہے تو مرتکب فرد چھ ماہ تک کی سزا کا مستحق ہوگا اور امن عامہ کو سنجیدہ خطرے کی صورت میں سزا دگنا دی جائے گی اور اسی معاملے میں کسی فرد کو دھمکی اور تشدد کی صورت میں سزا چھ ماہ سے دو سال تک دی جائے گی۔[3]

زمبابوے:

افریقی ملک زمبابوے پروٹسٹنٹ عیسائیوں پر مشتمل اکثریتی ملک ہے۔ ۱۹۸۰ میں آزادی کے بعد زمبابوے میں بھی توہین مذہب کا جرم قید کی سزا کے ساتھ موجود ہے۔ زمباوے کے آئین میں دو مرتبہ خدا کی ذات کا حوالہ موجود ہے چنانچہ اس کی تمہید کے الفاظ یہ ہیں:

"Acknowledging the supremacy of Almighty God, in whose

1. Malta, Blashphemy Law, Vilification of the Roman Catholic Apostolic Religion. Added by: XXVIII. 1933.2. (Retrieved on April 5, 2017) http://end-blasphemy-laws.org/countries/europe/malta/
2. Ibid, Vilification of other cults tolerated by law In Malta. Added by :XXVIII.1933.2
3. Malta Criminal Code, the Penal Laws and the Laws of Criminal Procedure. Crimes against the Religious Sentiment, Obstruction of Religious services. Added by: XXVIII. 1933.2.Amended by :XXXVII. 2016.4 ,Page 75, (Retrieved on April 5, 2017) http://www.justiceservices.gov.mt/DownloadDocument.aspx?app=lom&itemid=8574)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

hands our future lies And, imploring the guidance and support of Almighty God."[1]

''ہم خدا کی بالادستی تسلیم کرتے ہیں جس کے ہاتھ میں ہمارا مستقبل ہے اور ہم خدا تعالی کی رہنمائی اور مدد طلب کرتے ہیں۔''

زمبابوے پینل کوڈ کی دفعہ ۴۲ سیکشن ۱ میں، سب سے پہلے مذہب کی تعریف اور اس کے بعد ان تمام ذرائع کو بیان کیا گیا ہے جو کسی طرح کی توہین کے لئے استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ اس دفعہ کے مطابق عقائد کا نظام جو عبادات کے طریقوں سے منسلک ہو اور زمبابوے یا کسی دوسرے ملک کے افراد کے کسی گروہ سے منسوب ہو، عقیدہ و مذہب کہلائے گا اور اس عقیدہ و مذہب کے متعلق تحریری، زبانی یا بصری اسلوب میں اشارہ یا اظہار کے ذریعہ عوامی مقام پر توہین آمیز بیان دینا یا پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں فلم، تصویر، مجسمہ، ریکارڈ یا ادیبانہ اور فنکارانہ کردار کے ذریعہ سے توہین آمیز مواد کی اشاعت کرنا قانونی طور پر جرم تصور ہوگا۔

ضابطہ فوجداری زمبابوے کا آرٹیکل (ii)۴۲ جرم توہین مذہب کی سزا پر مشتمل ہے، جس کا متن یہ ہے:

"Any person who publicly makes any insulting or otherwise grossly provocative statement that causes offence to persons of a particular race, tribe, place of origin, colour, creed or religion, intending to cause such offence or realising there is a real risk or possibility of doing so, shall be liable to a fine not exceeding level six or imprisonment for a period not exceeding one year or both."[2]

''جو شخص عوامی سطح پر کوئی توہین آمیز حرکت کرے گا یا وہ توہین آمیز بیان کے ذریعہ کسی خاص قبیلے، گروہ، علاقے، رنگ و نسل یا مذہب کے افراد کو مشتعل کرے گا یا اس میں اشتعال کا حقیقی اندیشہ موجود ہوگا، وہ درجہ چھ کے جرمانے اور ایک سال تک کی قید کا سزاوار ہوگا۔''

مندرجہ بالا جدید قوانین کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ غیر مسلم ممالک میں بھی توہین مذہب اور اہانت رسولؐ کے عمل کو ایک قابل مواخذہ جرم تصور کیا جاتا ہے اور اس جرم کی پاداش میں کسی نہ کسی نوع کی سزائے قید یا سزائے جرمانہ بھی مقرر ہے۔ بائبل کے اقتباسات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمل ارتداد، توہین مذہب اور اہانت رسولؐ پر سزائے موت موجود رہی ہے مگر پاکستان کے عیسائی علماء اپنے تاریخی اور مذہبی حقائق سے پردہ پوشی کر کے محض مغرب پسندی کا ثبوت دیتے ہیں کہ پاکستان کا قانون توہین مذہب اور اہانت رسول اقلیتوں کے خلاف ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ عیسائی علماء کو پاکستان میں اہانت رسول پر سزائے موت کا قانون انسانی حقوق کے خلاف نظر آتا ہے مگر انہیں اپنی مقدس کتاب بائبل میں کاہن اور قاضی کی توہین پر گستاخ کو قتل کرنے کا حکم دکھائی نہیں دیتا۔ عیسائی علماء کو اپنے بیانات کی بنیاد مغربیت کی بجائے عیسائیت پر رکھنے کی ضرورت ہے![3]

1. Zimbabwe's Constitution of 2013, PDF generated: March 28, 2017, P. 15 (Retrieved on April, 5 2017) https://www.constituteproject.org/constitution/Zimbabwe_2013.pdf
2. Zimbabwe: Criminal Law (Codification and Reform) Act, (Publisher) National Legislative Bodies , Chapter iv Crimes against Public Order, Section 42, Causing offence to persons of a particular race, religion, P 23 (Retrieved on April, 5 2017) http://www.refworld.org/docid/4c45b64c2.html
3. کتاب استثناء، باب ۱۷: ۱۲-۱۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

ناموس رسول ﷺ اور مجموعہ تعزیرات پاکستان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم:

مجموعہ تعزیرات پاکستان اور ناموس رسول ﷺ

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نتیجہ میں برصغیر سے مغلیہ سلطنت کا مکمل خاتمہ اور برطانوی حکومت کا باقاعدہ آغاز ہو گیا تھا۔ چنانچہ برطانوی حکومت نے گورنر جنرل ہند کی منظوری سے ۱۸۶۰ء کو ہندوستان میں مجموعہ تعزیرات ہند نافذ کر دیا۔ تعزیرات ہند کو ایک کمیشن نے مرتب کیا تھا، جس کا سربراہ لارڈ میکالے تھا اور اس کی تدوین میں فرانس کے نپولین کوڈ اور برطانیہ کے انتظامی مصالح سے بھرپور استفادہ کیا تھا مگر برطانیہ کے کامن لا؛ توہین مسیحؑ کے قانون اور اس سے متعلق کسی دفعہ کو بھی تعزیرات ہند میں شامل نہ کیا گیا حالانکہ اس وقت بھی برطانیہ میں توہین رسالت (Blasphemy) کا قانون موجود تھا اور ۱۸۲۵ سے قبل بلاس فیمی لاء کے تحت مجرم کو سزائے موت دی جاتی تھی جسے عمر قید میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔[1]

مجموعہ تعزیرات ہند میں حکومت کے خلاف اشتعال اور منافرت کو بغاوت قرار دیا گیا اور دفعہ ۱۲۴۔اے کی رو سے، اس جرم بغاوت پر عمر قید کی سزا مقرر ہوئی ۱۸۹۸ کو ایک ترمیم کے ذریعہ تعزیرات ہند میں دفعہ ۱۵۳۔اے کا اضافہ کیا گیا تا کہ ملک سے فرقہ وارانہ فسادات کا سدباب کیا جا سکے اور امن وامان کا قیام عمل میں آ سکے۔ دفعہ ہذا کا متن یہ تھا:

> "Whoever by words, either spoken or written, or promoting enmity by signs, or by visible representations, between classes, or otherwise, promotes or attempts classes of Her Majesty's subjects shall be punished with imprisonment which may extend to two years, or with fine or with both."[2]

> ''جو شخص الفاظ سے بذریعہ تقریر یا تحریر یا اشاروں سے یا کسی اور طریقہ سے ہندوستان میں ہر میجسٹی کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں دشمنی یا منافرت کے جذبات ابھارے گا یا انہیں بھڑکانے کی کوشش کرے گا، اسے دو سال قید تک سزا یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔''

مذکورہ دفعہ کی وضاحت میں درج ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ ان امور کی نشاندہی کرنا، جو رعایا کی مختلف جماعتوں کے درمیان دشمنی یا منافرت کے جذبات یا رجحانات پیدا کرنے کا باعث ہوں، مذکورہ بالا جرم کی تعریف میں نہیں آئے گا۔

۱۹۲۳ میں لاہور کے ناشر راج پال نے مہاشہ کرشن کی ایک رسوائے زمانہ کتاب شائع کی جس کا نام رنگیلا رسول تھا، کتاب میں آپؐ کی ذات گرامی کو ہدف مطاعن بنایا گیا تھا۔ اہل اسلام نے اس دل آزار کتاب کی اشاعت پر احتجاج کیا اور اپنے احتجاج میں ناشر کو قرار واقعی سزا دینے کا مطالبہ کر دیا چنانچہ احتجاجی اور قانونی جدوجہد کے بعد راج پال کے خلاف فرقہ وارانہ منافرت کے جرم میں انڈین پینل کوڈ کی دفعہ ۱۵۳۔اے کے تحت مقدمہ چلایا گیا۔ لاہور کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے مقدمہ کی سماعت کے بعد مذہبی منافرت کا جرم ثابت ہونے پر راج پال کو چھ ماہ کی قید کا فیصلہ سنایا، مگر ملزم اس سزا کے خلاف اپیل لے کر لاہور ہائی کورٹ چلا گیا۔ ہائی کورٹ کے متعصب جج کنور دلیپ سنگھ نے ملزم کو بری کر دیا کہ کتاب ہذا کی اشاعت قانون کی دفعہ ۱۵۳، اے کی رو سے قابل مواخذہ

---

1. Blackstone Criminal Practice 1995, Chapter 23, p 635
2. The Indian Penal Code, Act xlv of 1860, Sec, 153A, vol.1, Crishen Lal & co, Calcutta, 1929

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جرم نہیں ہے۔ کنور دلیپ سنگھ نے اس جانبدارانہ، متعصّبانہ اور غیر منطقی فیصلہ میں یہ قرار دیا کہ کتاب کا لہجہ بے شک مجموعی طور پر کینہ پرور ہے اور بظاہر اہل اسلام کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والا ہے اگرچہ وہ زیادہ معقول توہین کا سزاوار نہیں ہے تاہم فیصلہ طلب سوال یہ ہے کہ آیا کسی مذہبی رہنما کی زندگی پر کینہ اور طنز دفعہ ۱۵۳۔اے کے احاطہ میں آتا ہے یا نہیں؟

جسٹس کنور سنگھ نے فیصلہ دیا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس دفعہ کی منشا لوگوں کو کسی خاص فرقہ پر اس کی موجودہ صورت میں حملہ کرنے سے باز رکھنا تھا، اس کی منشا گزشتہ مذہبی پیشواؤں پر بحث ومناظرہ روکنا نہیں تھا خواہ اعتراضات کتنے ہی گستاخانہ اور نازیب کیوں نہ ہوں چنانچہ میں یہ قرار دینے سے قاصر ہوں کہ ۱۵۳۔اے کا مقصد یا منشا کسی پیشوائے مذہب کی حیات اور کردار پر مخالفانہ بحث روکنا ہے۔ میں یہ قرار نہیں دے سکتا کہ کتاب رعایا کے مختلف طبقوں میں دشمنی اور نفرت کے جذبات برانگیختہ کرے گی۔ یہ نتیجہ تو ہوسکتا ہے مگر جیسے میں نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، اس کو مذکورہ فعہ کی آزمائش کا معیار نہیں بنایا جاسکتا۔

مجھے محسوس ہوتا ہے کہ دفعہ ۲۹۷ میں ایک شق کا اضافہ ہونا چاہیے تھا، جس کی رو سے کسی شخص کے مذہبی جذبات کو کسی مذہب کی توہین کی نیت سے شائع شدہ کتاب کو جرم قرار دیا جاتا۔ میں اپنی حد تک بات کرتے ہوئے صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھے ایسی شق کی عدم موجودگی پر افسوس ہے مگر میں یہ قرار نہیں دے سکتا کہ زیر بحث مقدمہ ۱۵۳۔اے کے دائرہ میں آتا ہے لہذا میں پس وپیش کے ساتھ یہ نگرانی منظور کرتا ہوں اور سائل کو بری کرتا ہوں۔ مذکورہ فیصلے کا اہم ترین حصہ درج ذیل ہے:

"In reply counsel for the petitioner contends that"contempt" is not the same as "hatred" or "enmity" and that the words is S. 124A., I.P.C., are wider than the words used in S. 153A.

The learned Government advocate further contended that in view of the tension between Hindus and Muslims and the fact that the Mahomdan community is more fanatical on the question of religion than other communities a satire on the founder of the Muslim religion is more likely to promote hatred and enmity between the masses than a satire on the founder of another religion e.g. Christianity. I am unable to accept the argument that the ignorance or fanaticism of a particular community should determine the nature of an act. It may aggravate the offence in certain cases, but it cannot be held that the words used about the founder of one religious creed might not come within the purview of S. 153A, and words used about the founder of another religious creed might come within that purview because of the known fact that one community will resent such words more actively than the other.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

The nature of the act, namely whether it is an offence or not, cannot be determined by the reaction of the particular class.

As regards the argument that satire on the founder of a religion is something to show that he is so acting because he belongs to another community, it seems to me that nobody who believes in a religious teacher will satirize him. it would follow, therefore, that wherever there is a satire on a religious leader and it is impossible to determine to which community the author belongs then the feelings of his followers will be roused against all who are not followers of that particular creed. I cannot consider that S. 153A was meant to be used in so wide a meaning. It seems to me that, that section was intended to prevent persons from making attacks on a particular community as it exists at the present time and was not meant to stop polemics against deceased religious leaders however scurrilous and in bad taste such attacks might be. For instance, if the fact that Mussalmans resent attacks on their Prophet, was to be the measure of whether S. 153A applied or not then an historical work in which the life of the Prophet was considered and judgement passed on his character by a serious historian might come within the definition of S. 153A. I am unable to hold that S. 153A was meant or was intended to prevent all adverse discussions of the life and character of a deceased religious leader. Now this particular pamphlet discusses the matter in a way which, as I have already stated, can only arouse the contempt of all decent persons of whatever community, might well wound the religious feelings of enmity and hatred between different classes of His Majesty's subjects. That might be the result, but, as I have endeavoured to show, that cannot be made the test of the section. The learned Government advocate admits that there is no other section which would cover the particular case.

It seems to me that a clause might well have been added to S. 297 by which the publication of pamphlets published with the intention of wounding the religious

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

feelings of any person or of insulting the religion of any person might be made criminal.

I can only say, that, speaking for myself, i regret the absence of such clause, but I am unable to hold that this particular case comes within the purview of S. 153A. I, therefore, reluctantly accept the revision and acquit the petitioner."[1]

لاہور ہائی کورٹ کے مذکورہ فیصلہ میں سراسر تعصب کا مظاہرہ کیا گیا تھا، جس نے اہل اسلام کی آتش غضب کو مزید بھڑکا دیا چنانچہ مولانا ظفر علی خان، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے زعماء نے اپنی تقاریر اور مضامین کے ذریعہ اس فیصلہ کی مذمت کرتے ہوئے برطانوی حکومت کو اس کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا، جس کی پاداش میں بعض رہنماؤں کو حوالہ زنداں بھی کر دیا گیا۔ برطانوی حکومت کے خلاف احتجاجی جلوس کا ایک بھرپور سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس پر لاہور میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ عمل میں آیا، جسے عشاق رسول نے پاؤں تلے روند ڈالا۔

آخر کار احتجاجی جلسوں اور مظاہروں کے نتیجہ میں غازی علم دین شہید نے اس گستاخِ رسولؐ راج پال کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور خود جامِ شہادت نوش کر کے زندۂ جاوید بن گیا۔ اہلِ اسلام کے ان اقدامات سے برطانوی حکومت کو یہ احساس ہو گیا کہ دفعہ ۱۵۳۔اے کی غلط تعبیر کے باعث، دلیپ سنگھ کے فیصلہ سے اہل اسلام کے جذبات مشتعل ہو رہے ہیں اور ان کے وفور شوق کا آتش فشاں نئے مسائل کو جنم دے سکتا ہے چنانچہ فوجداری قانون کے ترمیمی ایکٹ مجریہ ۱۹۲۷ کے ذریعہ آرٹیکل ۲۹۵۔اے کو تعزیرات ہند میں شامل کر دیا گیا، جس کا مضمون حسب ذیل ہے:

> "Whoever, with deliberate and malicious intention of outranging the religious feelings of any class of his Majesty's subjects, by words, either spoken or written, or by visible representations, insults or attempts to insult the religion or the religious beliefs ment of that class, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to two years, or with fine, or with both.[2]

> ''جو شخص عمداً اور بدنیتی سے تحریری یا تقریری یا علانیہ طور پر ہر میجسٹی کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کرے گا یا توہین کرنے کی کوشش کرے گا تا کہ اس جماعت کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں، اسے دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔''

مذکورہ دفعہ ۲۹۵۔اے میں دفعہ ۱۵۳۔اے کے برخلاف، نیت اور ارادے کو بھی صدورِ جرم میں شامل کیا گیا گویا اس دفعہ کے اطلاق میں کسی ملزم کے الفاظ کے علاوہ، اس کے انداز اور رویہ کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے گا چنانچہ اس کے اطلاق کیلئے یہ ثابت کرنا ضروری نہیں ہے کہ ملزم کسی خاص فرقہ یا اس کے کسی فرد سے ذاتی رنجش اور دشمنی رکھتا ہے بلکہ صرف یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ مجرمانہ

---

1. The all India Reporter, Section Lahore, 1927, Lahore High Court Judgement Dated 07-02-1927 in Rajpal Vs. Emporer Case, AIR-1927-LAH, P-590 - 592
2. The Indian Penal Code, Act xlv of 1860, Sec, 295A, vol.1

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فعل، بالارادہ اور جان بوجھ کر کیا گیا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۶۱ء کے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعہ، تعزیرات ہند کی مذکورہ بالا دفعہ ۲۹۵۔اے کے بعض الفاظ کو تبدیل کر دیا گیا۔ دفعہ ہذا کو ترمیم کے ساتھ ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء سے مؤثر بہ ماضی کیا گیا تھا مگر بعض الفاظ کی ترمیم سے دفعہ میں مذکور جرم کی نوعیت اور اس کی سزا میں کچھ خاص تبدیلی نہ آئی بلکہ اس میں زیادہ سے زیادہ ہر میجسٹی رعایا کو پاکستانی شہری اور دو سالہ سزا کو دس سالہ سزا سے بدل دیا گیا۔ ترمیمی آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۲۹۵۔اے حسب ذیل ہے:

"Whoever, with deliberate and malicious intention of outraging the religious feelings, of any class of the citizens of Pakistan, by words, either spoken or written, or by visible representations insults or attempts to insult the religion or the religious beliefs of that class, shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to ten yeas, or with fine or with both."[1]

''جو شخص پاکستان کے شہریوں کی کسی جماعت کے مذہبی جذبات کی بے حرمتی کرنے کے ارادی اور کینہ ورانہ مقصد سے الفاظ کے ذریعہ خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا دکھائی دینے والے خاکوں کے ذریعہ مذکورہ جماعت کے مذہب یا مذہبی اعتقادات کی تذلیل کرے یا تذلیل کرنے کی کوشش کرے تو اسے ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو دس سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔''

دراصل تعزیرات ہند میں دفعہ ۲۹۵۔اے کا اضافہ، اہل اسلام کی اشک شوئی کے لیے کیا گیا تھا، جس کی رو سے کسی مذہب یا مذہبی اعتقادات کی توہین کرنا دو سالہ قید کا موجب قرار پایا تھا تاہم اس دفعہ میں بھی واضح طور پر مذہبی پیشواؤں یا پیغمبروں کی توہین شامل نہ تھی حالانکہ مذہبی اعتقادات بنیادی طور پر مذہبی شخصیات ہی سے وابستہ ہوتے ہیں اور مذہبی شخصیات کی توہین کر کے مذہبی شخصیات کے احترام کا تصور ناممکن ہے اور دفعہ ۲۹۵۔اے میں تقسیم ہند کے بعد مجموعہ تعزیرات پاکستان میں ۱۹۶۱ کا ترمیمی اضافہ کر کے بھی مقدس شخصیات کی توہین کا خلا پر نہ کیا جا سکا تھا بلکہ مذہبی توہین کرنے پر سزا میں دو کی بجائے دس سال کا اضافہ کر دیا گیا تھا اور بس! یہی باعث ہے کہ ۱۹۸۰ میں ایک ترمیمی آرڈیننس کے ذریعہ مجموعہ تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸۔اے کا اضافہ کیا گیا، جس کی رو سے امہات المومنینؓ، اصحاب رسولؐ، اہل بیت عظامؓ اور خلفائے راشدینؓ کی توہین کرنا قابل مواخذہ جرم قرار پایا۔ دفعہ ہذا کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"Whoever by words, either spoken or written, or by visible representations or by any imputation, innuendo or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of any wife (ummul

---

۱۔ نظامی، محمد مظہر حسن، شرح مجموعہ تعزیرات پاکستان، معہ اسلامی تعزیری قوانین، S-295A، پی ایل ڈی پبلشرز، نابھہ روڈ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Mumineen) , or members of the family (Ahle-bait), of the Holy Prophet (SAW) or any of the righteous caliphs (Khulafa-e-Rashideen) or companions (Sahaaba) of the Holy Prophet (SAW) shall be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to three years, or with fine, or with both."[1]

''جو کوئی الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری، یا مرئی نقوش کے ذریعے، یا کسی تہمت، کنایہ، یا در پردہ تعریض کے ذریعے، بلا واسطہ رسول پاک حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ (ام المومنین) یا رسول پاک ﷺ کے خاندان کے کسی فرد (اہل بیت) یا رسول پاک ﷺ کے خلفائے راشدین یا ساتھیوں (صحابہ کرامؓ) میں سے کسی کے متبرک نام کی توہین کرے گا، تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے یا جرمانے کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔''

مجموعہ تعزیرات پاکستان کی مذکورہ دفعہ کی رو سے مقدس شخصیات کی شان میں گستاخی کرنا اگرچہ قابل مواخذہ جرم قرار پایا تھا تاہم آقائے نامدارؐ کی شان میں گستاخی کرنا ابھی تک آئین و قانون کی رو سے جرم قرار نہیں دیا گیا تھا چنانچہ سپریم کورٹ پاکستان کے سنیئر وکیل جناب محمد اسماعیل قریشی نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔اے اور دفعہ ۲۹۸۔اے کو فیڈرل شریعت کورٹ اسلام آباد میں چیلنج کر دیا اور اپنی درخواست میں یہ مؤقف اختیار کیا کہ ناموس رسالت کا عقیدہ ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے اور جو کوئی اس عقیدہ کو ٹھیس پہنچا کر، ذات حق کی تنقیص یا توہین رسالت کا ارتکاب کرے گا، قرآن وسنت کی رو سے وہ بد بخت سزائے موت کا مستحق ہوگا مگر توہین رسالت کے جرم پر اولاً تعزیرات پاکستان میں کوئی سزا ہی موجود نہیں ہے اور اگر ۲۹۵۔اے میں مذکورہ دو سال قید یا جرمانہ کی سزا کو اس جرم کے مصداق سمجھا جائے تو بھی یہ سزا، توہین رسالت کے مجرم پر قرآن وسنت کی مقرر کردہ سزا کے صریحاً خلاف ہے۔

درخواست گزار نے دفعہ ۲۹۸۔اے سے متعلق یہ مؤقف اختیار کیا کہ اس کی رو سے جن پاکباز ہستیوں کی بے ادبی اور گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے مگر خود اس مقدس ترین ہستی، جن کی نسبت سے انہیں یہ مقام تقدیس حاصل ہوا ہے، ان کی جناب میں گستاخی جیسے سنگین جرم پر کوئی سزا موجود نہیں ہے، جو اصل کو چھوڑ کر فروع کے استحقاق کو قانونی شکل دینے کے مترادف ہے چنانچہ قرآن وسنت کی روشنی میں، تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵۔اے اور دفعہ ۲۹۸۔اے کا جائزہ لے کر، توہین رسالت کے انتہائی سنگین جرم کی سزا، سزائے موت قرار دی جائے۔[2]

مذکورہ پٹیشن پر شریعت کورٹ کا فیصلہ ابھی محفوظ تھا کہ اس دوران کسی خاتون وکیل نے سرکار دو عالم کی شان اقدس میں بالواسطہ گستاخی کا ارتکاب کیا، جس پر آپا نثار فاطمہ ایم۔این۔اے نے گستاخ رسول پر سزائے موت کا بل قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جو فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ نمبر ۳ سال ۱۹۸۶ کی صورت میں منظور ہوا۔اس ایکٹ کی رو سے تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۵۔سی کا اضافہ کر دیا گیا، جو حسب ذیل ہے:

"Whoever by words, either spoken or written, or by visible

---

1. The Pakistan penal code, (XLV of 1860) S-298A.www.Pakistancode.gov.pk

۲۔ شریعت پٹیشن نمبر ۷/۱۹۸۴ء، فیڈرل شریعت کورٹ اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

representations, or by any imputation, innuendo or insinuation, directly or indirectly, defiles the sacred name of the Holy Prophet (SAW) shall be punished with death, or imprisonment for life, and shall also be liable to fine."[1]

''جو کوئی الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری، یا موئی نقوش کے ذریعے، یا کسی تہمت، کنایہ، یا در پردہ تعریض کے ذریعے، بلاواسطہ یا بالواسطہ رسول پاک حضرت محمد ﷺ کے پاک نام کی توہین کرے گا، تو اسے موت، یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کی سزا کا بھی مستوجب ہوگا۔''

اسمبلی میں پیش کردہ بل کی رو سے توہین رسالت پر سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا تھا مگر ایوان نے بل میں ترمیم کر کے دفعہ ۲۹۵۔سی کی رو سے عمر قید کو سزائے موت کی متبادل سزا کے طور پر منظور کیا تھا اور ظاہر ہے کہ توہینِ رسول پر عمر قید کی یہ سزا قرآن وسنت کے منافی تھی چنانچہ ایک درخواست گذار نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اپیل کے ذریعے ۲۹۵۔سی سے موت کے ساتھ ساتھ عمر قید کی متبادل سزا حذف کرنے کا مطالبہ کر دیا گیا اور اپنی درخواست میں یہ مؤقف اکتیار کیا کہ توہین رسول کی سزائے موت بطور حد ہے اور حدود کی سزاؤں میں کمی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔[2]

فیڈرل شریعت کورٹ نے اپیل ہذا کو دو مختلف مواقع پر سماعت کیا اور تیسری سماعت کے بعد ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ کو اپنے فیصلہ میں سزائے عمر قید کو حذف کر دیا۔ وفاقی شریعت کورٹ کے اس فیصلے کا متعلقہ اقتباس درج ذیل ہے:

"In view of the above discussion we are of the view that the alternate punishment of life imprisonment as provided in section 295-C, P.P.C. is repugnant to the Injunctions of Islam as given in Holy Qur'an and Sunnah and therefore, the said words be dleted therefrom.... A copy of this order shall be sent to the President under Article 203-D(3) of the Constitution to take steps to amend the law so as to bring the same in confirmity with the Injunctions of Islam. In case, this is not done by 30th April, 1991 the words "or imprisonments for life" in section 295-C, P.P.C. shall cease to have effect on that date.[3]

''مندرجہ بالا بحث کے پیش نظر ہماری رائے یہ ہے کہ عمر قید کی متبادل سزا، جیسے ۲۹۵۔سی ضابطہ تعزیرات پاکستان میں مقرر ہے، احکامات اسلام سے متصادم ہے جو قرآن کریم وسنت میں دیئے گئے ہیں۔ لہذا یہ الفاظ اس میں سے حذف کر دیئے جائیں۔۔۔ دستور کے آرٹیکل (۳) ۲۰۳ کے تحت اس حکم کی ایک نقل صدر پاکستان کو ارسال کی جائے تا کہ قانون میں ترمیم کے اقدامات کیے جائیں اور اسے احکامات اسلامی کے مطابق بنایا جائے۔ اگر ۳۰ اپریل ۱۹۹۱ تک ایسا نہ کیا گیا تو 'عمر قید' کے الفاظ دفعہ ۲۹۵۔سی تعزیرات

---

1. The Pakistan penal code, S-295C

۲۔ شریعت پٹیشن نمبر ۶۔ایل، ۱۹۸۷، محمد اسماعیل قریشی بنام حکومت پاکستان، فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان

3. Federal Shariat Court of Pakistan Judgment dated 07-03-1990 in Muhammad Ismail Qureshy Vs. General Muhammad Zia-ul-Haq, PLD 1991-FSC-10

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں اس تاریخ سے غیر مؤثر ہو جائیں گے۔''

فیڈرل شریعت کورٹ کے مذکورہ فیصلہ کے خلاف حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی مگر بعض سنجیدہ طبقات کی جانب سے توجہ دلانے پر وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے یہ بیان دیا کہ قانون توہین رسالت کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کسی اہلکار کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔ اگر توہین رسالت کی سزا موت سے بھی زیادہ سخت ہوتی تو اس پر عمل درآمد کیا جاتا۔ یہ قانون کسی اقلیت کے خلاف نہیں بلکہ صرف گستاخانِ رسول کے خلاف بنایا گیا ہے، خواہ ان کا تعلق اسلام ہی سے کیوں نہ ہو۔ اس لیے اقلیتوں کو اس سے خوف زدہ ہونے کی بالکل ضرورت نہیں۔ اس قانون سے اقلیتوں کے جان و مال اور تمام شہری حقوق کی حفاظت ہوگی۔ اس لیے میں نے سرکاری وکیل کو سپریم کورٹ سے توہین رسالت میں ترمیم کے لیے دائر اپیل کو فوری طور پر واپس لینے کی ہدایت جاری کر دی ہے۔[1]

بہرحال وزیر اعظم کے مذکورہ بیان کے بعد، سپریم کورٹ میں دائرہ اپیل سے حکومت کو واپس ہونا پڑا، جس کے نتیجہ میں فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ عدالت عظمیٰ میں بھی بحال رہا چنانچہ اب عمر قید کے الفاظ آئین، قانون اور فیصلہ کے مطابق ۲۹۵۔سی سے حذف ہو چکے ہیں اور عمر قید کی متبادل سزا غیر موثر ہو کر رہ گئی ہے اور پاکستان میں اہانت رسول کی سزا، حد کے طور پر سزائے موت مقرر ہو کر روبہ عمل ہوئی۔

وفاقی شرعی عدالت میں دوسری اپیل پٹیشن نمبر ۴۳/ا آف ۱۹۹۳ کے تحت علامہ بشپ دانی ایل تسلیم نے وفاقی شرعی عدالت کے مذکورہ بالا فیصلے کو اس بنیاد پر چیلنج کیا کہ مذکورہ فیصلہ اسلام کے احکام کے منافی ہے چنانچہ اسے جسٹس ڈاکٹر فدا محمد کی سربراہی میں فل بینچ نے سنا اور ۸ جنوری ۱۹۹۴ کو اس پٹیشن کو بھی خارج کرنے کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ علامہ بشپ دانی ایل تسلیم نے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپلیٹ بینچ میں ۱۹۹۴ میں اپیل نمبر ۲ دائر کی جسے فل کورٹ نے عدم پیروی کی بنیاد پر مؤرخہ ۲۱۔اپریل ۲۰۰۹ کو خارج کر دیا اور یوں یہ معاملہ ملک کی اعلیٰ ترین عدالت کے ذریعے طے پا گیا کہ پاکستان میں نافذ العمل ۲۹۵۔سی کے تحت کتاب وسنت کی روشنی میں توہین رسالت کی سزا صرف اور صرف موت ہوگی۔[2]

سپریم کورٹ پاکستان نے مورخہ ۳۱۔اکتوبر ۲۰۱۸ کو جاری اپنے حالیہ فیصلے میں، شک کا فائدہ دے کر شاتم رسول آسیہ مسیح کو بری کر دیا ہے کہ گواہوں کے بیانات میں تضاد ہے اور عدالتِ عظمیٰ ان کی شہادت سے مطمئن نہ ہے حالانکہ سیشن کورٹ نے ملزمہ کے اعتراف جرم اور گواہوں کی شہادت کی رو سے، اس کے خلاف سزائے موت کا فیصلہ سنایا تھا اور لاہور ہائی کورٹ نے بھی اس فیصلہ کے خلاف مجرم کی اپیل میں سزائے موت کو برقرار رکھا تھا مگر چیف جسٹس کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ نے، سزائے موت معطل کرتے ہوئے ملعونہ کو بری کر دیا۔[3]

مذکورہ فیصلہ کے تناظر میں مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ حدود کی سزا میں بلا شبہ شہادت کے نصاب اور گواہوں کے تزکیہ کو ضروری قرار دیا گیا ہے اور جب تک یہ شرائط پوری نہ ہوں گی، کسی شخص پر حدود کی سزا جاری نہیں ہو سکے گی تاہم حدود کے کیس میں نصاب شہادت مکمل نہ ہونے کے باوجود، اس کے مجرمانہ فعل کو قابل تعزیر جرم قرار دے کر، مجرم کو حد سے کم تر کوئی سزا دی جا سکتی ہے

۱۔ قریشی، محمد اسماعیل، ایڈووکیٹ، ناموس رسول اور قانون توہین رسالت، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۶ء، ص: ۴۰۵

۲۔ ماہنامہ محدث، مارچ ۲۰۱۷، ص: ۴۰

3. Criminal Appeal No. 39-L of 2015 Dated:31-October, 2018, Supreme Court of Pakisatn.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ توہین رسالت کے مذکورہ کیس مین بھی مجرمہ کے فعل کو قابل تعزیر جرم قرار دے کر اسے قرار واقعی سزا دینا آئین و قانون کے مطابق جائز تھا کیونکہ عدالت تعزیری سزا دینے کی بہر حال مجاز ہے، خواہ ۲۹۵۔سی کے ضمن میں توہین پر سزائے تعزیر کی یہ صورت شامل نہ بھی ہو۔ ہمارا اسلامی قانون بھی اس باب میں اس کی اجازت دیتا ہے اور خود سپریم کورٹ نے بھی خلیل الزمان کیس میں تعزیری سزا کو جائز قرار دیا تھا۔[1]

مقالہ نگار کے نزدیک توہین رسالت کے حالیہ کیس اور اس جیسے دیگر مقدمات میں، نصاب شہادت اور تزکیہ شہود مکمل نہ ہونے کی مخصوص صورت میں، سزائے موت نہ سہی مگر عدالت کو اپنا تعزیری سزا دینے کا حق استعمال کرنا چاہیے تھا تا کہ نظام عدل پر بیرونی دباؤ کے شکوک وشبہات پیدا نہ ہوں اور ناموس رسول جیسے حساس مسئلہ کے تمام تر ایمانی اور آئینی تقاضے بھی پورے ہو جائیں۔ توہین رسالت کی دفعہ ۲۹۵۔سی پر NGO's کا ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ غیر مسلموں اقلیتوں کے خلاف اس کا غلط استعمال کیا جاتا ہے لہذا توہین رسالت کا قانون تبدیل یا ختم کر دینا چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں وہ کون سا قانون ہے، جس کا غلط استعمال نہیں ہوتا؟ خود ہمارے پاکستان میں جتنے تعزیری قوانین موجود ہیں، کیا ان کا غلط استعمال نہیں کیا جاتا؟ سوال یہ ہے کہ کسی قانون کے غلط استعمال پر کیا تعزیری قوانین ہی کو معطل کر دینا چاہیے یا ان کے غلط استعمال کا سد باب ہونا چاہیے؟ ظاہر ہے کہ قوانین کے غلط استعمال کے سد باب کی ضرورت ہے۔

جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے الفاظ میں یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ کیا کسی قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے اس کا صحیح استعمال بھی روک دینا چاہیے یا غلط استعمال کے اسباب کو دور کرنا چاہیے؟ یقیناً، ایک عام فہم آدمی بھی یہ رائے ہی قائم کرے گی، کہ غلط استعمال کے اسباب دور ہونے چاہئیں نہ کہ قانون ہی کو تبدیل کر دینا چاہیے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں آج تک کسی بھی مسلم یا غیر مسلم کو توہین رسالت ﷺ کے جرم کے ارتکاب پر سزائے موت پر عمل درآمد نہیں ہوا۔۔۔ یہ عمل صدیوں سے جاری ہے، لیکن قانون کے اس غلط استعمال پر کبھی کوئی نوحہ کناں نہ ہوا، اور نہ معترض، اس لیے محض قانونِ توہینِ رسالتؐ پر تنقید اور ہرزہ سرائی نیک نیتی کو ظاہر نہیں کرتا۔

توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا الزام لگانا کسی جرم کی غلط اطلاع دینے اور دفعہ ۱۸۲ مجموعہ تعزیرات پاکستان کے تحت سزاوار عمل نہیں ہے بلکہ یہ از خود ایک سنگین جرم ہے، جو کہ الزام لگانے والا کسی بے گناہ فرد سے توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ، حرکات یا عمل منسوب کر کے، کم از کم خود اس جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس لیے قانون کا غلط استعمال روکنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا لگایا گیا الزام غلط ثابت ہونے پر، الزام لگانے والے کو وہ سزا دی جائے، جو کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کی صورت میں موجود ہے۔ اس لیے یہ معاملہ مقنّنہ کے پاس لے کر جانا ضروری ہے، تا کہ ضروری قانون سازی کی جا سکے۔[2]

چنانچہ توہین رسالت کے جھوٹے الزام کی صورت میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۱۹۴ کو روبہ عمل لانا نہایت موثر ہوگا، جس کی رو سے کسی بے گناہ کو سزائے عمر قید یا سزائے قتل کی نیت سے جھوٹی شہادت دینے یا غلط بیانی کرنے پر گواہ کو عمر قید کی سزا دی جائے گی اور

---

1. 1999 SCMR 2203

۲۔ ناموس رسالت؛ ایک اعلیٰ عدالتی فیصلہ: ۲۱۳۔۲۱۲، جسٹس شوکت عزیز صدیقی، منشورات، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے گناہ کو سزائے قتل کی صورت میں جھوٹے گواہ کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔[1]

مذکورہ آرٹیکل سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں کہیں قانون توہین رسالت کا غلط استعمال ہو، اس کے خلاف حکومت متحرک ہو کر یا عدالت از خود نوٹس لے کر ملوث افراد کو قرار واقعی سزا دینے کا قانونی حق رکھتے ہیں مگر قانون کے غلط استعمال کا واویلا کر کے، دفعہ ۱۹۴ کو عمل میں نہ لانا اور ۲۹۵۔سی میں ترمیم کا راگ الاپنا ہمارے آئینی اور ایمانی تقاضوں سے انحراف ہوگا۔

سیکولر ریاستوں کے بلاس فیمی لاء یا توہین مسیح کے قانون کی رو سے ملزم کی نیت یا ارادہ غیر متعلق شمار ہوتے ہیں مگر اسلام نے تمام اعمال کا دارومدار نیت کو قرار دیا ہے چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

''انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری ما نوی.'' [2]

''تمام اعمال نیتوں سے منسلک ہیں اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔''

مذکورہ حدیث کی رو سے گویا اسلام ہی نے دنیا میں سب سے قبل، نیت اور ارادے کو جرم کا بنیادی رکن بنایا ہے۔ دنیائے عدل میں یہ بھی آپ کا پہلا انقلابی اقدام تھا چنانچہ ۲۹۵۔سی کو قرآن وسنت کی روح سے ہم آہنگ کرنا اور اس باب میں ملزم کی نیت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا لہٰذا جس نے عمداً اور قصداً، جرم توہین کا ارتکاب کیا ہوگا، اسے قانون کی رو سے موت کی سزا دی جائے گی مگر بلا ارادہ جرم توہین کے ارتکاب پر کسی کو موت کی سزا نہ دی جائے گی تاہم اس پر جرمانہ عائد کیا جائے گا کہ اس نے گستاخی کر کے حزم و احتیاط کو ملحوظ کیوں نہ رکھا تھا، جس کی ہر عاقل اور بالغ سے توقع ہوتی ہے۔ اسلام کے فوجداری قانون میں، کسی جرم کے بالارادہ اور بلا ارادہ واقع ہونے اور ہر دو صورت میں سزا کے مختلف ہونے میں، جرم قتل عمد اور جرم قتل خطا پر سزاؤں کے فرق کو مثال بنایا جا سکتا ہے۔[3]

۷ ستمبر ۱۹۷۴ کو دوسری آئینی ترمیم کے ذریعے، مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کو آئین پاکستان کے آرٹیکل نمبر ۲۶۰(۳) الف اور ب کے تحت غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ دفعہ ہذا درج ذیل ہے:

> ''مسلم سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت وتوحید قادر مطلق اللہ تبارک وتعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو، نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے اور غیر مسلم سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو، اور اس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا (جو خود کو احمدی یا کسی اور نام سے منسوب کرتے ہیں) کوئی شخص یا کوئی بہائی اور جدالی ذاتوں میں سے کسی سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔''[4]

آئین پاکستان کی مذکورہ دفعہ کی رو سے قادیانیوں کے غیر مسلم قرار پانے کے باوجود، وہ خلفائے راشدین، صحابہ کرام، ازواج مطہرات جیسے اہل اسلام کے مخصوص خطابات کو اپنے مذہبی پیشواؤں کے حق میں بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ ان کی جانب سے مسجد اور اذان جیسے اسلامی شعائر کا استعمال بھی سادہ لوح اہل اسلام میں گمراہی اور انتشار فکری کا باعث بنتا تھا۔

---

1. The Pakistan Penal Code, 1860, S. 194

۲۔ بخاری، کتاب بدء الوحی، باب، رقم: ۱

۳۔ ناموس رسول اور قانون توہین رسالت: ۳۳۶

۴۔ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان، آرٹیکل: ۲۶۰(۳) اے، بی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸ بی کے تحت مرزئی کذاب کے پیروکاروں کا مخصوص اسلامی شعائر اور مخصوص خطابات کو استعمال کرنا قابل سزا جرم قرار دیا گیا، اور دفعہ ہذا میں یہ قرار پایا کہ قادیانی، لاہوری یا احمدی گروپ کا جو شخص بھی رسول اللہ ﷺ کے خلفائے عظام کے علاوہ کسی کو خلیفہ قرار دے گا یا آپؐ کی ازواج مطہرات کے علاوہ کسی کو ام المومنین کہے گا یا آپؐ کے صحابہ کرام کے علاوہ کسی دیگر شخص کو صحابی پکارے گا یا منسوب کرے گا، اسے تین سال تک سزائے قید دی جائے گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔ دفعہ ہذا کا متن درج ذیل ہے:

Any person of Quadiani group or the Lahorei group, who by words, either spoken or written, or by visible representation:

(a) refers to or addresses any person other than a caliph or companion of the Holy Prophet Muhammad (SAW), as Ameer-ul-Momineen, Khalifa-tul-Muslimeen, Sahabi or Razi Allah Anho,

(b) refers to, or addresses, any person, other than wife of the Holy Prophet (SAW), as Ummul-Momineen;

(c) refers to, or addresses any person, other than a member of the family (Ahl-e-Bait) of the Holy Prophet Muhammad (SAW), as Ahle-Bait; or

(d) refers to, or names, or calls, his place of worship as Masjid, or refers to the mode or perform of call to prayers followed by his faith as 'Azan' or recites Azan as used by the Muslims, shallbe punished with imprisonment of either description for a term with may extend to three years, and shall also be liable to fine.[1]

مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۸۔سی، قادیانی یا لاہوری گروپ کے کسی فرد کے مذہبی رویہ اور مذہبی شناخت سے متعلقہ افعال کے بارہ میں ہے، چنانچہ جو قادیانی، لاہوری یا احمدی خود کو مسلمان کہلوائے گا یا اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے گا یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر متعارف کروائے گا یا کسی کو یہ مذہب اختیار کرنے پر راغب کرے گا یا اہل اسلام کے مذہبی جذبات کو مجروح کرے گا، اسے دفعہ ہذا کے تحت تین سال تک قید کی سزا دی جا سکے گی اور وہ ادائے جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

آرٹیکل ۲۹۸۔سی کا متن یہ ہے:

"Any person of the Quaidiani group or the Lahore group who directly or indirectly, posses himself as a Muslim, or calls, or refers to, his faith as Islam, or preaches or propogates his faith, or invites others to accept his faith, by words, either spoken or written, or by visible representations, or in any manner whatsoever outrages the religious feelings of Muslims, shall be punished with imprisonment of either description of a term which may

1. The Pakistan Penal Code, (XLV of 1860), Article, 298, Sec-B, Sub Sec-1,2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

extend to three years and shall also be liable to fine."[1]

امتناع قادیانیت آرڈیننس کی رو سے اسلامی نام کو اختیار کرنا بھی قادیانیوں کے لیے ناجائز ہے۔ اس بنا پر قادیانیوں کا اپنے آپ کو احمدی قرار دینا خلاف واقعہ ہے کیونکہ مرزا قادیانی کا نام احمد نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی تھا ورنہ قادیان بھی اللہ کی زمین کے ایک ٹکڑے اور ہندوستان میں ایک علاقے کا نام ہے لہٰذا ان کا نام قادیانی کی بجائے مرزائی ہی بہتر ہے۔ انہیں احمدی قرار دینا سراسر ناجائز ہے۔ احمدی قرار دے کر ہم انہیں مرزائی دجل وفریب اور اسلامی شعائر پر ہاتھ صاف کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔ اسلام غیر مسلموں کو مسلم معاشرے میں خالص اسلامی نام استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اس پر صحابہؓ کرام کا اجماع ہے، جو درج ذیل عبارت سے واضح ہے:

"ولا نتكلم بكلامهم و ان لا نتكنى بكناهم." [2]

قادیانیوں نے امتناع قادیانیت کے قوانین کے بعد لبادہ تبدیل کر کے مختلف ناموں سے گمراہی پھیلانا شروع کر رکھی ہے چنانچہ قادیانیت کے مطابق قرآنی تراجم اور تعلیم کے لیے تحریک جدید، دیہات میں مبلغ پیدا کرنے کے لیے تحریک وقف جدید، تمام دنیا میں قادیانیت کی دعوت پھیلانے کے لیے مدرسۃ الظفر چناب نگر، پیدائش سے پہلے تبلیغ قادیانیت کے نام پر بچہ وقف کرنے کے لیے تحریک وقف نو، سکول اور کالج میں مسلم شناخت کے حامل اساتذہ کے ذریعے تبلیغ قادیانیت کے لیے نصرت جہاں تحریک، ہر علاقے میں اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنے کے لیے بیوت الحمد تحریک، تبلیغ قادیانیت میں پکڑے جانے والوں اور ان کے لواحقین کی مدد کے لیے سیدنا بلال فنڈ، غریب مسلم لڑکیوں کو جہیز دے کر قادیانیت کے فروغ کے لیے مریم شادی فنڈ، عورتوں کو تبلیغ قادیانیت پر تیار کرنے کے لیے لجنۃ اماء اللہ، نوجوانوں کو تبلیغ قادیانیت پر تیار کرنے کے لیے خدام الاحمدیہ اور ۴۰ سال سے زائد عمر کے مسلمانوں میں فروغ قادیانیت کے لیے مجلس انصار اللہ سرگرم عمل ہیں۔[3]

سپریم کورٹ آف پاکستان نے ایک فیصلہ میں قرار دیا تھا کہ:

> ''قادیانی حکمت عملی اس سوداگر کے فراڈ سے گہری مماثلت رکھتی ہے جو اپنے گھٹیا سامان کو ایک شہرت یافتہ فرم کا اعلیٰ قسم کا معروف سامان ظاہر کر کے چلتا کرتا ہے۔ قادیانی یہ تسلیم کر لیں کہ ان کی تبلیغ اسلام کے لیے نہیں بلکہ کسی اور مذہب کی طرف ہے تو بے خبر مسلمان بھی اپنے ایمان کو چھوڑ کر کفر قبول کرنے سے نفرت کریں گے، بلکہ الٹا قادیانیوں کے دل سے احمدیت کا طلسم ٹوٹ جائے گا۔ اگر قادیانی آئینی دفعات کی پابندی کرتے تو اس (امتناع قادیانیت) آرڈیننس کے نفاذ کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔''[4]

قادیانی اپنے آپ کو ڈھٹائی سے مسلمان قرار دینے پر مصر ہیں حالانکہ کیا اسلام ہے اور کیا نہیں ہے؟ اور کون مسلمان ہے یا نہیں؟ اس بارے میں قرآن وسنت اور اجماع امت فیصلہ کی میزان ہے۔ قادیانیوں کے کفر پر قرآن وسنت کے سینکڑوں دلائل کی بنا پر عالم اسلام کے تمام ادارے، مدارس، مراکز، مجالس، جید مفتیان وعلمائے کرام ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے متفق چلے آ رہے ہیں۔ ہر حلقے کے ایک ہزار سے زائد علما ومفتیان اور ایک سو دس سے زائد مدارس ومراکز کے فتاویٰ منظر عام پر آ چکے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے

---

1. The Pakistan Penal Code, (XLV of 1860), Article, 298, Sec-B, Sub Sec-1,2

۲۔ خلال، احمد بن محمد، ابوبکر، احکام اھل الملل من الجامع لمسائل لامام احمد بن حنبل، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، رقم: ۱۰۰۰

۳۔ ماہنامہ محدث، لاہور، جون ۲۱۰۸، ص: ۳۱

۴۔ متین خالد، محمد، فیصلہ سپریم کورٹ آف پاکستان، ۱۹۹۴ء، جسٹس عبدالقدیر چودھری مرحوم، بحوالہ فتنہ قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے، ص: ۲۰۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شائع کردہ فتاویٰ ختم نبوت کی تین جلدوں میں بھی ان دلائل و براہین کی ایمان افروز تفصیلات موجود ہیں۔[۱]

دنیائے اسلام کے قابل اعتماد فقہی ادارے، رابطہ عالم اسلامی کی فقہ اسلامی اکیڈمی جدہ کا اجماعی فتویٰ ہے کہ قادیانی صرف کافر کی بجائے مرتد ہیں:

"و هذه الدعوى من ميرزا غلام احمد تجعله و سائر من يوافقونه عليها مرتدين خارجين عن الاسلام. واما اللاهورية فانهم كالقاديانية فى الحكم عليهم بالردة بالرغم من وصفهم ميرزا غلام احمد بانه ظل و بروز لنبينا محمد صلى الله عليه وسلم...صدر قرار بالاجماع باعتبار العقيدة القاديانية المسماة ايضا بالاحمدية عقيدة خارجة عن الاسلام خروجا كاملا و ان معتنقيها كفار مرتدون عن الاسلام، و ان تظاهر اهلها بالاسلام انما هو للتضليل والخداع. و انه يجب على المسلمين حكومات و علماء و كتابا و مفكرين و دعاة و غيرهم مكافحة هذه النحلة الضالة و اهلها فى كل مكان فى العالم."[۲]

"مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعویٰ کرنا اس کو اور اس کے پیروکاروں کو مرتد اور اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور لاہوری بھی ارتداد میں قادیانیوں کی طرح ہیں۔ باوجود یکہ وہ مرزا قادیانی کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلی اور بروزی مانتے ہیں۔۔۔اجماعی طور پر یہ قرار پایا ہے کہ قادیانی عقیدہ جو احمدیت بھی کہلاتا ہے، اسلام سے کلیۃً خارج عقیدہ ہے اور اس کے پیروکار کافر و مرتد ہیں۔ ان کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا گمراہی اور دھوکہ دہی کے لیے ہے۔ اور مسلم حکمرانوں، علمائے کرام، اہل قلم، مفکرین، داعیوں وغیرہ کو اس گمراہ فرقے اور اس کے پیروکاروں کا دنیا بھر میں پوری طرح توڑ کرنا چاہیے۔"

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی اپنے اصل حکم کے اعتبار سے مرتد ہیں مگر پاکستان نے اقوام متحدہ کا رکن ہونے کے باعث یا مخصوص ملکی حالات کی وجہ سے انہیں مرتد قرار نہ دیا اور نہ ہی ان کے خلاف سزائے ارتداد کا نفاذ عمل میں آیا بلکہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا اگرچہ مخصوص حالات و واقعات کے تحت مرتد کی سزا کو مؤخر کرنا بھی جائز ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم فرماتے ہیں:

"فحيث ما كان للمنافق ظهور و تخاف من اقامة الحد عليه فتنة اكبر من بقائه عملنا بآية ((ودع اذاهم))"[۳]

"جہاں منافقوں کا غلبہ ہو، اور ان پر سزا نافذ کرنے سے اس سے بڑے فتنہ کا اندیشہ ہو، ہم وہاں اس آیت پر عمل کریں گے: اے نبیؐ! آپ ان کی اذیت کو چھوڑ دیں۔"

شیخ الاسلام کے نزدیک مرتد کی سزا کے دو درجے ہیں: اگر وہ عامی شخص ہے تو اسے اسلام کی دعوت دی جائے گی اور اس کے

۱۔ قادیانیوں کے مکمل بائیکاٹ پر متفقہ فتویٰ، ناشر مرکز سراجیہ، غالب مارکیٹ، لاہور، طبع نومبر ۲۰۱۱ء

۲۔ عالمی فقہ اکیڈمی، جدہ کی دوسری کانفرنس، ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ کے موقع پر پہلے سیشن کی تیسری قرارداد کا متن

۳۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول، ص: ۳۵۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شبہات کو دفع کیا جائے گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کے دو مرتد قاصدوں کو کلمہ اسلام کی دعوت دی تھی۔ اور اگر مرتدوں کا قائد اور داعی ہونے کی بنا پر زندیق بھی ہے اور اپنی گمراہی کو حق سمجھنے پر مصر ہے تو اسے توبہ کی دعوت دینا ضروری نہیں ہے اور نہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار ہے، الّا یہ کہ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کر چکا ہو۔[۱]

فصل ہذا میں ناموس رسولؐ اور ختم نبوت کے متعلق مجموعہ تعزیرات ہند اور ضابطہ تعزیرات پاکستان کے تاریخی ارتقاء کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جس کی رو سے مقالہ نگار کے نزدیک موجودہ حالات کے تناظر میں ضروری ہے کہ دستور پاکستان میں موجود ختم نبوت پر مبنی صدر اور وزیر اعظم کے لیے حلف نامے کو لازمی طور پر ان کے قائم مقام صدر اور وزیر اعظم یعنی چیئرمین سینٹ اور سپیکر قومی اسمبلی پر بھی لازم کیا جائے اور ان کا مسلمان ہونا بھی لازم قرار دیا جائے نیز اس حلف نامے کو وفاقی کابینہ کے تمام وزرا تک توسیع دینا بھی ضروری ہے کیونکہ تمام حساس فیصلے یہیں سے صادر ہوتے ہیں اور حساس مشاورت کے لیے مشیروں کا امین اور خیر خواہ ہونا ضروری ہے۔ مقالہ نگار کے خیال میں اسلام آباد ہائی کورٹ نے قادیانیوں سے متعلق جو فیصلہ سنایا ہے، اسے اپنی روح کے مطابق روبہ عمل لانے کی اشد ضرورت ہے۔[۲]

۱۔ الصارم المسلول مترجم، ناشر مکتبہ قدوسیہ لاہور، ص: ۴۶۹

۲۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: شوکت عزیز صدیقی، جسٹس، فیصلہ اسلام آباد ہائی کورٹ، اسلام آباد، مورخہ ۲۰۱۸-۰۳-۰۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

سزائے ارتداد؛ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم:

سزائے ارتداد؛ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات

قیام کا پس منظر:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام دراصل نظریہ اسلام کا مرہون منت ہے اور قرآن وسنت کے احکامات پر مبنی اسلامی معاشرہ ہی اس کی منزل مقصود ہے چنانچہ دستوری تاریخ کے آغاز ہی سے اس جانب پیش رفت جاری ہے۔ ۱۹۵۶ء کے آئین کے آرٹیکل ۱۹۸ کی رو سے ادارہ تحقیقات اسلامی کا قیام عمل میں لانا تجویز کیا گیا تھا، جس کا کام اسلامی احکام کی تدوین ونفاذ کے بارہ میں تحقیق کرنا تھا۔ ۱۹۶۲ء کے آئین کے آرٹیکل ۲۰۴ کے تحت کم سے کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ بارہ افراد پر مشتمل اسلامی مشاورتی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا تا کہ صدر، گورنر اور قومی یا صوبائی اسمبلی کے ممبران کی مسودہ قانون کی حیثیت کے بارہ میں اسلامی مشاورتی کونسل سے مشورہ طلب کرسکیں۔ آئین ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۲۲۷ میں یہ طے کیا گیا تھا کہ پاکستان میں کوئی قانون بھی قرآن وسنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا چنانچہ اس کا باقاعدہ نظام وضع کرنے کی غرض سے آئین کی شق ۲۲۸ کے تحت اسلامی نظریاتی کونسل کے نام سے ایک ادارہ تشکیل دیا گیا۔[1]

۱۹۷۳ء کے آئین کی رو سے اسلامی نظریاتی کونسل کا باقاعدہ قیام عمل میں لایا گیا؛ جس کے آرٹیکل ۲۲۸ میں قرار دیا گیا تھا کہ یومِ آغاز سے نوے دن کی مدت کے اندر اسلامی نظریات کی ایک کونسل تشکیل دی جائے گی۔[2]

آئین میں کونسل کی ہیئت ترکیبی کی وضاحت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اسلامی کونسل کم از کم آٹھ اور زیادہ سے زیادہ بیس ارکان پر مشتمل ہوگی، جسے صدر ان اشخاص میں سے مقرر کرے گا جن ارکان کو اسلام کے اصول وفلسفہ اور پاکستان کے اقتصادی، سیاسی، قانونی اور انتظامی مسائل کا فہم وادراک ہونا ضروری ہے۔[3]

آرٹیکل ۲۲۸ (۳) کے مطابق کونسل کے کم از کم دو ارکان سپریم کورٹ یا کسی ہائی کورٹ کے حاضر سروس یا سابق جج ہوں گے۔ اس طرح کم از کم ایک خاتون رکن کا ہونا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے اور کونسل کے کم از کم چار ارکان کا اسلامی علوم کی تدریس وتحقیق کے کم از کم پندرہ سالہ تجربے کا حامل ہونا لازم ہے۔ آئین کی رو سے کونسل کی تشکیل میں تمام فقہی مکاتب فکر کو نمائندگی حاصل ہوگی۔

ابتدائی طور پر کونسل کا دفتر لاہور میں قائم کیا گیا جسے ۱۹۷۷ء میں اسلام آباد منتقل کر دیا گیا۔ ۱۹۹۵ سے لے کر آج تک کونسل کا دفتر اپنی علیحدہ بلڈنگ میں قائم ہے۔ کونسل کا پہلا چیئرمین ہونے کا اعزاز جسٹس محمد اکرام کو حاصل ہے اور قبلہ ایاز اس کے موجودہ چیئرمین ہیں۔[4]

کونسل کے فرائض:

آئین کے آرٹیکل ۲۳۰ کے تحت کونسل کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ ایوانِ زیریں اور ایوانِ بالا کو ایسے ذرائع اور وسائل کی سفارش کرے گی جن سے پاکستان کے اہل اسلام انفرادی اور اجتماعی سطح پر قرآن وسنت کے مقرر کردہ اصول وتصورات کے مطابق

---

1. Australian Journal and Islamic Studies Research (Ajhirs), Vol-2, Issue-2, July, 16 to December, 16 , P:30, Naheed Arain

۲۔ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان، ۱۹۷۳ء، آرٹیکل ۲۲۸، ص: ۲۰۰ ۳۔ ایضاً، ص: ۲۰۰-۲۰۱

4. www.cii.gov.pk/history

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی بسر کرسکیں۔ اسلامی کونسل کسی ایوان، کسی صوبائی اسمبلی، صدر یا گورنر کو کسی استفسار پر مشورہ دے گی کہ کوئی مجوزہ قانون اسلامی احکام کے منافی ہے یا نہیں۔ اسلامی کونسل ان تدابیر اور مراحل کو عمل میں لانے کی سفارش کرے گی جن کی بنا پر نافذ قوانین کو اسلامی احکام کے مطابق بنایا جاسکے گا۔ اسلامی کونسل کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ ایوانِ زیریں، ایوانِ بالا اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لیے اسلامی احکام کو ایک موزوں شکل میں مدون کرے گی جنہیں قانونی طور پر نافذ کیا جاسکے گا۔[۱]

کونسل کا طریق کار:

آئین کا آرٹیکل ۲۲۹ نظریاتی کونسل کے طریق کار پر مشتمل ہے جس کی رو سے جب کوئی سوال کسی ایوان، کسی صوبائی اسمبلی، صدر یا کسی گورنر کی طرف سے اسلامی کونسل کو بھیجا جائے گا، کونسل اس کے بعد پندرہ دن کے اندر متعلقہ ایوان، اسمبلی، صدر یا گورنر کو اپنی سفارشات پیش کرنے کی پابند ہوگی۔ تاہم فوری نوعیت کے مجوزہ قانون کو اسلامی کونسل کے مشورہ مہیا ہونے سے قبل بھی وضع کیا جاسکے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ جب وہ قانون اسلامی کونسل کے پاس مشورہ کے لیے بھیجا جائے گا اور کونسل یہ مشورہ دے گی کہ قانون اسلامی احکام کے منافی ہے تو ایوان، صوبائی اسمبلی، صدر یا گورنر اس وضع کردہ قانون پر دوبارہ غور کرے گا۔ اسلامی کونسل اپنے تقرر سے سات سال کے اندر اپنی حتمی رپورٹ پیش کرے گی اور سالانہ عبوری رپورٹ پیش کیا کرے گی۔ یہ رپورٹ خواہ عبوری ہو یا حتمی، موصولی سے چھ ماہ کے اندر دونوں ایوانوں اور ہر صوبائی اسمبلی کے سامنے برائے بحث پیش کی جائے گی اور مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور اسمبلی، رپورٹ پر غور وخوض کرنے کے بعد حتمی رپورٹ کے بعد دو سال کی مدت کے اندر اس کی نسبت قوانین وضع کرے گی۔[۲]

تبدیلی مذہب اور مرتد کی سزا:

مؤرخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۸۱ء کو وزارت دفاع پاکستان ایئر ہیڈ کوارٹر پشاور کی جانب سے کونسل کو ایک ریفرنس موصول ہوا جس کا عنوان تبدیلی مذہب کا طریق کار تھا۔ ریفرنس اپنے عنوان سے متعلق ایک استفسار پر مبنی تھا کہ اسلام کی رو سے مذہب تبدیل کرنے کا طریقہ کار کیا ہے اور اس کی سزا کیا ہوگی؟ اس پر کونسل نے مؤرخہ ۱۷۔ اگست ۱۹۸۱ء کو اسلام آباد میں اجلاس منعقد کیا، اجلاس ہذا میں ریفرنس پر غور وفکر کرنے کے بعد تبدیلی مذہب اور مرتد کی سزا کے بارہ میں مندرجہ ذیل فیصلہ کیا گیا:

"طے پایا کہ معصیت کے اختیار کرنے کا کوئی طریقہ اسلام میں نہیں ہے۔ کونسل مذکورہ ریفرنس کے پیرا نمبر ۳ کی اصولی طور پر مکمل تائید کرتی ہے کہ:

> Apostasy in Islam is a deplorable act. As far as we are aware, this has not been specifically made a "Crime" as such either by constitution of Pakistan or the P.A.F. Act, or under any penal law of country. The question neverthless, deserve, serious consideration. However, retention of such personnel in the service is not considered desirable. It is recommended that such personnel, at best, be relieved from service with full benifits. You are, therefore,

---

۱۔ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان، آرٹیکل ۲۳۰

۲۔ ایضاً، ص: ۲۰۲۔۲۰۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

requested to advise the action and procedure to be followed in this case."[۱]

جہاں تک مرتدین کے مذہب بدلنے کا تعلق ہے، اس پر کونسل اس صورت میں غور کرے گی جب حکومت کی جانب سے مجوزہ قانون پر کونسل کی رائے دستور پاکستان کی دفعہ نمبر ۲۳ (ب) کے تحت طلب کی جائے گی۔"

قانون ارتداد کے نفاذ کی سفارش:

اسلامی نظریاتی کونسل کے مذکورہ فیصلہ میں قرار پایا تھا کہ مذہب تبدیل کرنا معصیت ہے اور معصیت اختیار کرنے کا اسلام میں کوئی طریقہ نہیں ہے تاہم ارتداد کی سزا اور اس کے نفاذ کی سفارش پر حکومتی مراسلہ کے بعد ہی غور کیا جا سکے گا چنانچہ کیبنٹ ڈویژن کی جانب سے کونسل کو حکومتی مراسلہ ۲۷ مئی ۱۹۸۲ کو موصول ہوا۔ اس کے بعد کونسل نے ایئر ہیڈ کوارٹر کے استفسار پر دوبارہ غور کیا اور حسب ذیل سفارش منظور کی:

" کونسل کی رائے میں دستور پاکستان کے ترمیمی آرڈیننس مجریہ ۷ ستمبر ۱۹۸۴ء سے قبل احمدی (قادیانی بشمول لاہوری گروپ) سب غیر مسلم قرار دیئے گئے تھے اور اس ترمیمی آئینی آرڈیننس کے بعد جو کوئی مسلمان احمدی (قادیانی بشمول لاہوری گروپ) ہو جائے تو وہ از روئے قرآن وسنت اور اجماع امت مرتد ہوگا۔ مرتد باتفاق امت واجب القتل ہے۔ چنانچہ کونسل سفارش کرتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنا مذہب تبدیل کرتا ہے تو اسے ارتداد سے توبہ کرنے کے لیے کہا جائے گا، اگر وہ نہ مانے اور توبہ نہ کرے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی اور اس دوران اسے اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دی جاتی رہے گی اور اگر اسلام کے بارے میں کوئی شبہ ہو تو اس کے ازالے کی بھی کوشش کی جائے گی۔ اگر پھر بھی وہ اپنے ارتداد سے توبہ نہ کرے تو شرع اسلامی میں اس کا خون حلال ہے اور اس کو سزائے موت دی جائے گی۔ کونسل مزید سفارش کرتی ہے کہ ارتداد کے موضوع پر ایک قانون بنایا جائے کیونکہ فی الوقت ملک میں کوئی ایسا قانون یا ضابطہ موجود نہیں ہے جس کے تحت ارتداد کے جرم پر کوئی سزا دی جا سکے۔ اگر حکومت چاہے تو کونسل ہذا ارتداد کے موضوع پر مسودہ قانون تیار کر کے حکومت کو پیش کر سکتی ہے۔ کونسل مذکورہ بالا ریفرنس کے تعلق سے مزید سفارش کرتی ہے کہ تا آنکہ اسلامی قانون ارتداد نافذ ہو مرتدین کو فوری طور پر سرکاری ملازمت سے علیحدہ کرنے کا اہتمام کیا جائے اور کسی مرتد کو سرکاری ملازمت میں نہ رہنے دیا جائے۔"[۲]

مسودہ قانون ارتداد کی ترتیب وتدوین:

وزارت مذہبی امور کی استصواب رائے پر کونسل نے اپنی سفارش میں قرار دیا تھا کہ جب تک اسلامی قانون ارتداد نافذ نہیں ہو

۱۔ سالانہ رپورٹ ۸۲۔۱۹۸۱ء، ص: ۵۱۔۵۰، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، اسلام آباد

۲۔ سالانہ رپورٹ ۸۳۔۱۹۸۲، ص: ۲۳۔۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتا مرتدین کو فوراً سرکاری ملازمت سے برطرف کر دیا جائے اور کسی مرتد کو سرکاری ملازمت نہ دی جائے۔ اس سفارش کے بعد کونسل کے انیسویں اجلاس منعقدہ اسلام آباد مؤرخہ ۱۴ نومبر ۱۹۸۳ کے دوران وزارت مذہبی امور پاکستان کی جانب سے کونسل کو استفسار موصول ہوا جس میں وزارت نے مسودہ قانون ارتداد کی ترتیب و تدوین کا مطالبہ کیا تھا۔ اس پر کونسل نے فیصلہ کیا کہ جسٹس تنزیل الرحمٰن اس موضوع پر پہلے ہی کام کر چکے ہیں اور انہوں نے نہایت محنت سے اسلامی قانون ارتداد کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ اس لیے کونسل نے ان سے درخواست کی کہ وہ ایک مسودہ قانون مرتب کر کے کونسل میں پیش فرما دیں۔ چنانچہ چیئرمین صاحب کا مرتبہ مسودہ قانون بزبان انگریزی و اردو ترجمہ مؤرخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۸۳ ممبر صاحبان میں بغرض مطالعہ ارسال کر دیا گیا اور ممبران سے درخواست کی گئی کہ جن مندرجات پر کوئی اعتراض یا ترمیم مطلوب ہو، اس کو حاشیہ پر تحریر فرما کر کونسل کو ارسال کر دیں۔

کسی رکن کی طرف سے اس مسودہ پر کوئی تحریری رائے موصول نہیں ہوئی۔ حسب ایجنڈا مؤرخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۳ء کی نشست میں کونسل نے اس مسودہ قانون پر غور کر کے ضروری ترمیم و حذف و اضافہ کے ساتھ حسب ذیل مسودہ قانون باتفاق رائے منظور کیا۔[۱]

THE APOSTASY ORDINANCE, 1984

ارتداد کا آرڈیننس مجوزہ ۱۹۸۴ء

1. Short Title, Extent, Application and Commencement.

a. This Ordinance may be called the Apostasy Ordinance, 1984

b. It extends to the whole of Pakistan and shall also apply to every Muslim citizen of Pakistan in any place outside Pakistan.

c. It shall come into force at once.[۲]

۱۔ مختصر عنوان، وسعت، اطلاق اور آغاز

ا۔ آرڈیننس ہذا عنوان ارتداد کا آرڈیننس ۱۹۸۴ء ہوگا۔

ب۔ اس کا اطلاق پورے پاکستان کے ہر شہری پر ہوگا۔ خواہ اس کا قیام پاکستان سے باہر کسی مقام پر ہوگا۔

ج۔ یہ آرڈیننس فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

2. Definitions:

In thsi Ordinance, unless there is anything repugnant to the subject or context,

a. Apostasy means renunciation of Din-i-Islam by a Muslim which includes denial by him of any of the essentials of Din including Khatm-i-Nabuwwat.

۱۔ سالانہ رپورٹ ۸۴۔۱۹۸۳: ۹۷

۲۔ ایضاً، ص: ۹۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

b. Apostate means a person who has committed apostasy: and

c. Repentance means repentance from apostasy by an apostate and his turning back to Din-i-Islam.

۲۔ تعریفات:

آرڈیننس ہذا میں، اِلّا یہ کہ موضوع یا سیاق وسباق میں کوئی امر اس سے متصادم ہو۔

ا۔ ارتداد سے مراد کسی مسلمان کا، بشمول ضروریات دین جن میں حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت بھی شامل ہے، ترک اسلام ہے۔

ب۔ مرتد سے مراد ایسا شخص ہے جس نے ارتداد کا ارتکاب کیا ہو اور

ج۔ توبہ سے مراد یہ ہے کہ مرتد اپنے ارتداد سے رجوع کر لے اور دین اسلام کی طرف لوٹ آئے۔

3. Conditions of Apostasy:

A person committing apostasy should:

a. be adult,

b. be aqil and

c. have acted voluntarily.

Explanation:

'adult' means a person who has attained, being a male, the age of eighteen years or, being a female, the age of sixteen years, or hasattained puberty, whichever may be earlier.

۳۔ ارتکاب ارتداد کی شرائط:

ارتداد کا جرم واقع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مرتکب:

ا۔ بالغ ہو۔

ب۔ عاقل ہو۔

ج۔ اس نے ارتداد کا ارتکاب رضا کارانہ کیا ہو۔

وضاحت:

بالغ سے مراد ایسا شخص ہے جس کی عمر مرد ہونے کی صورت میں اٹھارہ سال اور عورت ہونے کی صورت میں سولہ سال ہو چکی ہو یا جسمانی طور پر بلوغت کی حد تک پہنچ چکا ہو، یعنی ان میں سے جو چیز پہلے واقع ہو۔[۱]

4. Proof of Apostasy:

The proof of apostasy shall be one of the following forms, namely:

a. The accused makes before a Court of competant jurisdiction a confession that he has committed apostasy; or

---

ا۔ سالانہ رپورٹ: ۸۴-۱۹۸۳: ۱۰۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

b. At least two adult male witnesses about whome the court is satisfied, having regard to the requirements of tazkiyahtush-shuhud that they are 'adil' persons, give evidence that the accused has committed apostasy.

c. **Explanation 1:**

'Tazkiyah tush-Shuhud means the mode of enquiry adopted by a Court for the purpose of determining whether a witness is 'adil or ghair adil'.

Explanation 2:

''Adil' means a Muslim who is known for performing prescribed religious obligations and abstains from major sins۔[۱]

۴۔ اثباتِ ارتداد:

ارتداد کا جرم مندرجہ ذیل دو صورتوں میں سے کسی ایک میں ثابت ہوگا:

ا۔ ملزم خود عدالت مجازِ سماعت کے روبرو اس امر کا اقرار کرے کہ اس نے جُرم ارتداد کا ارتکاب کیا ہے، یا

ب۔ کم از کم دو بالغ مرد گواہ جن کے بارے میں عدالت تزکیۃ الشہود کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے مطمئن ہو کہ وہ عادل لوگ ہیں، اس امر کی گواہی دیں کہ ملزم نے جرم ارتداد کا ارتکاب کیا ہے۔

وضاحت نمبر۱:

تزکیۃ الشہود سے مراد تحقیقات کا وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے عدالت کسی گواہ کے بارے میں یہ معلوم کرتی ہے کہ آیا وہ عادل ہے یا غیر عادل۔

وضاحت نمبر۲:

عادل سے مراد ایسا مسلمان ہے جو دینی فرائض وواجبات کے پابند ہونے میں معروف ہو اور کبائر سے اجتناب کرتا ہو۔[۲]

5. Offer of Repentance to the Apostate:

a. Where the proof of apostasy as required under section 4 has been furnished, the apostate shall be given offer of repentance by the Court and if he does not repent immediately on being called upon to do so, the Court shall give him three days period or such longer period as the Court deems proper, but not exceeding one month, for reflexion, for this purpose. Meanwhile he shall be detained in prison and arrangements shall be made, as prescribed by Rules, for exhorting him to returning to Islam.

۱۔ سالانہ رپورٹ؛ ۸۴۔۱۹۸۳ء، ص: ۹۹

۲۔ ایضاً، ص: ۱۰۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

b. If the apostate repents immediately on being upon to do so, or within the period allowed under sub-section (1), it shall be accepted and he shall be acquited:

Provided that if he rejects the offer of repentance and insists on apostasy, he shall be punished under section 7.

۵۔ مرتد سے توبہ کا مطالبہ:

ا۔ جب دفعہ ۴ کے تحت مطلوبہ صورت میں جرمِ ارتداد کا ثبوت مہیا ہو جائے تو عدالت مرتد سے کہے گی کہ وہ اپنے ارتداد سے توبہ کر لے اگر مجرم توبہ کی دعوت ملنے کے فوراً بعد توبہ نہ کرے تو عدالت اسے اس غرض سے اچھی طرح غور و فکر کے لئے تین دن یا اتنے دنوں کی مہلت دے گی جتنے دن کی مہلت دینا وہ مناسب خیال کرے لیکن یہ مہلت ایک مہینے سے زیادہ نہ ہوگی۔ اس عرصے کے دوران مجرم کو قید رکھا جائے گا اور حسبِ قواعد اسے اسلام کی طرف لوٹ آنے کی تلقین کی جائے گی۔

ب۔ اگر مرتد توبہ کی دعوت ملنے کے فوراً بعد یا ذیلی دفعہ (ا) کے تحت مقررہ مہلت کے اندر اندر توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کر لی جائے گی اور وہ بری کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ توبہ کی دعوت کو مسترد کرتے ہوئے اپنے ارتداد پر اصرار کرے تو اسے دفعہ ۷ کے تحت سزا دی جائے گی۔[۱]

6. Reception of Apostasy:

Where a person, after having been pardoned for the first act of apostasy on account of repentance, commits apostasy for the second or third time, the provisions of section 5 shall mutatis mutandis apply:

Provided that a person committing apostasy for the second or third time, shall, notwithstanding the acceptance of his repentance, be punished with imprisonment of either description for a term which may extend to two years:

provided further that the provisions of section 5 shall not apply if a person is guilty of apostasy for the fourth time and he shall be liable to punishment provided for apostasy under section 7.

۶۔ جرم ارتداد کی تکرار:

اگر کوئی شخص پہلی بار جرم ارتداد پر توبہ کر لینے اور اس سبب سے معافی مل جانے کے بعد دوبارہ ارتداد کا مرتکب ہوگا تو اس پر دفعہ ۵ کے مندرجات کا مناسب تبدیلیوں کے ساتھ اطلاق کیا جائے گا:

اِلّا یہ کہ اگر کوئی شخص دوسری یا تیسری بار جرمِ ارتداد کا ارتکاب کرے گا تو اسے بلا لحاظ اس امر کے کہ اُس کی توبہ قبول کر لی گئی

ا۔ سالانہ رپورٹ: ۸۴-۱۹۸۳ء، ص: ۱۰۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، قید بامشقت یا قید سادہ کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد دو سال تک ہو سکتی ہے۔

مزید شرط یہ ہے کہ اگر کوئی شخص چوتھی بار جرمِ ارتداد کا مرتکب ہو تو اس پر قانون ہذا کی دفعہ ۵ لاگو نہیں ہوگی بلکہ دفعہ ۷ میں دی گئی سزا کا مستوجب ہوگا۔[۱]

7. Punishment of Apostasy.

a. Whoever being a male commits apostasy shall be punished with death: Provided that before or at the time of execution of the sentence of death, the apostate repents or shows his readiness to repent, he shall immediately be produced in the court for further orders.

b. Whoever being a female commits apostasy shall be kept in prison till such time she repents.[۲]

۷۔ سزائے ارتداد:

ا۔ جو کوئی مرد جرمِ ارتداد کا مرتکب ہوگا، اسے موت کی سزا دی جائے گی مگر شرط یہ ہے کہ سزائے موت کے اجرا سے پیشتر یا عین وقت پر مرتد توبہ کر لے یا توبہ کے لیے آمادہ ہو تو اسے مزید اجرائے احکام کے لئے عدالت کے روبرو فوراً پیش کیا جائے گا۔

ب۔ جو کوئی عورت جرمِ ارتداد کا ارتکاب کرے گی، اسے قید میں رکھا جائے گا تا آنکہ وہ اپنے جرم سے توبہ کر لے۔[۳]

8. Property of the Apostate:

a. on the initiation of proceedings against the apostate on the ground of his apostasy, the Court shall suspend his rights in his property including his right of disposal.

b. If the apostate shows repentance and is acquitted by the Court his rights in his property shall stand restored.

c. Where a person is found guilty and the death sentence is executed, his property acquitted by him, before the act of apostasy shall devolve upon his Muslim heirs and the property acquired by him after the act of apostasy, shall stand forfeited in favour of the State.

d. If the apostate is a female, her rights in her property shall remain in abeyance till her death or repentance by her and in the event of her dying as apostate her property shall devolve upon her Muslim heirs and the property acquired by her after the act of apostasy shall stand confiscated in favour of the State and in case, however, she shows repentance her rights in her property shall stand restored and it shall be deemed to have vested in her as always.[۴]

۱۔ سالانہ رپورٹ؛ ۸۴۔۱۹۸۳ء، ص: ۱۰۶

۲۔ ایضاً، ص: ۱۰۰

۳۔ فقہ حنفی کی رو سے عورت کو ارتداد کی سزا میں قتل کی بجائے قید کیا جائے گا جبکہ دیگر فقہائے کرام کا خیال ہے کہ سزائے ارتداد میں مرتد مرد اور عورت کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔

۴۔ سالانہ رپورٹ؛ ۸۴۔۱۹۸۳ء، ص: ۱۰۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸۔ مرتد کی جائیداد:

ا۔ کسی مرتد کے خلاف اس کے ارتداد کی بنیاد پر قانونی کارروائی کی تجویز ہو جانے پر عدالت اس کی جائیداد پر اس کے جملہ حقوق معطل کر دے گی، جن میں حق تصرف بھی شامل ہے۔

ب۔ مرتد کے جرم سے توبہ کرنے کی بنا پر عدالت کی طرف سے برأت ہو جانے کی صورت میں اس کی جائیداد پر اس کے جملہ حقوق بحال ہو جائیں گے۔

ج۔ جہاں جرمِ ارتداد کا مرتکب پائے جانے پر کسی شخص پر سزائے موت جاری ہو گئی ہو تو اس کے ارتکابِ جرم سے پہلے کی مکسوبہ املاک اس کے مسلم ورثاء کی طرف منتقل ہو جائیں گی اور ارتکاب جرم کے بعد حاصل شدہ املاک بحق سرکار ضبط ہو جائیں گی۔

د۔ مرتدہ کے اس جائیداد پر جملہ حقوق اس کی موت یا جرم سے توبہ تک معطل رہیں گے۔ حالتِ ارتداد ہی میں موت کی صورت میں اس کی جائیداد اس کے مسلم ورثاء کو ملے گی اور جو جائیداد اس نے ارتکاب جرم کے بعد حاصل کی ہو گی وہ بحق سرکار ضبط ہو جائے گی۔ اور ارتداد سے توبہ کی صورت میں اس کی جائیداد پر اس کے تمام حقوق بحال ہو جائیں گے اور یہ سمجھا جائے گا کہ یہ حقوق ہمیشہ کی طرح اس کو حاصل ہیں۔[1]

9. Guardianship of Apostates Children and Right of Custody on their Property.

In the matter of guardianship of the person and property of minor children of the apostate, his or her rights of guardianship and custody, upon the minors shall remain in abeyance till his or her death or repentance by him or her, and in the event of his or her dying as apostate a guardian shall be appointed by the Court to look after the person of the minor children, who will also be responsible to maintain the property of the minor minors. And in the event of acquittal of the apostate from the Court, his or her rights shall stand restoredin his or her minor children's persons and property. Provided that a sucking child may be allowed to be kept in custody of his or her mother i.e. female apostate.

۹۔ ولائت اولادِ مرتد اور ان کی جائیداد کو تحویل میں رکھنے کا حق:

مرتد کے نابالغ بچوں کی ذات اور جائیداد کی ولائت کے معاملے میں اس کے نابالغ بچوں کی ذات اور جائیداد پر مرتد یا مرتدہ کا حق حضانت، مرتد یا مرتدہ کی موت یا توبہ تک معطل رہیں گے اور مرتد یا مرتدہ کے نابالغ بچوں کی ذات اور جائیداد کی تولیت کے لئے عدالت ایک ولی کا تقرر عمل میں لائے گی جو نابالغ بچے یا بچوں کی جائیداد کے انتظام وانصرام کا بھی ذمہ دار ہو گا۔ مرتد کے توبہ کرنے اور

ا۔ امام ابوحنیفہؒ مرتد کی جائیداد میں قبل از ارتداد اور بعد از ارتداد کمائی کا فرق کرتے ہیں، جمہور فقہاء اس کے قائل نہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عدالت سے بری ہو جانے کی صورت میں نابالغ بچوں کی ذات اور جائیداد پر اس کے حقوق بحال ہو جائیں گے۔
اِلّا یہ کہ اس شیر خوار بچے کو مرتدہ کی حضانت میں دینے کی اجازت ہوگی جو اپنی ماں کا دودھ پیتا ہو۔[۱]

10. Iddat Period:

a. The period of 'iddat' shall commence from the date on which the apostasy becomes absolute.
b. Where the apostate is male, the 'iddat' period of his wife shall be four months and ten days or delivery, in case she is pregnant.
c. When the apostate is female the 'iddat' period shall be three tuhrs (menstrual periods) or three months or delivery, in case she is pregnant.
d. When the apostate is a female and 'iddat' period has not expired and she has showed repentance, her marriage with her previous husband shall stand restored, and if, however, she shows repentance, after expiry of her 'iddat' period, it shall be lawful for her to re-marry her previous husband.[۲]

۱۰۔ عدت:

ا۔ آغاز عدت اس تاریخ سے ہوگا، جس تاریخ کو مرتد کا جرم ارتداد قطعی قرار پائے گا۔
ب۔ مرتد کی بیوی کی عدت چار مہینے دس دن یا حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل ہوگی۔
ج۔ مرتدہ کی عدت تین طہر یا تین مہینے یا حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل ہوگی۔
د۔ مرتدہ کے اپنی عدت کے دوران توبہ کر لینے کی صورت میں اس کے خاوند سے اس کا نکاح برقرار رہے گا لیکن عدت کے بعد توبہ کر لینے کی صورت میں خاوند سے اس کا تجدید نکاح جائز ہوگا۔[۳]

11. Ordinance to Override other Laws:

The provisions of this Ordinance shall have effect not-withstanding anything contained in any other law for the time being in force.

۱۱۔ آرڈیننس ہذا دیگر تمام قوانین پر فائق ہوگا:

آرڈی ننس ہذا کے احکام نافذ الوقت تمام دیگر قوانین پر فائق ہوں گے۔

۱۔ سالانہ رپورٹ؛ ۸۴-۱۹۸۳ء، ص:۱۰۶
۲۔ ایضاً، ص:۱۰۲
۳۔ ایضاً، ص:۱۰۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

12. Interpretation:

In the interpretation and the application of the provisions of this Ordinance, the Court shall seek guidance from the Holy Quran, Sunnah and Fiqh.

۱۲۔ تعبیر:

آرڈیننس ہذا کے احکام کی تعبیر اور اطلاق میں عدالت، قرآن مجید، سنت نبویؐ اور فقہ اسلامی سے رہنمائی حاصل کرے گی۔

13. Rules:

The Federal Government may, in consultation with the Council of Islamic Ideology, by notification in the official gazette, make such rules as it may consider necessary to carry out the purpoess of this Ordinance and other matters ancillary or akin thereto.

۱۳۔ قواعد:

وفاقی حکومت سرکاری جریدے میں اعلان کے ذریعے اسلامی نظریاتی کونسل کے مشورے سے ایسے قواعد وضع کرے گی، جو اس کی رائے میں آرڈی ننس ہذا کے اغراض اور دیگر ذیلی یا متعلقہ امور کی تکمیل کے لیے ضروری ہوں۔[۱]

اسلامی نظریاتی کونسل کا تیار کردہ قانونی مسودہ، جرم ارتداد پر سزائے موت کا پروانہ عطا کرتا ہے۔ جرم وسزائے ارتداد پر کونسل کے مندرجہ بالا مسودہ قانون ۱۹۸۴ اور اس کی ۲۰۰۷ میں پیش کردہ سفارش کے مابین داخلی تضاد واضح کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، قانون ارتداد کے مسودہ میں کونسل نے جرم ارتداد پر سزائے موت تجویز کی مگر حدود وتعزیرات کی سفارشات میں جرم وسزائے ارتداد کو قلم زد کر دیا۔ چنانچہ اسلامی نظریاتی کونسل نے ۲۰۰۷ میں حدود وتعزیرات پر جو سفارشات مرتب کی ہیں، ان میں سے سفارش نمبر ۸ کے تحت کونسل نے یہ تجویز کیا ہے:

> ''یہ صرف پانچ جرائم ہیں جن کی سزا شریعت میں مقرر کی گئی ہے یعنی: زنا، قذف، قتل وجراحت، محاربہ اور چوری۔ ان کے علاوہ باقی سب جرائم کا معاملہ مسلمانوں کے نظم اجتماعی سے متعلق ہے۔ وہ ان کے لیے جو سزا مناسب سمجھے، مقرر کر سکتا ہے۔''[۲]

مذکورہ بالا سفارش کے تحت جرم ارتداد پر سزائے موت کو حدود شرعی میں شمار نہیں کیا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ سزائے ارتداد کے باب میں کونسل کا مؤقف، جمہور علمائے امت سے مختلف ہے تاہم یہ واضح نہیں ہے کہ کونسل کے نزدیک حق ارتداد کو آزادیٔ مذہب کا ضروری تقاضا سمجھا جاتا ہے اور اس کی بنا پر ارتداد کو اصلاً جرم ہی تسلیم نہیں کیا جاتا؟ یا کونسل کے نزدیک ارتداد کو جرم سمجھا جاتا ہے مگر اسے حدود کی بجائے تعزیر سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے اور نظم اجتماعی کو اس کی سزا میں کمی بیشی کرنے کا اختیار حاصل ہے؟ اصل

۱۔ سالانہ رپورٹ ۸۴-۱۹۸۳ء، ص: ۱۰۷

۲۔ حدود وتعزیرات سے متعلقہ سفارشات، سالانہ رپورٹ ۲۰۰۷، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورت حال جو بھی ہے، اس کا نتیجہ بہر حال یہی ہے کہ کونسل کے مسودہ قانون ۱۹۸۴ اور مندرجہ بالا سفارش ۲۰۰۷ میں واضح طور پر تضاد ہے۔ سوال یہ ہے کہ سزائے ارتداد کے باب میں اسلامی کونسل کے اس ارتقائی مؤقف کا باعث کیا ہے کہ کونسل نے مسودہ قانون میں ارتداد کو موجب قتل جرم قرار دیا تھا مگر حدود و تعزیرات کی مذکورہ سفارش میں جرم ارتداد اور اس کی سزائے موت کا ذکر ہی نہیں ہے؟

جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت میں اسلامی نظریاتی کونسل کی اسلام پسندی اور حکومت نوازی سے گریز پر قابو پانے کی غرض سے بعض روشن خیال دانشوروں کو اس کونسل میں شامل کیا گیا تھا اور سب سے اہم تبدیلی ایک تجدد پسند دانشور جناب جاوید احمد غامدی کو رکن کے طور پر نامزد کرنا تھا، اس کے نتیجے میں نامور علمائے کرام مثلاً حاجی محمد حنیف طیب اور مظہر سعید کاظمی وغیرہ نے استعفیٰ دے دیا اور مولانا عبداللہ خلجی کے علاوہ کوئی عالم دین بھی کونسل میں موجود نہ تھا حالانکہ آئین کی رو سے کونسل میں تمام مسلمہ مکاتب فکر کی نمائندگی لازم ہے جبکہ دوسری جانب غامدی صاحب اپنے تجدد پسند حواریوں مثلاً رشید جالندھری، ڈاکٹر منظور احمد، سید افضل حیدر اور ڈاکٹر خالد مسعود کے ساتھ زیادہ آب و تاب کے ساتھ کونسل میں براجمان رہے اور اس کا نتیجہ مذکورہ سفارشات کی شکل میں سامنے آیا۔[۱]

مندرجہ بالا حقائق کے تناظر میں مقالہ نگار نے جب مذکورہ سفارشات کا تنقیدی مطالعہ کیا اور جاوید احمد غامدی صاحب کی کتاب میزان اور کونسل کی مذکورہ سفارشات میں تقابل کیا تو ہمارا یہ امکانی خدشہ بالکل سچ ثابت ہوا اور اس کے نتیجہ میں یہ بھی معلوم ہوا کہ محض سزائے ارتداد ہی پر کیا موقوف، کونسل کی پیش کردہ تمام کی تمام سفارشات غامدی فکر کے متجددانہ افکار پر مبنی ہیں۔ مثال کے طور پر چند ایک سفارشات کا بنیادی ماخذ ملاحظہ فرمائیں:

حدود و تعزیرات کے باب میں کونسل کی پیش کردہ پہلی سفارش یہ ہے کہ زنا کی انتہائی سزا سو کوڑے اور چوری کی انتہائی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ یہ سزائیں اسی وقت دی جائیں گی جب جرم اپنی نوعیت کے لحاظ سے اور مجرم اپنے ذاتی، تمدنی اور سماجی حالات کے لحاظ سے کسی رعایت کا مستحق نہ ہو۔ عدالت ان اعتبارات سے کسی مجرم کو رعایت کا مستحق سمجھے تو وہ اسے کوئی کم تر سزا بھی دے سکتی ہے۔[۲]

کونسل کی پیش کردہ دوسری سفارش یہ ہے کہ زنا بالرضا اور زنا بالجبر دو الگ الگ جرم ہیں۔ عورت اگر اپنے ساتھ زنا بالجبر کی شکایت لے کر آتی ہے تو اس سے چار گواہوں کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ اس صورت میں وہ مستغیث ہے اور ریاست پابند ہے کہ اس کے خلاف اس جرم کی تحقیق کرے، مجرم کو پکڑے اور کسی بھی طریقے سے جرم ثابت ہو جائے تو مجرم کو سزا دے۔[۳]

کونسل کی پیش کردہ تیسری سفارش یہ ہے کہ زنا بالرضا کے جرم میں اگر چار گواہ پیش نہ کیے جا سکیں تو ملزم باعزت طور پر بری ہو جائے گا۔ زنا کے الزام میں اس کو پھر کسی دوسرے قانون کے تحت کوئی سزا نہیں دی جا سکتی۔ قرآن کا منشا یہی ہے کہ اس معاملے میں تعلیم و تربیت اور تلقین و نصیحت کا طریقہ اختیار کیا جائے اور سزا اسی وقت دی جائے جب کم سے کم چار گواہ عدالت میں آ کر اس جرم کے ارتکاب کی گواہی دیں، الّا یہ کہ معاملہ لعان کا ہو اور ملزم قسمیں کھانے سے انکار کر دے یا اپنے جرم کا خود اقرار کر لے یا کسی خاص صورت حال میں اس کا جرم آپ سے آپ ثابت قرار پائے۔[۴]

کونسل کی پیش کردہ چوتھی سفارش یہ ہے کہ حرابہ اور فساد فی الارض کو صرف ڈکیتی تک محدود نہ رکھا جائے۔ قتل، دہشت گردی اور زنا، زنا بالجبر کی صورت اختیار کر لے تو ان جرائم کو بھی حرابہ قرار دیا جائے اور ان کے مرتکبین کو ان کے حالات کے لحاظ سے وہ تمام

۱۔ محدث، لاہور، نومبر ۲۰۰۸، جلد ۴۰، شمارہ ۳۲۶، ص: ۳

۲۔ میزان، غامدی، جاوید احمد، ص: ۶۲۶، ۶۲۹، المورد، ۵۱۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور، طبع سوم، ۲۰۰۸ء

۳۔ غامدی، میزان: ۶۱۲، ۶۱۳

۴۔ ایضاً، ص: ۶۲۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سزائیں دی جائیں جو قرآن کی سورۂ مائدہ میں حرابہ اور فساد فی الارض کے مجرموں کے لیے بیان ہوئی ہیں۔[۱]

کونسل کی پیش کردہ پانچویں سفارش یہ ہے کہ موت کی سزا صرف قتل نفس اور فساد فی الارض کے جرم میں دینی چاہیے۔ قرآن کا صریح حکم ہے کہ ان دو جرائم کے سوا یہ سزا کسی جرم میں بھی دینا جائز نہیں ہے۔[۲]

کونسل کی پیش کردہ چھٹی سفارش یہ ہے کہ قصاص کے لیے اولیا کی مرضی کوئی اہمیت نہیں رکھتی، وہ ان کی طرف سے معافی کے باوجود لیا جا سکتا ہے، لیکن قاتل کو رعایت دینا پیش نظر ہو تو اولیا کی رضامندی ضروری ہے اس کے بغیر قاتل کو کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی۔[۳]

کونسل کی پیش کردہ ساتویں سفارش یہ ہے کہ قتل خطا اور قتل عمد، دونوں میں دیت اسلامی شریعت کا واجب الاطاعت حکم ہے، لیکن اس کی مقدار، نوعیت اور دوسرے امور میں قرآن کی ہدایت یہی ہے کہ معروف، یعنی معاشرے کے دستور اور رواج کی پیروی کی جائے۔ قرآن کے اس حکم کی رو سے ہر معاشرہ اپنے ہی معروف کا پابند ہے اور معروف پر مبنی قوانین کے بارے میں یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ حالات اور زمانہ کی تبدیلی سے ان میں تغیر کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ عاقلہ وغیرہ کی بحثیں اب بالکل بے معنی ہیں۔ مسلمانوں کا نظم اجتماعی اس معاملے میں اپنے حالات و مصالح کے لحاظ سے جو قانون چاہے، بنا سکتا ہے۔[۴]

کونسل کی پیش کردہ آٹھویں سفارش یہ ہے کہ یہ صرف پانچ جرائم ہیں جن کی سزا شریعت میں مقرر کی گئی ہے، یعنی زنا، قذف، قتل و جراحت، محاربہ اور چوری۔ ان کے علاوہ باقی سب جرائم کا معاملہ مسلمانوں کے نظم اجتماعی سے متعلق ہے۔ وہ ان کے لیے جو سزا مناسب سمجھے، مقرر کر سکتا ہے۔[۵]

کونسل کی پیش کردہ نویں سفارش یہ ہے کہ جرائم کی گواہی کے معاملے میں عورت اور مرد یا مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ زنا کی تہمت کے سوا اسلامی شریعت میں گواہی کے لیے کوئی نصاب بھی مقرر نہیں کیا گیا۔ چنانچہ حدود کے جرائم بھی ان سب طریقوں سے ثابت ہوں گے جن سے جرم اس زمانے میں ثابت ہوتے ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ مسلمانوں کے نظم اجتماعی پر اس معاملے میں کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی۔[۶]

کونسل کی پیش کردہ دسویں سفارش یہ ہے کہ قانون کی باقاعدہ تدوین کے بعد جج کے مسلمان ہونے کی شرط غیر ضروری ہے۔ غیر مسلم جج بھی قانون کو پوری طرح سمجھ لینے کے بعد ہر نوعیت کے مقدمات کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔[۷]

حدود و تعزیرات کے باب میں کونسل کی سفارشات اور غامدی صاحب کی کتاب کے مذکورہ تقابلی مطالعہ سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدود و تعزیرات کے موضوع پر ۲۰۰۷ میں پیش کردہ کونسل کی جملہ سفارشات کا بنیادی ماخذ جناب غامدی صاحب کی کتاب میزان ہے اور یہ محض اتفاق نہیں ہے بلکہ دیگر خارجی قرائن بھی ہمارے اس دعویٰ کی تائید کرتے ہیں چنانچہ اسلامی نظریاتی کونسل نے سرکاری خرچ پر مذکورہ سفارشات کی وضاحت پر ایک کتاب چھاپی، جسے غامدی صاحب کے شاگرد خاص نے مرتب کیا تھا اور اس کتاب کو ڈاکٹر محمد خالد مسعود چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل کی زیر نگرانی چھاپا گیا اور اس کے جملہ حقوق بھی کونسل کے حق میں محفوظ ہیں۔[۸]

اس کتاب میں حدود و تعزیرات کی مذکورہ سفارشات کو المورد (غامدی فکر کا ادارہ) کے نقطہ نگاہ سے واضح کیا گیا ہے گویا نہ صرف

۱۔ غامدی، میزان: ۶۱۲
۲۔ ایضاً، ص: ۶۱۴
۳۔ ایضاً
۴۔ ایضاً، ص: ۶۲۳
۵۔ ایضاً: ۶۱۰
۶۔ ایضا
۷۔ ایضاً
۸۔ حدود و تعزیرات؛ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا جائزہ، عمار خان ناصر، طبع اول، ۲۰۰۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کونسل کی مذکورہ سفارشات غامدی فکر پر مبنی ہیں بلکہ ان سفارشات کے سیاق وسباق کی تشریح پر مبنی کتاب بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مذکورہ سفارشات کو توضیحی اور تشریحی غذا بھی المورد کے مکتبہ فکر سے دستیاب ہوئی ہے۔

اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ عمار خان ناصر کی اس کتاب کو نظریاتی کونسل کے ایک سال بعد المورد نے بھی حک واضافہ کے ساتھ شائع کیا جس سے مہر تصدیق ثبت ہو جاتی ہے کہ حدود وتعزیرات پر اسلامی کونسل کی سفارشات ۲۰۰۷ کا خام مال، موردِ غامدی کے کارخانہ میں تیار ہوا تھا جو سزائے ارتداد کے انکار پر مبنی ہے۔[۱]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ۱۹۸۴ میں سزائے ارتداد پر کونسل کی پیش کردہ سفارش اور اس کا مسودہ قانون ہی معتبر ہے جو ہمہ قسم کے سیاسی مداخلت سے آزاد اور تمام مکاتب فکر کی متفقہ آواز ہے اور مقالہ نگار کے نزدیک یہ مسودہ قانون چند جزوی اختلافات کے باوجود، روحِ اسلام سے ہم آہنگ اور اجماع امت کے مطابق ہے جبکہ اس کے برعکس ۲۰۰۷ میں حدود وتعزیرات پر مبنی کونسل کی پیش کردہ سفارشات آئین، قانون اور شریعت کی رو سے غیر معتبر ہیں کیونکہ وہ سیاسی مداخلت کے نتیجہ میں مرتب ہوئی ہیں اور ان پر ایک خاص متجددکی چھاپ بھی واضح دکھائی دیتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ سفارشات امت کے معتبر مکاتب فکر کی تائید سے بھی محروم ہیں اور اجماع امت کے بھی خلاف ہیں۔

صد حیف، ۳۵ سال بعد بھی قانون ارتداد کا یہ مسودہ محض کاغذ ہی کا ایک ٹکڑا ہے حالانکہ آئین کی دفعہ ۲۲۹ کی رو سے کونسل کی سفارشات کو چھ ماہ کے اندر بحث کی غرض سے اسمبلی میں پیش کرنا ہوتا ہے اور دو سال کے اندر ایوانِ بالا سے اس کی نسبت قوانین وضع کرنا ہوتے ہیں مگر اسلامی نظریاتی کونسل کی دیگر بہت سی سفارشات کی مانند سزائے ارتداد پر پیش کردہ سفارش کے ساتھ بھی سوتیلا سلوک کیا گیا ہے چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ کونسل کو محض سفارشاتی اور مشاورتی ادارے تک ہی محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے قانون سازی کے باب میں ایوانِ زیریں اور ایوانِ بالا کے مساوی بلکہ اس سے بھی یک گونہ اعلیٰ درجہ دیا جائے کیونکہ کونسل ہی نے ملک میں جاری قوانین کو اسلام کے مطابق بنانا ہوتا ہے اور یہ فیصلہ بھی کونسل ہی نے کرنا ہوتا ہے کہ مجوزہ قوانین میں سے کون سا قانون اسلام کے مطابق نہیں ہے اور یہ خواب اسی صورت میں شرمندۂ تعبیر ہو سکے گا، جب اسلامی نظریاتی کونسل کے دائرہ کار اور دائرہ اختیار کو وسیع کیا جائے گا، ورنہ پاکستان میں اسلامی قوانین کے ساتھ آنکھ مچولی کا کھیل جاری رہے گا۔[۲]

۱۔ حدود وتعزیرات؛ چند اہم مباحث، المورد، لاہور، جولائی ۲۰۰۸

۲۔ دستور اسلامی جمہوریہ پاکستان ۱۹۷۳ء، دفعہ: ۲۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

سزائے ارتداد اور معاصر افکار

فصل اول: سزائے ارتداد پر قرآن حکیم سے متعلقہ اشکالات 208

فصل دوم: سزائے ارتداد پر احادیث نبویہ سے متعلقہ شبہات 223

فصل سوم: سزائے ارتداد پر اجماع امت سے متعلقہ شبہات 238

فصل چہارم: سزائے ارتداد پر عقل و منطق کے شبہات 251

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

سزائے ارتداد پر قرآن حکیم سے متعلقہ اشکالات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول:

سزائے ارتداد پر قرآن حکیم سے متعلقہ اشکالات

دین وشریعت کا اساسی ماخذ قرآن حکیم ہے۔فکر جدید کے حاملین اور سزائے ارتداد کے منکرین ارتدادی عمل کے جواز اور سزائے ارتداد کے انکار میں قرآن حکیم کی بعض آیات کو حوالہ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔فصل ہذا میں، ارتداد کے باب میں قرآن حکیم سے متعلقہ انہی شکوک وشبہات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا وجود نہیں ہے:

سزائے ارتداد کے منکرین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن حکیم ارتداد پر سزائے قتل کا میں ذکر نہیں ہے اور قرآنی آیات میں حکم کسی مقام پر بھی یہ نہیں دیا گیا کہ جو لوگ مرتد ہو جائیں، انہیں جرم ارتداد میں قتل کر دینا چاہیے بلکہ قرآن حکیم میں مرتدین کے طبعی موت مرجانے کا ذکر صاف صاف موجود ہے گویا جو لوگ ایمان کے بعد ارتداد کی راہ اختیار کریں، انہیں قتل نہیں کیا جائے گا۔قرآن حکیم کی رو سے مرتد کو، سزائے ارتداد میں قتل کرنے کا حکم ہوتا تو قرآن انہیں کفر میں بڑھتے جانے کو بیان کرتا اور نہ اس میں یہ ہی ذکر ہوتا کہ وہ حالت کفر ہی میں مرجائیں۔یہاں تک کہ قرآن یہ کہتا ہے کہ جو شخص مرتد ہو جاتا ہے، وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، اسے جانے دو، ہم اس کی بجائے مومنانہ صفات کی حامل قوم پیدا کر دیں گے۔قرآن نے انہیں بھی قتل کرنے کا حکم نہیں دیا کہ ان کی گردن ماردی جائے تا کہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اسلام لا کر دوبارہ کفر اختیار کرنے کی سزا کیا ہوگی۔[۱]

سزائے ارتداد کے بعض منکرین کا خیال یہ ہے کہ قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ارتداد کو پیشہ بنائے گا اور بار بار نظریہ تبدیل کرے گا، اسے بھی سزائے جسمانی سے دوچار نہیں کیا جائے گا۔اسلامی معاشرے میں ارتداد کی کھلم کھلا تبلیغ پر کبھی مرتد کو جسمانی سزا نہیں دی جائے گی کیونکہ کسی کا عمل ارتداد اہل اسلام کا کچھ نہیں بگاڑتا چنانچہ کسی مرتد کو مادی اذیت یا جسمانی سزا سے دوچار کرنا قرآن کی حکم عدولی ہوگا۔[۲]

مولانا ابوالجلال ندوی کے نزدیک بھی قرآن حکیم میں کسی جگہ مذکور نہیں ہے کہ مرتد کو قتل کر دینا چاہیے بلکہ قرآن میں مرتد کو توبہ کا موقع دینا ضروری ہے اور یہ موقع اسے بار بار دینا چاہیے۔کسی مرتد کا دوبارہ مسلمان ہونا بہتر ہے ورنہ اسے اس وقت تک موقع دینا چاہیے، جب تک قضائے ربانی سے وہ طبعی موت نہ مرجائے۔[۳]

سزائے ارتداد کے منکرین نے مندرجہ ذیل آیات کی بنا پر قرآن میں سزائے ارتداد کے عدم وجود کا دعویٰ کیا ہے:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾[۴]

''جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کیساتھ کفر کرے وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کیساتھ مطمئن ہو بلکہ وہ جو (دل سے اور) دل کھول کر کفر کرے تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کو

۱۔ دو اہم مسائل: قتل مرتد اور غلام لونڈیاں: ۳۱ تا ۳۵، غلام احمد پرویز، میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ، شاہ عالم سٹریٹ، لاہور، ۱۹۶۲

۲۔ قتل مرتد کی شرعی حیثیت؛ رحمت اللہ طارق: ۱۳ تا ۲۳، ادارہ ادبیات اسلامیہ، پاک گیٹ صرافہ بازار، ملتان، ۲۰۰۱

۳۔ ابوالجلال ندوی (۱۹۸۴ء۔۱۸۹۴ء) مولانا ابوالجلال شمالی ہند کے نامور علمی خاندان کا چشمہ و چراغ تھے، آپ محی الدین پور نامی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ندوۃ العلماء سے فراغت پائی اور شبلی کالج میں مدرس بنے۔آپ نے دارالمصنفین میں بھی کام کیا۔عربی، فارسی، اردو، ہندی، انگریزی، سنسکرت اور عبرانی زبان کے ماہر تھے۔تقسیم ہند کے بعد کراچی میں قیام کیا۔اعلام قرآنی کے علاوہ قدیم تہذیبوں کے کتبات پر کام کرنا آپ کا خاص موضوع تھا۔قتل مرتد؛ ۴ تا ۵، مطبع حکیم برہم، گورکھپور، س۔ن

۴۔ النحل: ۱۰۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑا سخت عذاب ہوگا۔''

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ [۱]

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ یَكُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا لِیَهْدِیَهُمْ سَبِیْلًا﴾ [۲]

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ﴾ [۳]

جن آیات مبارکہ کو، اپنے مؤقف میں بنائے استدلال بنایا ہے اور اس کی بنا پر یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا وجود نہیں ہے یا قرآن حکیم کی رو سے کسی شخص کا ارتدادی عمل، ایک مسلم سماج کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا؛ ان آیات مبارکہ یا سور مقدسہ کے زمانہ نزول کا مطالعہ ہی یہ واضح کر دیتا ہے کہ سزائے ارتداد کے منکرین کا استدلال کس قدر بے وزن اور غیر متعلق ہے۔ پہلے وہ آیات پیش کرتے ہیں اور پھر ان کے زمانہ نزول پر بات کریں گے:

قرآن حکیم کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ قرآن حکیم، حالات و واقعات کی مناسبت سے تقریباً تیئیس سالہ مدت میں قسط وار نازل ہوا ہے اور زمانہ نزول ہی کے اعتبار سے اس کا ایک حصہ مکی اور دوسرا حصہ مدنی ہے۔ مکی دور میں آیات توحید و شرک اور احکام تربیت و اصلاح نازل ہوئی ہیں اور مدنی دور میں قانونی اور احکامی آیات کا نزول ہوا ہے جب اسلامی ریاست کا مرکزی خطہ زمین، مدینہ طیبہ کی صورت میں اہل اسلام کے پاس موجود تھا اور یہ بھی ایک معلوم حقیقت ہے کہ ارتداد کی سزا دینے کا ہر شخص کو اختیار حاصل نہیں ہے بلکہ ایک آزاد اور خود مختار اسلامی ریاست ہی جرم و سزا کے احکام نافذ کرنے کی مجاز ہے چنانچہ جب تک رسول اللہ ﷺ کو کسی خطۂ ارضی پر مکمل اختیار حاصل نہ ہو جاتا، سزائے ارتداد کا نفاذ عمل میں لانا ممکن نہ تھا اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ آنجناب کو مکمل اختیار اور اقتدار فتح مکہ کے بعد حاصل ہوا ہے۔ سزائے ارتداد کے منکرین نے جن آیات سے جرم ارتداد کے عدم وجود کو ثابت کیا ہے، ان میں سے ہر سورت اور آیت کا نزول، فتح مکہ سے قبل کا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کو ابھی تک مکمل اختیار اور اقتدار حاصل ہی نہیں ہوا تھا۔ ذیل میں ہم مذکورہ آیات و سور کا زمانہ نزول پیش کر رہے ہیں:

مولانا مودودی: کے مطابق:

> بعض شواہد کی بنا پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ نحل کا زمانہ نزول بھی مکے کا آخری دور ہے، سورۂ کے عام انداز بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ [۴]

سورۂ مائدہ کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے اور روایات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ مائدہ، صلح حدیبیہ کے بعد ۶ ہجری کے اواخر یا ۷ ہجری کے اوائل میں نازل ہوئی تھی۔ تاہم داخلی شہادت یہ بھی واضح کرتی ہے کہ اس سورت کا بعض حصہ جنگ بدر سے قبل بھی نازل ہو چکا تھا کیونکہ جنگ بدر سے قبل حضرات صحابہ کرام کے اجتماع شوریٰ میں جناب مقداد بن عمروؓ نے خطاب کرتے وقت، قوم موسیٰ کے جس جملے کا حوالہ دیا تھا، وہ سورت مائدہ ہی سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سورت کا بعض حصہ جنگ بدر سے بھی پہلے

۱۔ المائدہ: ٥٤

۲۔ النساء:١٣٧

۳۔ آل عمران: ٩٠

۴۔ تفہیم القرآن:۲/۵۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نازل ہو چکا تھا۔[۱]

سورۂ نساء متعدد خطبات پر مشتمل ہے، جو ۳ ہجری کے آخر سے لیکر ۴ ہجری کے آخر اور ۵ ہجری کے اوائل تک، مختلف اوقات میں نازل ہوتے رہے ہیں۔[۲]

سورۂ آل عمران چار تقاریر پر مشتمل ہے، جن میں سے ہر ایک کا زمانہ نزول مختلف ہے۔ آغاز سورت سے لیکر آیت نمبر ۳۲ تک غالباً، جنگِ بدر کے بعد قریبی زمانہ ہی میں نازل ہوئی ہے اور تیسری تقریر، ساتویں رکوع کے آغاز سے لیکر بارہویں رکوع کے اختتام (آیت ۶۴ تا ۱۲۰) تک ہے اور اس کا زمانہ نزول، پہلی تقریر سے متصل ہی معلوم ہوتا ہے۔[۳]

نزول سور کی مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سزائے ارتداد کے منکرین نے جن آیات سے استدلال کیا ہے، ان کا زمانہ نزول بہر صورت اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا اور اس زمانے میں ارتداد کی سزا دینا ممکن نہ تھا بلکہ زیادہ سے زیادہ ارتدادی عمل کے شوقین حضرات کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور انہیں متنبہ کیا جا سکتا تھا اور قرآن حکیم میں یہی انداز اپنایا گیا ہے اور زیرِ مطالعہ آیات، اسی قسم کی دھتکار اور تنبیہ پر مشتمل ہیں مذکورہ آیات کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ منکرین سزائے ارتداد کی پیش کردہ تمام آیات، مرتد کو دنیا میں سزائے موت دینے یا نہ دینے پر ساکت وصامت ہیں۔ آیاتِ مذکورہ میں اگر جرم ارتداد پر سزا دینے کا ذکر نہیں ہے تو ان میں مرتد کو سزا نہ دینے کا بھی ذکر نہیں ہے گویا یہ آیات مبارکہ، سزائے ارتداد پر دنیوی سزا کے نفی واثبات میں خاموش ہیں چنانچہ ان کے سکوت سے یہ اخذ نہیں کیا جائے گا کہ قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا وجود ہی نہیں ہے بلکہ ہم حقیقت بیان میں زیادہ سے زیادہ یہ کہیں گے کہ قرآن حکیم میں جرم ارتداد پر، صراحتہً اخروی سزا اور اشارۃً دنیوی سزا کا وجود پایا جاتا ہے۔[۴]

قرآن حکیم کا ایک مبتدی طالب علم، اس حقیقت سے آشنا ہے کہ علمائے اصول کے نزدیک قرآنی الفاظ اپنے معانی پر چار مختلف طرق سے دلالت کرتے ہیں، فقہائے کرام نے دلالت کے ان مختلف طرق کو عبارت النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے تعبیر کیا ہے۔ سطور ذیل میں مذکورہ دلالات کی مختصر تعریف اور ان پر ایک ایک مثال پیش خدمت ہے:

کسی لفظ کی اپنے معنی وہ دلالت، عبارۃ النص کہلاتی ہے، جو لفظ کے صیغہ سے خود بہ خود ذہن میں آجائے گویا شارع نے اسی مفہوم اور مقصد کیلئے وہ لفظ استعمال کیا ہے۔ مثلاً، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ [۵]

"اور اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔"

مذکورہ آیت کے الفاظ اس معنی پر دلالت کناں ہیں کہ تجارت اور سود ایک جیسے نہیں ہیں اور ان الفاظ سے شارع کا مقصودِ اصل بھی یہ ہے، اس کو عبارۃ النص کہتے ہیں۔

کسی لفظ کی اپنے معنی پر وہ دلالت، اشارۃ النص کہلائے گی جو نص سے مقصود نہ ہو بلکہ اس معنی پر نظم کلام میں بہ طریق التزام اشارہ پایا جائے اور اس پر نص میں کسی لفظ کے اضافہ کی ضرورت بھی نہ ہو۔ مثلاً، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

۱۔ تفہیم القرآن: ۱/ ۴۳۴ ۲۔ ایضا: ۱/ ۳۱۶

۳۔ ایضا: ۱/ ۲۲۸ ۴۔ عقوبات قرآن اور مفکر قرآن: ۹۳

۵۔ البقرۃ: ۲۷۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ۱

"اہل ذکر سے پوچھا کرو اگر تم نہیں جانتے۔"

مذکورہ آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جس بات کا علم نہ ہو، اس کا اہل علم سے سوال کرنا لازم ہے۔ نص کا یہ مفہوم اشارۃً، اس امر کو بھی لازم کرتا ہے کہ معاشرے میں اہل علم کا وجود ضروری ہے اور یہ اشارۃ النص سے ثابت ہوا ہے۔

دلالۃ النص سے مراد کسی لفظ کی اپنے معنی پر وہ دلالت ہے، جس سے نص میں بیان کردہ حکم کی علت معلوم ہو جائے۔ منصوص علت کا یہ فہم مجرد لغت کے فہم، سے حاصل ہوگا اور کسی گہرے تدبر کی ضرورت نہ ہوگی۔ مثلاً، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا﴾ ۲

''جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔''

مذکورہ آیت سے واضح ہوتا ہے کہ زیادتی سے یتیم کا مال کھانا حرام ہے اور دلالۃ النص سے معلوم ہوتا ہے کہ یتیم کے مال کو جلانا اور تلف کرنا بھی حرام ہے۔ کسی کلام کی اپنے محذوف لفظ پر دلالت کو اقتضاء النص کہتے ہیں گویا کلام کی صحتِ معنی، اس لفظ کو مقدر ماننے پر موقوف ہوتی ہے۔ مثلاً ارشادِ الٰہی ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ﴾ ۳

"تم پر تمہاری مائیں بہنیں، بیٹیاں ۔۔۔۔۔۔۔۔ حرام ہیں۔"

مذکورہ آیت میں محذوف لفظ، نکاح ہے اور اس کا معنی یہ بنے گا کہ محرم خواتین سے نکاح کرنا حرام ہے، انہیں دیکھنا یا چھونا حرام نہیں ہے گویا کلام کا یہ معنی، اقتضاء النص سے ماخوذ کیا گیا ہے۔ ۴

مذکورہ تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ تمام قرآنی احکام، نصوص قرآنیہ کی عبارت اور صراحت ہی پر موقوف نہ ہیں بلکہ کلام اللہ کی آیات سے جو، احکام بھی ثابت ہوتے ہیں، ان میں سے بیشتر نصوص، نصوص قرآنیہ کے اشارہ، دلالہ، اقتضاء سے ثابت ہوتے ہیں اور اپنے ثبوت حکم میں یقینی اور قطعی ہونے کا درجہ رکھتے ہیں اور فقہائے امت نے ہمیشہ سے انہی طریق دلالت پر احکامِ قرآنیہ کا استخراج کیا ہے، بلکہ آج بھی بعض اسلامی ممالک کے ملکی قوانین میں ایسے احکام کی سینکڑوں امثلہ موجود ہیں، جو قرآن حکیم کی عبارۃ النص کے علاوہ کسی نص کے اشارہ، دلالہ اور اقتضاء کی بنا پر مستنبط ہوئے ہیں۔ ۵

اسلامی علوم وفنون کی دنیا میں یہ ایک طفلانہ بلکہ انتہائی جاہلانہ مؤقف ہوگا کہ ہم اسی حکم کو قرآن کا حکم مانیں گے جو قرآنی نص کی عبارۃ سے ثابت ہوگا جبکہ قرآنی نص کے اشارۃ، دلالۃ اور اقتضاء سے ثابت شدہ کوئی حکم، قرآن کا حکم نہیں ہوگا۔ اس مؤقف کو تسلیم کرنے کا معنی یہ ہے کہ فقہائے امت کی محنتوں سے تیار کردہ شرعی مسائل اور تعزیری احکام کا ضخیم دفتر بے کار ہو کر رہ جائے گا اور بہ یک جنبشِ قلم، اسلامی ممالک کے ملکی قوانین کی سینکڑوں دفعات، غرقاب نیل وفرات کر دی جائیں۔ یا للعجب!

سزائے ارتداد کے باب میں بھی منکرین کے اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا جائے گا کہ قرآن حکیم میں سزائے ارتداد کا وجود نہیں ہے اور نہ کسی کے اس مطالبہ ہی کو درخورِ اعتناء سمجھا جائے گا کہ قرآن حکیم سے مرتد کی سزا پر ہم، کوئی آیت ایسی پیش کریں، جس میں واضح طور

۱۔ النحل:۴۳ ۲۔ النساء:۱۰

۳۔ النساء: ۲۳ ۴۔ ڈھلوں، علم اصول فقہ؛ ایک تعارف:۳۰۰/۲

۵۔ الوجیز فی اصول الفقہ: الدکتور عبدالکریم زیدان، دارالکتب السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور، ص:۳۵۴ تا ۳۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر مرقوم ہو کہ

''جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کے پیش کردہ اسلام کو قبول کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر مرتد ہو جائے گا، اسے ارتداد کی پاداش میں قتل کر دیا جائے گا۔''

ظاہر ہے، منکرین سزائے ارتداد کو اپنی خواہش کے الفاظ، قرآن حکیم میں دستیاب ہوں گے اور نہ ان کی اس عامیانہ، طفلانہ اور جاہلانہ فرمائش کو پورا کرنا ممکن ہوگا تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ فقہائے کرام اور علمائے تفسیر نے قرآن حکیم کی متعدد آیات سے ارتداد کی سزائے قتل پر استدلال کیا ہے اور مقالہ نگار کی رائے میں بھی قرآن حکیم سے صراحتاً نہ سہی مگر اشارۃً، سزائے ارتداد کا وجود اور ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

جرم ارتداد پر دنیوی سزا سے متعلقہ، قرآن حکیم کی چند آیات مبارکہ پیش خدمت ہیں:

i) ۹ ہجری میں حج کے موقع پر سورۂ توبہ کے ذریعے، اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ سے اعلانِ برأت کیا اور اس اعلان میں یہ واضح فرما دیا تھا کہ آج تک جو لوگ، اللہ و رسول کے خلاف برسرِ پیکار رہے ہیں، انہیں چار ماہ تک مہلت دی جا رہی ہے تاکہ وہ اپنے معاملہ میں غور و فکر کر سکیں کہ انہیں اسلام قبول کرنا ہے یا ملک چھوڑنا ہے اور اس عرصے میں جو لوگ نہ اسلام قبول کریں گے اور نہ ملک ہی چھوڑیں گے، ان کا فیصلہ تلوار سے کیا جائے گا، اس کے سیاق میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ﴾ [1]

''اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کیلئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آ جائیں۔''

مذکورہ آیت مبارکہ کے متعلق سید مودودیؒ کا خیال یہ ہے کہ اس مقام پر عہد شکنی سے مراد سیاسی معاہدات کی خلاف ورزی بالکل بھی مراد نہیں ہے بلکہ سیاقِ عبارت سے اس کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے اور سیاقِ کلام میں عہد شکنی سے مراد، قبولِ اسلام کے بعد اقرارِ اسلام سے پھر جانا مراد ہے اور اس کے بعد 'فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ' کے معانی اس کے سوا کچھ نہ ہیں کہ تحریک ارتداد کے لیڈروں سے جنگ کرو۔[2]

مولانا مودودیؒ نے سیاقِ کلام کی مدد سے جرم و سزا ارتداد پر بہت عمدہ اور لطیف استدلال کیا ہے تاہم اس پر سزائے ارتداد کے بعض منکرین نے یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ قدیم اور مستند علمائے تفسیر نے مذکورہ آیت سے مرتدین کی سزائے قتل کا استنباط نہیں فرمایا لہٰذا

۱۔ التوبة: ۱۲-۱۱

۲۔ مرتد کی سزا: ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا کی یہ تفسیر ان کے نزدیک معتبر تصور نہیں کی جائے گی۔[۱]

منکرین سزائے ارتداد کی خدمت میں عرض ہے کہ لاریب، مولانا سے قبل کسی نے آیتِ بالا سے ارتداد پر استدلال نہیں کیا مگر ہمارے جدید مفکرین جس جرم کو اسلام کے مجموعہ تعزیرات میں سے نکال باہر پھینکنا چاہتے ہیں، کیا وہ متقدمین میں سے بھی اس انکار پر کوئی سند پیش کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے؟ جناب جسٹس کے بقول، جن قدیم علمائے تفسیر نے آیتِ مذکورہ سے قتل مرتد کا مفہوم اخذ نہیں کیا، آیا وہ بھی آنجناب کی مانند، ارتداد کو قابلِ تعزیر جرم سمجھنے سے انکار کرتے ہیں یا قدیم وجدید کے تمام مفسرینِ کرام، اس آیت سے جرم ارتداد استدلال نہ کرنے کے باوجود، سزائے ارتداد کے بہرصورت قائل رہے ہیں؟ اور اگر کسی عالم ربانی کا کوئی ایک نکتہ تفسیر، منکرین سزائے ارتداد کے نزدیک صرف اس بنا پر درخورِ اعتناء نہیں سمجھا جائے گا کہ قدیم مفسرینِ کرام میں سے کسی نے وہ نکتہ بیان نہیں فرمایا، اس اصول کی بنیاد پر مقالہ نگار کے خیال میں وہ تمام فکرِ جدید ہی قابلِ رد کیوں نہ ہو جائے گی، جس پر علمائے سلف میں سے نہ صرف کوئی سند موجود نہیں ہے بلکہ وہ ہمارے تمام مذہبی ادب کے خلاف بھی ہے!!

علم وفکر کی دنیا میں کوئی نیا نکتہ، محض اس بنا پر رد نہیں کیا جا سکے گا کہ وہ اس سے قبل کسی کے احاطہ خیال میں نہیں آیا ہے اور نہ صرف اس بنیاد پر قبول کیا جا سکے گا کہ اسے جناب جسٹس جیسے معقول شخص نے پیش فرمایا ہے۔ ہمارے اسلامی علم کی دنیا در حقیقت نقلی دلیل کی دنیا ہے اور اس باب میں قصہ قدیم وجدید سے بلند ہو کر، نقل وروایت کی مستند دلیل ہی کو رد وقبول کا واحد معیار بنانے کی ضرورت ہے اور مولانا کے حق میں الفتح: ۱۰ کی دلیل موجود ہے۔

سورۂ کہف میں حضرت موسیٰؑ وخضر کا قصہ، نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس سفر کے دوران میں جو عجیب وغریب واقعات پیش آئے، ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جناب خضر نے ایک لڑکے کو بلا وجہ قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ نے اس پر تعجب سے یہ پوچھا کہ آپ نے ایک بے گناہ لڑکے کو قتل کر دیا؟ اس پر صاحبِ موسیٰ کا جواب، قرآنی حکایت میں یہ تھا:

﴿وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا﴾ [۲]

''اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ (بڑا ہو کر جو بدکردار ہوتا کہیں) ان کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے۔ ۸۰۔ تو ہم نے چاہا کہ ان کا پروردگار اس کی جگہ ان کو اور (بچہ) عطا فرمائے جو پاک طینتی اور محبت میں اس سے بہتر ہو۔''

مذکورہ قرآنی واقعہ سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی بیان کے مطابق، جرم ارتداد ہی پر سزائے قتل کا کیا ذکر، کسی صاحب ایمان کے حق میں کسی شخص کا خطرہ ارتداد ہونا بھی موجب قتل بن جاتا ہے اور جناب خضر نے قتلِ غلام کا یہی سبب بیان کیا ہے کہ خطرہ تھا، وہ اپنے صاحبِ ایمان ماں باپ کو زبردستی طغیان وکفر میں دھکیل دے گا حالانکہ اس نے والدین کو ابھی تک زبردستی کا نشانہ نہیں بنایا تھا بلکہ وہ اس کے ہاتھوں ابھی تک مامون ومحفوظ تھے تاہم یہ ایک قسم کا اندیشہ تھا اور اس اندیشے کی بنا پر، کفر کے ارتکابِ جرم سے قبل ہی اسے قتل کر دیا گیا اور قرآن شاہد ہے کہ جناب خضر کے اس جواب پر حضرت موسیٰؑ خاموش رہتے ہیں کیونکہ ان سے ملاقات کا پتہ بھی، انہیں اللہ

۱۔ The Punishment of Apostasy in Islam:23

۲۔ الکھف: ۸۱۔۸۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی نے بتایا تھا اور وہ یہ عجیب وغریب کام بھی، حکمِ خداوندی سے انجام دے رہے تھے۔

منکرین سزائے ارتداد میں سے جناب غلام احمد پرویز، مذکورہ آیت کی تشریح میں رقم طراز ہیں:

''أرهق کے معنی ہیں: زبردستی سے کسی دوسرے کو ڈھانپ دینا، اب معنی واضح ہو گئے کہ وہ لڑکا خود۔۔۔۔ (طغیاناً) اور کفر شعار (کفراً) تھا لیکن اس کے ماں باپ مومن تھے۔ اس کی سرکشی کا یہ عالم تھا کہ وہ ماں باپ پہ بھی زبردستی کرتا تھا۔ اس لیے خدشہ تھا کہ کسی دن اس زبردستی سے وہ انہیں بھی اس قسم کی سرکشی اور کفر میں اپنے ہاتھ نہ ملا لے۔''[1]

بہرحال، جناب خضر کے قرآنی بیان اور غلام احمد پرویز کے لغوی وضوح سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایک لڑکے کو اس خدشے کی بنا پر قتل کر دیا گیا تھا کہ وہ مستقبل میں اپنے والدین کو طغیان وکفر میں پھنسا کر مرتد بنا دے گا۔ اور یہ اس بات کا واقع ثبوت ہے کہ ارتداد کا ارتکاب ہی نہیں، قرآن کی رو سے کسی کو ارتداد پر آمادہ کرنا بھی قبل گردن زنی جرم ہے۔

اس قسم کے واقعات پر منکرین سزائے ارتداد یہ اعتراض بھی کر سکتے ہیں کہ مذکورہ قرآنی واقعہ قبل از اسلام کا ہے اور ہم شرائع ماقبل کے پابند نہیں اور نہ کسی گزشتہ پیغمبر کا حوالہ ہم پر کوئی حجت ہے۔ اس میں اعتراض کے جواب میں مقالہ نگار انہیں یہ مشورہ دے گا کہ وہ قصاص کے حکم پر مبنی آیت ذیل کا مطالعہ کریں:

﴿ وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [2]

''اور ہم نے ان لوگوں کیلئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلا ہے لیکن جو شخص بدلا معاف کر دے وہ اس کیلئے کفارہ ہوگا اور جو اللہ کے فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔''

مذکورہ آیت میں تورات کے ربانی حکم کا بیان ہے کہ ہم نے اہل کتاب پر قصاص فرض کر دیا تھا اور ظاہر ہے کہ قصاص کا یہ حکم، قرآن حکیم نے حکایۃً بیان کیا ہے ورنہ اس آیت میں اہلِ اسلام سے براہِ راست خطاب کیا گیا ہے اور نہ ہی انہیں، تمام اعضاء وجوارح پر قصاص کا حکم دیا گیا ہے اس کے باوجود اسلام کے تعزیری دفتر میں، اعضاء وجوارح پر قصاص کی تفصیلات موجود ہیں اور منکرین میں سے کسی نے بھی اس پر کوئی نکتہ اعتراض نہیں اٹھایا کہ اعضاء وجوارح پر قصاص کا حکم پچھلی شریعت میں تھا، ہم اس کے مکلّف نہیں ہیں گویا قصاص کے موضوع سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم سے استنباط کرتے ہوئے، اپنی پیغمبرانہ حیثیت میں اعضاء وجوارح پر قصاص کو امت میں جاری فرمایا تھا، بالکل اسی طرح، سزائے ارتداد کے باب میں بھی آپؐ نے قرآن حکیم سے گویا استنباط اور استخراج کی بنا پر جرم ارتداد کے قابل گردن زنی ہونے کا حکم جاری فرمایا ہے اور قرآن حکیم نے آپ کو شارع بھی قرار دیا ہے

۱۔ معارف القرآن: ۳/۳۸۳

۲۔ المائدہ: ٤٥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور شارح بھی اور ہر دو حیثیات میں آپ کی اطاعت کو امت پر لازم قرار دیا گیا ہے!!

iii) بنی اسرائیل کا گاؤ پرستی پر مبنی واقعہ، قرآن میں ایک معروف واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ نے جناب ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بنا کر، خود چالیس رات کیلئے کوہِ طور پر تشریف لے جاتے ہیں، ادھر سامری نے فتنہ پردازی سے بنی اسرائیل کو راہِ حق سے ہٹا دیا اور انہوں نے اپنی قدیم عادت کے مطابق، اسلام کے بعد دوبارہ کفر کا مظاہرہ کیا اور بچھڑے کو معبود سمجھ کر پوجنا شروع کر دیا جس کے نتیجہ میں ان منکرین اور مرتدین کو اس ارتدادی عمل کی پاداش میں سزائے قتل سے دوچار کر دیا گیا، جس کے بارہ میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِا تِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ [۲]

''تم نے بچھڑے کو (معبود) ٹھہرانے میں (بڑا) ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کے آگے توبہ کرو اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالو۔''

مذکورہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے کہ گوسالہ پرستی کے نتیجہ میں بنی اسرائیل پر سزائے ارتداد کا اجرا بھی عمل میں آیا تھا اور ان میں سے کفر و ارتداد کے مرتکبین کو تہ تیغ بھی کر دیا گیا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی رو سے جرم ارتداد پر سزائے قتل جاری کرنا جائز ہے۔

اس واقعہ کے متعلق سزائے ارتداد کے بعض منکرین کا خیال ہے کہ بسا اوقات کسی لفظ کو اس کے ادبی مفہوم میں بھی پیش کیا جاتا ہے اور یہی حال اس مقام پر قتل کا بھی ہے اور قرآن میں ہر مقام پر قتل کا معنی گردن اڑانا اور مار دینا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس سے دھتکارنا اور پھٹکارنا بھی مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی اعمال بد پر لعن و ملامت کے اسلوب کو قتل سے تعبیر کیا گیا ہے۔[۳]

اس قبیل کے ادب شناس مفکرین کی خدمت میں ہم عرض کریں گے کہ اربابِ لغت نے قتل کو اس کے حقیقی روپ میں ہی وضع کیا تھا اور اس مقام پر بھی قتل سے معروف معنوں میں قتل کرنا ہی مراد ہے اور ادبی استعمال کے نام پر قتل کے حقیقی مفہوم میں تاویل کی اجازت نہیں ہے کیونکہ دیگر خارجی قرائن سے بھی اس آیت میں قتل کے عمل کا تعین ہو جاتا ہے کہ یہاں قتل سے گردن اڑانا اور مار دینا ہی مراد ہے، دھتکارنا اور پھٹکارنا مراد نہیں ہے۔ مقالہ نگار کے اس دعویٰ پر قرآن حکیم کا یہ بیان شاہد ہے کہ فرعون بھی حضرت موسیٰؑ کو اس بنا پر قتل کر دینا چاہتا تھا کہ اسے ڈر تھا کہ آپؑ بنی اسرائیل کا دین بدل کر رکھ دیں گے۔ فرعون کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے!

﴿ذَرُوْنِىْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ﴾ [۴]

''مجھے چھوڑو کہ موسیٰ کو قتل کر دوں اور وہ اپنے پروردگار کو بلا لے مجھے ڈر ہے کہ وہ کہیں تمہارے دین کو (نہ) بدل دے۔''

مذکورہ آیت کی رو سے ادبی مفہوم کے نام پر قتل کے معنی میں یہ دینا مناسب نہ ہوگا کہ فرعون بھی حضرت موسیٰؑ کو معاذ اللہ طعن و ملامت کرنا چاہتا تھا کہ وہ بنی اسرائیل کا دین تبدیل نہ کر دیں بلکہ سچ ہے کہ فرعون اپنے ارادہ قتل کو اس کے حقیقی روپ میں روبہ عمل لانا

۱۔ عقوبات قرآن اور مفکر قرآن: ۱۰۵ ۲۔ البقرۃ: ٥٤

۳۔ رحمت اللہ طارق (۲۰۰۳ء۔۱۹۲۹ء) آپ صوبہ بلوچستان میں پیدا ہوئے اور مولانا عبید اللہ سندھی سے فیض پایا۔ آپ اہل قرآن کے معروف دانشور اور منصف ہیں۔ آپ نے ضیاء دور میں لیبیا کو اپنا ٹھکانہ بنایا اور ملتان میں وفات پائی۔ آپ کی مشہور کتابیں یہ ہیں: برہان القرآن، میزان القرآن، دانشوران قرآن۔ قتل مرتد کی شرعی حیثیت: ۴۴۔۳۴

٤۔ المؤمن: ٢٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہتا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰؑ کو فرعون سے پناہ میں رکھا تھا۔ چنانچہ فاقتلوا انفسکم کے حکم میں قتل اور نفس کا وہی مفہوم ہے، جو بنی اسرائیل کے متعلق درج ذیل آیت میں قتل اور نفس سے مراد ہے:

﴿ثُمَّ اَنتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ [1]

''پھر تم وہی ہو کہ اپنوں کو قتل کر دیتے ہو۔''

بنی اسرائیل کے قتل پر مبنی مذکورہ بالا واقعہ کے متعلق بھی قرار دیا جا سکتا ہے کہ شریعت موسوی کا واقعہ، امتِ محمدیہ کے حق میں حجت نہ بن سکے گا مگر معلوم ہونا چاہیے کہ شرائع ماقبل کے جن احکام و ہدایات، قرآن حکیم نے نقل فرمایا ہے اور ہمارے پیغمبر نے اس حکم سے ہمیں علیحدہ نہیں کیا، وہ ہمارے حق میں بھی معتبر ہیں اور ہمیں بھی ان کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے۔[2]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کے ساتھ ساتھ، دیگر انبیاء و رسل کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد حضرت رسول اللہ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ [3]

''یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی تو تم انہیں کی ہدایت کی پیروی کرو۔''

قرآن کریم سے مقالہ نگار نے جرم و سزائے ارتداد کے اثبات میں، تین آیات مبارکہ کا حوالہ دیا ہے۔ مذکورہ آیات کا بنیادی موضوع اگرچہ، جرم ارتداد یا سزائے ارتداد نہیں ہے بلکہ اسلام کے بعد کافرانہ روش اختیار کرنے پر، ان میں آیات میں سزائے قتل کو بر سبیل تذکرہ بیان کیا گیا ہے تاہم قرآن شناس قلوب و اذہان، اس باب میں قرآنی مزاج کو بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں، یہی باعث ہے کہ بعض جید اور ممتاز علمائے کرام نے، مذکورہ آیات کے اشارہ، دلالہ اور اقتضاء سے، جرمِ ارتداد کی سزائے قتل کا اثبات کیا ہے لہذا مقالہ نگار کی رائے میں سزائے ارتداد کے منکرین کا یہ دعوی خطائے محض ہے کہ قرآن کریم میں سزائے ارتداد کا وجود نہیں ہے۔

قرآن حکیم نے عقیدہ و ایمان میں جبر سے منع کیا ہے؟

سزائے ارتداد کے منکرین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ قرآن حکیم نے عقیدہ و ایمان کے باب میں جبر و اکراہ سے منع فرمایا ہے کیونکہ دین و ایمان کا تعلق دل کے اعتقاد سے ہوتا ہے اور جبر و تشدد سے دل میں اعتقاد پیدا نہیں ہو سکتا چنانچہ قرآن حکیم کی رو سے، جس طرح کسی کافر کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا، بالکل اسی طرح کسی مرتد کو بھی، جبر و اکراہ سے دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کرنا جائز نہیں ہے ورنہ جو اسلام جبر و اکراہ کے ذریعہ حاصل ہوگا، قانون شریعت کی رو سے وہ فاسد ہوگا۔[4]

سزائے ارتداد کے منکرین کا خیال یہ ہے کہ قرآن حکیم بار بار غور و فکر اور بحث و نظر کی دعوت دیتا ہے اور غور و فکر، کسی قسم کے جبر و اکراہ کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا اور ایمان و عقیدہ کو بھی دلائل و براہین سے قلوب و اذہان میں راسخ کیا جاتا ہے، قہر و جبر کے بل پر نہیں چنانچہ اسلام جیسا بحث و نظر کا داعی دین، کسی شک و شبہ میں مبتلا شخص کو قتل کرنے کا حکم نہیں دے گا۔ سزائے ارتداد دراصل حریت اعتقاد کے منافی ہے اور قرآن حکیم کی جن آیت کی رو سے، ایمان و فکر کے مابین کسی انسان کو اختیار دیا گیا ہے، ان کا حاصل یہ ہے کہ مذہب کو

۱۔ البقرہ: ۸۵

۲۔ الشہاب لرجم الخاطف المرتاب؛ مولانا شبیر احمد عثمانی: ۱۹

۳۔ الانعام: ۹۱

۴۔ قتل مرتد کی شرعی حیثیت: ۲۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرنے میں بنیادی طور پر انسان آزاد ہے اور اسے دنیوی سزا دے کر، ارتداد کے بعد اسلام قبول کرنے پہ مجبور کرنا کسی طور پر بھی روا نہیں ہے۔[۱]

سزائے ارتداد کے ایک منکر جناب علوانی نے اس باب میں اپنی فکر کا محور بھی اس آیت مبارکہ کو بنایا ہے، بلکہ اس موضوع پر اپنی کتاب کا نام ہی لا اکراہ فی الدین رکھا ہے اور یہ ثابت کرنے پر اپنا زور قلم صرف کیا ہے کہ سزائے ارتداد کا مطلب، اس قرآنی اصول سے انکار کے مترادف ہے کہ عقیدہ و ایمان کے باب میں جبر و اکراہ کو کام میں نہ لایا جائے گا۔ مصنف کا خیال یہ ہے کہ حریت فکر و ضمیر، مقاصد شریعت میں سے ایک اہم ترین مقصد ہے اور قرآن حکیم، اختیار مذہب اور حریت فکر کا سب سے بڑا نقیب ہے اور دو سو سے زائد آیات قرآنیہ حریت فکر پر دال ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ کسی عقیدہ و مذہب کے رد و قبول میں انسان آزاد اور خود مختار ہے اور کوئی عقیدہ و مذہب قبول کرنے، ترک کرنے، یا بدل دینے پر اسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ حریت فکر اور اختیار مذہب کی یہ آزادی قرآن حکیم کی عطا ہے جبکہ سزائے ارتداد میں جبر کا پہلو پایا جاتا ہے جو اس آزادی کے خلاف ہے۔[۲]

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ سزائے ارتداد کے منکرین کے نزدیک، سزائے ارتداد کی حدیث اور عدم اکراہ کی آیت میں تناقض پایا جاتا ہے لہذا دین کے باب میں عدم اکراہ کی آیت سے تمسک کیا جائے گا اور سزائے ارتداد پر مبنی حدیث کی تاویل کریں گے حالانکہ جناب جابر علوانی اور دیگر منکرین سزائے ارتداد نے، دین کے باب میں حریت فکر اور عدم جبر پر، جس آیت کو بنیادی حوالہ کے طور پر پیش کیا ہے، اس کا شان نزول واضح طور پر یہ بتاتا ہے کہ اس آیت کا بنیادی موضوع ارتداد کے بعد ایمان کا جنم نہیں ہے بلکہ کسی غیر مسلم کو ابتدائی طور پر دائرہ اسلام میں جبراً داخل کرنا ہے۔

علامہ ابن جریر طبری نے مذکورہ آیت مبارکہ کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایک انصاری عورت کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا۔ اس نے یہ نذر مانی کہ میرا جو بچہ زندہ رہے گا، میں اسے یہودی بناؤں گی چنانچہ بعد میں اس عورت کے جو بھی بچہ پیدا ہوتا، اسے یہود کے سپرد کر دیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب بنو نضیر کے یہود کو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا۔ ان میں یہ انصاری لڑکے بھی شامل تھے جن کے مسلم رشتہ داروں نے کہا کہ ہم اپنے لڑکوں کے اِن کے ساتھ نہیں جانے دیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ دین کے باب میں کوئی جبر نہیں ہے چنانچہ آپ نے انصار سے فرمایا کہ تمہارے بچوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ تمہیں اختیار کریں یا یہود کو اختیار کریں۔ ان میں سے جس نے اسلام قبول کیا جو مدینہ میں رہا اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا انہیں بھی یہود کے ساتھ جلاوطن کر دیا گیا۔

بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ انصار کے چند بچوں نے بنو نضیر میں دودھ پیا تھا جب اسلام آ گیا تو بچوں کے والدین نے انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنے کا آمادہ کیا اور یہ اس وقت ہوا تھا جب بنو نضیر کی جلاوطنی کے وقت ان کے رضاعی بیٹوں نے کہا کہ ہم بھی آپ کے ساتھ جائیں گے۔[۳]

امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کے شان نزول میں یہ واقعہ بھی ذکر کیا ہے کہ بنو سالم کے ایک شخص کا نام حصینی تھا، اس کے دو بیٹے اسلام سے پہلے ہی عیسائی مذہب قبول کر چکے تھے۔ اس نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے بیٹے میرا حصہ ہیں مگر وہ

۱۔ عبدالعزیز جاویش (۱۹۲۹ء۔۱۸۷۶ء) جاویش اسکندریہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا باپ تیونسی اور ماں ترک تھیں۔ علمائے ازہر میں سے آپ ہی نے یورپ سے علم حاصل کیا تھا۔ آپ ایک نامور صحافی اور سیاسی رہنما تھے۔ آپ نے مجلّہ العالم الاسلامی جاری کیا اور تنظیم جمعیت المواساۃ الاسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ الاسلام دین الفطرۃ والحریۃ: ۱۴۴

۲۔ لا اکراہ فی الدین، طہ جابر العلوانی، مکتبہ الشروق الدولیۃ، القاہرۃ، الطبعۃ الثانیۃ، نومبر ۲۰۰۶؛ الصعیدی، الحریۃ الدینیۃ فی الاسلام: ۶۶

۳۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن: ۳/۲۲۔۱۸؛ پانی پتی، قاری ثناء اللہ، تفسیر مظہری: ۲/۳۲، سعید کمپنی پاکستان چوک، کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عیسائیت کے سوا کچھ سننا گوارا نہیں کرتے ہیں، کیا وہ جہنم میں جائیں گے؟ میں انہیں اسلام پر مجبور نہ کروں؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔[۱]

آیت لا اکراہ فی الدین کے شان نزول پر، علمائے تفسیر کے مذکورہ اقوال سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے شان نزول کے لحاظ سے یہ آیت اگرچہ مختلف واقعات کا مصداق رہی ہے تاہم ان تمام واقعات کا حاصل زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ کسی شخص کو ابتداء میں قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا، شان نزول کی مذکورہ روایات میں یہ درج نہیں ہے کہ کوئی شخص اسلام کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور اہل اسلام نے مرتد کو قبول اسلام پر مجبور کیا تھا اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ اہل اسلام کو روک دیا تھا کہ جو شخص بھی اسلام کے بعد مرتد ہو، اسے دوبارہ قبول اسلام پر مجبور نہ کرو۔

مقالہ نگار کے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ ارتداد پر سزائے قتل کا حکم، قبول اسلام میں اکراہ کے منافی نہیں ہے کیونکہ ارتدادی عمل پر سزائے موت کا مستحق وہی شخص ہوگا، جو دین کے معارف وحقائق سے آشنا ہو کر بر بنائے بصیرت اور بہ قائمی حواس اپنے تمام تر اختیار سے بلا کسی جبر و اکراہ کے دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا، اس کے اسلام سے ارتداد پر اجرائے سزا کا حکم ہوگا مگر جو شخص پہلی دفعہ جبر و اکراہ سے مسلمان بنایا گیا اور اس نے اسلام کو چھوڑ دیا، فقہائے کرام کے نزدیک ارتدادی عمل کی بنا پر اسے سزا سے دوچار نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں صحتِ اسلام کی جملہ شرائط موجود نہ ہیں۔ شیخ خلیل رقم طراز ہیں:

> "قبل عذر من اسلم من الكفار ثم رجع، و قال عندارادتنا قتله لردته: كنت اسلمت عن ضيق من خوف على نفس أو مال أو عذاب، ان طهر عذره بقرينة..." [۲]
>
> ''جو شخص کفار میں سے اسلام لایا تھا مگر بعد میں مرتد ہو گیا اور اس نے ہماری سزائے ارتداد کے وقت یہ عذر پیش کر دیا کہ اس نے جان، مال یا سزا کے خوف سے دباؤ میں آ کر اسلام قبول کیا تھا، کسی قرینہ کے ساتھ اس کا یہ عذر قبول کیا جائے گا۔''

مذکورہ اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ بر بنائے جبر قبول کیا جانے والا اسلام، فقہائے کرام کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہے اور اس سے برگشتہ ہو کر ارتداد کا مرتکب ہونا، مستوجب سزا نہیں ہوگا تاہم جو شخص شعور و بصیرت کے ساتھ اور اپنے ارادہ و اختیار سے بلا کسی جبر و اکراہ کے مسلمان ہوتا ہے، اس کا اسلام میں داخل ہونا دراصل ایک قسم کا عہد و پیمان ہوتا ہے، وہ اپنے قول و قرار سے اللہ و رسول کے عہد اور بیعت میں شامل ہونے کا اعلان کرتا ہے چنانچہ اپنے اس عہد کو تمام تر آداب و شروط کے ساتھ وفا کرنا بھی اس پر لازم ہے، ورنہ جو مسلم بھی اس عہد کا طوق اپنی گردن سے اتارے گا، وہ اپنی جان پر کھیل کر ہی اس عہد کو توڑنے کی جسارت کرے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

> ﴿اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ [۳]
>
> ''جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے پھر جو عہد کو توڑے اور عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے پورا کرے تو

۱۔ تفسیر القرآن العظیم: ۱/۴۵۴؛ تفسیر درمنثور، مترجم: ۱/۴۸۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

۲۔ الشرح الكبير على مختصر خليل بحاشية الدسوقي: ٤/ ٣٠١

۳۔ الفتح: ۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اسے عنقریب اجرِ عظیم دے گا۔''

مذکورہ آیت مبارکہ میں عہدِ بیعت توڑنے پر، جس سزا کی وعید سنائی جارہی ہے، وہ اپنے اشارہ بالکل واضح ہے کہ اس بیعت کو جان پر کھیل کر ہی توڑا جاسکے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی بیعت اسلام کے الفاظ پر بھی غیر مبہم انداز میں، اپنے قول وعمل کے ذریعہ عہد بیعت توڑنے پر دنیوی سزا کو عیاں کرتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"بایعونی علی ان لا تشرکوا باللّٰہ شیئاً، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا اولادکم، لا تأتوا ببهتان تفترونه بین ایدیکم و أرجلکم، ولا تعصوا فی معروف، فمن و فیّ منکم فاجرهٗ علی اللّٰہ ، و من أصاب من ذلک شیئاً فعوقب به کان کفارته، و من اصاب من ذلک شیئاً فستره اللّٰہ علیه، ان شاء غفر له و ان شاء عذ به" [1]

''تم اس بات پر میری بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤ گے، چوری نہیں کرو گے، بدکاری نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، بہتان نہیں باندھو گے اور نیکی کے کام میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ جو شخص اسے وفا کرے گا، اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو شخص کسی کا مرتکب ہوا اور اسے سزا دی جائیگی، وہ اس کا کفارہ بن جائے گی اور جو کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اس پر اللہ نے پردہ ڈال دیا، اللہ چاہے گا تو اسے معاف کرے گا اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔''

مذکورہ حدیث میں ہمارا محلِ شاہد عوقب به کا دنیوی سزا پر مبنی جملہ ہے کہ جو شخص بھی بیعتِ اسلام کے بعد، مذکورہ افعال میں سے کسی کا ارتکاب کرے گا، اسے دنیا میں سزا سے دوچار کیا جائے گا۔ زیرِ مطالعہ حدیث میں مندرج تعزیری احکام کی تفصیلات حدیث وفقہ کی کتب میں موجود ہیں تاہم مقالہ نگار کے نزدیک اس کا قابلِ توجہ پہلو یہ ہے کہ جب بیعتِ اسلام کے بعد، مذکورہ نصف درجن افعال میں سے کسی ایک کا مرتکب ہونا بھی دنیا میں مستوجب سزا جرم ہے اور تمام کی تمام بیعتِ اسلام کا طوق اتار دینا اور اسلام سے مرتد ہوجانا کیونکر قابلِ سزا جرم نہیں ہوگا؟ کیا ہمارے منکرین، اسلامی حدود وکفرات کو بھی دین کے باب میں جبر سے قید کریں گے اور قرآن سے اس کے جبر پر بھی آیت پیش فرمادیں گے؟ مقالہ نگار کے خیال میں کسی ایک آیت پر اپنی بنائے فکر استوار کرنا اور صرف اس کے سیاق وسباق کو مدنظر نہ رکھنا بلکہ اس موضوع کی مزید تمام نصوص شریعہ سے صرف نظر کرجانا اس طمع وفکر شیوہ نہیں ہے۔

حریت فکر، آزادی ضمیر اور عدم اکراہ کے نام پر اسلام سے ارتداد کی اجازت دینا دراصل بیعت اور معاہدہ توڑنے کی اجازت کے مترادف ہے۔ اس بنا پر سب کو یہ حق حاصل ہوجائے گا کہ حریتِ فکر اور آزادئ ضمیر اور عدمِ جبر کے نام پر، اپنے عقود ومعاہدات کو پائمال کرسکیں گے اور اس کے نتیجہ میں کسی شخص کو بھی دوسرے پر اعتماد نہیں رہے گا بلکہ ہر شخص کو دوسرے کی بابت یہی خطرہ رہے گا کہ وہ کسی وقت بھی حرمت جبر اور ممانعت اکراہ کا نام لے کر اپنے عہد وپیمان سے نکل جائے گا اور جو شخص اپنے معاملات میں اللہ ورسول کے عہد کا پاس نہ کرے گا، وہ کسی دوسرے کا عہد کیسے پورا کرسکے گا۔ اس بدعہدی اور بے یقینی سے سماج میں جو انتشار پیدا ہوگا، اس سے سارا

۱۔ البخاری: ٦٧٨٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاشرتی نظام ہی درہم برہم ہو جائے گا۔

اسلام میں مطلق حریتِ فکر اور آزادی ضمیر کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ اسے بعض حدود و قیود سے مشروط کیا گیا ہے چنانچہ اسلامی احکامات کی رو سے، بعض مقامات پر حریت کی بجائے جبر کرنا بھی مطلوب ہوتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ بعض مسلم مفکرین نے اکراہ کو برحق اکراہ اور ناحق اکراہ میں تقسیم کیا ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے نزدیک اکراہ کو حق و باطل میں تقسیم کیا جائے گا۔ شیخ الاسلام کے مطابق بعض امور میں ارادہ و اختیار کی بجائے کسی شخص پر جبر و اکراہ کو کام میں لانا برحق ہوتا ہے مثلاً کسی مسلم پر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے باب میں سختی کرنا، کسی مقروض پر ادائے قرض کیلئے سختی کرنا اور مرتد کو دوبارہ اسلام قبول کرنے پر سختی کرنا برحق ہے اور بعض امور میں اکراہ باطل بھی ہوتا ہے مثلاً کسی شخص کو کفر و معاصی پر مجبور کرنا ناحق اکراہ ہوگا۔[۱]

دوسرے مقام پر شیخ الاسلام نے اکراہ حق اور اکراہ باطل کے متعلق یہ بیان فرمایا ہے:

"والاكراه قد يكون اكراهاً بحق و قد يكون اكراها بباطل، فالاوّل مثل اكراه الكافر الحربي على الاسلام، أو اداء الجزية عن يدوهم صاغرون، واكراه المرتد على العود الى الاسلام، ....و اكراه على قضاء الديون التي يقدر على قضائها و على اداء الامانة التي يقدر على ادائها، و اعطاء النفقة الواجبة عليه التي يقدر على اعطائها. "[۲]

"اکراہ کسی حق اور کبھی باطل کے کام میں ہوتا ہے مثلاً حربی کافر کو اسلام لانے کا جزیہ دینے پر یا مرتد کو رجوع اسلام پر مجبور کرنا برحق اکراہ ہے۔۔۔ جو شخص قرض ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہو، اسے قرض ادا کرنے پر مجبور، جو فرض نفقہ دینے کی استطاعت رکھتا ہو، اسے نفقہ دینے پر مجبور کرنا بھی اکراہ بہ حق ہے۔"

علامہ ابن عاشورؒ کے مطابق کسی مرتد کو سزائے قتل سے دوچار کرنا دین کے باب میں منفی اکراہ نہیں بلکہ مثبت اکراہ ہے کیونکہ ارتداد پر موت کی سزا نہ ہوگی تو لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں گے چنانچہ ارتداد پر موت کی سزا کا مقصد ہی یہ ہے کہ دین میں داخل ہونے والا بصیرت کے ساتھ داخل ہو کہ اس سے خروج کا کوئی راستہ نہیں ہے۔[۳]

اسلام مخصوص عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات کے مجموعہ کا نام ہے۔ کسی شخص کو جبر و اکراہ کے ذریعہ سے چند ظاہری اعمال کا پابند بنانا ممکن ہے مگر اسے عقائد و ایمانیات جیسے باطنی اعمال پر مجبور کرنا ممکن نہ ہے اور نہ کسی جبر و اکراہ کے نتیجہ میں ظاہری اعمال کے اثرات و نتائج ہی مرتب ہوتے ہیں چنانچہ نفی اکراہ پر مبنی درج ذیل آیات مبارکہ سے یہی مفہوم اخذ کیا جائے گا۔

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْتَّبَيَّنَ الرُّشْدُمِنَ الْغَيِّ﴾ [۴]

"دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔"

﴿وَ لَوْشَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ [۵]

"اور اگر تمہارا رب چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔"

﴿وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ﴾ [۶]

۱۔ مجموع الفتاویٰ: ۸/۴۶۳

۲۔ مجموع الفتاویٰ: ۸/۴۶۳

۳۔ التحریر والتنویر: ۲/۳۱۹

٤۔ البقرة: ٢٥٦

۵۔ یونس: ۹۹

٦۔ الكهف: ٢٩

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور کہہ دو کہ (لوگو!) یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے۔''

امام ابن عطیہؒ نے لا اکراہ فی الدین کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس آیت میں، دین سے عقیدہ وملت مراد ہے چنانچہ بیع وہبہ اور عہد و پیمان جیسے احکام میں اکراہ، اس آیت کا بنیادی موضوع ہی نہیں ہے بلکہ کسی قوم وملت کا عقیدہ وایمان، آیت ہذا کا اصل موضوع ہے اور عقیدہ وفکر میں اکراہ کے ممنوع اور غیر مؤثر ہونے پر ((الّا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان)) کا فرمان الٰہی شاہد ہے۔[۱]

علامہ ماتریدیؒ بیان فرماتے ہیں کہ آیت ہذا میں دو معانی کا احتمال ہے؛ پہلا معنی یہ ہے کہ اکراہ کے نتیجہ میں کوئی دین بھی قبول نہ ہوگا بلکہ اسے ایمان ہی تسلیم نہیں کیا جائے گا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ ہر شخص پر ہدایت واضح ہو چکی ہے تاکہ لوگ جبر واکراہ کی بنا پر نہیں بلکہ وضوح وبیان کی بنا پر اسلام قبول کریں۔[۲]

امام رازیؒ کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی بنیاد، جبر واکراہ کی بجائے ارادہ واختیار رکھی ہے۔ اس نے دلائل توحید کو قطعی اور شافی انداز سے بیان فرما دیا ہے اور ان دلائل کی وضاحت کے بعد کسی کے پاس اپنے کفر پر قائم رہنے کا کوئی عذر باقی نہیں ہے چنانچہ اب کسی کو جبراً مسلمان بنانا ہی رہ جاتا ہے مگر دنیا کے دارالامتحان میں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ عقیدہ وایمان کے باب میں جبر واکراہ کا مطلب ابتلا وامتحان کا خاتمہ ہے، جو تکلیف شرعی کے منافی ہے۔[۳]

علامہ ابن عاشورؒ کا خیال ہے کہ آیت میں نفی اکراہ، نہی کے معنی میں خبر ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی غرض سے، وسائل جبر کا استعمال ممنوع ہے گویا مفہوم یہ ہے کہ تم کسی کو اسلام کے اتباع پر مجبور مت کرو۔ نص کو اپنے عموم پر جاری کرنے کی خاطر، لائے نفی جنس کا استعمال کیا گیا ہے، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ دین کے باب میں ہر قسم کا جبر ممنوع اور باطل ہے کیونکہ ایمان، غور وفکر اور ارادہ واختیار سے دل میں جاگزین ہوتا ہے۔[۴]

شیخ ابن العربیؒ نے اکراہ کو حق اور باطل میں تقسیم کیا ہے اور علامہ ابن عاشور کے برعکس، لائے نفی جنس کو عمومِ اکراہ کی بجائے اکراہِ باطل کے عموم پر محمول فرمایا ہے اور اکراہِ حق کو دین کا حصہ اور شرعاً جائز قرار دیا ہے۔[۵]

علامہ نسفی کہتے ہیں کہ دین حق پر کوئی جبر نہیں ہے اور دین سے مراد، اسلام ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس جملہ میں خبر، نہی کے معنیٰ میں ہے۔[۶] اس کے برعکس ابن عرفہؒ کا خیال ہے کہ اس جملے کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا اور یہ اپنے لفظ ومعنی میں خبر کا فائدہ دے گا، جس کا مطلب یہ ہے کہ عقیدے میں اکراہ نہیں ہے اور یہ مفہوم، خبر کو نہی کے معنی دینے سے زیادہ بہتر ہے۔[۷]

انسانی حقوق کے باب میں سمجھنے کا نکتہ یہ ہے کہ جدید تہذیب کے دین کا نام سیکولرازم ہے جس طرح اسلام ایک نظام حیات ہے، بالکل اسی طرح سیکولرازم بھی ایک نظام حیات ہے مگر دونوں نظام ایک دوسرے کی ضد ہیں چنانچہ اسلامی نظام کی رو سے جو چیز حلال ہے، علمانی نظام کے نزدیک وہ حرام ہے اور جو کام اسلامی نظام حیات میں حرام ہے، علمانی نظام حیات میں وہ حلال ہے مثلاً اسلامی نظام میں

۱۔ المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز: ۲/۲۸۰، وزارۃ الأوقاف والشؤون الاسلامیۃ، بالمملکۃ المغربیۃ

۲۔ تاویلات اھل السنۃ: ۱/۲۱۵، مؤسسۃ الرسالۃ

۳۔ مفاتیح الغیب: ٤/١٦، دارالفکر، بیروت

٤۔ التحریر و التنویر: ۳/۲۵

۵۔ احکام القرآن: ۱/۲۳۳، مطبعۃ دارالجلیل

٦۔ مدارک التنزیل و حقائق التأویل: ۱/۱۲۹، دارالفکر

۷۔ تفسیر ابن عرفہ؛ ۱/٦٨٦، تحقیق، حسن المناعی، دار ابن حزم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرک حرام ہے مگر علمانی نظام میں شرک حلال ہے، اسلامی نظام میں شراب حرام مگر علمانی نظام میں حلال ہے، اسلامی نظام میں تعدد ازواج حلال مگر علمانی نظام میں حرام ہے۔ انہی امثلہ پر ہی کیا موقوف، زندگی کے تمام سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی گوشوں میں اسلام اور سیکولرازم دو متضاد اور متعارض نظریات وتصورات کے حامل نظام ہیں۔ ارتداد کا مسئلہ بھی حلت وحرمت کے اسی قبیل سے تعلق رکھتا ہے۔[1]

علمانی نظام میں خرابی کا ایک سبب یہ ہے کہ اس نے حریت فکر اور آزادی عمل پر حقوق انسانی کا دارومدار رکھا ہے اور تمام اعمال کو حریتِ فرد کی عینک سے دیکھا ہے جس کے نتیجہ میں معاشرہ کے عمومی حقوق متاثر ہوئے ہیں بلکہ معاشرہ کو اجتماعی سطح پر اس کے بھیانک نتائج بھگتنا پڑے ہیں مگر اسلامی نظام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس نے فرد کو ایک حد تک آزادی فکر وعمل کا حق دیا ہے مگر جونہی اس حریت سے معاشرہ اجتماعی حیثیت میں متاثر ہوگا یا اس کے متاثر ہونے کا امکان پیدا ہوگا، اس کے سد باب کو فرد کے خلاف قانون فوراً حرکت میں آئے گا۔ چنانچہ ارتداد محض حریت فکر یا آزادی ضمیر ہی کا معاملہ نہیں ہے یا ارتداد مجرد ایک خیال کو ترک کر کے دوسرا خیال اپنانے ہی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ارتداد اس نظریہ حیات کی تبدیلی کا نام ہے، جس کی بنیاد پر مسلم سوسائٹی کا قیام عمل میں آتا ہے۔ اسلام جدید اصطلاح کے مطابق محض ایک مذہب نہیں بلکہ ایک پورا نظام زندگی ہے اگرچہ اسلام ایک رائے ہی ہے تاہم یہ وہ رائے نہیں ہے جو زندگی کے کسی دور از کار پہلو سے تعلق رکھتی ہو بلکہ اس رائے کی بنیاد پر پوری زندگی کا نقشہ قائم ہوتا ہے، اس کے قیام پر تمدن اور ریاست کا قیام منحصر ہے، اس کی بنا پر انسانوں کی ایک جماعت تمدن کے پورے نظام کو ایک خاص شکل پر قائم کرتی ہے، اس قسم کی رائے اور اس نوع کے نظریہ کو کسی خود ساختہ اور نام نہاد آزادی کے تصور کی بھینٹ نہیں چڑھایا جاسکتا۔ دنیا کے کسی تمدن میں بھی اس نوعیت کے نظریہ حیات کو انفرادی تصور آزادی پر قربان نہیں کیا گیا پھر اسلام ہی سے اس کی توقع کیونکر رکھی جاسکتی ہے!

۱۔ جعفر شیخ ادریس: آپ ۱۹۳۱ء کو سوڈان میں پیدا ہوئے اور زمانہ طالب علمی سے اسلامی تحریکات کے ساتھ وابستہ رہے، جن میں الاخوان المسلمون زیادہ معروف ہے۔ آپ نے جامعہ خرطوم سے ڈاکٹریٹ کیا اور اسی جامعہ میں استاد تعینات ہوئے۔ یونیورسٹی کی جانب سے آپ کو لندن میں مبعوث کر دیا گیا۔ آپ نے انگریزی اور عربی میں کتب لکھی ہیں، جن میں الاسلام لعصرنا اور The Atributes of God مشہور ہیں۔
الاسلام لعصرنا، جعفر شیخ ادریس، المنتدی الاسلامی، مطابع اضواء البیان، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۲۲/۲۰۰۲م، الریاض: ۱۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

سزائے ارتداد پر احادیث نبویہ سے متعلقہ شبہات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم:

سزائے ارتداد پر احادیث نبویہ سے متعلقہ شبہات

سزائے ارتداد کے منکرین میں سے ایک گروہ اہل قرآن کا ہے، جو دین وشریعت میں حدیث رسول کو حجت تسلیم نہیں کرتا، انہیں ہم منکرین حدیث کے نام سے جانتے ہیں۔ دوسرا گروہ بنیادی طور پر حدیث رسول کی حجیت کا منکر نہیں ہے مگر جرم وسزائے ارتداد کے باب میں احادیث کو اپنے خودساختہ اصول اور تاویل کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے، فصل ہذا میں اسی گروہ کے شبہات کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

پہلا شبہ: قتل مرتد کی حدیث ضعیف ہے:

سزائے ارتداد کے بعض منکرین کا خیال یہ ہے کہ حدیث ''من بدل دینا فاقتلوہ'' ضعیف ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر سزائے ارتداد بھی ثابت نہیں ہے۔ منکرین کے مطابق سند کے راوی جناب عکرمہ خارجی فکر سے مطعون ہیں، انہی پر حدیث کا مدار ہے اور اسی حدیث پر خارجی فکر استوار ہے چنانچہ جب عکرمہ ہی قابل اعتماد نہ رہیں گے تو ان کی بیان کردہ روایت بھی قابل احتجاج نہ رہے گی۔ حسن فرمان مالکی رقم فرماتے ہیں:

> ''ان عکرمة من الخوارج والخوارج یستبحون دماء المسلمین قبل غیر هم ' فالحدیث یتفق مع هواة. لا سیما وان الخوارج یرون ان المسلمین قدبد لواد ینهم 'وعلی هذا فالحدیث سیکون حجة لهم فی استباحة دماء المسلمین''[1]
>
> ''عکرمہ خوارج سے ہیں اور خوارج کے نزدیک غیر مسلمین سے قبل اہل اسلام کا خون بہانا جائز ہے لہذا زیر مطالعہ حدیث عکرمہ کے موقف سے ہم آہنگ ہے خصوصاً جب خوارج کا بھی یہ خیال ہے کہ اہل اسلام نے اپنا دین بدل ڈالا ہے چنانچہ مذکورہ حدیث ان کے حق میں حجت ہوگی کہ اہل اسلام کا خون بہانا جائز ہے۔''

حسن فرمان کی مانند جناب رحمت اللہ طارق کا خیال بھی یہ ہے کہ حدیث 'من بدل دینہ فاقتلوہ' نے تاریخ اسلام کو ایک مخصوص مزاج عطا کر رکھا ہے، اس کی وضع میں جن مقدس لوگوں کا ہاتھ ہے، ان میں جناب عکرمہ بن خالد کا خصوصی کردار ہے۔ یہ حضرت اگرچہ خارجی اخلاقیات کے لحاظ سے بڑے ہی پاکباز اور متقی تھے لیکن جانبدارانہ شعور نے کذب تراشی پر مجبور بھی کر رکھا تھا۔۔۔ اپنے مسلک کی تائید میں عکرمہ معاہدہ تحکیم کے موقع پر یا اس کے کچھ ہی عرصہ بعد اسے تراش لایا تھا۔[2]

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض علمائے جرح نے عکرمہ کی رائے اور عدالت پر نقد کیا ہے ان پر خارجی ہونے کا اتہام بھی ہے اور انہیں کذب سے بھی متہم کیا گیا ہے۔ قتل مرتد کے منکرین نے کتب رجال میں سے عکرمہ پر اتہام نقل کر دیا ہے اور اس اتہام کے باعث عکرمہ سے مروی زیر مطالعہ حدیث پر بھی طعن کیا ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ خود عکرمہ پر اتہام کے رد میں معتبر

۱۔ حسن فرحان مالکی: آپ سعودی عرب کے روشن خیال دانشور ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں پیدا ہوئے اور جامعہ محمد بن سعود سے علم حاصل کیا۔ اپنے مخصوص نظریات کے باعث آپ کو شیعی، زیدی اور قرآنی تک کہا جاتا ہے۔ آپ نے درجن کے قریب کتابیں تصنیف کی ہیں۔ موصوف کے فکر کا مرکزی خیال یہ ہے کہ جو حدیث اپنے ظاہر میں قرآن کے مطابق ہوگی، اسے قبول کیا جائے گا اور باقی احادیث کو دین کے طور پر تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ آپ ریاض میں مقیم ہیں۔ حریة الاعتقاد فی القرآن والسنة النبویة: ۶۰

۲۔ قتل مرتد کی شرعی حیثیت: ۵۴۔۵۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمائے جرح وتعدیل نے قابل قدر کتابیں تصنیف کی ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ رقم طراز ہیں:

"وقد تعقب من الائمة ذلک ای:جرح عکرمة ،وصنفوا فی الذب عن عکرمة ،منهم ابو جعفر ابن جریر الطبری ومحمد بن نصر المروزی وابو عبدالله ابن منذه وابو حاتم ابن حبان وابوا عمر ابن عبدالبر وغیرهم ."[1]

"آئمہ کرام کے ایک گروہ نے عکرمہ پر جرح کا جواب دیا ہے اور ان کے دفاع میں کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان آئمہ کرام میں امام طبری، علامہ مروزی، ابوعبداللہ ابن منذہ، ابوحاتم بن حبان اور ابن عبدالبر وغیرھم بھی شامل ہیں۔"

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث پر طعن سے کیا سزائے مرتد باطل ہوجائے گی؟ اور سزائے ارتداد کے اثبات پر اس کے علاوہ دوسری روایت موجود نہیں ہے؟

تحقیق کے طالب پر واضح ہے کہ مرتد کی سزائے قتل ان قرآنی آیات کے عموم سے بھی ثابت ہے، تو کفار کے وجوب قتل پر دال ہیں اور ان آیات کے اشارہ سے بھی ثابت ہے، جن میں ارتداد کی مذمت اور مرتد کی شناعت کا بیان ہے بلکہ سزائے ارتداد پر مبنی دیگر روایات بھی موجود ہیں جو زیر مطالعہ حدیث کے علاوہ ہیں اور جن کی صحت وسواب میں کوئی شبہ نہیں مثلاً حضرت ابوموسیٰ اور معاذ رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اور اس باب کی وہ تمام احادیث جن کا بیان باب دوم کی فصل ثانی میں گزر چکا ہے چنانچہ اس روایت پر نقد کے باوجود سزائے ارتداد ثابت رہے گی۔ محمد براء یٰسین رقم طراز ہیں:

"فلو اختر فنا ان هذا الحدیث لم یثبت عن النبی ﷺ فان عقوبة المرتد ثابتة مع صحته ومع عدم صحبة ،لان المدلول اذا تعددت اد لته فلا یسقط بسقوط دلیل واحد ،وانما یسقط بسقوط مجموعها "[2]

"فرض کریں کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے تاہم مرتد کی سزا اس حدیث کی صحت اور عدم صحت کے باوجود ثابت شدہ ہے کیونکہ جو مسئلہ کئی دلائل سے ثابت ہو، وہ کسی ایک دلیل کے سقوط سے ساقط نہیں ہوجائے گا بلکہ وہ تمام دلائل کے سقوط ہی سے ساقط ہوگا۔"

تیسری بات یہ ہے کہ قدیم علمائے کرام میں سے جس نے مذکورہ حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا وہ بھی سزائے ارتداد کے منکر ہیں؟ یا ہمارے عہد کے اہل تحقیق ہی کو یہ خیال آیا ہے کہ ایک حدیث کے ضعف کی بنا پر وہ نفس مسئلہ ہی سے منکر ہوجائیں؟ اس کے جواب میں دو امثلہ پیش خدمت ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر بھی امام شافعیؒ اور امام مالکؒ مرتد کی سزائے قتل کے قائل ہیں۔

۱۔ هدی الساری: ۴۲۵/۱

۲۔ عقوبة المرتد فی الشریعة الاسلامیة وجواب معارضات المنکرین: ۱۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام شافعیؒ کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

"انه لم یر اهل الحدیث یثبتونه."[۱]

''کوئی محدث اسے ثابت شدہ تسلیم نہیں کرتا۔''

امام بیہقی نے امام شافعی کا یہ قول ذکر کیا ہے:

"عکرمة یتقیٰ حدیثه و لا تقوم به حجة."[۲]

''عکرمہ کی روایت سے بچا جائے اور اسے دلیل نہ بنایا جائیگا۔''

امام شافعیؒ کے مذکورہ قول سے بہ ظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ سزائے ارتداد پر ان کا مؤقف قدرے کمزور ہوگا مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا ضعیف ہونا، سزائے ارتداد کے موقف کو مضبوط تر بنا دیا ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ جو حضرات مذکورہ حدیث کے ضعف کی بنا پر سزائے ارتداد کے منکر ہیں، امام شافعیؒ نے عملاً سزائے ارتداد کا قائل ہو کر انہیں رد کر دیا ہے کیونکہ امام صاحبؒ کے نزدیک بھی یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے تاہم ان کے نزدیک ارتداد کی سزا بہر حال ثابت ہے، گویا اس حدیث کا ضعف سزائے ارتداد کے انکار کا موجب نہیں ہے۔ امام شافعیؒ نے ضعف حدیث کے باوجود سزائے ارتداد کو ثابت کیا ہے اور مرتد کی میراث، نکاح اور سزائے قتل کے باب میں زیر بحث موضوعات پر سیر حاصل کلام کیا ہے۔[۳]

امام شافعیؒ کے علاوہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی زیر مطالعہ حدیث صحیح ثابت نہیں ہے۔ امام شافعیؒ عکرمہ کے متعلق امام مالکؒ کا یہ مؤقف ذکر کیا ہے:

"هو سئیی القول فی عکرمة لا یری لا حد اِن یقبل حدیثه." [۴]

''امام مالکؒ نے عکرمہ کی بابت سوئے کلام کیا ہے ان کا خیال ہے کہ کسی کو عکرمہ کی حدیث قبول نہیں کرنی چاہیے۔''

عکرمہ پر طعن کے باوجود امام مالکؒ نے مرتد کی سزائے قتل پر مبنی دیگر الفاظ اور اسناد سے مروی ایک حدیث کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"مَنْ غَیَّرَ دِینَهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ." [۵]

''جس نے اپنا دین بدلا، اس کی گردن مار دو۔''

امام مالکؒ نے ارتداد کے موضوع پر مبنی مذکورہ حدیث کو اپنی مشہور زمانہ کتاب الموطا میں نقل بھی کیا ہے اور سزائے ارتداد پر اس سے استدلال بھی کیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے مرتد کی سزائے قتل پر مشتمل امام مالکؒ کا مؤقف، سزائے ارتداد کے منکر جناب طہ جابر علوانی نے اپنی کتاب میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ﴾ [۶]

امام مالکؒ بھی اگر مذکورہ حدیث کی اس علت کی بنا پر سزائے ارتداد کے منکرین سے ہم آہنگ ہوتے اور اس بات کے قائل ہوتے کہ اس حدیث کا بنیادی مضمون خارجی فکر اور تکفیری ذہن کا عکاس ہے اور ارتداد کی سزائے قتل خوارج کی اختراع ہے تو اسے قطعاً

۱۔ الام: ۵٦۹/۲ ۲۔ معرفة السنن والآثار: ۲۳۸/۱۲

۳۔ الام: ۸٤/٦۔۱٦۸ ٤۔ التمهید لابن عبدالبر، ۲۷:۲

۵۔ الموطأ، رقم: ۲۷۲۷؛ مسند الشافعی: ۳۲۱/۱؛ السنن الکبری للبیهقی، رقم: ۱٦۸۲۱

٦۔ البقرہ: ۲۵٦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی موطا میں بیان نہ کرتے اور نہ اس سے احتجاج ہی کرتے۔ امام صاحب کا عکرمہ پر تحفظات کے باوجود دیگر روایات کی بنا پر سزائے ارتداد کا علمبردار ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ارتداد کی سزا کسی ایک روایت پر موقوف ہے اور نہ اس سزا کے اجراء سے خارجی فکر کو بنیاد ہی فراہم ہوتی ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ قدیم فرقوں میں سے خوارج نے قتل مرتد کا انکار کیا تھا اور اس باب میں خوارج ہی آج کے منکرین کے پیش رو ہیں مگر خوارج کے وارث ہونے کا طعنہ وہ سزائے ارتداد کے قائلین کو دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ رقم طراز ہیں:

"والخوارج لايتمسكون من السنة الابمافسرمجلها دون ما خالف ظاهر القرآن عند هم فلا يرجمون الزانی ولايرون للسرقة نضاباوحينئذٍ فقد يقولون؛ليس فی القرآن قتل المرتد."[1]

"جو حدیث قرآن کے مجمل کی تفسیر کرتی ہے خوارج اس سے تمسک نہیں کرتے چنانچہ وہ زانی کے رجم اور چوری کے نصاب کو تسلیم نہیں کرتے۔ خوارج کہتے ہیں کہ قرآن میں قتل مرتد نہیں ہے۔"

امام ابن تیمیہؒ کے مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہل خوارج نے مرتد کی سزائے قتل سے انکار کیا تھا گویا خوارج کا مؤقف سزائے ارتداد سے انکار تھا، سزائے ارتداد کا قائل ہونا اور اسے روبہ عمل دیکھنا خوارج کا مؤقف نہیں تھا چنانچہ اس سے جناب حسن فرمان مالکی کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ مرتد کی سزائے قتل پر مبنی حدیث خوارج کی اختراع اور خارجی فکر کی پرموشن کا باعث ہے، اس بنا پر ضعیف ہے:

"كما ان خير الناس الانبياء فشر الناس من تشبه بهم من الكذابين يوحهم انه منهم وليس منهم فخير الناس بعد هم العلماء والشهداء والصديقون والمخلصون وشرالناس من تشبه بهم يوهم انه منهم وليس منهم ."[2]

دوسرا شبہ؛ خبر واحد سے حدود کا اثبات نہیں ہوگا:

ارتداد کی سزائے قتل پر حدیث سے متعلقہ شبہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ارتداد کی سزائے قتل کا مدار خبر واحد پر ہے اور علمائے اصول کے نزدیک خبر احاد سے حدود ثابت نہ ہوں گی۔ شیخ محمود شلتوت رقم طراز ہیں:

"وقد تتغير وجهة النظر فی هذه المسئلة اذا لوحظ ان كثيرا من العلماء يرى ان الحدود لا تثبت باحاديث الاحاد. "[3]

"قتل مرتد کے باب میں اس بنا پر بھی نقطہ نگاہ کا اختلاف رونما ہوا ہے کہ علماء کی اکثریت کا خیال ہے کہ خبر احاد کی بنیاد پر حدود ثابت نہ ہوں گی۔"

مذکورہ اقتباس میں شیخ محمود نے حدود کے متعلق جو خیال ظاہر کیا ہے، جناب شلتوت کے علاوہ جناب عبدالحمید متولی نے اپنی کتاب بنام 'مبادی نظام الحکم فی الاسلام' میں اور ڈاکٹر صبحی صالح نے اپنی کتاب بنام 'الاسلام و مستقبل الحضارۃ' میں یہی مؤقف اختیار کیا

۱۔ مجموع الفتاوی: ۳۸/۱۳

۲۔ ابن قیم، الداء والدواء: ۷۳

۳۔ شیخ محمود شلتوت (۱۹۶۳ء-۱۸۹۲ء) آپ مصر کے معروف اسلامی مبلغ اور محقق تھے۔ جامع ازہر میں مدرس رہے، بعد میں شیخ الازہر کے مقام پر فائز ہوئے۔ آپ پہلے شیخ الازہر ہیں، جن کو امام اکبر کا خطاب دیا گیا۔ آپ درجن بھر کتب کے مصنف ہیں، جن میں سے فقہ القرآن، الدعوۃ المحمدیۃ، الاسلام عقیدۃ و شریعۃ زیادہ معروف ہیں۔ الاسلام عقیدۃ و شریعۃ: ۲۸۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ حدود کے دستوری احکام میں احادیث کا متواتر ہونا شرط ہے اور سزائے ارتداد پر مبنی روایات خبر آحاد کے ذیل میں آتی ہیں۔ لہٰذا مرتد کی سزائے قتل پر حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔[۱]

جواب: مقالہ نگار کی رائے میں مذکورہ موقف کو کثیر علماء کی جانب منسوب کرنا بذات خود کذب پر مبنی ایک مبالغہ آمیز کلام ہے۔ سوال یہ ہے علمائے کرام میں سے وہ کون حضرات ہیں، جو اس مؤقف کے حامی ہیں کہ خبر احاد سے حدود ثابت نہ ہوں گی؟ حالانکہ اس باب میں متکلمین تک کا یہ خیال ہے کہ خبر احاد اگرچہ مقید علم نہ ہیں تاہم مفید عمل ضرور ہیں گویا متکلمین کے نزدیک بھی تعبدی افعال میں خبر احاد پر عمل کرنا جائز ہوگا لہٰذا سوال یہ ہے کہ علماء کی وہ عظیم اکثریت کون سی ہے، جن کا شیخ شلتوت نے حوالہ دیا ہے؟ اس کا جواب معلوم ہی ہے کہ وہ عظیم اکثریت محض ڈاکٹر صبحی صالح، جناب متولی، مختار شنقیطی اور شیخ بصری جیسے علماء پر مبنی ہے ورنہ علمائے کرام کی عظیم اکثریت اس مؤقف کے برخلاف ہے اور اس بات کی قائل ہے کہ حدود کے باب میں خبر احاد کو قبول کیا جائے گا۔

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں:

"اتفقت الشافعية والحنابلة و ابو يوسف و ابو بكر الرازى من اصحاب ابى حنيفة واكثر الناس على قبول خبر الواحد فيما يوجب الحدود فى كل ما يسقط بالشبهة، خلافا لابى عبدالله البصرى." [۲]

"ابوعبداللہ بصری کے برخلاف تمام شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے ابو یوسف، ابوبکر رازی اور زیادہ تر افراد کا یہی خیال ہے کہ حدود اور اسقاط شبہ کے باب میں خبر احاد کو قبول کیا جائے گا۔"

فرض کریں کہ شیخ شلتوت کے مطابق کثیر علمائے کرام کا خیال یہ بھی ہو کہ خبر احاد سے حدود ثابت نہ ہوں گی پھر بھی سوال یہ ہے کہ اس باب میں حدود اور دیگر احکامات کے مابین کیونکر فرق کیا جائے گا کہ حدود میں خبر احاد قبول نہیں اور دیگر احکام میں قبول ہے۔ اس کی بنیاد کیا ہے؟ اگر کسی روایت کا خبر احاد ہونا ہی اس کے قبول نہ ہونے کا سبب ہے تو اس اصول کی زد میں وہ تمام شرعی احکام بھی آئیں گے جو خبر احاد کی بنیاد پر ثابت ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ خبر احاد کی بنیاد پر ثابت شدہ احکام کے اسقاط کا قائل کوئی نہیں ہوگا۔

حدود کے باب میں ایک شبہ میں بہ ظاہر وزن دکھائی دیتا ہے کہ خبر احاد میں چونکہ کذب کا احتمال موجود ہوتا ہے اور نبویؐ اصول یہ ہے کہ احتمالات اور شبہات کی بنیاد پر حدود نافذ نہ کی جائیں، لہٰذا خبر احاد سے بھی حدود ثابت نہ ہوں گی۔ علامہ آمدیؒ نے اس احتمال کو رد کر دیا ہے کہ گواہی میں بھی اصلاً کذب کا احتمال ہوتا ہے اس کے باوجود گواہی سے حدود ثابت ہوتی ہیں لہٰذا خبر احاد سے حدود ثابت نہ کرنا مرجوح ہوگا۔ چنانچہ وہ رقم کرتے ہیں:

"انه يغلب على الظن و جب قبوله، فان قيل خبر الواحد مما يدخله احتمال الكذب فكان ذالك شبهة فى درء الحد. فهو باطل باثباته بالشهادة، فانها محتملة للكذب ومع ذلك يثبت بها." [۳]

"ظن غالب کی بنیاد پر خبر احاد کا قبول کرنا واجب ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خبر احاد میں جھوٹ کا امکان

۱۔ مبادی نظام الحکم: ۱۰۹، الاسلام و مستقبل الحضارة: ۲۱۳

۲۔ الاحکام: ۱۱۷/۲

۳۔ ایضا، ۱۱۷/۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جو حد ختم کرنے میں شبہ کا فائدہ دے گا۔ یہ اعتراض بے جا ہوگا کیونکہ حد گواہی سے ثابت ہوتی ہے حالانکہ گواہی میں بھی جھوٹ کا احتمال موجود ہوتا ہے، اس کے باوجود گواہی سے حد ثابت ہو جاتی ہے۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر احاد کو ظن غالب کی بنا پر قبول کیا جائے گا اور حدود کے باب میں خصوصاً محض احتمال کذب اور امکان شبہ کو بنیاد بنا کر اسے کسی طور پر پس پشت نہیں ڈالا جائے گا لہذا خبر احاد کو حدود میں قبول نہ کرنا ایک بے بنیاد موقف ہے۔ جمہور علماء کرام کے نزدیک صحیح سند سے ثابت شدہ خبر احاد پر عمل کرنا واجب ہے حتی کہ خود ائمہ اربعہ بھی خبر احاد پر عمل کی بابت، حدود یا غیر حدود کا فرق روا نہیں رکھتے ہیں۔

امام محمد ابوزہرہ رقم طراز ہیں:

''ان الائمة الاربعة یاخذون بخبر الاحاد ولا یردونه، ومن یرده، فی بعض الاحوال فلسبب اخر رآه یضعف من نسبته الی الرسول ﷺ. أو لمعارضته لما هو اقوی منه سندا فی نظره.'' [1]

''مذہب اربعہ کے ائمہ کرام خبر احاد کو قبول کرتے ہیں، اسے رد نہیں کرتے اور جس نے بعض احوال میں اسے رد کیا ہے، اس کا کوئی دوسرا سبب ہوتا ہے، مثلاً وہ اس کی نسبت رسول کو ضعیف خیال کرتے ہیں یا اس کی نگاہ میں یہ روایت، کسی مضبوط تر روایت سے متعارض ہوتی ہے۔''

دوسری بات یہ ہے کہ سزائے ارتداد پر مبنی زیر مطالعہ حدیث دراصل خبر احاد نہیں بلکہ تین مختلف طرق سے مروی ہے چنانچہ مذکورہ روایت خبر احاد نہیں رہتی بلکہ مشہور بن جاتی ہے۔

صحیح بخاری میں یہ روایت سیدنا ابن عباس سے مروی ہے اور معجم کبیر میں یہ روایت سیدنا معاویہ بن حیدہ سے مروی ہے۔

معجم اوسط میں یہ روایت سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے۔

مذکورہ روایت کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ زیر مطالعہ روایت محض خبر احاد کے درجہ سے بلند اور مشہور کے درجہ پر فائز ہے اور فقہائے احناف کا ایک قابل ذکر طبقہ مشہور کو متواتر کی ایک قسم خیال کرتا ہے۔ ابن امیر الحاج رقم فرما ہیں:

''ان الخبر الواحد عند الجصاص وجماعة من الحنیفة یرونه قسماً من المتواتر وعامتهم علی ان المشهور قسم للمتواتر فالاحاد ما لیس احدهما.'' [2]

''علامہ جصاص اور احناف کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ خبر احاد متواتر کی ایک قسم ہے۔ احناف میں عمومی خیال یہ ہے کہ مشہور، متواتر کی ایک قسم ہے اور جو مشہور اور متواتر نہ ہو، وہ خبر احاد ہوگی۔''

زیر مطالعہ حدیث اپنی کثرت اسناد کی بنا پر مشہور ہی نہیں بلکہ متواتر معنوی کے درجہ کی روایت ہے کیونکہ سنت قولی اور سنت عملی کے دیگر شواہد سے بھی اس کے مضمون کو تائید حاصل ہوتی ہے۔ یہ تمام روایات اپنی تفصیل کے ساتھ باب دوم کی فصل ثانی میں بیان ہو چکی ہیں چنانچہ اس مقام پر ان کے اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ دیگر کی تائید روایات حدیثی پر ہی موقوف نہیں بلکہ قرآنی آیات کا

۱۔ اصول الفقه: ۱۰۔ ۱۰۹

۲۔ التقریر والتحبیر: ۸٦/٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزاج اور امت کا اجتماعی ضمیر بھی اس حدیث کے بنیادی موضوع کی تصدیق کرتا ہے۔ علمائے اصول کی ایک قابل ذکر جماعت کے نزدیک خبر احاد، دیگر قرائن وشواہد کے ساتھ مل کر متواتر کی مانند قطعی بن جاتی ہے اور یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ مرتد کی سزائے قتل کا مسئلہ اہل اسلام کے مابین ایک اجماعی مسئلہ ہے چنانچہ زیر بحث خبر واحد، اجماع امت کی تائید پر کر خبر احاد نہ رہے گی بلکہ یک گونہ متواتر بن جائے گی اور قطعی علم کا فائدہ دے گی۔ شیخ احمد شاکر رقم کرتے ہیں:

"الامر بقتل المرتد عن الاسلام لم يثبت بما يسميه حديث الاحاد، وانما هو شي ثابت بالسنة المتواتره، معلوم من الدين بالضرورة لم يحتلف فيه العلماء أعني لم يختلفوا في ان المرتد يقتل." [1]

"قتل مرتد کا مسئلہ خبر احاد سے ثابت نہیں ہے بلکہ سنت متواترہ سے ثابت ہے اور ضروریات دین کی مانند معلوم شدہ ہے۔ اس پر علمائے کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے، میرا مطلب ہے کہ مرتد کے قتل پر علماء نے اختلاف نہیں کیا۔"

تیسرا شبہ؛ حدیث کے عام کو خاص کیا جائے گا:

اہل اسلام کا اس بات اتفاق ہے کہ جو کافر مشرک عورتیں برسر پیکار نہ ہوں، انہیں جنگ میں قتل کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ:

"أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً، فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ". [2]

دوسری روایت کے مطابق اسے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

"ما كانت هذه لتقاتل ادرک خالدا فقل له لا تقتل ذرية ولا عسيفا". [3]

مذکورہ حدیث کی بنیاد پر فقہائے احناف کا موقف یہ ہے کہ مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے توبہ کرنے تک قید کر دیا جائے گا۔[4]

حدیث کی رو سے ارتداد کی سزا چونکہ قتل ہے چنانچہ سزائے ارتداد سے عورت کو مستثنیٰ کرنے کا عمل، عموم حدیث کی تخصیص کہلائے گا اور اصول کے مطابق عام کی تخصیص کے بعد عام کی دلالت ظنی رہ جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لفظ کے عموم میں مزید تخصیص کی گنجائش موجود ہوتی ہے لہٰذا سزائے ارتداد کے منکرین کا خیال ہے کہ حریت فکر اور آزادی ضمیر کے نام پر عموم حدیث کی مزید تخصیص میں کوئی مانع نہیں ہے۔[5]

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ مرتد کی سزائے قتل فقہائے احناف کے نزدیک بھی مسلم ہے انہوں نے حدیث کے عموم سے عورت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ سزائے ارتداد میں اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ قتل کی سزائے ارتداد صرف مرد پر نافذ ہوگی تاہم عورت کو

۱۔ مجلة الكتاب: ۳۰۰/۳

۲۔ بخاری، الجامع الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب قتل الصبيان في الحرب، رقم: ۳۰۱٤؛ صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب تحريم قتل النساء والصبيان في الحرب: رقم: ۱۷٤٤

۳۔ مصنف عبدالرزاق: ۹۳۸۲

٤۔ بدائع الصنائع: ۱۳۵/۷

٥۔ موقف الاسلام من الردة: ۹۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارتداد کی پاداش میں قید کیا جائے گا، اسے برابر اسلام کی دعوت دی جائے گی اور توبہ نہ کرنے تک اسے قید ہی میں رکھا جائے گا۔ اس کے برخلاف حریت فکر اور آزادی ضمیر کے علمبردار عورت کی حبس دوام کے قائل نہ ہیں۔ حبس دوام تو بہت دور کی بات ہے وہ ارتداد کو اصلا جرم ہی جرم ہی تسلیم نہیں کرتے، اس پر کسی سزا کے روادار کیونکر ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفی فقہ میں سزائے ارتداد کے منکرین کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ شیخ عبدالعظیم مطعنی رقم فرماتے ہیں:

"وایا کان الامر فلیس فی مذهب الحنیفة دلیل المنکر حد الردة' وهذا ظاهرا ظهورا بینا لانهم لم ینازعوا فی اصل العقوبة وانما ینازعوا فی هل تطبق علی الرجال والنساء؟ ام ان للنساء حکما آخر وهو الحبس مدی الحیاة مع عرض الاسلام علیها حتیٰ آخر لحظة من حیاتها." [1]

"بہر کیف فقہ حنفی میں سزائے ارتداد کے منکرین کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے کیونکہ احناف نے بنیادی سزا میں اختلاف نہیں کیا بلکہ ان کا اختلاف اس بات پر ہے کہ کیا سزا کا اطلاق مرد اور عورت پر یکساں ہوگا یا عورت کیلئے علیحدہ حکم ہے کہ اسے قید کر دیا جائے گا اور اس پر اسلام برابر پیش کیا جاتا رہے گا اور اس کے ساتھ زندگی کے آخری سانس تک یہی معاملہ کیا جائے گا۔"

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفی فقہ میں سزائے ارتداد کو اصلا تسلیم کیا گیا ہے تاہم انہوں نے بعض دلائل کی بنا پر عورت کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا ہے لہذا فقہ حنفی میں سزائے ارتداد کے منکرین کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ منکرین نے ارتداد کی سزا کو اصلاً تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ وہ اسے حریت فکر اور آزادی ضمیر کے خلاف باور کرتے ہیں۔

فقہائے احناف کے نزدیک عورت، بچے، مجنوں اور سکران کا ارتداد حکم قتل کے ذیل میں نہیں آتا مگر اس سے یہ کیونکر استدلال کیا جاسکتا ہے کہ احناف کے نزدیک قتل مرتد کی سزا ساقط ہوگئی ہے؟ فقہائے احناف نے مذکورہ افراد کو دلائل شرعیہ کی بنیاد پر مستثنیٰ کیا ہے مگر کیا ان فقہائے کرام سے کوئی ایک جزئیہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اس استثناء کے باعث کلی طور پر ارتداد کے حکم کا اطلاق ہی ختم کر دیا ہے؟ [2]

دوسری بات یہ ہے کہ احناف نے شرعی دلائل کی بنیاد پر عورت کو سزائے ارتداد سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جبکہ نام نہاد حریت فکر کے قائلین اور سزائے ارتداد کے منکرین اپنے موقف کے حق میں کوئی دلیل نہیں رکھتے۔ بس آزادی ضمیر کے نام پر اہل اسلام کو انتشار فکری میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ فقہائے احناف کا موقف اس روایت پر مبنی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لا یقتل النساء اذا هن ارتددن عن الاسلام ولکن یحبسن ویدعین الی الاسلام ویجبرن علیه" [3]

"جو عورتیں اسلام سے مرتد ہو جائیں، انہیں قتل نہ کیا جائے گا البتہ قید کیا جائے گا، اسلام کی دعوت دی جائے گی اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے گا۔"

۱۔ عقوبة الارتداد عن الدین: ۳۱

۲۔ بیاض مناظر: ۱۵۰

۳۔ الخراج: ۱۸۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ روایت کے علاوہ فقہائے احناف نے مرتد عورت کو آزاد عورت پر قیاس بھی کیا ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ میں عورت کے قتل سے منع فرمادیا تھا۔[۱]

فقہائے احناف نے مذکورہ دلائل کی بنیاد پر عورت کو سزائے ارتداد سے مستثنیٰ کیا ہے اور اسے حدیث کے عموم سے خاص کر دیا ہے حریت فکر کے قائلین کا اصرار ہے کہ عموم حدیث کو مزید خاص کرنے کی ضرورت ہے مگر ان کے پاس تخصیص مزید کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہے نیز اس تخصیص مزید کے بعد پھر عموم حدیث کا کوئی مصداق باقی نہ رہے گا اور حدیث بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔

تخصیص کے بعد عام کی دلالت ظنی ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عام کا حکم اختیاری ہو جاتا ہے اور اس حکم پر عمل کرنا یا نہ کرنا برابر ہوتا ہے لہذا حدیث من بدل دینا فاقتلوا میں سے عورت کی تخصیص کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس حدیث کی دلالت ظنی ہوگئی ہے اور امت کو یہ اختیار حاصل ہو گیا ہے کہ وہ سزائے ارتداد قتل مرتد کو باقی رکھیں یا اسے ساقط کر دیں۔[۲]

سعید الدین ہلالی رقم طراز ہیں:

> ''ان استثناء من حد الرد ة كما هو مذهب الحنيفة كان لدليل خاص' فلا يجوز التوسيع في هذا بغير دليل والا كان هماباطا اصول''[۳]
>
> ''فقہ حنفی میں سزائے ارتداد سے عورت کا استثناء خاص دلیل کی بنیاد پر ہے اور بلا دلیل کسی استثنا کو وسعت دینا جائز نہیں ورنہ کوئی اصول باقی نہ رہے گا۔''

تیسری بات یہ ہے کہ فقہائے احناف کے برخلاف جمہور علمائے مالکیہ' شافعیہ' حنابلہ اور ظاہریہ کا موقف ہے کہ سزائے ارتداد کی بابت مرد اور عورت کے درمیان فرق نہیں کیا جائے گا۔[۴]

جمہور کی بنائے استدلال مندرجہ ذیل روایت کا عموم ہے:

> ''مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوه''[۵]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں:

> ''ان قتلها نص في سنة رسول الله لقوله: لا يحل دم امرى مسلم الا باحدٰى ثلاث.... كانت كافرة بعد ايمان فحل دمها كما اذا كانت زانية بعد احصان او قاتلة نفس بغير نفس قتلت ولا يجوز ان يقام عليها حد ويعطل الآخر .''[۶]
>
> ''عورت کو قتل کرنا سنت رسول ﷺ کی نص سے ثابت ہے چنانچہ ایمان کے بعد کافر ہونے پر اس کا خون حلال ہو جائے گا جیسے شادی کے بعد زنا یا قتل ناحق کی بنا پر اسے قتل کیا جائے گا، اس پر ایک حد قائم کرنا اور دوسری حد جائز نہیں ہے۔''

جمہور فقہائے کرام نے آیات حدود سے بھی استدلال کیا ہے کہ قرآن حکیم نے حد سرقہ میں بھی مرد و عورت کا فرق نہیں کیا۔[۷] حد زنا بھی مرد و عورت پر یکساں جاری ہوگی۔ حد قذف میں بھی اہل اسلام کے نزدیک مرد اور عورت کی جنس کا فرق نہیں کیا

۱۔ البخاری: ۲۸۵۱ ۲۔ بیاض مناظر: ۱۵۰

۳۔ موقف الاسلام من الردة: ۲۱ ۴۔ بداية المجتهد: ۴۵۹/۲

۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب لا یعذب بعذاب الله، رقم: ۳۰۱۷

۶۔ الام: ۴۱۹/۷ ۷۔ المائدہ: ۳۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔[1]

مذکورہ آیات حدود کی بنیاد پر بھی جمہور علماء کا خیال ہے کہ سزائے ارتداد میں مرد وزن کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔

فقہائے احناف کا احتجاج یہ ہے کہ کفر اصلی کے باعث جسے قتل کرنا جائز نہیں ہے ارتداد کی بنا پر بھی اسے قتل نہیں کیا جائے گا اور کفر اصلی کے باعث جسے قتل کرنا جائز نہیں یہ وہ شخص ہے جو جنگ کی صلاحیت یا اہلیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ ارتداد کے باعث عورت کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ بھی طبعًا حرب کی اہل نہیں ہے۔ محمد براء یٰسین لکھتے ہیں:

"وهـذه نتيجة تودى الى عدم قتل المريض والمقعد اذا ارتدالا نها لسيا من اهل القتال لانه لو كان كافرا لم يقتل فهذا غير معقول ." [2]

''اس کا نتیجہ ہوگا کہ ارتداد کی صورت میں کسی مریض یا مقعد کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک جنگ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔۔۔۔۔۔ یہ ایک غیر معقول نتیجہ ہوگا۔''

چوتھا شبہ؛ قرآن پر حدیث کی تقدیم جائز نہیں ہے:

طہ جابر علوانی رقم کرتے ہیں:

"ان من اخطر ما اصبنا به،او اصاب فقهنا مرض تقديم الحديث عمليا ووقعيا على صريح القرآن المجيد ،وتهويله من مرتبة البيان للقرآن الى مرتبة المساواة بالقرآن او الموازاة له، ثم الهيمنة على القرآن الكريم والقضاء عليه او الحكم عليه." [3]

''ہماری فقہ کو سب سے خطرناک مرض یہ لاحق ہوا کہ حدیث کو عملا قرآن مجید کے صریح پر مقدم کر دیا گیا اور اسے قرآن کے بیان کی بجائے اس کے بعد برابر مقام دے دیا گیا بلکہ حدیث کو قرآن کریم کے نگران ،قاضی اور فیصل کا درجہ دے دیا گیا۔''

جواب: قرآن کریم کے نام پر حدیث مبارکہ کے متعلق جناب علوانی نے جس سوئے فکری کا اظہار فرمایا ہے بنیادی طور پر وہ قرآن وسنت کے باہمی تعلق کو نہ سمجھنے کا شاخسانہ ہے ورنہ قرآن وسنت اصلا ہدایت کے دو چشمے ہیں، جن کا منبع و ماخذ ایک ہے اور اس کا نام وحی ہے جو شخص قرآن وسنت کے اس باہمی تعلق کو نہیں سمجھتا، اسے قدم قدم پر ان کے مابین باہمی تناقض اور تعارض دکھائی دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں کوئی تناقض اور تعارض نہیں ہے۔

سنت قرآنی احکام کی شارح ہے اور شارح کی حیثیت میں کسی جگہ وہ قرآن کے مطلق کو مقید کرتی ہے، کسی مقام پر وہ قرآن کے مجمل کی تفصیل کرے گی اور کہیں وہ قرآن کے عام کو خاص کرتی ہے، جس کی چند امثلہ درج ذیل ہیں:

وصیت کے بارہ میں ارشاد ربانی ہے:

﴿من بعد وصية يو صىٰ بها﴾ [4]

۱۔ النور:۲، ٤

۲۔ عقوبة الارتداد فی الشريعة الاسلامية:٥٣

۳۔ لااكراه فی الدين :١٢٥

٤۔ النساء :١٢

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وصیت کا یہ قرآنی حکم مطلق ہے مگر سنت نے قرآن کے مطلق حکم کو مقید کر دیا ہے کہ ایک تہائی سے زیادہ ترکہ کی وصیت نہیں کی جائے گی اور کسی وارث کے حق میں بھی وصیت نہیں کی جائے گی۔ نماز کے بارے میں قرآنی حکم ہے:

﴿وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ [1]

''اور نماز قائم کرو''۔

نماز کا قرآنی حکم مجمل تھا مگر سنت نے قرآن کے مجمل حکم کو نماز کے آداب واوقات اور ارکان وشرائط کے ساتھ تفصیل سے بیان کر دیا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

''صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُونِی أُصَلِّی'' [2]

محرکات نکاح کے بارہ میں قرآنی حکم یہ ہے:

﴿وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ﴾ [3]

محرکات نکاح پر یہ قرآنی اجازت عام تھی مگر سنت نے قرآن کی عام اجازت کو خاص کر دیا چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب'' [4]

''جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے، وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتا ہے۔''

مقالہ نگار نے قرآن وسنت کے باہمی تعلق پر اختصار کے ساتھ دو ایک امثلہ پیش کی ہیں ورنہ اس موضوع پر بلا مبالغہ ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا جا سکتا ہے چنانچہ جو شخص قرآن وسنت کے باہمی تعلق کے تناظر میں زیر مطالعہ حدیث کو ملاحظہ کرے گا، اسے قرآن وسنت میں کوئی تناقض دکھائی نہیں دے گا بلکہ وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس باب میں بھی سنت نے قرآن کے عام حکم کو خاص کر دیا ہے۔

شیخ مطعنی رقم طراز ہیں:

''ومن تخصیص السنة لعام القرآن تخصیص المرتد بایجاب قتله اذالم یتب من العموم الوارد فی قوله تعالیٰ (لا اکراه فی الدین) فدلا لة الآیة عامة وقد خصصتها السنة بقتل المرتد'' [5]

''عموم قرآن کے سنت سے خاص ہونے کی ایک مثال تو بہ نہ کرنے پر قتل مرتد کا وجوب ہے۔ قتل مرتد کو آیت لا اکراہ فی الدین کے عموم سے خاص کر دیا گیا ہے کیونکہ آیت کی دلالت عام ہے اور سنت نے اس کو قتل مرتد سے خاص کر دیا ہے۔''

بعض علمائے کرام کا خیال ہے کہ آیت لا اکراہ فی الدین کو آیات قتال نے منسوخ کر دیا ہے مگر عموم آیت کو حدیث سے مخصوص کرنا اسے منسوخ یا مرجوح قرار دینے سے زیادہ بہتر ہے۔ طٰہٰ جابر علوانی رقم کرتے ہیں:

''واخرجوه من دائرة البیان للقرآن الکریم الی دائرة المیمنة علیه والحکم بما لم یرد القرآن المجید به .... فیه اضافة الی زیادة حکم لم یرد فی القرآن وان الا خذ به

۱۔ البقرة: ۴۳ ۲۔ سنن الدارقطنی، رقم: ۱۰۶۹؛ السنن الکبری للبیهقی، رقم: ۳۸۵۶
۳۔ النساء: ۲۴ ۴۔ البخاری: ۲۶۴۵
۵۔ عقوبة الارتداد عن الدین وشبهات المنکرین: ۲۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باطلاق یودی الی مالم یقل به احد .'' [1]

''فقہاء نے حدیث کو قرآن کے دائرہ بیان سے نکال کر قرآن پر فیصل کے دائرہ میں داخل کر دیا۔اس کا نتیجہ بعض احکام میں قرآن پر اضافہ کی صورت میں سامنے آیا اور حکم قرآن کی بابت وہ کچھ بھی کہنا پڑا، جو کسی نے نہیں کہا تھا۔''

منظور احسن عباسی رقم طراز ہیں:

''تمام عدالت ہائے عالیہ کے جج صاحبان ملکی قوانین کی بالا دستی کا اعتراف کرنے کے باوجود اس کا وہی مطلب و مقصد تسلیم کرتے ہیں جس کی تصدیق عدالت عظمیٰ کے جج کر دیں۔مختلف الآرا وکلائے رافعہ قانون کی تعبیر اپنے نقطہ نظر سے کرتے ہیں لیکن صحیح تعبیر وہ سمجھی جاتی ہے جو چیف جسٹس نے کی ہو۔اس کے خلاف ہر تعبیر بکواس کے مترادف ہوتی ہے۔خوش قسمتی سے علمائے اسلام بھی قرآن کا وہی مطلب درست سمجھتے ہیں جس کی تائید احادیث سے ہوتی ہے۔'' [2]

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حدیث کے فیصلہ کو غلط قرار دے کر قرآنی آیت کا حدیث کے خلاف کوئی مفہوم بیان کرتا ہے، اس کا یہ مفہوم ہی قابل رد نہیں بلکہ وہ شخص خود بھی مستوجب تعزیر ہوگا۔جس طرح ملکی قوانین کی وہ تعبیر جس کی تائید عدالت عظمیٰ کے فیصلہ جات نہ کرتے ہوں، قابل رد اور لائق انکار ہے اور اپنی تعبیر پر اصرار کرنے والا توہین عدالت کا مجرم ہے۔

چنانچہ سزائے ارتداد جیسے دیگر قرآنی احکام ومسائل میں بھی حدیث کو قرآن سے معارض اور اس کے مقابل کسی فریق کی صورت میں نہ دیکھا جائے گا بلکہ اسے قرآن کے معتبر ترین شارح اور مستند ترین فیصل کی حیثیت میں دیکھا جائے گا اور قرآنی احکام کا وہی مفہوم درست ہوگا جو حدیث کے مستند ذریعہ سے ثابت ہوگا۔قرآن سے متعلق حدیث کی اس حیثیت کو بعض فقہائے کرام نے ''السنۃ قاضیۃ علی کتاب اللہ'' سے بھی تعبیر کیا ہے۔

پانچواں شبہ؛ سزائے ارتداد اصلاً جرم حرابہ سے مقید ہے:

سزائے ارتداد پر حدیث سے متعلقہ ایک شبہ یہ بھی وارد کیا جاتا ہے کہ حدیث میں بیان کردہ سزائے ارتداد اصلاً جرم حرابہ سے مقید ہے چنانچہ جو مرتد برسر پیکار نہیں ہوگا، اسے مجرد ارتداد پر قتل بھی نہیں کیا جائے گا گویا سزائے ارتداد کے باب میں وارد مطلق حدیث کو اس موضوع کی مقید روایت پر محمول کیا جائے گا۔سزائے ارتداد پر مبنی مطلق حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

''من بدل دینه فاقتلوه.'' [3]

''جس نے اپنا دین بدلا، اسے قتل کر دو۔''

بخاری شریف کی یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، اور اس روایت میں ارتداد کا مطلق بیان آیا ہے، کسی وصف سے مقید نہیں ہے۔

۱۔ لا اکراہ فی الدین:۱۲۵

۲۔ جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا:۶۶

۳۔ بخاری:۶۹۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سزائے ارتداد پر مبنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"التارک من الدین التارک للجماعة." ۱

''دین سے الگ ہو جانے والا، جماعت کو چھوڑ دینے والا''۔

صحیحین کی مذکورہ روایت میں ترک دین کے ارتدادی عمل کو ترک جماعت کے ساتھ مقید بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرد ارتدادی عمل سے مرتد کے خلاف سزائے قتل لازم نہیں ہو جائے گی بلکہ مرتد کا عملاً اہل اسلام کے خلاف محارب بن جانا اسے مستوجب قتل بنائے گا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

"رجل یخرج من الاسلام یحارب الله عزوجل و رسوله فیقتل أو یصیب أو ینفی من الارض." ۲

''جو شخص اسلام سے نکل جائے گا اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرے گا، اسے قتل کیا جائے گا، یا پھانسی چڑھایا جائے گا یا جلاوطن کر دیا جائے گا۔''

حضرت عائشہؓ کی مذکورہ روایت میں جو سزا، ارتداد کی ہے۔ قرآن کے بیان میں وہی سزا حرابہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾ ۳

اور یہ معلوم ہی ہے کہ حد حرابہ کی مذکورہ آیت، عرینہ کے مرتدین بارے نازل ہوئی تھی گویا مرتد جب محارب بنے گا، تب تک اسے سزائے قتل دی جائے گی ورنہ محض ارتدادی عمل کے نتیجہ میں مرتد سے اس پر یہ سزا عائد نہیں ہوگی۔ ۴

جواب: بلاشبہ اسلام میں جرم حرابہ پر انتہائی عبرتناک سزائے موت کا تصور پایا جاتا ہے اور لاریب کہ اسلامی تاریخ میں بعض مرتدین نے ارتداد کے بعد جرم حرابہ کا بھی ارتکاب کیا تھا، جس پر انہیں بے رحمانہ انداز میں قتل بھی کر دیا گیا تاہم یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ اسلام کے فوجداری قانون کی رو سے ارتداد اور حرابہ دو مختلف جرائم ہیں۔ ارتداد ایک علیحدہ جرم ہے اور حرابہ ایک علیحدہ جرم ہے لہٰذا کسی مرتد کے لیے محارب ہونا ضروری ہے اور نہ کسی کا محارب ہونا اس کے مرتد ہونے کو لازم ہے۔ یہ دونوں جرائم الگ الگ بھی وقوع پذیر ہو سکتے ہیں اور دونوں ایک ہی فرد میں جمع بھی ہو سکتے ہیں۔ قرآن وسنت میں یہ کسی مقام پر بھی مذکور نہیں ہے کہ ارتداد کے بغیر مجرد حرابہ اور حرابہ کے بغیر مجرد ارتداد کا جرم وقوع پذیر نہیں ہو سکتا اور نہ کسی کتاب منزل میں آیا ہے کہ ارتداد اور حرابہ کا وجود لازماً ایک ہی شخص میں جمع ہوگا اور نہ کسی نوشتہ مذہب میں یہ مرقوم ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی جرم دوسرے کے بنا واقع نہیں ہو سکے گا۔ ۵

چنانچہ جب کسی شخص میں جرم ارتداد اور جرم حرابہ دونوں ایک ساتھ جمع ہو جائیں اور ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر جرم کی سزا قتل ہی ہے اور اس خصوصی مقدمہ میں کسی ایک جرم کی سزائے قتل کا اقرار کرنا اور دوسرے جرم کی سزائے قتل سے انکار کر دینا، عقل وشریعت کی رو سے جائز نہیں ہے۔

۱۔ بخاری: ٦٨٧٨

۲۔ نسائی: ٤٠٤٨، صحیح

۳۔ المائدہ: ۳۳

۴۔ قتل مرتد کی شرعی حیثیت: ۵۰

۵۔ عقوبات قرآن اور مفکر قرآن: ۱۵۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم فرماتے ہیں:

"واما القاتل والزانی والمحارب فهو لآء انما يقتلون لعدو انهم على الخلق لما فی ذالک من الفساد المتعدی..... وايضا فالمرتد يقتل لكفره بعد ايمانه وان لم يكن من اهل القتال اذا كان اعمیٰ او زمنا أو راهبا."[1]

امام شوکانیؒ کے نزدیک بنیادی طور پر مرتد کی دو انواع ہیں: ایک وہ مرتد ہے، جو مرتد ہونے کے ساتھ ساتھ محارب بھی ہوگا، اس پر قتل اور تصلیب کی حد حرابہ نافذ کی جائے گی اور دوسرا وہ مرتد ہے، جو محارب نہ ہوگا، اس کو سزائے ارتداد میں قتل کیا جائے گا۔[2]

امام شوکانیؒ کے مذکورہ تقسیم سے حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ روایت کا مفہوم سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ ان کی روایت میں مذکورہ سزا دراصل حد حرابہ ہے، جو اس مرتد پر نافذ کی جائے گی، جو ساتھ کے ساتھ محارب بھی ہوگا یا اس آدمی کو یہ سزا دی جائے گی جو مرتد نہ ہو مگر مسلم ہونے کے باوجود محارب ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں تارک دین دراصل مفارق جماعت کی تفسیر ہی ہے کہ دین کو مکمل طور پر ارتداد کی صورت میں ترک کر دینے والا حقیقت میں اہل اسلام کی جماعت کو چھوڑ دیتا ہے اگرچہ جرم حرابہ سے بھی یک گونہ جماعت اسلام کو ترک کیا جاتا ہے مگر وہ کلی ترک نہیں ہوتا، کلی ترک جماعت کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ترک دین کا ارتدادی عمل ہے۔ علامہ شوکانیؒ وضاحت فرماتے ہیں:

"المراد بمفارقة الجماعة: مفارقة جماعة الاسلام، ولا يكون ذالک الا بالكفر لا بالبغی ولا بتداع ونحوهما. فانه وان كان فی ذالک مخالفت للجماعة فليس فيه ترک الدين: اذا المراد الترک الكلی ولا يكون الا بالكفر لا مجرد يا يصدق عليه اسم الترک."[3]

"جماعت کو چھوڑنے کا مطلب جماعت اسلام کو چھوڑنا ہے اور جماعت اسلام کو کفر سے چھوڑا جاتا ہے۔ بغاوت اور بدعت وغیرہ سے نہیں اگرچہ بغاوت اور بدعت سے بھی یک گونہ جماعت کی مخالفت ہوتی ہے مگر اس سے ترک دین نہیں ہوتا کیونکہ یہاں ترک سے مراد کلی ترک ہے اور وہ کفر سے ثابت ہوگا، محض لفظ ترک کے مصداق سے ثابت نہ ہوگا۔"

بعض معاصر اہل دانش کے نزدیک حضرت عائشہؓ کی روایت میں یہ احتمال بھی پایا جاتا ہے کہ اس میں محاربین کی سزا کا بیان ہے، وہ محارب خواہ مسلم ہوں یا مرتد ہوں کیونکہ فعل حرابہ، ارتداد کا لازم نہیں ہے گویا حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ارتداد مجرد کی سزائے قتل کا بیان ہے اور حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ روایت میں دراصل محارب کی سزا کا بیان ہے، وہ مرتد ہو کر عملاً محارب بن گیا ہو یا وہ عملاً محارب بنا ہو مگر مرتد نہ ہوا ہو۔ عبدالعظیم مطعنی رقم کرتے ہیں:

"ويكون حديث السيدة عائشة رضی الله عنها محتملا لامرين؛ الاول: المرتدون المحاربون.

۱۔ مجموع فتاوی ابن تیمیه: ۲۵۲/٤

۲۔ نیل الاوطار: ۸/۷

۳۔ ایضا: ٤۹۷/۱۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والثانی: المحاربون غیر المرتدوین.''[1]

''حضرت عائشہؓ کی حدیث میں دو احتمال ہیں؛ اولاً: وہ مرتدین جو محارب بھی ہوں، اور ثانیاً: وہ محاربین جو مرتد نہ ہوں۔''

چنانچہ سزائے ارتداد کے منکرین کا یہ اعتراض بے جا ہے کہ ارتداد محض پر سزائے قتل دینا جائز نہیں بلکہ مرتد کا قتل جرم حرابہ کے ساتھ مشروط ہے حالانکہ ہم یہ حقیقت واضح کر چکے ہیں کہ مرتد ہونے کے لیے محارب ہونا اور محارب ہونے کے لیے مرتد ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔ لہذا زیر بحث مسئلہ میں نہ حرابہ ہی فعل ارتداد کی شرط لازم ہے اور نہ ارتداد ہی فعل حرابہ کی شرط لازم ہے۔ محارب کی بغاوت ارتداد سے عاری اور مرتد کا ارتداد حرابہ سے مبرا بھی ہو سکتا ہے۔

چنانچہ کسی حدیث میں اگر یہ مذکور ہے کہ فعل ارتداد پر مجرم کو سزائے قتل دی جائے گی اور دوسری حدیث میں یہ بیان ہے کہ ارتکاب حرابہ پر مجرم کو قتل کیا جائے گا، اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں ہے کہ جس مرتد کو قتل کیا جائے گا، اس کا محارب ہونا ضروری ہے یا جس محارب سے قتال کیا جائے گا، اس کا مرتد ہونا بھی لازم ہے۔ ارتداد اور حرابہ کے باب میں اس قسم کا اجتہاد اور استدلال کرنا نفس الامر کے قطعاً خلاف ہے۔ امام شوکانیؒ رقم کرتے ہیں:

''ولا یخفی ان هذا غیر مراد من حدیث ابن مسعود بل المراد من الترک للدین والمفارقة للجماعة الکفر فقط، ای الردة المجردة. کما یدل علی ذالک قوله فی الحدیث الآخر: ((او کفر بعد ما اسلم)).''[2]

''معلوم ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ ترک دین اور فرقت جماعہ کا مطلب صرف اور صرف کفر ہے، جس کا دوسرا نام ارتداد مجرد ہے۔ ایک دوسری روایت میں حضرت کا یہ قول او کفر بعد ما اسلم، اس پر دال ہے۔''

''قاتل، زانی اور محارب کو مخلوق پر زیادتی کے باعث قتل کیا جاتا ہے کیونکہ ان کا فساد متعدی ہوتا ہے۔.....مرتد کو ایمان کے بعد کفر کی بنا پر قتل کیا جاتا ہے، خواہ مرتد ہونے والا محارب نہ بھی ہو مثلاً اندھا، بخا اور راہب مرتد بھی قتل کیا جائے گا۔''

فصل ہذا میں سزائے ارتداد پر احادیث نبویہ سے متعلقہ شبہات کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ منکرین سزائے ارتداد کے پیش کردہ شبہات دراصل، حدیث کے باب میں ان کے محدود اور ناقص مطالعہ کا شاخسانہ ہے، جس کے نتیجے میں انہوں نے سزائے ارتداد کو اپنے خود ساختہ اصول یا تاویل کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ مقالہ نگار نے فصل ہذا میں منکرین سزائے ارتداد کے احادیث نبویہ سے متعلق شبہات کا ازالہ کیا ہے!

۱۔ عقوبة الارتداد عن الدین: ٤١

۲۔ نیل الاوطار: ۸/۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

سزائے ارتداد پر اجماع امت سے متعلقہ شبہات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم:

سزائے ارتداد پر اجماع امت سے متعلقہ شبہات

تفہیم مسائل میں اجماع امت کی حیثیت پر علمائے اصول کے نزدیک مختلف نقطہ ہائے نگاہ پائے جاتے ہیں۔ مذاہب معاصرہ میں سے جو مکتبہ فکر اجماع امت کا منکر ہے، فصل ہذا میں ان سے کچھ تعرض نہیں کیا جائے گا تاہم جو حضرات اجماع امت کو تفہیم مسائل میں وقعت دیتے ہیں مگر اس کے باوجود، سزائے ارتداد کے باب میں اجماع کا انکار کرتے ہیں اور اپنے زعم میں اس پر کچھ دلائل بھی رکھتے ہیں، فصل ہذا سزائے ارتداد کے باب میں اجماع امت سے متعلقہ انہی شکوک وشبہات کے تحقیقی مطالعہ پر مشتمل ہے:

پہلا شبہ؛ ابوبکرؓ کا قتال برخلاف ارتداد نہ تھا:

خلیفہ اول کا مرتدین کے خلاف قتال کرنا، اسلامی تاریخ کا ایک مسلم واقعہ ہے اور اس درجہ تواتر سے ثابت ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اس پر طعن کرنا کسی کے لیے ممکن نہ تھا چنانچہ سزائے ارتداد کے منکرین نے اس ناقابل انکار واقعہ کی صریح دلالت میں تاویل کا مظاہرہ کیا اور بلا دلیل یہ دعویٰ کر دیا کہ آپ کے اقدام قتال کا مقصد سیاسی تھا اور بس!

ڈاکٹر محمد عمارۃ رقم طراز ہیں:

"ان ابا بكر رضى الله عنه لم يقاتل المرتدين قتالا دينياً لانهم ما زالوا على التوحيد والاسلام، وانما سليقا تلهم قتالا سياسياً بعيد للدولة وحدثها وتضمن لها النمو والتدعيم، الا انه لم يجرد هذا القتال تجريدا تاما عن غاياته الدينية." [1]

جناب علی عبدالرزاق نے اپنی کتاب بنام 'الاسلام واصول الحکم' کے صفحہ ۱۷۹ اور جناب طٰہٰ جابر علوانی نے اپنی کتاب بنام 'لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ' کے صفحہ ۱۴۸ پر اسی قسم کے خیالات کا اظہار فرمایا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کا اقدام قتال اصلاً سیاسی مقاصد کی غرض سے تھا، کسی کا مجرد مذہبی عقیدہ انکے پیش نظر نہ تھا۔

جواب: جناب عمارہ کے مذکورہ اقتباس اور دیگر حوالہ جات میں پیش کردہ خیالات کا بنیادی مقصد دراصل، امت کے اجتماعی تصور کو رد کرنا اور اس کے برخلاف یہ ثابت کرنا ہے کہ ارتداد کی سزا قتل نہیں ہے۔ منکرین سزائے ارتداد کا یہ دعوی کرنا کہ صدیق اکبرؓ کا اقدام قتال دینی مقاصد سے بالکل بیگانہ تھا یا یہ دعویٰ کرنا کہ دینی مقاصد کا درجہ ثانوی حیثیت رکھتا تھا، اپنی غرض وغایت کے اعتبار سے برابر ہیں اور وہ غرض وغایت یہ ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے ارتداد کی بنا پر اعتقادی اور دینی مقصد کی خاطر قتال نہیں کیا تھا لہذا سزائے ارتداد کے باب میں مذکورہ اقدام قتال سے اجماع امت پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور اسلامی علوم وفنون کی تمام کتابیں گواہ ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قتال اصلاً مرتدین ہی کے خلاف تھا۔ اسلامی تاریخ اور اجماع امت کا یہ واقعہ حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رقم فرماتے ہیں:

"وامر مسليمة مشهور فى جميع الكتب التى يذكر فيها مثل ذلك من كتب الحديث

۱۔ الاسلام والحروب الدينية:۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والتفسير والمغازی والفتوح والفقه و الاصول والكلام..... يذكرون فيها من تفاصيل اخبار اهل الردة و قتالهم..... تواتر ردة مسليمة و وقتال الصديق و حربه له كتواتر هرقل و كسری و قيصر ونحوهم ممن قاتله الصديق و عمر و عثمان.''[1]

''مسیلمہ کا معاملہ حدیث، تفسیر، مغازی، فتوح، فقہ، اصول اور کلام کی جمیع کتب میں مذکور اور مشہور ہے۔ ان کتب کے مصنفین نے اہل ردہ کے خلاف قتال کی تمام تفصیلات قلمبند کی ہیں۔ مسیلمہ کا ارتداد اور اس کے خلاف حضرت صدیقؓ کے جہاد کا معاملہ تواتر سے ثابت ہے جس طرح ہرقل، کسری اور قیصر کے خلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کے جہاد کا معاملہ تواتر سے ثابت ہے۔''

سزائے ارتداد کے منکرین نے مرتدین کی اصناف میں فرق نہیں کیا اور سوئے فہمی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا اقدام قتال، مرتدین اسلام کے خلاف نہ تھا بلکہ محاربین اور منکرین زکوۃ کے خلاف تھا حالانکہ معتبر ذرائع سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد دو قسم کے مرتدین کا ظہور ہوا تھا، جن کے بارہ میں امام شافعیؒ رقم طراز ہیں:

''منهم قوم كفروا بعد الاسلام طليحة ومسليمة والعنسی واصحابهم ومنهم قوم تمسكوا بالاسلام و منعوا لصدقات.'' [2]

''مرتدین کے ایک گروہ نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا تھا جیسے مسیلمہ، طلیحہ، اسود عنسی اور ان کے پیروکار اور مرتدین کے ایک گروہ نے اسلام نہیں چھوڑا تھا مگر زکوۃ سے انکار کر دیا۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ محاربین کی قسم اول، اسلام سے مرتدین پر مشتمل تھی اور محاربین کی قسم ثانی، زکوۃ کے مانعین پر مشتمل تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ کی بیان کردہ روایت کے ابتدائی الفاظ سے پہلی قسم کے مرتدین ہی مراد ہیں:

''لما توفی النبیﷺ، واستخلف ابو بكر بعده، وكفر من كفر من العرب.'' [3]

''جب رسول کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا اور آپؐ کے بعد ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنایا گیا اور عرب میں سے کفر کیا، جس نے بھی کیا۔''

مرتدین کی اس قسم کے خلاف قتال سے متعلق، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا کیونکہ ان کے خلاف قتال کرنا، بلا کسی غور و فکر اور بحث و جدال کے، سب نے نزدیک معروف و معلوم تھا۔

بعض آئمہ کرام کا خیال ہے کہ سورہ فتح کی مندرجہ ذیل آیت میں بیان کردہ پیش گوئی کا مصداق حضرت ابوبکرؓ صدیق اور بنو حنیفہ کے مرتدین ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَّاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ [4]

''جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہہ دو کہ تم ایک سخت جنگجو قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لئے بلائے جاؤ گے

۱۔ منهاج السنه: ۳۲۵/۸

۲۔ الام: ۵۱۶/۵

۳۔ بخاری: ۱۴۰۰

۴۔ الفتح: ۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے تم (یا تو) جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وہ تم کو بُری تکلیف کی سزا دے گا۔''

امام محمد بن شہاب زہریؒ کا قول ہے:

''هم بنو حنيفة مع مسيلمة الكذاب.'' [۱]

''اس سے مسیلمہ کذاب اور بنو حنیفہ مراد ہیں۔''

سفیان بن عینیہؒ فرماتے ہیں:

''السيوف اربعة، نزل بها القرآن و مضت بها السنة واجمعت عليها الامة: ..... وسيف لاهل ا لردة على يدى ابى بكرؓ وهو قوله:تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ.'' [۲]

''تلواریں چار ہیں: اس پر قرآن کا نزول، سنت کا اجرا اور امت کا اتفاق واقع ہوا ہے..... ایک تلوار مرتدین کے خلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ میں تھی اور اللہ تعالیٰ کے فرمان تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ سے یہی مراد ہے۔''

علامہ ابن رجبؒ کا قول ہے:

''سيفه على اهل الردة وهو الذى قال فيه من بدل دينا فاقتلوه و قد سله ابو بكر الصديق من بعده فى خلافته على من ارتد من قبائل العرب.'' [۳]

''مرتدین کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی تلوار، آپؐ کے اس فرمان سے عیاں ہوتی ہے کہ جو دین تبدیل کرتا ہے، اس کو قتل کر دو۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی خلافت میں، قبائل عرب کے مرتدین کے خلاف اسے سونتا تھا۔''

واقدی نے رافع بن خدیجؓ سے نقل کیا ہے:

''والله لقد كنا نقرأ هذه الآية فيما مضى: 'سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُوْلِى بَاْسٍ شَدِيْدٍ' فلم نعلم من هم حتى دعانا ابو بكرؓ الى قتال بنى حنيفة، فلما قاتلناهم علمنا انهم اُوْلِى بَاْسٍ شَدِيْدٍ.'' [۴]

اللہ کی قسم! پہلے بھی ہم آیت 'سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُوْلِى بَاْسٍ شَدِيْدٍ' پڑھا کرتے تھے مگر ہمیں معلوم نہ تھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ یہاں تک کہ ابوبکرؓ نے ہمیں بنو حنیفہ کے خلاف قتال کے لیے بلایا اور جب ہم نے ان سے قتال کیا، ہمیں معلوم ہوا کہ سخت جنگجو وہی ہیں۔''

مؤرخ ابن خلدون رقم طراز ہیں:

''وقد جآء الخبر بارتداد العرب عامة وخاصة الا قريشا و ثقيفا واستغلظ امر سليمة

۱۔ تفسیر طبری: ۲۲۰/۲۲

۲۔ المبسوط: ۳/۱۰

۳۔ ابن رجب، الحكم الجديرة الاذاعة: ۹

۴۔ كتاب الردة: ۱۳۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واجتمع على طليحة عوام طى واسد وارتدت عظفان وتوقفت هوازن فامسكوا الصدقة وارتد خواص من بن سليم و كذا سائر الناس من كل مكان.'' [1]

''قریش اور ثقیف کے ماسواء تمام عرب سے عوام وخواص کے ارتداد کی خبریں آئیں۔ مسیلمہ کذاب کا معاملہ سنگین ہوگیا جب کہ بنواسد اور بنوطے طلیحہ کی نبوت پر متفق ہوگیا۔ قبیلہ غطفان بھی مرتد ہوا مگر ہوازن نے توقف کیا اور اپنی زکوۃ کو روکے رکھا۔ بنوسلیم کے نمایاں افراد بھی مرتد ہوگئے اور یہی صورت ہر جگہ کے لوگوں میں پیدا ہوئی۔''

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنوحنیفہ کے مرتدین آیت فتح کا مصداق ہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔ امام سرخسیؒ نے اس آیت کو سزائے ارتداد کی اساس بنایا ہے۔[2]

آیت فتح اس بات پر بھی دلالت کناں ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے مرتدین کے خلاف ارتداد کی بنا پر ہی قتال کیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت فتح کی رو سے مرتدین کو اسلام اور قتال میں اختیار دیا تھا، اگر انہوں نے اسلام کو اختیار کیا ہوتا تو ان کے خلاف قتال نہ کیا جاتا مگر انہوں نے چونکہ اسلام کو ترک کر دیا تھا لہذا ان کے خلاف قتال کیا گیا۔ اس سے ارتداد کے منکرین کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ مرتدین کے خلاف حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اقدام قتل بر بنائے ارتداد نہ تھا تاہم مرتدین کی قسم ثانی: مانعین زکوۃ اور دیگر محاربین کے متعلق، سزائے ارتداد کے منکرین کا مذکورہ دعویٰ درست ہے مگر پہلی قسم کے متعلق درست نہیں ہے اور قتل مرتد کی سزا پر اجماع اسی قسم کے خلاف حضرت کے اقدام قتال اور اس پر اتفاق صحابہ سے ثابت ہوتا ہے۔

دوسرا شبہ؛ فاروق اعظمؓ قتل مرتد کے خلاف تھے:

سزائے ارتداد پر اجماع کے باب میں بعض معاصر اہل علم کا خیال ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے درمیان بھی اس مسئلہ میں اختلاف پایا جاتا تھا کہ مرتد کو سزائے قتل دی جائے گی یا اسے دائمی قید میں رکھا جائے گا۔ خصوصاً عمر بن خطابؓ کسی مرتد کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ معاصر اہل علم کی بنائے استدلال یہ روایت ہے:

''عن انس ابن مالكؓ قال: بعثني أبو موسىٰ بفتح تستر الى عمرؓ فسألني عمر و كان ستة نفر من بني بكر بن وائل قد ارتد عن الاسلام ولحقوا بالمشركين.'' [3]

ڈاکٹر یوسف قرضاوی رقم طراز ہیں:

''ان عمر لم ير عقوبة القتل لازمة للمرتد في كل حال، وانها يمكن ان تسقط أو توجل، اذا قامت ضرورة لاسقاطها أو تأجيلها.''[4]

''حضرت عمرؓ کے نزدیک مرتد کو ہر صورت قتل کرنا لازمی نہیں ہے بلکہ ضرورت کے وقت سزائے قتل کو ساقط یا مؤخر کرنا بھی ممکن ہے۔''

مذکورہ اقتباس کی رو سے علامہ قرضاوی کا خیال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کا مؤقف یہ تھا کہ کسی مرتد کو ہر حال میں قتل نہیں کیا جائے گا

۱۔ تاریخ ابن خلدون: ۶۵/۲

۲۔ المبسوط: ۹۸/۱۰

۳۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۶۵/۱۰، رقم: ۱۸۶۹۶، صحیح

٤۔ الخائص العامة للاسلام: ۲۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اس کی سزائے قتل کو مؤخر کرنا یا بہ تقاضائے ضرورت ختم کرنا بھی جائز ہے گویا مرتد کی سزا بنیادی طور پر تعزیری سزا ہے، شرعی حد نہیں ہے۔

محمد سلیم عوا رقم فرماتے ہیں:

"اذا لم یکن فی حدیث رسول اللہ ﷺ ان المرتدین یحسبون کما ذھب الیه عمر بن الخطاب فاننا نقول: ان ذالک لا یکون الا وقد فھم ان العقوبة فی الحدیث النبوی الشریف انما ھی عقوبة تعزیریة ولیست عقوبة حدٍ." [1]

"حدیث سے مرتدین کو قید کرنا ثابت نہیں ہے، جیسے حضرت عمرؓ کا خیال ہے چنانچہ ہمارے نزدیک اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ حدیث میں وارد شدہ سزائے ارتداد تعزیری سزا ہے، حد نہیں ہے۔"

مذکورہ اقتباس کی رو سے جناب سلیم عوا نے ارتداد کی سزا کو تعزیری قرار دیا ہے مگر بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک کسی پرامن مرتد کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

محمد مختار شنقیطی رقم کرتے ہیں:

"اما المرتد غیر المحارب فقد صح عن عمر بن الخطابؓ ما یفید عدم قتل المرتد المسالم." [2]

"غیر محارب اور پرامن مرتد کے بارہ میں حضرت عمرؓ سے صحیح ثابت ہے، اس کا مفاد یہ ہے کہ غیر محارب اور پرامن مرتد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔"

جواب:

معاصر اہل علم کے مذکورہ بالا اقتباسات کا حاصل یہ ہے کہ مرتد کی سزائے قتل یا اس کے حد شرعی ہونے پر امت کا اجماع نہیں ہے بلکہ حضرت عمرؓ جیسے فہیم صحابی کا مؤقف یہ تھا کہ مرتد کو قتل کی بجائے قید کی سزا دینا بھی جائز ہے خصوصاً کسی پرامن مرتد کو قتل کرنا انہیں روا نہ تھا۔

پہلی بات یہ ہے کہ سزائے ارتداد کے منکرین کا قتل مرتد کے باب میں حضرت عمرؓ کے مذکورہ اثر سے استدلال کرنا درست نہیں ہے فریقین کے درمیان اختلافی مسئلہ پرامن مرتد کی سزائے قتل کا ہے ورنہ کسی محارب مرتد کی سزا ہے کیونکہ سزائے ارتداد کے قائلین اور منکرین کے نزدیک بھی قتل ہی ہے اور زیر مطالعہ اثر کے مطابق، مرتد ہونے والا چھ افراد کا گروہ دراصل محاربین کا گروہ تھا، جو اسلام کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور محاربین کے ساتھ جا ملا تھا۔ اور محارب قسم کے مرتدین کی سزائے قتل بہرصورت فریقین کے درمیان محل نزاع نہیں ہے۔

محمد براء یاسین رقم طراز ہیں:

"فان کان ھذ الاثر منا فیا للأمر بقتل المرتد، انتقض قولھم بقتل المرتد المحارب،

۱۔ اصول النظام الجنائی الاسلامی: ۱۹٤

۲۔ آراء الترابی من غیر تکفیر ولا تشھیر: ٦٥

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وان لم یکن منافیاً فهو المطلوب.'' [۱]

''اگر یہ اثر قتل مرتد کے منافی ہے، تو منکرین کا یہ قول بھی رد ہو جاتا ہے کہ محارب مرتد کو قتل کیا جائے گا اور اگر یہ اثر قتل مرتد کے منافی نہیں ہے تو یہی ہمارا بھی مطلوب ہے۔''

دوسری بات یہ ہے کہ اپنے موقف کی تائید میں سزائے ارتداد کے منکرین نے جو اثر نقل کیا ہے۔ اس میں اصلاً محارب مرتدین کا بیان ہے اور انہوں نے استدلال یہ کیا ہے کہ غیر محارب اور پرامن مرتد کو قتل نہیں کیا جائے گا حالانکہ اولا مذکورہ اثر میں مرتد کے محارب اور غیر محارب ہونے کی تفریق بالکل بھی نہیں ہے۔ ثانیا: مرتد کو محارب اور غیر محارب میں تقسیم کر بھی لیں، تب بھی مذکورہ اثر میں زیادہ سے زیادہ ارتداد محاربین کا بیان ہے، اس سے غیر محارب اور پرامن مرتد کی سزائے پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ زیر مطالعہ اثر سے منکرین قتل مرتد کا یہ استدلال کرنا بھی درست نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے مرتدین کو کبھی قتل نہیں کرنا تھا بلکہ کفر پر باقی رہنے کی صورت میں انہیں ہمیشہ کے لیے قید کر دینا تھا اور بس! حالانکہ مرتدین کی بس دوام پر یہ اثر دلالت کناں نہیں ہے بلکہ اس سے غایت درجہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ نے انہیں قید کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا، اس اثر میں یہ دلالت نہیں ہے کہ آپ انہیں ہمیشہ قیدی رکھیں گے اور کبھی قتل نہیں کریں گے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:

''**یعنی: استود عتهم السجن حتی یتوبوا فان لم یتوبا قتلوا. هذا لا یجوز غیره لقول رسول الله ﷺ من بدل دینا فاضربوا عنقه.**'' [۲]

''اس کا مطلب ہے کہ انہیں توبہ کرنے تک حوالہ زنداں کر دیتا اور اور توبہ نہ کرنے پر انہیں قتل کر دیا جاتا۔ اس کے علاوہ کچھ جائز نہیں ہے کیونکہ حدیث ہے کہ جو دین تبدیل کرتا ہے، اس کی گردن مار دو۔''

چنانچہ مذکورہ بالا اثر سے حد درجہ یہی ثابت ہوتا ہے کہ مرتد سے جب تک توبہ کی امید ہو، اسے موقع دیا جائے گا، اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسے کبھی قتل ہی نہیں کیا جائے گا۔ امام ابن کثیر دمشقی نے زیر مطالعہ اثر کا یہی مفہوم سمجھا ہے چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

''**واما حسبهم حتی یسلموا، فقیه دلالة المذهب ثوری ومن وافقه ان المرتد یستتاب وینظر ما رجیت توبته، وهو معنی قول ابراهیم النخعی.**'' [۳]

''مرتدین کو اسلام لانے تک قید میں رکھنا، حضرت ثوریؒ اور ان کے ہم نوا دیگر فقہاء کے موقف پر دال ہے۔ جن کا خیال یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور جب تک توبہ کی امید ہو، اسے موقع دیا جائے گا۔ امام نخعیؒ کے قول کا یہی مطلب ہے۔''

اور یہ معلوم ہی ہے کہ مرتد سے توبہ طلبی کے عرصہ پر قطعی نص موجود نہیں ہے چنانچہ حضرت سفیان ثوریؒ کا قول بھی دیگر اقوال کی مانند اجتہادی ہے، کسی نص پر مبنی نہیں ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر تسلیم بھی کر لیں کہ زیر مطالعہ اثر ایک غیر محارب اور پرامن مرتد کے بارہ میں ہے اور یہ بھی مان لیں کہ

۱۔ عقوبة المرتد فی الشریعة الاسلامیة: ۱۵۶

۲۔ الاستذکار: ۱۵۴/۷

۳۔ مسند الفاروق: ۴۵۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے قید ہی رکھا جائے گا اور کبھی قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس کے باوجود یہ اثر اور اس سے یہ استدلال، جناب علوانی اور جناب شنقیطی جیسے منکرین سزائے ارتداد کے خلاف حجت ہوگا، جن کا خیال یہ ہے کہ کسی غیر محارب اور پرامن مرتد کو ارتداد کی سزا دینا دراصل حریت فکر اور آزادی ضمیر پر حملہ کے مترادف ہے۔ یہی باعث ہے کہ منکرین سزائے ارتداد میں سے جو صاحب بھی اس حقیقت تک پہنچ گیا کہ حریت فکر کے علمبرداروں کے لیے حضرت عمرؓ کے ظاہری موقف میں کوئی دلیل نہیں ہے، اس نے حبس دوام کی سزائے ارتداد سے بھی براءت کا اظہار کر دیا چنانچہ جناب صعیدی رقم کرتے ہیں:

"وانسب منه ما ذهبنا اليه ان المرتد لا يكره على الاسلام بقتل ولا بسجن ولا بنحوهما من وسائل الاكراه، وانما يدعى الى العودة الى الاسلام بالحكمة والموعظة الحسنة." [1]

''ہمارے نزدیک زیادہ مناسب یہی ہے کہ مرتد کو قتل، قید یا دیگر ذرائع جبر کی مدد سے اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اسے صرف حکمت اور عمدۃ نصیحت کے بل پر اسلام کی جانب واپس آنے کی دعوت دی جائے گی۔''

پانچویں بات یہ ہے کہ بعض روایات میں حضرت عمرؓ سے ارتداد کی سزائے قتل صراحت کے ساتھ منقول ہے۔

"افلا ادخلتموه بيتا واغلقتم عليه بابا واطعمتموه كل يوم رغيفا، ثم استتبتموهُ ثلاثا، فان تاب والا قتلتموه....." [2]

''تم نے کسی گھر میں داخل کر کے اس پر دروازہ بند کر دیا ہوتا، اسے روزانہ، روٹی کا ٹکڑا کھلایا ہوتا، اس سے تین روز تک توبہ کا مطالبہ کیا ہوتا اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں اسے قتل کیا ہوتا۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زیر مطالعہ اثر سے، عدم قتل پر استدلال کرنا بہر کیف تاویل کا احتمال رکھتا ہے اور صراحت کے مقابلہ میں محض احتمال کی بنا پر استدلال کرنا دلیل کی دنیا میں باطل قرار پا چکا ہے جبکہ مذکورہ بالا روایت میں مرتد کی سزائے قتل سے متعلق حضرت عمرؓ کا صریح موقف کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ وہ بھی استتابہ کے بعد قتل مرتد کے قائل ہیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قتلِ مرتد کے باب میں حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع تھا اور زیر مطالعہ اثر کے مرجوح احتمال سے قطعی اجماع پر کوئی حرف نہیں آتا ہے۔

تیسرا شبہ: حضرت ابراہیم نخعیؒ اور سفیان ثوریؒ سزائے قتل کے روادار نہیں:

سزائے ارتداد کے منکرین نے اجماع کے خلاف، حضرت ابراہیم نخعیؒ اور سفیان ثوریؒ کے موقف سے بھی استدلال کیا ہے کہ ان کے خیال میں بھی مرتد سے توبہ کا مطالبہ برابر جاری رہے گا اور اسے کبھی قتل نہیں کیا جائے گا۔ سزائے ارتداد کے منکرین نے درج ذیل اثر سے احتجاج کیا ہے:

"عن ابراهيم النخعي، انه قال في المرتد: يستتاب ابدا. قال سفيان ثوري: هذا الذي ناخذ به." [3]

''ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ مرتد کے بارہ میں انہوں نے فرمایا: اس سے ہمیشہ تقاضائے توبہ ہوگا۔ حضرت ثوریؒ نے کہا:

۱۔ الحرية الدينه في الاسلام:۳۷

۲۔ مصنف ابن ابی شیبه: ۲۹۵۸۸، ضعیف، ۱۱/۵۱

۳۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۸۶۹۷، مدلس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی کے ہم بھی قائل ہیں۔''

مختار شنقیطی رقم کرتے ہیں:

''هذان اثنان من أعلام التابعين انكرا حدا الردة و قالا بالاستتابة ابدا.''[۱]

''ان دو معتبر تابعین نے حد ارتداد کا انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ مرتد سے ہمیشہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔''

مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کی سزائے قتل پر مبنی روایت اپنے عموم میں نص نہیں ہے بلکہ اسے دیگر روایات یا قیاس کی بنا پر خاص کیا جا سکتا ہے ورنہ اس کے حکم میں وسعت روا نہ ہوگی۔

عبدالعزیز جاویش رقم طراز ہیں:

''لو كان حديث: من بدل دينا فاقتلوه على نصه غير مختص بزمان ولا معقود بمقتضيات غير مطردة. ما وسع النخعي ولا غيره مخالفته.''[۲]

''اگر حدیث 'من بدل دینا فاقتلوہ' اپنے موضوع پر نص ہوتی اور کسی زمانہ سے مختص اور غیر قیاسی مقتضیات سے منسلک نہ ہوتی تو ابراہیم نخعیؒ وغیرہ اس کے خلاف وسعت کے روادار نہ ہوتے۔''

جواب: کسی موضوع پر تحقیق کا ایک بنیادی تقاضا یہ ہے کہ اس موضوع کی جمیع روایات اور ان کے جملہ احتمالات کو سامنے رکھا جائے، ورنہ زیر بحث موضوع برابر تشنہ تحقیق ہی رہے گا اور کسی ایک ہی سند کے ایک ہی مفہوم سے تحقیقی معیار کے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوں گے۔ سزائے ارتداد کے منکرین نے بھی حضرت نخعیؒ کے قول کی تمام اسناد یا اس کے جملہ مفاہیم کو سامنے نہیں رکھا، جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ آپ بھی قتل مرتد کے قائل نہیں ورنہ ابن ابی شیبہ کی روایت کے مطابق عبدالرزاق کا تابع بھی موجود ہے، جس نے اپنی سند سے ابراہیم نخعیؒ کا یہ قول روایت کیا ہے چنانچہ وکیع کا بیان ہے:

''حدثنا سفيان عن عمرو بن قيس عمن سمع ابراهيم يقول: يستتاب المرتد كلما ارتد.''[۳]

''جب بھی مرتد ہوگا، اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔''

مصنف ابن ابی شیبہ کے مذکورہ اثر میں **كلما ارتد** کے الفاظ گویا مصنف عبدالرزاق کے الفاظ 'یستتاب ابدا' کی تفسیر ہیں کہ جب جب کوئی ارتداد کا مرتکب ہوگا۔ تب تب اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ تائب ہو کر دوبارہ کبھی ارتداد کا مرتکب ہوا، اس سے دوبارہ توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور جب تک وہ ارتداد کے بعد توبہ کرتا رہے گا، اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔''[۴]

وکیع سے مروی ابن ابی شیبہ کی مذکورہ روایت پر یہ اعتراض بھی کیا جا سکتا ہے کہ اس میں عمرو بن قیس اور ابراہیم نخعیؒ کے درمیان انقطاع ہے اور کسی روایت میں سند کا انقطاع اسے ضعیف بنا دیتا ہے اور ضعیف روایت سے استدلال کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ اثر کو وکیع نے اپنی سند سے اسی طریق پر روایت کیا ہے، جس طریق پر عبدالرزاق نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔

۱۔ آراء الترابی من غیر تکفیر ولا تشهیر:۷۷

۲۔ الاسلام دین الفطرة والحریة: ۱۵۷

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ:۳۲۷۵۲، مدلس

۴۔ تیسیر مصطلح الحدیث:۷۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ وکیع کی روایت کو ضعیف قرار دینے کی بجائے تابع اور شاہد کے قبیل سے دیکھا جائے گا جو ایک دوسرے کو تائید بہم پہنچاتی ہیں۔[۱]
ورنہ عبدالرزاق کی روایت کو بھی ضعیف قرار دینا پڑے گا اور اس سے احتجاج خود بہ خود باطل ہو جائے گا، جس کے جواب کی ضرورت نہ رہے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابراہیم نخعیؒ کے قول 'یستتاب ابدا' میں دیگر معانی کا بھی احتمال ہے چنانچہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرتد سے ہمیشہ تائب ہونے کا مطالبہ کیا جائے گا اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اصلاً مسلمان تھا اور وہ مرتد ہو گیا یا کوئی شخص اصلاً مشرک تھا بعد میں مسلمان ہوا مگر اسلام کے بعد مرتد ہو گیا۔ ارتداد کے بعد توبہ کے باب میں، ان کے مابین کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔

ابوبکر ابن منذرؒ رقم فرماتے ہیں:

"قال سفيان في المرتد: لا يضرك كان اصله مسلما ثم ارتد، أو كان اصله مشركا ثم اسلم ثم ارتد، يستتاب ابدا."[۲]

"مرتد کے بارے میں حضرت ثوریؒ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اصلاً مسلم تھا، پھر مرتد ہو گیا یا اصلاً وہ مشرک تھا، پھر اسلام لایا اور پھر مرتد ہو گیا، اس سے بہرصورت توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔"

حضرت نخعیؒ کے قول یستتاب ابدا کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ مرتد سے جب تک توبہ کی امید ہو گی، اس کی سزائے قتل کا معاملہ موخر کیا جائے گا۔ امام ابن کثیر دمشقیؒ رقم کرتے ہیں:

"واما حسبهم حتى يسلموا، ففيه دلالة لمذهب سفيان الثورى ومن وافقه ان المرتد يستتاب و ينظر ما رجيت توبته، وهو معنى قول ابراهيم النخعى."[۳]

"مرتدین کو اسلام لانے تک قید رکھنا، حضرت ثوریؒ اور ان کے ہم نوا دیگر فقہاء کے موقف پر دال ہے جن کا خیال یہ ہے کہ مرتد سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور جب تک توبہ کی امید ہو اسے موقع دیا جائے گا، امام نخعیؒ کے قول کا یہی مطلب ہے۔"

امام ابن کثیرؒ کی وضاحت کے اعتبار سے ابراہیم نخعیؒ اور سفیان ثوریؒ کا موقف قطعاً اجماع کے خلاف نہیں ہے کیونکہ مرتد کو توبہ کی امید تک موخر کرنے کا مفہوم مخالف یہی ہے کہ توبہ کی امید ختم ہونے پر اسے قتل کر دیا جائے گا جس کا حاصل یہ ہے کہ مرتد کی سزائے قتل پر امت کا اجماع ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ مرتدہ عورت کے بارہ میں امام نخعیؒ کا موقف یہ ہے کہ سزائے ارتداد میں اسے قتل کیا جائے گا حالانکہ مرتدہ کی سزائے قتل پر فقہائے احناف کا موقف جمہور سے مختلف ہے چنانچہ جب مرتدہ کے قتل پر امام نخعیؒ کا موقف، جمہور امت سے ہم آہنگ ہے، مرتد کی سزائے قتل پر وہ اجماع امت سے اختلاف کیوں کریں گے؟ ان کے نزدیک مرتد کو قتل کرنا بالاولیٰ جائز ہو گا۔[۴]

چوتھی بات یہ ہے کہ مصنف عبدالرزاق ہی میں مذکورہ قول کے بعد امام نخعیؒ کا یہ فرمان بھی موجود ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

۱۔ الاوسط: ۴۶۳/۱۳

۲۔ مسند الفاروق: ۴۵۹

۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ۲۹۰۰۱

۴۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۸۷۲۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"كان يقال ادر ء والحدود بالشبهات ما استطعتم، فاذا وجدتم للمسلم مخرجا فادر عوا عنه، فانه ان يخطى حاكم من حكام المسلمين فى العفو خير من ان يخطى فى العقوبة." [1]

''کہہ دیا گیا ہے کہ شبہات کی بنا پر حدود کو مقدور بھر ختم کر دو۔ چنانچہ جب کسی مسلم کے حق میں کوئی سبیل ہو، اس سے حد ہٹاؤ کیونکہ کسی حاکم کا معاف کرنے میں غلطی کرنا، سزا دینے میں غلطی سے بہتر ہے۔''

امام نخعیؒ کے مذکورہ اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے 'یستتاب ابدا' میں احتیاط کا پہلو ملحوظ خاطر رکھا ہے جو توبہ کی امید پر انتہائی حد تک مرتد سے سزا موخر کرنے پر دال ہے کیونکہ اسلام بہر حال کسی انسان کو ایمان پر زندہ رکھنے کا بہت حریص ہے ورنہ ان کے قول 'یستتاب ابداً' سے قتل مرتد کا بطلان لازم آتا ہے اور نہ اجماع امت کا خلاف ہی ثابت ہوتا ہے۔

سزائے ارتداد کے منکرین نے امام نخعیؒ سے منسوب جمیع اقوال کو پیش نگاہ نہیں رکھا جس کی بنا پر وہ ان کے ایک ہی قول کو سامنے رکھ کر سوئے فہم کا شکار ہوئے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک شاید کسی مرتد کو سزائے قتل دینا جائز نہیں ہے اور وہ اجماع امت کے خلاف ذہن رکھتے ہیں حالانکہ ایسا بالکل بھی نہیں ہے کیونکہ ان کے تمام اقوال اور جملہ کلمات کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ مرتد کے بارہ میں حضرت کا استتابہ والا موقف احتیاط پر مبنی اور نتیجہ کے اعتبار سے اجماع امت کے مطابق ہے۔[2]

چوتھا شبہ؛ سزائے ارتداد کی علت قتال ہے:

سزائے ارتداد پر اجماع کے باب میں ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حنفی فقہ کی رو سے مرتد کو اہلیت قتال کی بنا پر قتل کرنا روا ہے اور اسی اہلیت کے معدوم ہونے کی وجہ سے مرتد عورت کو سزائے ارتداد میں قتل نہیں کیا جاتا گویا جس مرد میں یہ اہلیت مفقود ہوگی، اسے بھی محض ارتداد میں قتل نہیں کیا جائے گا۔ اس صورت حال میں سزائے ارتداد پر اجماع کا دعویٰ کیسے کیا جائے گا؟

جناب عبدالمتعال معیدی رقم طراز ہیں:

"وحينئذ يكون عدم قتل المرتدة عند الحنفية لانها لا تقاتل، فيكون قتل المرتد عندهم لانه يقاتل، ولا يكون السبب فى قتله ارتدادهٗ بل قتاله، وعلى هذا يمكننا أن تخصص هذا الحديث بالمرتدين المقاتلين، فيكون قتلهم جزاءً لهم على قتالهم لا على ارتداهم." [3]

''احناف کے نزدیک مرتدہ کو اس وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ وہ قتال نہیں کرتی اور مرتد کو اس باعث قتل کیا جائے گا کیونکہ وہ قتال کرتا ہے چنانچہ مرتد کے قتل کا اصل سبب ارتداد نہیں بلکہ قتال ہے۔ اس بنا پر ہمارے نزدیک یہ حدیث مقاتل مرتدین کے ساتھ خاص ہے لہذا مرتدین کو قتل کرنا درحقیقت ان کے قتال کا بدلہ ہے، ارتداد کا نہیں۔''

جناب طارق سویدان نے رقم کیا ہے:

۱۔ مصنف عبدالرزاق: ۱۸۶۹۸

۲۔ الحرية الدينية و عقوبة الردة: ۱۹۸

۳۔ الحرية الدينية فى الاسلام: ۱۰۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وانظر عبارة ابن الهمام الواضحة فی ذلک: "یکون لدفع شر الحرابه لاجزاء علی فعل الکفر" فهو فی الحقیقة حد الحرابة لا حد الردة، والتشابه بین حد الحرابة عند الحنفیة وبین من یقول بحد الردة هو تشابه لفظی لا حقیقی." [1]

دیکھئے: ابن ہمامؒ کی عبارت واضح ہے کہ مرتد کا قتل، حرابہ کا شر ختم کرنے کے لیے ہوگا، یہ اس کے فعل کفر کی جزا نہیں ہے چنانچہ سزائے ارتداد اصل میں حد ارتداد نہیں بلکہ حد حرابہ ہے۔ فقہائے احناف کے نزدیک حد حرابہ اور حد ارتداد میں لفظی تشابہ ہے، حقیقی نہیں۔"

جواب: منکرین سزائے ارتداد کے مذکورہ اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے فقہائے احناف کی کتب کا تفصیلی کیا، سرسری مطالعہ بھی نہیں کیا ورنہ حنفی فقہ پر مشتمل کتب کی فہرست ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فقہائے احناف کے نزدیک حرابہ کی حقیقت اور احکام، ارتداد کی حقیقت اور احکام سے یکسر مختلف ہیں اور اس صداقت کو کسی غور وفکر سے ثابت کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ چنانچہ سزائے ارتداد کے منکرین کا اجماع کے رد میں فقہ حنفی کو حوالہ بنا کر پیش کرنا، حرابہ کو قتل مرتد کی علت سمجھنا، پرامن مرتد کو مرتدہ عورت پر قیاس کرنا یا اس باب میں فروعی اختلاف کو سند جواز بنانا قطعاً بے معنیٰ ہے کیونکہ حنفی فقہ کی معتبر کتب اور اس باب میں فتویٰ کا مطالعہ یہی بتاتا ہے کہ تمام تر قیاسی اور فروعی اختلافات کے باوجود، فقہائے احناف کے نزدیک بھی مرتد کی سزا قتل ہے اور وہ بھی امت کے اجماعی موقف سے ہم آہنگ ہیں۔[2]

جن حضرات کا خیال ہے کہ فقہائے احناف نے جرم ارتداد کی بجائے شر حرابہ کو قتل مرتد کی بنیاد قرار دیا ہے، مقالہ نگار کی رائے میں وہ ایک بنیادی غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں اور وہ غلط فہمی دراصل سزائے قتل مرتد کی علت اور حکمت میں فرق نہ سمجھنے کی بنا پر در آئی ہے اور محض قتل مرتد ہی پر کیا موقوف، اجتہاد وقیاس کے باب میں بھی جو شخص، کسی حکم کی علت اور حکمت کے مابین فرق کو مدنظر نہیں رکھے گا، وہ لازماً ٹھوکر کھائے گا۔

عبدالکریم زیدان رقم طراز ہیں:

"الفرق بین علة الحکم و حکمته هو أن الحکمة هی المصلحة التی قصد الشارع تحقیقها تبشریعة الحکم، وان العلة هی الوصف الظاهر المنضبط الذی بنی علیه الحکم." [3]

"حکم کی علت اور حکمت میں فرق یہ ہے کہ حکمت سے وہ مصلحت مراد ہے، جو کسی حکم کے اجراء سے شارع کا مقصود ہوتی ہے جبکہ علت سے وہ ظاہری اور منضبط وصف مراد ہے، جس پر حکم استوار ہوتا ہے۔"

علمائے اصول نے احکام کی پشت پر کارفرما مصالح کو مقاصد شریعت کا نام دیا ہے۔ اور مقاصد شریعت دراصل انسان کے تحفظ دین، تحفظ عقل، تحفظ ناموس، تحفظ مال اور تحفظ جان کی مصالح پر مبنی ہیں۔ تمام تر اسلامی سزاؤں سے دراصل انہی مصالح کا حصول مقصود ہوتا ہے۔ اسلامی سزاؤں کے اسی فلسفہ وحکمت پر علامہ ابن ہمامؒ نے تبصرہ کیا ہے، چنانچہ وہ رقم فرماتے ہیں:

۱۔ الحریة حق شرعی مقدس: ۱۹

۲۔ بدائع الصنائع: ۱۳۷/۷

۳۔ الوجیز فی اصول الفقہ: ۲۰۳، دار الکتب السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"الاصل فی الاجزية بان تتاخر الی دار الجزاء وهی الدار الآخرة وكل جزاء شرع فی هذه الدار ما هو الا لمصالح تعود الينا فی هذه الدار كالقصاص وحد القذف والشرب والزنا والسرقة شرعت لحفظ النفوس والاعراض والعقول والانساب والاموال، فكذا يجب فی القتل بالردة ان يكون لدفع شر حرابه لا جزاء علی فعل الكفر؛ لان جزاء ه اعظم من ذلک عند الله تعالیٰ." [1]

مذکورہ اقتباس اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ حضرت ابن ہمامؒ نے اسلامی سزاؤں کے تناظر میں مقاصد شریعت اور مصالح عباد کو بیان کیا ہے، اسی سیاق میں انہوں نے قتل مرتد کی حکمت بھی ذکر فرمائی ہے۔ قتل مرتد کی اس حکمت کو بعض مفکرین نے قتل مرتد کی علت سمجھا اور اس غلط فہمی سے رائی کو پہاڑ بنا دیا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ابن ہمام کے مطابق فقہائے احناف نے مرتد کو حربی کافر کہتے ہیں اور اس سے استتابہ کو واجب نہیں سمجھتے بلکہ اسے بلا استتابہ ہی قتل کرنا روا رکھتے ہیں چنانچہ ابن ہمام رقم کرتے ہیں:

"ولنا انه كافر حربی بلغته الدعوة فيقتل للحال من غير استمحال." [2]

''ہمارے نزدیک (مرتد) حربی کافر ہے، اس تک دعوت پہنچ چکی چنانچہ اسے فوری طور سے قتل کیا جائے گا اور مہلت نہیں دی جائے گی۔''

مذکورہ اقتباس سے واضح ہے کہ حضرت ابن ہمامؒ کے مطابق احناف کے نزدیک مرتد سے توبہ کا مطالبہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ابن ہمامؒ کے خیال میں استتابہ سے قبل مرتد کو قتل کرنے والا زیادہ سے زیادہ ایک فعل مکروہ کا مرتکب ہوگا مگر اس پر قصاص و دیت میں سے کچھ بھی عائد نہ ہوگا چنانچہ وہ رقم طراز ہیں:

"ومعنی الكراهية هاهنا ترک المستحب وانتفار الضمان، لان الكفر مبيح للقتل والعرض بعد بلوغ الدعوة غير واجب." [3]

''مکروہ ہونے کا مطلب ہے: قاتل کا مستحب کو ترک کرنا اور اس پر ضمان کا عائد نہ ہونا کیونکہ مرتد کا کفر ہی خون کو مباح کرنے والا ہے اور بلوغ دعوت کے بعد دوبارہ اس پر اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے۔''

فقہ حنفی کے مایہ ناز ترجمان علامہ سرخسیؒ نے قتل مرتد کی علت میں واضح کیا ہے کہ مرتد چونکہ اسلام کی حقانیت سے واقف ہونے کے بعد اسے ترک کرتا ہے اسی باعث تمام حجت کے اصول کے تحت وہ مشرکین عرب سے مماثل ہوگا جیسے وہ اسلام قبول نہ کرنے کی پاداش میں قتل کے مستحق تھے، اسی طرح مرتد بھی سزائے قتل کا حقدار ہوگا۔ [4]

قاضی ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں:

"المعنی الذی به استحق المرتد القتل مع التبديل هو الاقامة علی الكفر." [5]

''دین تبدیل کرنے کے ساتھ مرتد جس بنا پر قتل کا مستحق ہوتا ہے، وہ اس کا کفر پر اصرار کرنا ہے۔''

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ فقہائے احناف بھی قتل مرتدہ کے قائل نہ ہیں لہذا کسی پر امن مرتد کو بھی علت مشترکہ کے

۱۔ فتح القدير: ٦٧/٦ ۲۔ ايضا: ٦٥/٦

۳۔ ايضا: ٦٧/٦ ٤۔ المبسوط: ١١٧/١٠

٥۔ شرح مختصر الطحاوی: ١٢٢

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باعث مرتدہ پر قیاس کیا جائے گا۔ اس بنائے استدلال کی خطا مقالہ ہذا کے باب چہارم کی فصل دوم میں واضح کی جا چکی ہے۔ جس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے تاہم اتنا عرض ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی مرتدہ کو سزا دی جائے گی اور اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا۔ امام صاحب کے مطابق دارالاسلام کی مرتدہ کو قید کیا جائے گا اور دارالحرب کی مرتدہ کو لونڈی بنایا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ حریت فکر اور آزادی ضمیر کا دعویدار طبقہ کسی پرامن مرتد کو قید یا غلامی کے ذریعہ اسلام پر مجبور کیوں نہیں کرتا؟ حالانکہ ان کے خیال میں جب کسی پرامن مرتد کو مرتدہ عورت پر قیاس کیا جائے گا کہ دونوں ہی حرابہ کا ارتکاب نہیں کرتے ہیں، پھر انہیں چاہیے کہ اصل کا حکم کلی طور پر فرع تک منتقل کریں اور قیاس کا مکمل نتیجہ قبول کرنا کریں اور یہ بھی اعلان کر دیں کہ دارالاسلام کے پرامن مرتد کو قید کیا جائے گا اور دارالحرب کے پرامن مرتد کو غلام بنایا جائے گا مگر آزادی ضمیر اور حریت فکر کے نام نہاد حاملین کسی طور بھی اس کے قائل نہ ہوں گے کیونکہ وہ اسلامی فکر کو جدید تہذیب سے کھینچ تان کر ہم آہنگ کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور اپنے مؤقف کی تائید میں فقہی مذاہب کی دوازکار تاویل سے بھی باز نہیں آتے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ حنفی فقہ میں بھی مرتد کی سزا قتل ہی ہے جو امت کے اجماعی مؤقف سے ہم آہنگ ہے۔

فصل ہذا میں سزائے ارتداد پر اجماع امت سے متعلقہ شبہات کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ سزائے ارتداد کے منکرین، اجماع امت سے انکار پر جو دلائل رکھتے ہیں وہ دراصل، فقہی مذاہب سے متعلق ان کے یکطرفہ مطالعے کا نتیجہ ہے اور اپنے خاص فکری رجحان کی بنیاد پر انہوں نے فقہائے کرام میں سے کسی کا قول اخذ کیا اور سیاق وسباق سے کاٹ کر ان کا مفہوم اپنے ذہنی سانچے میں ڈھال کر پیش کر دیا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ منکرین سزائے ارتداد کے پیش کردہ شبہات میں ان کے موقف کی تائید موجود نہیں ہے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

سزائے ارتداد پر عقل و منطق کے شبہات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم:

سزائے ارتداد پر عقل و منطق کے شبہات

ہمارے عہد کا جدید ذہن عموماً احکام شریعت کی فلسفیانہ تعبیر سے مطمئن ہوتا ہے اور کسی حکم کی معقول توجیہہ نہ پا کر اس سے متعلق عدم اطمینان کا اظہار کر دیتا ہے چنانچہ سزائے ارتداد کے باب میں بھی جدید ذہن کے یہی شبہات ہیں کہ نفس مسئلہ کا قرآن وسنت سے اثبات اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے مگر سوال یہ ہے کہ عقل و منطق کے کن دلائل کی بنا پر سزائے ارتداد کا معقول ہونا ثابت کیا جائے گا؟ اور سزائے ارتداد کے باب میں عقل و منطق کے پیش کردہ شبہات کا معقول جواب کیا ہوگا؟ فصل ہذا میں سزائے ارتداد سے متعلقہ عقل و منطق کے انہی شبہات کا تجزیاتی مطالعہ اور معقول جواب پیش خدمت ہے:

مرتد اور کافر کے ساتھ معاملہ مختلف کیوں ہے؟

عقل و منطق کے باب میں، سزائے ارتداد کے منکرین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ جو اسلام ابتدا میں کسی شخص کو کافر کی حیثیت میں برداشت کرتا ہے، وہ اپنی ریاست میں کسی مرتد کو کیونکر گوارا نہیں کرتا؟ کسی کے ابتداءً کافر ہونے اور اسلام سے مرتد ہو کر کافر بن جانے میں آخر کیا فرق ہے کہ اسلامی قانون کی نگاہ میں پہلی قسم کا کفر، قابل برداشت ہے کہ اس کافر کو ذمی بنا کر اسلامی ریاست میں تمام شہری حقوق حاصل ہوتے ہیں مگر دوسری قسم کا کفر، نا قابل برداشت ہے کہ کسی مرتد کو زندگی کے تمام حقوق سے محروم کر کے تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا ہے؟ منکرین سزائے ارتداد کے نزدیک علمائے اسلام کا یہ تصور انتہائی غیر معقول ہے کہ اسلام کے فوجداری قانون میں، ایک مستقل کافر کا جرم کسی مرتد کے جرم سے کم تر ہے اور ایک مرتد کسی کافر سے زیادہ قصوروار ہے۔[۱]

اسلام کے فوجداری قانون کی نگاہ میں کسی مرتد کا جرم ارتداد لاکھوں افراد کے جرم کفر سے زیادہ سنگین جرم ہے اور اس کا باعث یہ ہے کہ ایک کافر اصلی مبتلائے کفر ہونے کے باوجود، دین وملت کا غدار نہیں ہوتا جبکہ مرتد اپنے ارتداد میں مبتلائی کفر ہونے کے ساتھ ساتھ غداری کا بھی مرتکب ہوتا ہے، جس کی بنا پر وہ دنیا و آخرت میں عبرتناک سزا کا مستحق بنتا ہے، مگر ایک کافر کو اپنے جرم کفر کی بنیاد پر عذابِ آخرت سے دوچار ہونا پڑے گا، وہ سزائے دنیا کا مستوجب نہ ہوگا۔ جناب منظور احسن عباسی نے یہ فرق، ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا ہے کہ کیا عراق کا اسلحہ والا طرزِ عمل، ہم اہلِ پاکستان کے دل میں انڈیا کے طرزِ عمل سے کہیں زیادہ المناک نہیں ہے؟ اور کیا مجیب نامی ایک شخص کی پاکستان سے برگشتگی، سورن سنگھ کی برگشتگی سے ہزار درجہ بڑھ کر حوصلہ شکن نہ ہے؟ کوئی باشعور پاکستانی اس سنگین صورتِ حال سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا چنانچہ ہمارے نزدیک ایک مسلمان کا مرتد ہو جانا، لاکھوں کفار کے کفر سے بڑا جرم ہے اور کسی مسلم کو اس شرط پر ارتداد کی اجازت دینا محال ہوگا کہ اس کے عوض لاکھوں کافر مسلمان بننے کو تیار ہیں۔[۲]

ڈاکٹر عثمان علی حسن رقم طراز ہیں:

"فما الحاجة لاظهار الردة؟ و هناك الحرية العامة للحوار والنقاش، فان كانت لدى مريد الردة شبهة، و هو طالب الحق، فليعرفها على من شاء من اهل الاختصاص و

۱۔ The Punishment of Apostasy in Islam, by Justice A.S. Rehman, P-116

۲۔ منظور احسن عباسی، جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا، اسلامی مشن، سنت نگر لاہور، ۱۹۷۴ء: ۹۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ليحاوره فيها قبل ان يتخذها موقفا، اما اظهاره الردة مباشرة فيعد خيانة لنظام الدولة، و من حقها ان تعاقب عليه."[۱]

"ارتداد کے اظہار کی کیا ضرورت ہے؟ مباحثہ اور مکالمہ کی عام آزادی ہے، اگر اسے کوئی شبہ لاحق تھا اور وہ حق کا متلاشی تھا تو اسے اپنا شبہ، اہل علم کے سامنے پیش کرنا اور اسے مؤقف بنانے سے قبل اس پر مکالمہ کرنا چاہیے تھا۔ شبہ کے فوری بعد ہی ارتداد کا اظہار کر دینا اسلامی ریاست کے نظم سے غداری ہے اور اس پر اسے سزا دینا اسلامی ریاست کا حق ہے۔"

مولانا مودودیؒ کے نزدیک کسی مرتد اور کافر کے معاملہ میں فرق کا باعث یہ ہے کہ انسانی فطرت میں بھی نہ ملنے والا اور مل کر الگ ہو جانے والا برابر نہیں ہوتے۔ مل کر الگ ہو جانا، عداوت اور نفرت کے جذبات کو لازم ہوتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ اخلاقی اور تمدنی رشتے قائم ہو چکے ہوتے ہیں چنانچہ افتراق کے بعد یہ جن نقصانات اور فتنوں کا موجب بنتا ہے، کبھی نہ ملنے والا قطعی طور پر ان فتنوں اور نقصانات کا باعث نہیں ہوتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ انسان اپنی فطرت میں ہمیشہ ہی سے مذکورہ دو قسم کے افراد کے ساتھ بالکل مختلف نوعیت کا برتاؤ کرتا آیا ہے۔ ایک فرد کی سطح پر اتصال کے بعد افتراق کا نتیجہ محدود ہوتا ہے مگر اجتماعی سطح پر یہ افتراق بڑے نقصان کا باعث بنتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے افراد کے خلاف سخت کارروائی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ مولانا کا خیال ہے کہ دنیا کے تمام شعبوں میں یہی دستور ہے کہ ان میں شامل نہ ہونے والا اور شامل ہو کر الگ ہو جانے والا یکساں برتاؤ کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ دوسری قسم کے افراد کو، کسی نہ کسی نوع کی سزا دے کر، نظام میں واپس آنے پر مجبور بھی کیا جاتا ہے۔

مولانا مودودیؒ رقم طراز ہیں:

''جماعتی نظم اپنی کامیابی کیلئے فطرۃً استحکام کا مقتضی ہوتا ہے اور یہ استحکام، سراسر اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ جن عناصر کے ملاپ سے یہ نظم وجود میں آیا ہے، ان کے ملاپ پر زیادہ سے زیادہ اعتماد کیا جا سکے۔ اجتماعی نظام اس امر پر قطعی مجبور ہیں کہ واپس جانے والوں پر اپنے دروازے بند کر دیں اور اپنے اجزائے ترکیبی کو منتشر ہونے سے باز رکھیں۔ مستحکم اور قابل اعتماد افراد حاصل کرنے کا اس سے زیادہ کامیاب ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔''[۲]

جناب عبدالعظیم مطغی لکھتے ہیں:

''**ان عضوا اذا فسد فی جسم الانسان، و خشی منه سراية الفساد الى بقية الاعضاء، بادر الاطباء الى بترة، والمسلم اذا ارتد و ترک يروح و يجيئی بين افراد المجتمع الاسلامی كان منطنة ان يسری الفساد منه الى غيره، و ضعاف الايمان لا يخلوا منهم مجتمع مسلم.**''[۳]

"انسانی جسم میں جب کوئی عضو فاسد ہو جاتا ہے اور اس سے یہ خطرہ پیدا ہوتا ہے کہ باقی اعضاء میں بھی فساد

۱۔ عثمان علی حسن، ڈاکٹر، الحرية الدينية و عقوبة الردة:۲۱۷

۲۔ مرتد کی سزا اسلامی قانون میں، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، اپریل ۱۹۷۰ء: ۶۷۔۶۶

۳۔ عقوبة الارتداد عن الدين:۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرایت کر جائے گا، ڈاکٹر اسے فوری کاٹ دیتے ہیں۔ جب کوئی مسلم ارتداد کا مرتکب ہوتا ہے اور اسلامی معاشرہ کے افراد میں رہتا ہے، یہ ظن غالب پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کا فساد دیگر میں بھی سرایت کرے گا کیونکہ کمزور ایمان افراد سے کوئی مسلم معاشرہ بھی خالی نہیں ہوتا۔"

سزائے ارتداد سے نفاق پرورش پائے گا:

سزائے ارتداد پر منکرین کی جانب سے ایک اعتراض یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ارتداد کی سزا کسی مسلم سماج میں نفاق کا باعث بنے گی کیونکہ سزائے موت کے خوف سے جو شخص بھی ارتداد سے تائب ہو کر ایمان کا اظہار کرے گا، اس کا یہ اظہار رائے بہر حال ایماندارانہ نہیں ہو گا بلکہ محض ایک قسم کا منافقانہ اظہار رائے ہوگا۔ اس کا باعث یہ ہے کہ جبر وقہر کی بنیاد پر کوئی عقیدہ، کسی کے دل میں سرایت نہیں کرتا خصوصاً اسلام جیسا غور وفکر کی دعوت دینے والا دین، کسی قسم کی منافقت کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ تلوار کے خوف سے بے اطمینانی میں زندہ رہنا ایک قسم کی منافقت ہے اور اسلام کسی کا صریح کفر برداشت کر سکتا ہے مگر منافقت گوارہ نہیں کر سکتا۔ اس قسم کے ظاہری اسلام کا آخرت میں کوئی فائدہ ہوگا اور نہ مسلم سماج کے صالح عناصر ہی میں اس سے کوئی اضافہ ہو سکے گا چنانچہ ارتداد کی سزا نہایت غیر معقول ہے۔[۱]

جن حضرات کا یہ خیال ہے کہ سزائے ارتداد سے نفاق پرورش پائے گا اور مسلم سماج میں کسی کا مرتد بن کر زندہ رہنا، اس کے منافق بن کر زندہ رہنے سے بدرجہا بہتر ہے اور وہ اس کا علاج یہ تجویز کرتے ہیں کہ ارتداد کے ذریعہ کافر بننے کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے اور سزائے ارتداد کے ذریعہ منافق بننے کا دروازہ بند کر دیا جائے، ان کی خدمت میں، تفہیم مسئلہ کی غرض سے کسی صاحب نے ایک مثال پیش کی جا رہی ہے کہ جیسے کسی شہر میں فحاشی کے قحبہ خانہ جات اعلانیہ قائم ہوں، اسلامی ریاست انہیں بند کرنا چاہتی ہو اور کوئی خیر خواہ یہ تجویز پیش کر دے کہ فحاشی کے اعلانیہ اڈوں کو بند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ فحاشی کے خفیہ اڈے کھول رہے ہیں چنانچہ بہتر یہی ہے کہ فحاشی کے اعلانیہ اڈے قائم رہنے دیں تا کہ اس کے خفیہ اڈوں کا قیام عمل میں نہ آ سکے۔ بالکل یہی حال سزائے ارتداد کے منکرین کا بھی ہے جو اس خطرے کا اظہار کرتے ہیں کہ مرتدین پر سزا کے نفاذ سے مسلم سماج میں نفاق کا دروازہ کھل جائے گا ان کے نزدیک اس کا حل یہ ہے کہ ارتداد کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے اور نفاق کا دروازہ بند کر دیا جائے گویا نفاق کے خدشہ سے بہتر یہ ہے کہ ارتداد کی اعلانیہ اجازت دی جائے۔[۲]

مقالہ نگار کی رائے میں، سزائے ارتداد کے نفاذ سے مسلم سماج میں نفاق پروان نہیں چڑھے گا بلکہ اس سے ایمان مضبوط ہوگا کیونکہ اس قانون کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جو شخص بھی مسلمان ہوگا، وہ خوب سوچ سمجھ کر مسلمان ہوگا کہ جس مذہب کے دامنِ عافیت میں وہ پناہ گزین ہو رہا ہے، وہ اس کے حق میں سراسر رحمت و برکت کا موجب ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہوگا کہ اس سے ارتداد کی صورت میں سرمو انحراف کرنا، دنیا و آخرت میں نقصان کا باعث بنے گا چنانچہ اس ذہن کے ساتھ مسلمان ہونے والا، جملہ نفسانی خواہشات سے پاک اور تمام دنیوی مفادات سے بالا ہو کر مسلمان بنے گا اور ان شاء اللہ، اپنی بقیہ حیات میں پختہ اور مضبوط ایمان کا حامل ثابت ہوگا۔

نفاق کے خدشہ کو بہانہ بنا کر سزائے ارتداد میں ڈھیل دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلام بازیچۂ اطفال بن جائے گا اور مسلم سماج کا ایک فرد بھی شکوک وشبہات سے مامون نہ رہ سکے گا اور وہ ارتداد کی متلون مزاجی سے دیگر افراد معاشرہ کیلئے فتنہ وفساد کا باعث بنتا رہے گا۔[۳]

۱۔ الاسلام دین الفطرة والحرية: ۱٤٤؛ قتل مرتد کی شرعی حیثیت: ۸۹

۲۔ عقوبة المرتد فی الشريعة الاسلاميه: ۱۱۳

۳۔ جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا: ۱۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سزائے ارتداد کو یہ معانی پہنانا درست نہیں ہے کہ اسلام میں کسی شخص کو موت کا خوف دلا کر، منافقانہ روش اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے تلون کے مریض پر ابتدا ہی سے یہ دروازہ بند کر دیا ہے کہ نظریہ حیات تبدیل کرنا کوئی تفریح طبع کا کام نہیں ہے ہم پہلے ہی سے مطلع کر دینا چاہتے ہیں کہ دخول اسلام کے بعد، ارتداد کی سزا موت ہے تاکہ لوگ غور وفکر کے بعد اسے قبول کریں اور وہی لوگ اسلام میں داخل ہوں، جو اپنی رائے اور سیرت میں استحکام رکھتے ہوں، اس کے باوجود بھی جو غیر سنجیدہ لوگ ارتداد کے مرتکب ہوتے ہیں، وہ اپنا نقصان آپ کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں اسلام کا کوئی قصور نہیں ہے۔

مولانا مودودیؒ رقم فرماتے ہیں:

> "بلاشبہ ہم نفاق کی مذمت کرتے ہیں اور اپنی جماعت میں ہر شخص کو صادق الایمان دیکھنا چاہتے ہیں مگر جس آدمی نے اپنی حماقت سے خود اس دروازے میں قدم رکھا، جس کے متعلق اسے معلوم تھا کہ وہ جانے کیلئے کھلا ہوا نہیں ہے، وہ اگر نفاق کی حالت میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے، اس کو اس حالت سے نکالنے کی خاطر ہم اپنے نظام کی برہمی کا دروازہ نہیں کھول سکتے۔ وہ اگر ایسا راستی پسند ہے کہ منافق بن کر نہیں رہنا چاہتا بلکہ جس چیز پر ایمان لایا ہے، اس کی پیروی میں صادق ہونا چاہتا ہے تو اپنے آپ کو سزائے موت کیلئے کیوں پیش نہیں کرتا؟"[1]

سزائے ارتداد کے خوف کا لازمی نتیجہ، نفاق کی صورت ہی میں رونما نہیں ہوتا بلکہ کوئی شخص اپنے ظاہر و باطن سے مومن کامل بھی بن سکتا ہے اور یہی وصف اسلام کو مطلوب بھی ہے ورنہ اسلام سے پہلے بھی بہت سے منافقین کو مسلم سماج میں گوارہ کیا جاتا رہا ہے، جو ارتداد کے بعد موت کے خوف سے منافق نہیں بنے ہیں بلکہ اپنی نہاد اول ہی سے منافق رہے ہیں اور اسلام نے قانونی اعتبار سے ان کے ساتھ ہمیشہ مومنین جیسا ہی برتاؤ کیا ہے۔ لہذا مسلم سماج میں اسلام کو جب، غیر مرتد منافقین گوارہ رہے ہیں، تو ارتداد کے بعد موت کے ڈر سے منافق بننے والا ایک اور اضافہ بھی قابل برداشت ہو جائے گا، اس سے اسلام کو کچھ فرق نہ پڑے گا مگر کسی کلمہ گو سے اسلام کو نفاق نہیں بلکہ ایمان مطلوب ہوتا ہے اور کسی مرتد سے بھی توبہ کے بعد ہم، ایک بندہ مومن بننے کا مطالبہ ہی کرتے ہیں۔

سزائے ارتداد آزادی ضمیر کے خلاف ہے:

سزائے ارتداد کے منکرین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اس سے حریت فکر اور آزادی ضمیر پر قدغن عائد ہو جاتی ہے حالانکہ کسی نظریہ کے رد وقبول میں ہر شخص آزاد ہے اور اسے مطمئن ہونے پر کسی چیز کو اختیار کرنے کا اور غیر مطمئن ہونے پر کسی چیز کو ترک کرنے کا حق حاصل ہے اور کسی نظریہ کے اخذ وترک کا یہ حق، جیسے ابتداء میں اسے حاصل ہوتا ہے، کسی نظریہ کے اخذ وقبول کے بعد اسے ترک کرنے کا حق بھی اسے حاصل ہونا چاہیے۔ جو شخص کسی نظریہ کو قبول کرنے کے بعد اسے ترک کرتا ہے، وہ اسی بنا پر اسے ترک کرتا ہے کہ اس کے برحق ہونے کا جو یقین اسے حاصل تھا وہ اب ختم ہو چکا ہے اور اس صورت میں نظریہ ترک کرنے پر اسے تختہ دار پیش کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اسے دلائل سے قائل کرنے کی بجائے موت کا خوف دلا کر رائے تبدیل کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اور یہ طرزِ عمل، آزادی ضمیر اور حریتِ فکر کے سراسر خلاف ہے۔[2]

۱۔ مرتد کی سزا، اسلامی قانون میں: ۵۰

۲۔ قتل مرتد کی شرعی حیثیت: ۷۲؛ The Punishment of Apostasy in Islam: P-130

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسانی حقوق کے باب میں سمجھنے کا انتہائی اہم نکتہ یہ ہے کہ جدید تہذیب کے دین کا نام سیکولرازم ہے اور جس طرح اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، بالکل اسی طرح سیکولرازم بھی ایک مکمل نظام حیات ہے مگر دونوں نظام ایک دوسرے کی ضد ہیں چنانچہ اسلامی نظام کی رو سے جو چیز حلال ہے، علمانی نظام کے نزدیک وہ حرام ہے اور جو کام اسلامی نظام حیات میں حرام ہے، علمانی نظام حیات میں وہ حلال ہے مثلاً اسلامی نظام میں شرک حرام ہے مگر علمانی نظام میں شرک حلال ہے، اسلامی نظام میں شراب حرام مگر علمانی نظام میں حلال ہے، اسلامی نظام میں تعدد ازواج حلال مگر علمانی نظام میں حرام ہے۔ انہی امثلہ پر ہی کیا موقوف، زندگی کے تمام سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی گوشوں میں اسلام اور سیکولرازم دو متضاد افکار اور متعارض تصورات کے حامل نظام ہیں اور ارتداد کا مسئلہ بھی حلت وحرمت کے اسی قبیل سے تعلق رکھتا ہے۔[۱]

علمانی نظام میں خرابی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس نے حریت فکر اور آزادی عمل پر حقوق انسانی کا دارومدار رکھا ہے اور تمام اعمال کو حریتِ فرد کی عینک سے دیکھا ہے، جس کے نتیجہ میں معاشرہ کے عمومی حقوق متاثر ہوئے ہیں بلکہ معاشرہ کو اجتماعی سطح پر اس کے بھیانک نتائج بھگتنا پڑے ہیں مگر اسلامی نظام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس نے فرد کو ایک حد تک آزادی فکر وعمل کا حق دیا ہے مگر جونہی اس حریت سے معاشرہ اجتماعی حیثیت میں متاثر ہوگا یا اس کے متاثر ہونے کا امکان پیدا ہوگا، اس کے سد باب کی خاطر اس فرد کے خلاف قانون فوراً حرکت میں آئے گا۔ جرم ارتداد کو بھی فرد واجتماع کے اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے اور مقالہ نگار کی رائے میں عمل ارتداد محض، حریت فکر یا آزادی ضمیر ہی کا معاملہ نہیں ہے یا فعل ارتداد مجرد، ایک خیال کو ترک کر کے دوسرا خیال اپنانے ہی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ارتداد اس نظریہ حیات میں تبدیلی کا نام ہے، جس کی بنیاد پر مسلم سوسائٹی کا قیام عمل میں آتا ہے۔

مولانا مودودیؒ رقم فرماتے ہیں:

> ''دراصل اسلام جدید اصطلاح کے مطابق محض ایک مذہب نہیں بلکہ ایک پورا نظام زندگی ہے۔۔۔ مانا کہ پھر بھی اسلام ایک رائے ہی ہے مگر یہ وہ رائے نہیں ہے جو زندگی کے کسی دور از کار پہلو سے تعلق رکھتی ہو بلکہ وہ رائے جس کی بنیاد پر پوری زندگی کا نقشہ قائم ہوتا ہے، جس کے قیام پر تمدن اور ریاست کا قیام منحصر ہے، جس کی بنا پر انسانوں کی ایک جماعت، تمدن کے پورے نظام کو ایک خاص شکل پر قائم کرتی ہے، ایسی رائے اور ایسے نظریہ کو انفرادی آزادیوں کا کھلونا نہیں بنایا جا سکتا۔۔۔ ایسی رائے اور ایسی جماعت کو انفرادی آزادیوں کا کھلونا دنیا میں کب کسی نے بنایا ہے اور کون بناتا ہے کہ اسلام سے اس کی توقع رکھی جائے؟''[۲]

اسلام میں مطلق حریتِ فکر اور آزادی ضمیر کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ اسے بعض حدود وقیود سے مشروط کیا گیا ہے جس کی رو سے بعض مقامات پر حریت کی بجائے جبر کرنا بھی مطلوب ہوتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ بعض مسلم مفکرین نے اکراہ کو برحق اکراہ اور ناحق اکراہ میں تقسیم کیا ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے نزدیک بعض امور میں ارادہ واختیار کی بجائے کسی شخص پر جبر واکراہ کو کام میں لانا برحق ہوتا ہے مثلاً کسی مسلم پر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے باب میں سختی کرنا، کسی مقروض پر ادائے قرض کیلئے سختی کرنا اور مرتد کو دوبارہ اسلام قبول کرنے پر سختی کرنا برحق ہے اور بعض امور میں اکراہ باطل بھی ہوتا ہے مثلاً کسی شخص کو کفر ومعاصی پر مجبور کرنا، ناحق اور باطل اکراہ ہوگا۔[۳]

۱۔ جعفر شیخ، ادریس، الاسلام لعصرنا، المنتدی الاسلامی، مطابع اضواء البیان، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۲۲/۲۰۰۲ء، الریاض

۲۔ مرتد کی سزا؛ اسلامی قانون میں: ۴۵

۳۔ مجموع الفتاویٰ: ۸/۴۶۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن عاشورؒ کے مطابق کسی مرتد کو سزائے قتل سے دوچار کرنا، دین کے باب میں منفی اکراہ نہیں بلکہ مثبت اکراہ ہے کیونکہ جب تک جرم ارتداد پر موت کی سزا نہ ہوگی، لوگ اس حرکت سے باز نہ آئیں گے چنانچہ ارتداد پر موت کی سزا کا مقصد ہی یہ ہے کہ دین اسلام میں داخل ہونے والا اس شعور اور بصیرت کے ساتھ داخل ہو کہ اسلام سے خروج کا کوئی راستہ نہیں ہے۔[۱]

سزائے ارتداد سے قبول اسلام کی راہ مسدود ہو جائے گی:

سزائے ارتداد کے منکرین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ جب اسلام کے ضابطہ تعزیرات کی کسی مرتد کو سزائے موت دینا جائز ہے اور جو شخص ایک دفعہ حلقہ بگوش اسلام ہو چکا ہو، اسلام اسے اپنی اتباع پر مجبور کرنے کا حق رکھتا ہے تو آفاقی اور عالمی تناظر میں، یہی حق دیگر مذاہب کو بھی حاصل ہونا چاہیے اور یہ اصول تسلیم کرنا پڑے گا کہ مذہب تبدیل کرنا تمام روئے زمین پر ممنوع قرار پائے اور اس جرم کا مرتکب شخص مستوجب قتل ٹھہرایا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خود تبلیغ اسلام اور اشاعتِ دین کی راہ مسدود ہو کر رہ جائے گی کیونکہ دنیا کے تمام انسان بہر حال، کسی نہ کسی مذہب کے پیروکار ہیں اور سزائے ارتداد کے بین الاقوامی قانون سے نہ صرف کسی مسلم کا مرتد ہونا ممکن نہ رہے گا بلکہ کسی غیر مسلم کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا بھی مشکل ہو جائے گا کیونکہ ہر مذہب کے پیروکار بہر صورت، اپنے اجتماعی وجود کی حفاظت کا حق رکھتے ہیں۔[۲]

معاصر مفکرین میں سے جو شخص بھی سزائے ارتداد کا حق، دیگر مذاہب کو دینے کا خواہش مند ہے یا اس کے نتیجہ میں اسلام کی راہ مسدود ہونے پر خوف زدہ ہے، وہ شاید مذاہب کی تاریخ خصوصاً تاریخ اسلام سے واقف نہیں ہے ورنہ اسے اچھی طرح یہ معلوم ہوتا کہ غیر اسلامی مذاہب بھی ارتداد کے ممنوع ہونے اور اس کی پاداش میں سزا سنانے کا حق بار بار استعمال کر چکے ہیں مگر ان سزاؤں سے حق کا نور ماند پڑنے کی بجائے دن بہ دن بڑھتا ہی چلا گیا ہے چنانچہ آج بھی جو غیر مسلم ریاست اپنے دستور میں، تبدیلی مذہب کو جرم قرار دینا چاہتی ہے، وہ اپنا یہ حق بڑے شوق سے استعمال کر سکتی ہے اسلام کا یہ حکم نا قابل تغیر رہے گا اور اس باب میں اسلام کسی مصالحت یا مداہنت پر آمادہ نہیں ہوگا۔ آج بھی غیر مسلم ریاستیں اگر اسلام کی تبلیغ یا اس کے قبول کرنے کو جرم قرار دے دیں، جیسے کسی زمانہ میں اسے جرم قرار دیا گیا تھا، تب بھی اسلام میں سزائے ارتداد کا فیصلہ تبدیل نہیں ہوگا۔[۳]

آج کے جدید ریاستی نظام یا غیر اسلامی مذاہب میں، ارتداد کی سزا کا قانون اگر موجود نہیں ہے تو اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟ اسلام کسی کے آئین اور دستور کو دیکھ کر اپنی روش کا تعین بالکل نہیں کرتا اور نہ اسلام سے کسی شرط پر بھی یہ امید رکھی جا سکتی ہے کہ وہ کسی معصوم سی خواہش کے نتیجہ میں اپنا قانون تبدیل کر دے گا چنانچہ غیر مسلم مقنن بڑے شوق سے یہ قانون بنا سکتے ہیں کہ مذہب تبدیل کرنا قانون جرم ہے اور جو شخص بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوگا، اس قسم کے نومسلم کو تختہ دار پر لٹکا یا دیا جائے گا ہمارے مفکرین کو معلوم رہنا چاہیے کہ اس نوع کے قانون کا اجراء، محض کوئی خدشہ قبیل کی کوئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ماضی میں یہ واقعہ رونما بھی ہو چکا ہے کہ اعدائے اسلام نے نومسلمین کو مشق ستم بنائے رکھا ہے حتی کہ انہیں قبول اسلام کے جرم میں تختہ دار پر لٹکا دیا تھا مگر اس داد و گیر اور دار و رسن کے باوجود، کوئی حرفِ شکایت بھی نومسلم عشاق کی زبان سے پر جاری ہوا اور نہ ہی اغیار کا یہ قانونی حق اور دستوری عمل اشاعت اسلام کی راہیں مسدود کر سکا ہے۔

۱۔ التحریر و التنویر: ۳۱۹/۲

۲۔ محمد عمار خان ناصر، حدود و تعزیرات: ۳۵، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء

۳۔ Principles of the Criminal Law, by Seymouse F. Harris, London, 1912, P61

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشاعت اسلام کے جن بہی خواہوں کا خیال ہے کہ سزائے ارتداد سے اسلام کی راہ مسدود ہو جائے گی لہٰذا اسے معطل کر دینا زیادہ مناسب ہے ورنہ تبلیغ دین اور قبول اسلام کا راستہ بند ہو جائے گا، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ ساعت بڑی مبارک ساعت ہو گی، جب غیر مسلم ریاستیں، اسلام اور اہل اسلام سے اپنی مشروط رعایتیں واپس لے جائیں گے اور قبول حق کی راہ میں آتش نمرود حائل ہو جائے گی، اسی وقت اسلام کو سچے داعی اور مخلص پیروکار میسر آسکیں گے، جو طاغوت کا سر نیچا کر کے حق کو اس پر غالب کرنے کے قابل ہوں گے۔[۱]

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے، اسلام کو اپنے حق ہونے کا دعویٰ ہے اور اسلام نے یہ دعویٰ، دلائل و براہین کے ساتھ ہر معقول شخص پر ثابت بھی کر دیا ہے چنانچہ جو شخص بھی قبول اسلام کے بعد، اطاعت حق سے سرمو انحراف کرے گا، اسے ترغیب و ترہیب کے ذریعہ آمادہ عمل کیا جائے گا اور جو شخص کسی معصیت پر اصرار کرے گا، اسے کسی نہ کسی نوع کی سزا سے بھی دوچار کیا جا سکے گا اور معتبر علمائے کرام کے نزدیک کسی مسلم کا ارتداد دراصل، حق سے انکار کی ایک بدترین مثال ہے جو حکمتِ شرعیہ سے خروج، سنتِ عادلہ کے ترک اور سیاستِ فاضلہ سے افتراق کے مترادف ہے کہ ایک شخص حق کے قبول و اعتراف اور تسلیم و رضا کے بعد اس سے منحرف ہوتا ہے، اسی باعث وہ قتل کی سخت ترین سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔[۲]

اسلام کا مبنی برحق دین ہونا، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے:

﴿ان الدين عندا لله الاسلام﴾[۳]

"بلاشبہ اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے۔"

اور اسلام کے سوا دیگر تمام مذاہب کا باطل ہونا بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے:

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ﴾[۴]

''اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

مذکورہ بالا دو آیات سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اپنے آپ کو اعلانیہ حق سمجھتا ہے اور غیر اسلام کو برملا باطل قرار دیتا ہے یہی باعث ہے کہ اسلام کے نزدیک حق قبول کرنے والا شخص اور حق چھوڑنے والا شخص قطعاً برابر نہیں ہو سکتے چنانچہ اسلام کے نزدیک باطل سے حق کی طرف آنے والا، لائق تحسین ہوگا اور اس جو شخص کسی کو قبول حق سے روکے گا، وہ قابل مذمت ہوگا مگر جو شخص حق سے باطل کی طرف جائے گا، اسلام کی رو سے اس کی مذمت کی جائے گی اور جو اسے باطل سے روکے گا، وہ قابل مذمت نہیں بلکہ حق کی دنیا میں قابل تعریف ہوگا۔[۵]

اسلام ترک کر کے ارتداد کا مرتکب ہونا، دراصل حق کے بعد باطل کو اختیار کرنا ہے اور باطل کا انتخاب اصل میں اپنے مقصدِ تخلیق سے انحراف ہے اور مقصدِ تخلیق سے اغماض یا انحراف پر دنیوی سزا میں کوئی نہ کوئی حکمت الٰہی کارفرما ہوتی ہے۔ علامہ ابن قیمؒ نے اس پر یہ مثال پیش فرمائی ہے کہ جیسے کسی بادشاہ کے پاس غلام ہوں اور وہ غلام اس کی خدمت اور قربت اور عنایت کے متلاشی رہتے ہوں مگر بعض غلام اس کی خدمت سے انکار کر دیں اور بادشاہ، اپنے فرماں بردار غلاموں کو نافرمان غلاموں پر مسلط کر دے کہ ان کا جان و مال تم پر مباح

۱۔ مرتد کی سزا: ۸۰

۲۔ محاسن الشريعة، قفال شاشی : ۵٤۱

۳۔ آل عمران: ۱۹ ٤۔ آل عمران: ۸۵

۵۔ مرتد کی سزا؛ اسلامی قانون میں: ۵۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور یہ تمہاری اطاعت کا صلہ ہے اور ان کے تکبر کی سزا ہے بالکل یہی مثال ارتداد کے باب میں مومنین اور مرتدین کی ہے۔[۱]

چنانچہ جس مرتد کو اسلام کے بعد کوئی عقیدہ و مذہب برحق معلوم ہوتا ہے، اسے اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اس راہ کے ہر کانٹے اور پتھر کو عزم و ہمت سے برداشت کرنا چاہیے جس طرح ایک نومسلم راہِ حق کی صعوبت و مشقت کو برداشت کرتا ہے اور سب کچھ اجر و ثواب کی امید پر برداشت کرتا ہے ورنہ اس مرتد کا غیر اسلام کو حق سمجھنا درست نہیں ہے یا اس راہِ حق کی مصیبت پر واویلا کرنا غلط ہے اور ظاہر ہے کہ غیر اسلامی مذہب کا حق ہونا ہی درست نہیں ہے۔

رسول یا موت کے بعد ہی مرتد پر حجت تمام ہوگی:

سزائے ارتداد کے منکرین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ کسی شخص پر اتمام حجت کے بعد ہی ارتداد کا حکم عائد ہوگا اور کسی قوم یا شخص پر حجت تمام ہونے کا فیصلہ کوئی عام انسان کیا کرے گا، یہ منصب کسی رسول کو بھی حاصل نہیں ہے بلکہ اس کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کس پر اتمام حجت ہو چکا ہے اور کس کا قانونِ امہال ختم کر دیا گیا ہے اس نقطہ نظر کے قائل مفکرین کا خیال یہ ہے کہ ارتداد کا قتل، کوئی مستقل شرعی ضابطہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صرف بنو اسماعیل کے مشرکوں سے تھا کہ بنو اسماعیل میں سے جو شخص اسلام قبول نہیں کرے گا، اسے موت سے دوچار کر دیا جائے گا یا ان میں سے جو شخص، قبول اسلام کے بعد مرتد ہوگا، اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ ان مفکرین اس فلاسفی کا باعث یہ ہے کہ پیغمبر کے ذریعہ مشکرین بنو اسماعیل پر حجت تمام ہو چکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کا فیصلہ صادر کر دیا تھا اور قبول اسلام کے سوا، انہیں زندہ رہنے کی گنجائش باقی نہ رکھی البتہ پیغمبر کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے خصوصاً آج کے دور میں اتمام حجت کی وہ معاون اور سازگار فضا میسر نہیں ہے، جو آپ ﷺ کے عہد میں موجود تھی اس کا حاصل یہ ہے کہ اب کسی شخص کو اس کی موت کے بعد ہی مرتد قرار دیا جا سکے گا کیونکہ اپنی خطا پر نظر ثانی کا چانس، زندگی کے آخری سانس تک موجود ہوتا ہے اور زندگی میں اس پر حجت تمام ہونے کا فیصلہ کرنا ہمارا نہیں بلکہ اللہ کا کام ہے۔[۲]

مذکورہ بالا فلسفہ اتمام حجت کا مدعا یہ ہے کہ مرتد کو مہلت دی جائے گی تا کہ اس کے شبہات دور ہو جائیں اور مرتد کو یہ مہلت اتمام حجت تک دی جائے گی اور اتمام حجت کا فیصلہ رسول کے علاوہ کوئی نہیں کرے گا، اب قیامت تک کوئی رسول نہیں آئے گا اور رسول کے علاوہ مرتد پر اتمام حجت بھی نہیں ہوگا اور اسے موت کی سزا بھی نہیں دی جائے گی گویا ارتداد کا سفر اس کی موت کے بعد شروع ہوگا۔

اتمام حجت کیا چیز ہے اور اس کا وقوع کیسے ہوتا ہے؟ کیا محض ابلاغ دعوت سے مخاطب پر حجت تمام ہو جائے گی یا مخاطب کے جملہ شکوک و شبہات کو رفع کرنا بھی اتمام حجت کا لازمہ ہے؟ اتمام حجت کا معیار کیا ہوگا؟ کیا کسی شخص کا عقل و شعور کی بنا پر مسلمان ہونا اس پر اتمام حجت کا نتیجہ سمجھا جائے گا اور اس کا شک و شبہ کی بنیاد پر اسلام کو ترک کر دینا، پہلے اتمام حجت کو زائل کر دے گا؟ اتمام حجت کا رسول سے کیا تعلق ہوتا ہے؟ کیا رسول کا وجود کسی پر حجت تمام کرتا ہے اور رسول کے بعد اتمام حجت، حالات و ظروف سے متاثر ہو جاتا ہے یا رسول کا پیش کردہ آسمانی پیغام بھی فیصلہ کن حجت ہوتا ہے اور زمان و مکان کے تغیرات سے بالاتر ہوتا ہے؟

اگر اتمام حجت کا فلسفہ محض رسول کے وجود ہی سے منسلک ہوتا ہے اور اس میں خدائی کلام یا دعوتی پیغام کا کوئی دخل نہیں ہوتا اس کا منطقی نتیجہ یہی بنتا ہے کہ قیامت تک انبیاء و رسل، یکے بعد دیگر تشریف لاتے رہیں اور اپنے وجود مبارکہ سے بنی نوع انسان پر حجت تمام

۱۔ ابن قیم، مختصر الصواعق المرسلة: ٦٧

۲۔ جاوید احمد غامدی، برہان، ۱۳۹؛ نجات اللہ صدیقی، اسلام معاشیات اور ادب: ۴۱۴؛ قتل مرتد کی شرعی حیثیت: رحمت اللہ طارق: ۲۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتے رہیں مگر ہمارا واقعاتی دنیا میں عملی مشاہدہ اس کے برخلاف ہے اور قرآنی بیان کے مطابق، آپ کو آخری پیغمبر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اب جب کہ تمام تر اتمام حجت، سراپائے رسول ہی سے منسلک ہے، اس صورت میں عقلاً یہ ضروری تھا کہ آپ قیامت تک اپنی امت میں زندہ اور موجود رہیں تا کہ ابنائے آدم پر اتمام حجت کا سامان کرتے رہیں مگر واقعاتی شہادت یہ ہے کہ انبیاء ورسل کا سلسلہ بھی منقطع ہو چکا ہے اور آخری رسول بھی چودہ صدیاں پہلے انتقال فرما چکے ہیں چنانچہ اتمام حجت کے قائلین کی خدمت میں ہمارا سوال یہ ہے کہ قیامت تک کی انسانیت کیلئے اتمام حجت کیا چیز ہوگی؟ اسی ایک سوال کے جواب پر، فلسفہ اتمام حجت کی حقیقت بے نقاب ہو جائے گی اور سزائے ارتداد سے اتمام حجت کا نام نہاد تعلق بھی دم توڑ جائے گا۔

قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ کے ہر عہد میں، انبیاء ورسل کے ذریعہ ابنائے آدم پر اتمام حجت کا اہتمام کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کو مبعوث کر کے حضرت انسان پر اپنی حجت تمام کر دی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ [۱]

''(سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کو متنبہ کر دیا تھا کہ ہمارے پیغمبروں کے ذمہ محض ابلاغ مبین ہے۔ اور انبیاء ورسل بھی اپنے اپنے دور میں ابلاغِ دعوت ہی سے بنی نوع انسان پر اتمام حجت کا سامان کرتے رہے ہیں جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ [۲]

''تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے۔''

چنانچہ جس قوم میں براہ راست رسول مبعوث ہوتا ہے، اس پر ابلاغِ دعوت بذریعہ رسول، اتمام حجت کیا جاتا ہے اور جن اقوام میں براہ براست رسول مبعوث نہیں ہوتا یا جو اقوام رسول کے بعد آئیں گی، ان پر ابلاغِ دعوت بذریعہ قرآن، اتمام حجت کیا جائے گا قرآن کریم کے حجت ہونے پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی دال ہے:

والقرآن حجة لک أو علیک.''

قرآن کریم کی رو سے، رسول اللہ ﷺ کے بعد امت اسلامیہ نبوی مشن اور الٰہی پیغام کے ابلاغ کی ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ [۳]

''اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ معتدل بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔''

مذکورہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کی بعثت کے علاوہ، اسلام کی دعوت بھی اپنے اندر حجت کا سامان رکھتی ہے، خصوصاً ارتداد کے مرتکب پر بہر حال حجت تمام ہو جاتی ہے، تبھی وہ اپنے ارادہ واختیار اور شعور آگہی کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ مگر وہ اسلام

۱۔ النساء: ۱۶۵

۲۔ المائدہ: ۹۲

۳۔ البقرۃ: ۱۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی حقانیت سے واقف ہو کر اور اس کا اعتراف کر کے جب اسے ترک کرتا ہے گویا وہ بھی اپنے کردار و عمل سے مشرکین عرب کے مماثل ہو جاتا ہے، جنہیں اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں قتل کرنا تجویز کیا گیا، تھا اسی طرح مرتد بھی سزائے قتل کا مستحق بن جاتا ہے۔[۱]

اسلامی شریعت کے متعلق یہ ایک غیر معقول رویہ ہوگا کہ پیغمبر اسلام کے بعد قرآن وسنت میں، اپنے مخاطبین پر حجت ہونے کا سامان میسر نہیں ہے یا قرآن وسنت اپنے تمام تر وضوح کے باوجود کسی مرتد پر حجت تمام کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

سزائے ارتداد کے باب میں اتمام حجت کے قائل جدید مفکرین نے جو یہ عذر پیش کیا ہے کہ آج کے دور میں ایمان واسلام کے متعلق، اتمام حجت کی وہ سازگار اور معاون فضا میسر نہیں ہے، جو آپ کے عہد مبارکہ میں موجود تھی چنانچہ مرتد کو زندگی کے آخری لمحہ تک نظر ثانی کا اختیار دینے کی ضرورت ہے۔ ان حضرات کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ حقیقی صورت حال اس کے بالکل برعکس ہے، رسول اللہ ﷺ کا عہد ابتدائے اسلام کا عہد تھا، لوگ اسلام سے پورے طور پر واقف تھے اور نہ انہیں علم وآگہی کے جدید وسائل ہی دستیاب تھے چنانچہ ان کا اسلام کے متعلق کسی شبہ میں مبتلا ہو جانا کسی اچنبھے کی بات نہ تھی۔ مرتد سے استتابہ کے عدم قائلین کے نزدیک یہی سبب ہے کہ اس دور میں ان پر دوبارہ اسلام پیش کیا جاتا تھا اور انہیں غور وفکر اور رجوع وتوبہ کا موقع دیا جاتا تھا جبکہ ہمارے زمانہ میں اسلامی معلومات انتہائی وسیع، دین بہت مستحکم اور حق بالکل واضح ہو گیا ہے۔ لہذا جو شخص بھی اب، ایمان کے بعد ارتداد کا مرتکب ہوگا، وہ جان بوجھ کر اس جرم کا ارتکاب کرے گا یا اسے کوئی شبہ لاحق ہوگا، مرتد کو شبہ لاحق ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ غور وفکر کے لیے موقع طلب کرے گا اور جو شخص اپنے عمل پر مہلت فکر کا طالب نہیں ہے، صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے جرم پر شرح صدر کے ساتھ آمادہ اور اپنے ارتدادی عمل پر ہٹ دھرمی کے ساتھ مصر ہے، اس صورت میں اسے نظر ثانی کا موقع نہ دینا اور اسی مجلس میں اسے قتل کرنے پر کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔[۲]

گویا فقہائے کرام نے ارتداد کے باب میں مجرم کو جس مہلت فکر کی جو بات کی ہے، اس سے ایک مرتد کو، دراصل اپنے عمل پر نظر ثانی کا موقع فراہم کرنا اور علمی بنیاد پر اس کے شبہ کا ازالہ کرنا ہی مقصود تھا مگر جب حالات وظروف شاہد ہوں کہ سنگریزہ اسلامی سماج میں تحلیل ہو کر دوبارہ سنگریزہ بن گیا ہے اور اپنے اس رویہ اور عمل سے اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ سرے سے اس نظام میں حل ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا، اس کا یہی علاج ہے کہ اسے سماج سے نکال باہر پھینک دیا جائے کیونکہ اس قسم کے عناصر سے خیر کی توقع رکھنا عبث ہے، جو ایک بار اپنی ماہیت کے تبدیل اور تحلیل ہونے کے بعد دوبارہ، سنگریزے بن جائیں اور اس پر اصرار بھی کریں اور آمادہ اصلاح بھی نہ ہوں۔

دنیا میں فکری جرم قابل مواخذہ نہیں ہے:

سزائے ارتداد کے منکرین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ بنیادی طور پر جرم کی دو اقسام ہیں؛ جرم بمقابلہ انسان اور جرم بمقابلہ خدا۔ انہیں ہم معاشرتی جرم اور فکری جرم سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ دونوں کا معاملہ ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ جرم بمقابلہ خدا اگرچہ تھاٹ کرائم کی حیثیت رکھتا ہے مثلاً انسان کا اللہ کے متعلق غلط عقیدہ رکھنا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، انسان کو اللہ کا بیٹا قرار دینا وغیرہ۔ یہ اللہ کے نزدیک قابل سزا کرائم ہیں اور جو لوگ اسی عقیدہ پر مریں گے، وہ آخرت میں اللہ کی سزا کے مستحق قرار پائیں گے۔ جرم بمقابلہ

۱۔ المبسوط: ۱۰/۱۱۷؛ الام: ۲/۲۵۶

۲۔ جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا: ۱۰۴؛ مرتد کی سزا: ۴۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدا میں سزا کا اختیار صرف اللہ کو حاصل ہے۔ اس کا فیصلہ کرنا انسانی عدالت کا کام نہیں ہے کیونکہ اسلام میں سماجی جرم کا تصور ہے مگر اس میں فکری جرم کا کوئی تصور نہیں ہے۔[۱]

مولانا وحید الدین خاں نے مذکورہ بالا مضمون، سزائے ارتداد کی تردید میں قلم بند کیا ہے اور اپنے اس مضمون کو ضمیر کی آزادی کا عنوان دیا ہے۔ علامہ خاں صاحب کے علاوہ مولانا مفتی محمد تقی امینی کا موقف بھی یہ ہے کہ مذہب تبدیل کر کے، اسلام کے بعد کفر اختیار کرنا شریعت کی نگاہ میں بلاشبہ ایک بڑا گناہ ہے مگر اس گناہ کا معاملہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ہے۔[۲]

پہلی بات یہ ہے کہ مولانا خان صاحب کا جرائم کو فکری جرم اور معاشرتی جرم میں تقسیم کرنا اور فکری جرم پر دنیوی سزا کا قائل نہ ہونا بلکہ اس کی بنیاد پر سزائے ارتداد ہی سے انکار کر دینا، اسلامی تاریخ میں جرائم کی بالکل ایک نئی تقسیم ہے اور اسلام کے چودہ سو سالہ قانونی اور فقہی ورثے میں سے کسی ایک محدث دوراں، کسی ایک فقیہہ امت، کسی ایک مسلم دانشور اور اسلامی سکالر کا نام تک پیش کرنا ممکن نہ ہے، جو مولانا سے قبل اسلام کے فوجداری قانون کی رو سے، جرائم کی دنیا میں فکری جرم اور معاشرتی جرم کی تقسیم کا قائل ہوا اور اس کے نتیجہ میں سزائے ارتداد ہی سے منکر ہوا اس بنا پر مقالہ نگار کے نزدیک مولانا کی اس تقسیم کو قانونی بدعت سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مولانا خان صاحب نے شاید، فکری اور معاشرتی جرم اور اس کی سزا میں اس بنا پر فرق کیا ہے کہ اسلام نے عقیدہ و فکر کے باب میں کفر و شرک جیسے کبیرہ جرائم پر بھی دنیا میں کوئی سزا نہیں رکھی بلکہ اس پر اخروی عذاب کی وعید سنائی ہے اور مولانا کے نزدیک ارتداد کا جرم اپنی نہاد کے اعتبار سے کفر ہی کا جرم ہے، جو کسی شخص کے عقیدہ و فکر سے متعلق ہے چنانچہ اس پر بھی دنیا میں کسی سزا کا جواز نہیں ہے۔ اس خلطِ مبحث کا جواب مقالہ نگار نے فصل ہذا کے آغاز میں پیش کر دیا ہے کہ اسلام کے فوجداری قانون کی رو سے ایک کافر اور مرتد کا معاملہ باہم مختلف کیوں ہے اور اسلام میں ہر دو کے ساتھ علیحدہ علیحدہ سلوک کیوں کیا جاتا ہے؟ تاہم اس مقام پر اختصار کے ساتھ یہ عرض کر دینا مقصود ہے کہ ایک مفتی صاحب سے کسی شخص نے سوال کیا کہ ایک مسلم کا اپنے دین سے برگشتہ ہو جانا، اسلام کی رو سے دنیا میں موجب سزا جرم ہے یا نہیں؟ مفتی صاحب نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اسلام کی رو سے اللہ کا انکار کرنا دنیا میں موجب سزا جرم نہیں ہے، سائل کے جواب میں حضرت کا یہ ارشاد، سوال گندم اور جواب چنے کی کہاوت کے مصداق ہوگا۔ جناب خان صاحب کا حال بھی اس مفتی جیسا ہے جو ارتداد کے جرم کو کسی کافر کے انکار پر قیاس کر رہے ہیں اور اصول فقہ کی زبان میں اسے قیاس مع الفارق کہتے ہیں۔[۳]

جرم ارتداد اور اس کی سزا پر ادنی تامّل سے بھی واضح طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ارتداد کا جرم معاشرے میں فتنہ و اضطراب کا باعث بنتا ہے، اس سے ملی توہین اور ذہنی کوفت پیدا ہوتی ہے اور یہ معاشرتی فساد اور ریاستی غدر پر مبنی ایک فعل ہے، جس کی سزا موت کے علاوہ کچھ نہیں ہے مگر اس کے برعکس، کسی کافر کا معاملہ براہ راست خدا سے ہوتا ہے، یہی باعث ہے کہ اسلام کے فوجداری قانون میں، جرمِ کفر یا جرمِ شرک کا ذکر نہیں ہے مگر جرمِ ارتداد کا نہ صرف تذکرہ موجود ہے بلکہ اس کی تمام تر تفصیلات بھی دستیاب ہیں گویا جرمِ کفر یا جرمِ شرک کے ارتکاب پر کسی کافر و مشرک کو دنیا میں کوئی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ اس کا معاملہ آخرت پر اٹھا رکھا جائے گا جبکہ جرمِ ارتداد کے ارتکاب پر ایک مرتد کو دنیوی سزا سے بھی دوچار کیا جائے گا۔ مرتد کو موت کی یہ سزا، اس کے جرمِ کفر کی پاداش میں نہیں بلکہ اسلام سے برگشتہ ہونے کی پاداش میں ہے کیونکہ اسلام کا فوجداری قانون کسی کے جرمِ کفر سے درگزر کرتا ہے مگر اسلام کے نزدیک کسی کا جرمِ ارتداد

۱۔ وحید الدین خاں، مولانا، اظہار دین: ۵۵، مکتبہ قاسم العلوم، لاہور

۲۔ محمد تقی امینی (۱۹۹۱ء-۱۹۲۶ء) انڈیا کے معروف عالم اور فقیہہ ہیں، آپ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کلیہ دینیات کے ڈین رہے ہیں۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر اور حدیث کا درایتی معیار آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔ احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت: ۵۲ سندھ ساگر اکادمی، لاہور، ۱۹۶۹ء

۳۔ ڈھلوں، عرفان خالد، ڈاکٹر، علم اصول فقہ ایک تعارف: ۱۰، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک قابل گردن زنی فعل ہے۔[۱]

دوسری بات یہ ہے کہ مولانا خاں صاحب کی پیش کردہ فکری اور معاشرتی جرم کی تقسیم کو بہ فرضِ محال تسلیم کرنے کے باوجود، اسلامی ادب کے تمام ورثے اور دینی علوم کے جمع ذخیرے میں، اس خود ساختہ اصول پر کوئی ایک مثال بھی پیش کرنا قریب قریب ناممکن ہے، جس سے مولانا کے اس مقدمہ کو تائید حاصل ہوتی ہو کہ ارتداد جیسا فکری اور اعتقادی جرم، اسلامی ضابطہ فوجداری کے تحت دنیا میں قابل گردن زنی یا موجب سزائے موت نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت کے نصوص، صحابہ کرام کے اجماع اور خلفائے راشدین کے عمل سے، اس کے برخلاف مواد دستیاب ہے، جو اس فکر کے تار و پود بکھیرنے کو کافی ہے۔ سزائے ارتداد پر مبنی قرآن وسنت کے دلائل، اپنی تمام تر تفصیلات کے ساتھ گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں اور اس مقام پر ان کے اعادہ وتکرار کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس باب کی فیصلہ کن روایات میں کسی دور از کار اور بعید از قیاس، تاویلات باطلہ کی گنجائش موجود ہے۔ خصوصا دنیا میں سزائے ارتداد پر مبنی حدیث اپنے موضوع پر انتہائی واضح اور غیر مبہم ہے۔

جناب عبدالعظیم مطعنی رقم فرماتے ہیں:

> **"ان صیاغة الحدیث نفسه واضحة لا تحتاج الی تأویل، لان مثل هذا غنی عن التأویل، و علماء الامة متفقون علی ان النص الواضح الّذی لا یمنع من العمل بظاهره مانع شرعی و عقلی یجب بقائه، علی ظاهره و لا یجوز صرفه عن ظاهره ابداً."[۲]**
>
> "حدیث کا سیاق اپنے حکم میں بالکل واضح ہے اور کسی تاویل کا محتاج نہیں ہے۔ اس قسم کی نظیر، کسی تاویل سے بے نیاز ہوتی ہے اور علمائے امت کا اتفاق ہے کہ جس واضح نص کے ظاہر پر عمل کرنے میں شرعاً اور عقلاً کوئی مانع موجود نہ ہو، اسے ظاہر پر باقی رکھنا واجب ہوتا ہے اور کسی صورت بھی اسے ظاہر سے پھیرنا (تاویل کرنا) جائز نہیں ہے۔"

تیسری بات یہ ہے کہ مولانا خان صاحب نے ارتداد کو فکری اور اعتقادی جرم قرار دے کر، حیات انسانی میں عقیدہ وفکر کی اہمیت کم کرنے کی نادانستہ جسارت کی ہے، ورنہ کیا انہیں معلوم نہیں ہے کہ اجتماعی سطح پر عقیدہ وفکر ہی قوم کی اصل واساس ہوتا ہے، اسی سے قومیں وجود پاتی ہیں اور انہی کے بل بوتے پر زندہ رہتی ہیں اور عقیدہ وفکر سے تہی دامن ہو کر اپنا علیحدہ قومی تشخص کھو بیٹھتی ہیں۔ جو شخص ذاتی حیثیت سے بلند ہو کر قومی سطح پر سوچے گا، اسے عقیدہ وفکر کی معنویت کا صحیح اور درست ادراک ہو جائے گا۔ اسلام بھی اگرچہ ایک مخصوص عقیدۂ فکر اور نظریہ حیات کا نام ہے تاہم یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام محض ایک عقیدہ، مجرد ایک فکر اور فقط ایک رائے نہیں ہے، جس کا کسی صورت میں موجود ہونا یا نہ ہونا برابر ہوتا ہے یا موجود ہو کر تبدیل ہو جانا کوئی معنی نہیں رکھتا ہے بلکہ اسلامی عقیدہ وفکر، انسانی حیات کو ایک مخصوص سانچے میں ڈھال دیتا ہے، معاشرتی تمدن میں قوتِ متحرکہ کا کام کرتا ہے اور ریاستی نظام کو مضبوط بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ اسلامی عقیدے کا حسن یہ ہے کہ اس سے بیک وقت فرد، معاشرہ اور ریاست بڑی حد تک متاثر ہوتے ہیں چنانچہ اسلام نے اس عقیدۂ فکر اور نظریۂ حیات سے ارتداد کی سزا، موت کی صورت میں تجویز کی ہے۔ تاکہ تمام معاشرتی عناصر اور ریاستی ارکان، ہمہ جہت

۱۔ جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا: ۲۲

۲۔ عقوبة الارتداد عن الدین بین الادلة الشریعة و شبهات المنکرین: ۴۰۔۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتشار فکری سے محفوظ رہیں۔

ڈاکٹر عثمان علی حسن رقم طراز ہیں:

" فالردة ليست مجرد موقف عقلي، لكي يقتصر الحديث فيها على مناقشة مبدا حرية الاعتقاد، بل هي ايضا تغيير للولاء، و تبديل للهوية، و تحويل للانتماء. فالمرتد ينقل ولاءه وانتماءه من امة الى امة اخرى، ومن وطن الى وطن آخر، اى من دار الاسلام الى دار اخرى، فهو يخلع نفسه من امة الاسلام التي كان عضوا في جسدها، و ينضم بعقله و قلبه وارادته الى خصومها."[1]

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں کوئی نظم اجتماعی اپنے نظریہ حیات سے غداری گوارہ نہیں کرتا بلکہ خود ہمارے اس عہد میں بھی ایک نظریاتی مملکت اپنے اساسی نظریہ سے بغاوت کو ایک لمحہ کیلئے بھی برداشت نہیں کرے گی۔ اشتراکی نظریہ کی بنیاد پر قائم شدہ حکومتیں، عہد حاضر میں تاریخ اقتدار کی کامیاب ترین حکومتیں تصور کی جاتی ہیں، اس کا باعث یہ ہے کہ عمال حکومت میں ایک چپراسی سے لیکر صدر مملکت تک، جو اشتراکی نظریہ کے خلاف ایک لفظ بھی اپنے قلم یا زبان سے ادا کرنے کا مجاز نہیں ہے اشتراکی نظریہ مملکت میں ریاست سے اس قسم کے اختلاف کی سزا، قائل کی موت یا جلاوطنی پر منتج ہوتی ہے کیونکہ علم سیاسیات کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ ریاستی استحکام کیلئے نظریاتی مملکت کے جملہ ارکان اور جمیع عناصر کا نظریہ مملکت سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے اور جب تک نظریاتی مملکت کے افراد خصوصاً ارباب حل وعقد، اپنے نظریہ حکومت میں ہم آہنگ نہ ہوں گے، کوئی نظام پائیدار بنیادوں پر استوار نہیں ہو سکے گا یہی باعث ہے کہ ملتِ اسلامیہ میں کسی مسلمان کا اپنے نظریہ حیات سے بغاوت کرنا اور دین اسلام سے برگشتہ ہو جانا بالکل بھی گوارہ نہیں ہے اور نہ کسی شخص کو اپنا عہد توڑنے کی اجازت ہے، جو اس نے قبولِ اسلام کی صورت میں اسلامی نظریہ حیات سے باندھا تھا۔[2]

بہرحال، اسلام میں سزائے ارتداد کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں کیلئے مذہب کی بنیاد پر ریاست کی تشکیل کرتا ہے اور اسلامی ریاست کے سیاسی وسماجی دائرہ میں مذہب کو ایک مرکز ثقل کی حیثیت حاصل ہے چنانچہ اسلام اپنی حدود مملکت میں ارتداد کے جرم پر سزائے موت کا حکم نافذ کرتا ہے کیونکہ اس کے نزدیک مرتد ہونے والا شخص اصولاً، اس نظریہ مملکت، اس نظام حیات اور اس لائحہ عمل کا انکار کرتا ہے، جس کی بنیاد پر ریاست کی تشکیل وجود میں آئی ہے گویا کسی کا ارتدادی عمل اسلام کے نزدیک، سیاست شرعیہ میں ایک بڑا فتنہ قرار پایا جاتا ہے اور اسلام نے اس فتنے کا سدباب، سزائے ارتداد کی صورت میں کیا ہے۔[3]

عہد حاضر میں قانون وسیاست کے ماہرین بھی جدید ریاست کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ وہ مملکت کے اجزائے ترکیبی سے مخالفت کو جرم قرار دے کر، اپنے شہری کو حبس دوام یا سزائے موت دینے کی مجاز ہے، مقالہ نگار کے خیال میں انہی ماہرین کو یہ اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ مسلم ریاست کے شہری کو ارتداد کی اجازت کیوں نہیں ہے؟ اور اسلامی نظریہ حیات پر قائم ریاست، کسی مرتد کو سزائے قتل سے دوچار کیوں کرتی ہے؟

۱۔ عثمان علی حسن، الدكتور، الحرية الدينة و عقوبة الردة؛ مناقشات و رود، مكتبة المهتدين الاسلامية لمقارنة الاديان، قطر: ۱۹۶

۲۔ جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا: ۱۰۷

۳۔ جسٹس تنزیل الرحمٰن (۱۹۲۰ء۔۱۹۲۸ء) موصوف جسٹس کراچی یونیورسٹی سے فقہ الاسلامی میں پی ایچ ڈی، اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین، سندھ ہائی کورٹ کے جج اور وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس رہے ہیں۔ آپ نے متعدد کتب لکھی ہیں جن میں سب سے معروف کتاب مجموعہ قوانین اسلام ہے، جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسلامی قانون ارتداد: ۸، ۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو مرے نامہ سیاہ میں تھی [1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سزائے ارتداد کے منکرین، جرم ارتداد اور اس کی سزا پر جو بھی اعتراض کرتے ہیں، وہ اسلام کو محض ایک بے جان مذہب اور زندگی سے لاتعلق مجموعہ عبادت سمجھ کر کرتے ہیں مگر سزائے ارتداد کے قائل مفکرین سزائے ارتداد کو برحق ثابت کرنے پر جو دلائل دیتے ہیں، وہ ایک مجرد مذہب کو نہیں بلکہ ایک مکمل ریاست اور اس کے اجتماعی نظم کو پیش نگاہ رکھ کر جواب دیتے ہیں، جس کی بنیادیں ایک دین اور اس کے فراہم کردہ اصول حیات پر استوار ہوتی ہیں۔ مقالہ نگار کے نزدیک جس خطہ ارضی پر اسلام اپنی حاکمانہ حیثیت میں ریاستی سطح پر قائم نہیں ہوگا، اس ملک میں سزائے ارتداد کے نفاذ کا بھی جواز نہیں ہے اور تنہا سزائے ارتداد ہی پر کیا موقوف، ان حالات و ظروف میں اسلام کے دیگر تعزیری احکام میں سے کوئی ایک حکم بھی نافذ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس قسم کے اسلامی احکام کا اصل مخاطب اور مکلّف، اہل اسلام کا اجتماعی نظم یا اسلامی ریاست ہے تاہم فقہ و قانون اور علم و فکر کی حد تک یہ اصول بہرصورت اپنی مسلمہ حیثیت میں موجود رہے گا کہ اسلام کے فوجداری قانون کی رو سے، ارتدادی عمل ایک قابل گردن زنی جرم ہے اور کسی خطہ ارضی پر جب بھی اہل اسلام کا نظم اجتماعی وجود میں آئے گا، وہ اسلام کے دیگر تعزیری احکاماتِ کے ساتھ ساتھ سزائے ارتداد کو روبہ عمل لانے کی پابند ہوگی۔

جدید ریاستی بندوبست اور اس کے حق دفاع و تحفظ کے تناظر میں، مولانا وحید الدین اور ان کے ہمنواؤں کی خدمت میں مقالہ نگار یہ سوال پیش کرنا چاہے گا۔ جو نظریاتی ریاست کسی خطہ زمین پر عملاً اپنی حاکمانہ حیثیت میں قائم ہو، کیا اپنے وجود کے تحفظ اور بقا کی خاطر بعض افعال کو جرم قرار دینے کا حق رکھتی ہے یا نہیں؟ جن کی وجہ سے ریاست کا نظم اجتماعی منتشر ہوتا ہو؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر ریاست اس حق کو استعمال کرتی ہے، زمانہ ماضی اور عہد موجود اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ دنیا میں کوئی ریاست موجود نہیں ہے جس نے اپنا یہ دفاعی حق استعمال نہ کیا ہو۔ جناب کسی سوشلست اور فاشسٹ ریاست کی بجائے جمہوری ریاستوں ہی کا مطالعہ کر کے بتا دیں کہ آیا وہ اپنے اس حقِ حفاظت کو استعمال نہیں کر رہی ہیں؟ اسی سے متعلقہ ایک دوسرا سوال جناب مولانا کی خدمت میں یہ ہے کہ جس خطۂ ارضی پر مذہب اپنی حاکمانہ حیثیت میں قائم ہو، مذہب ہی ریاست کا ملکی قانون ہو، مذہب ہی امن و امان کے قیام کا داعی ہو اور مذہب ہی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہو، سوال یہ ہے کہ اس ریاست میں مذہب اپنے مرتدین کو سزا دینے کا حق رکھے گا یا نہیں؟ جو اس کی اطاعت اور وفاداری کا عہد کر کے اس سے پھر جائیں گے؟ [2]

مقالہ نگار کے نزدیک اس سوال کا جواب اثبات میں ہے، کیا سزائے ارتداد کے منکرین کا جواب نفی میں ہے؟ اگر نہیں ہے اور یقیناً اس کا جواب نفی میں نہ ہوگا، ہم دست بستہ اپیل کریں گے کہ ارتداد کے فکری اور اعتقادی جرم کو دنیوی سزا کا موجب قرار نہ دینے پر وہ نظر ثانی فرمائیں اور اپنے اس مؤقف سے رجوع کریں اور اگر وہ ہمارے مذکورہ سوال کا جواب نفی میں دیتے ہیں، تب مقالہ نگار اپنی تحقیق و جستجو کا سفر جاری رکھے گا اور یہ معلوم کرنا چاہے گا کہ مذہبی ریاست کے مذکورہ حق دفاع اور حق حفاظت پر انہیں کیا اعتراض ہے اور اس اعتراض کی بنیاد کون سے دلائل ہیں؟

۱۔ ناصر زیدی، غلطی ہائے اشعار، ۲۴ فروری ۲۰۱۶ء، روزنامہ پاکستان۔ مذکورہ شعر راولپنڈی کے ایک جوان مرگ شاعر محمد صدیق ضیاء کا ہے۔

۲۔ مرتد کی سزا: ۵۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصۂ بحث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ بحث

مقالہ ہذا کا باب اول ارتداد کے چند اساسی مباحث پر مبنی ہے، جس کی پہلی فصل میں مختلف لغات کی مدد سے ارتداد کا لغوی معنی اور مختلف فقہی مکاتب فکر سے اس کا اصطلاحی مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ اس فصل میں ارتداد کے قریب المعنی الفاظ اور ارتداد سے ان کا بنیادی فرق بھی دیا گیا ہے اور مختلف اعتبارات سے ارتداد کی اقسام بھی بیان کی گئی ہیں۔ باب ہذا کی فصل دوم ارتداد کے اسباب ومظاہر پر مشتمل ہے، جس میں ارتداد کے اعتقادی، فعلی اور قولی اسباب ومظاہر کا امثلہ کے ساتھ بیان ہے۔ فصل سوم ارتداد کی شروط وموانع پر مبنی ہے، جس میں بلوغ، عقل اور اختیار کو صحت ارتداد کی شرائط میں اور طفولیت، جنون اور اکراہ کو ضروری تفصیلات کے ساتھ صحت ارتداد کے موانع میں ذکر کیا گیا ہے۔ فصل چہارم کا عنوان ضابطہ کار برائے اثبات جرم ارتداد ہے، جس میں گواہوں کی تعداد، شہادت کی نوعیت، شہادت کی تردید، استتابہ، استتابہ کی مدت اور تعداد، مرتد کی توبہ، اس کا کلمہ شہادت یا اثبات جرم کی صورت میں اجرائے سزا کا بیان ہے۔

باب دوم سزائے ارتداد سے متعلقہ نصوص وآثار کے مطالعہ پر مشتمل ہے، جس کی پہلی فصل میں سزائے ارتداد پر قرآن حکیم سے چھ آیات کا حوالہ دیا گیا اور قدیم وجدید علمائے تفسیر کے اقتباسات سے مزین کیا گیا ہے۔ فصل دوم میں سزائے ارتداد پر احادیث نبویہ کا تذکرہ ہے، جس میں موضوع سے متعلقہ احادیث کی تخریج، تحقیق، تعلیق اور ضروری استدلال بھی ذکر کیا گیا ہے۔ فصل سوم ارتداد سے متعلق خلفائے راشدین کے طرزِ فکر وعمل پر مشتمل ہے، جس میں زمانی ترتیب کے لحاظ سے جرم ارتداد اور سزائے ارتداد پر خلفائے اربعہ کے عہد خلافت سے الگ الگ امثلہ موجود ہیں۔ فصل چہارم میں سزائے ارتداد پر اجمائے امت کا تذکرہ کیا گیا ہے اور مختلف مکاتب فکر اور مذاہب فقہ سے منسوب تمام زمان ومکان اور متفرق اسلامی علوم ومعارف کے ماہر علمائے کرام کا سزائے ارتداد پر اجماع نقل کیا گیا ہے۔

باب سوم فقہی مذاہب کی رو سے ارتداد کے اثرات ونتائج پر مبنی ہے۔ اس کی فصل اول میں واضح کیا گیا ہے کہ ارتداد کا عمل اپنے نتائج کے اعتبار سے نکاح پر بھی مؤثر ہوتا ہے اور مرتد کی اولاد پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ فصل ہذا میں اولاد وازواج کی مختلف صورتیں اور ان کا شرعی حکم بھی واضح کیا گیا ہے۔ فصل دوم میں ترکہ ومیراث پر ارتداد کے اثرات نتائج کا بیان ہے اور فصل سوم میں وراثت پر ارتداد کے اثرات بیان ہوئے ہیں، جس میں مرتد کا کسی مسلم کو وارث بنانا اور مسلم کا کسی مرتد کو وارث بنانا جیسے مسائل زیرِ بحث آئے ہیں۔ باب ہذا کی فصل چہارم میں عبادات ومعاہدات پر ارتداد کے اثرات کا تذکرہ ہے، جس میں مرتد کے تصرفات ومعاہدات اور عبادات واعمال کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔

باب چہارم سزائے ارتداد اور معاصر قوانین پر مشتمل ہے، جس کی فصل اول کا عنوان سزائے ارتداد اور عالمی منشور برائے انسانی حقوق ہے۔ فصل ہذا میں اقوام متحدہ کی آزادی مذہب سے متعلقہ دفعات کا ناقدانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے اور اختیار مذہب کے باب میں اسلام کا تصور واضح کیا گیا ہے۔ فصل دوم میں توہین مذہب اور جدید غیر اسلامی قوانین کا بیان ہے، جس میں مختلف الہامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذاہب اور غیر اسلامی قوانین کے حوالہ سے تبدیلی مذہب اور توہین مذہب کی سزاؤں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ فصل سوم کا عنوان ناموس رسولؐ اور مجموعہ تعزیرات پاکستان ہے، جو تعزیرات ہند کی متعلقہ دفعات کے تاریخی پس منظر اور تعزیراتِ پاکستان میں ان دفعات کے ارتقائی سفر کے ساتھ ساتھ مرزائی قوم سے متعلقہ آئینی اور قانونی دفعات اور عدلیہ کے فیصلہ جات پر مشتمل ہے۔ فصل سوم میں سزائے ارتداد سے متعلقہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا ناقدانہ مطالعہ کیا گیا ہے اور ایک ہی موضوع پر دو مختلف سفارشات کا داخلی تضاد واضح کر کے اسمبلی پر زور دیا گیا ہے کہ مذکورہ سفارشات کو قانونی جامہ پہنانے کی اشد ضرورت ہے۔

باب پنجم کا عنوان سزائے ارتداد اور معاصر افکار ہے۔ باب ہذا کی چار فصول میں سزائے ارتداد پر قرآن حکیم، احادیث نبویہ اور اجماع امت سے متعلقہ شکوک وشبہات کا جواب دیا گیا ہے اور عقل ومنطق کے پیش کردہ اشکالات بھی زیر بحث آئے ہیں!

مقالہ ہذا کے پانچ ابواب اور بیس فصول کے ماحاصل اہم نکات درج ذیل ہیں:

☆..... اسلام چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کرنا ارتداد کہلاتا ہے۔ اسلام کی رو سے دیگر کسی مذہب کو چھوڑنا ارتداد نہیں ہوگا۔

☆..... اسلام کے فوجداری قانون کی رو سے ارتداد ایک جرم ہے، جس پر دنیا میں موت کی سزا مقرر ہے۔

☆..... جرم ارتداد پر سزائے موت قرآن حکیم، سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

☆..... چند آیات مبارکہ اپنی نصوص کے اشارہ، دلالہ اور اقتضاء سے جرم ارتداد پر سزا بیان کرتی ہیں۔

☆..... متعدد صحیح اور حسن درجے کی احادیث نبویہ سے بھی سزائے ارتداد ثابت ہوتی ہے۔

☆..... حضرات خلفائے راشدین کا طرز فکر وعمل بھی سزائے ارتداد پر دال ہے۔

☆..... انیسویں صدی سے قبل اسلامی تاریخ کے ہر عہد میں سزائے ارتداد پر امت اسلامیہ کا اجماع رہا ہے۔

☆..... سزائے ارتداد کی بابت پہلی بار ۱۸۴۴ء میں برطانوی سفیر نے سلطنت عثمانیہ میں آزادی ضمیر کے نام پر اختلاف کا آغاز کیا تھا۔

☆..... سزائے ارتداد کے انکار پر مبنی ذہن ترکی سے مصر اور مصر سے ہندوستان اور ہندوستان سے پاکستان آیا ہے۔

☆..... سزائے ارتداد سمیت جملہ حدود وتعزیرات کا نفاذ حاکم وقت کا کام ہے اور کسی شخص کو ذاتی حیثیت میں اسے روبہ عمل لانے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

☆..... ارتداد کے اثبات جرم اور اس پر اجرائے سزا کے باب میں شہادت اور اس کے متعلقات کا معروف طریقہ کار اختیار کیا جائے گا۔

☆..... مرتد کے شکوک وشبہات کا ازالہ کرنا، اسے ناصحانہ اور حکیمانہ انداز میں سمجھانا، اس پر دلائل سے حجت تمام کرنا اور اسے توبہ کی مہلت دینا عدلیہ کا صوابدیدی اختیار ہے۔

☆..... ارتداد کے اسباب ومظاہر کو موجب اعتقادی، موجب قولی اور موجب فعلی میں تقسیم کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆..... صحت ارتداد کی شرائط کو بلوغت، عقل اور اختیار کے نام سے بیان کیا گیا ہے اور اس کے موانع میں عدم بلوغت، فتور عقل اور اکراہ کو شامل کیا گیا ہے۔

☆..... جرم ارتداد سے نکاح اور اس کے متعلقات متاثر ہوتے ہیں چنانچہ مرتد کی اولاد اور ازواج پر اس کے اثرات ونتائج مرتب ہوں گے۔

☆..... ارتدادی عمل سے مرتد کے جملہ عقود ومعاہدات اور اعمال وعبادات بھی متاثر ہوتے ہیں اور ان کا شرعی حکم بدل جاتا ہے۔

☆..... اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی سفارشات میں جرم ارتداد اور اس کی سزائے موت پر مبنی مسودہ قانون حکومت کو پیش کیا ہے۔

☆..... اقوام متحدہ کا منشور برائے انسانی حقوق اپنے آرٹیکل ۱۸ کی رو سے آزادی مذہب کے باب میں رطب و یابس کا مجموعہ ہے۔

☆..... بائبل کے عہد نامہ قدیم کی رو سے جرم ارتداد پر موت کی سزا مقرر ہے۔

☆..... ۱۸۲۵ء سے قبل برطانیہ کے کامن لاء میں بلاس فیمی پر سزائے موت مقرر تھی جسے عمر قید میں بدل دیا گیا۔

☆..... جدید ریاستی قوانین کے مطابق انڈیا، نیپال، بھوٹان، میانمار اور یونان میں آج بھی ارتداد قانوناً ممنوع ہے۔

☆..... غیر مسلم ممالک میں توہین مذہب اور اہانت رسول کو جرم قرار دیا گیا ہے اور اس پر مختلف سزائیں مقرر ہیں۔

☆..... پاکستان میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو آئینی ترمیم دفعہ ۲۶۰ (۳) اے، بی کے تحت قادیانی کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

☆..... مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ سی کے تحت جرم توہین رسالت پر موت کی سزا مقرر ہے۔

☆..... رابطہ عالم اسلامی نے اپنی کانفرنس ۱۹۸۵ء میں قادیانیوں کو متفقہ طور پر مرتد قرار دیا۔

☆..... سزائے ارتداد پر قرآن، حدیث اور اجماع سے متعلقہ شبہات دراصل نصوص شرع اور مزاج اسلام سے لاعلمی اور عدم آگہی کا شاخسانہ ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نتائج تحقیق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نتائج تحقیق

☆..... تحقیق کے ابتدائی خاکہ میں یہ بنیادی سوال پیش کیا گیا تھا کہ جرم ارتداد کی سزائے موت پر کیا، اسلامی تاریخ کے تمام فقہی مذاہب اور جملہ فقہائے امت کا اجماع ہے؟ مذکورہ بنیادی سوال کا جواب اثبات میں ہے کہ جرم ارتداد کی سزائے موت پر تمام مکاتب فکر اور جملہ فقہائے امت کا اجماع پایا جاتا ہے۔

☆..... بنیادی سوال کی رو سے یہ فرض کیا گیا تھا کہ اسلامی تاریخ میں جرم ارتداد کی سزائے موت پر تمام فقہی مذاہب اور فقہائے امت کا اجماع ہے۔

☆..... یہ بھی فرض کیا گیا تھا کہ اسلامی تاریخ میں جرم ارتداد کی سزائے موت پر فقہی مذاہب اور فقہائے امت کے مابین اختلاف ہے۔

☆..... یہ بھی فرض کیا گیا تھا کہ ہماری جدید دنیا کے معاصر افکار وقوانین جرم ارتداد کی سزائے موت پر فقہی مذاہب سے متفق ہیں۔

☆..... یہ بھی فرض کیا گیا تھا کہ ہماری جدید دنیا کے معاصر افکار وقوانین جرم ارتداد کی سزائے موت پر فقہی مذاہب سے مختلف ہیں۔

☆..... تحقیقی عمل کے نتیجہ میں فرضیہ تحقیق کا یہ جواب سامنے آیا ہے کہ اسلامی تاریخ میں جرم ارتداد کی سزائے موت پر تمام فقہی مذاہب اور فقہائے امت کا اجماع ہے اور ہماری جدید دنیا کے معاصر افکار وقوانین جرم ارتداد کی سزائے موت پر فقہی مذاہب سے مختلف ہیں گویا پہلا اور چوتھا فرضیہ تحقیق ثابت ہوا ہے جبکہ دوسرا اور تیسرا فرضیہ تحقیق ثابت نہیں ہوسکا ہے۔

☆..... فقہی مذاہب کے نزدیک جرم ارتداد کی سزا بہر حال موت تھی جبکہ دوسری جانب معاصر اسلامی فکر میں ارتداد کو آزادی مذہب کے نام پر جواز فراہم کیا جاتا ہے۔ مقالہ نگار کے نزدیک جدید دنیا اور اسلامی روح کے پیش نظر، ارتداد کے باب میں فقہی مذاہب کو اور معاصر افکار کے مذکورہ موقف دراصل انتہائی رویے ہیں اور حالات کے مطابق قدیم و جدید تصورات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

☆..... اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سزائے ارتداد پر فقہائے کرام کا موقف برحق تھا تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فقہائے امت کا یہ موقف اس عہد کا ہے جب اسلام ایک ریاستی دستور کی حیثیت سے نافذ تھا اور ارتداد کا مطلب، اسلام ترک کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی نظم واجتماعی اور اسلامی دستور ملکی سے بغاوت کے مترادف تھا جس کی سزا بہر حال موت تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆..... آج کی جدید دنیا کے مہذب ملکوں میں آئین اور دستور سے بغاوت پر موت ہی کی سزا مقرر ہے چنانچہ آج بھی جن اسلامی ممالک میں ریاست کا قانونی دستور اسلام ہے، ان میں ارتداد کا معنی دین اسلام اور نظم ریاست سے بغاوت ہوگا اور وہ ممالک ارتداد کے جرم پر سزائے موت دینے میں حق بجانب ہوں گے اور ان پر دنیا کے کسی ملک کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

☆..... وہ مسلم ریاستیں جن میں اسلام کو آئینی اور دستوری حیثیت میں عملاً نافذ نہیں کیا گیا، ان میں مرتد کے احوال کو دیکھتے ہوئے سزا سنانا حاکم وقت کا صوابدیدی اختیار ہے ارتداد کے شروط وموانع سے متعلق فقہائے کرام کی فراہم کردہ تفصیلات کا خلاصہ یہی ہے کہ ارتداد کی سزا بہر صورت تعزیر ہے، حد نہیں ہے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفارشات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفارشات

..... ﴾ قرآن وسنت کو عملاً ریاست کا آئین بنایا جائے اور اسلام کو عملاً ملکی نظام کا درجہ دیا جائے اور اس سے انکار کو ملکی آئین اور ریاستی دستور سے بغاوت قرار دیا جائے۔

..... ﴾ عقیدہ وعمل کے باب میں صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ اور آئمہ دین جیسے اسلاف کے اجماعی فہم اور مجموعی فکر سے تمسک کیا جائے۔

..... ﴾ آزادی اظہار اور اختیار مذہب کے نام پر جو لوگ ارتداد کو جواز فراہم کرتے اور ارتدادی عمل کو اسلام سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے افکار کی معاشرتی اور ملکی سطح پر حوصلہ شکنی کی جائے۔

..... ﴾ تمام مکاتب فکر سے وابستہ راسخ اور سنجیدہ علمائے کرام حدود وتعزیرات پر مبنی ایک فتویٰ/ اعلامیہ جاری کریں، جس میں جرم ارتداد اور اس کی شناعت کو نمایاں حیثیت میں اجاگر کیا جائے۔

..... ﴾ مختلف تربیتی ورکشاپس اور خصوصی لیکچرز کے ذریعہ نسل نو کو اسلام کے بنیادی تقاضوں سے روشناس کروایا جائے اور انہیں دشمنان اسلام کی خفیہ حرکات سے آگہی فراہم کی جائے۔

..... ﴾ نوجوانوں، عورتوں اور غریبوں میں ارتدادی عمل کے لیے کوشاں غیر ملکی این جی اوز کو ملک میں فوری طور پر بلیک لسٹ کیا جائے۔

..... ﴾ اعلیٰ عدلیہ اور حساس اداروں کی مدد سے سوشل میڈیا پر سرگرم الحادی گروپس اور فکری ارتداد پر مبنی پوسٹس کو بین کیا جائے اور تعزیرات پاکستان کی متعلقہ دفعات کو مذکورہ گروہوں کے خلاف روبہ عمل لایا جائے۔

..... ﴾ مذہبی معاملات میں حد درجہ حساسیت اور جذباتیت کو اعتدال پر لانے کے لیے اساتذہ کرام اور علمائے عظام کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے دائرہ کار اور حلقہ اثر میں کام کریں تاکہ عدم برداشت کا خاتمہ ہو۔

..... ﴾ ریاستی سطح پر قبول اسلام کیلئے ضابطہ اخلاق طے کیا جائے اور جذبات کی رو میں بہہ کر، محبت اور شادی کے نام پر کسی غیر مسلم کے مسلمان بننے کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

..... ﴾ ریاستی سطح پر نومسلمین کو اسلامی عقائد اور اخلاق کی تعلیم وتربیت دینے کا مناسب بندوبست کیا جائے تاکہ وہ اسلام کی اہمیت اور اس کے تقاضوں سے کما حقہ واقف ہوسکیں۔

..... ﴾ سزائے ارتداد کے باب میں اسلامی نظریاتی کونسل کے تیار کردہ مسودہ قانون کو آئین وقانون کا حصہ بنا کر روبہ عمل لایا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

..... تحقیقی مقالات ومباحث میں متجد دین کے باطل افکار اور شاذ آراء کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جائے اور اس کے نتائج کو اخبار ورسائل کے ذریعے عوامی سطح پر مشتہر کیا جائے۔

..... ارتداد اور توہین مذہب کے واقعات کو تھانے میں رپورٹ کیا جائے اور اس کا فیصلہ مجاز عدالت پر چھوڑ دیا جائے اور عدالت، ہمہ قسم کے دباؤ کو پس پشت ڈال کر غیر جانبدارانہ فیصلہ سنائے۔

..... ارتداد کے باب میں مشتعل ہو کر جو لوگ قانون کو ہاتھ میں لیں، ان کے خلاف قانون حرکت میں لایا جائے اور انہیں قانون ہاتھ میں لینے پر قرار واقعی سزا دی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشاریہ جات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشاریہ قرآنی آیات

آیت	سورۃ	صفحہ
لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْتَّبَيَّنَ الرُّشْدُمِنَ الْغَيِّ	البقرة	۱۶۰،۳۷،۳۶
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا	البقرة	۵۹
وَ لَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ	البقرة	۴۹
وَ مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ	البقرة	۲۰۹،۱۴۷،۱۴۳
اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ	اٰل عمران	۶۵
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ	اٰل عمران	۴۷
كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ	اٰل عمران	۲۵
وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ	اٰل عمران	۲۵۷
يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ	اٰل عمران	۶۱
الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا	النسآء	۲۱۱
اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا	النسآء	۵۶،۴۷،۱۴
رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ	النسآء	۲۵۹
فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَاشَجَرَ بَيْنَهُمْ	النسآء	۲۰
وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى	النسآء	۹۱
وَ لَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ	النسآء	۵۹
اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ	المائده	۲۳۵،۱۱
وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ	المائده	۲۱۴
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ	المائده	۵۲
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ	الانعام	۲۱۶
قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْلَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ	الانفال	۲۵
اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ	التوبة	۲۰
فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ	النحل	۲۱۱
مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ	النحل	۲۰۸
وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا	النحل	۵
وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ	الكهف	۲۱۳
يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا	النور	۲۷
كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ	القصص	۱۷
اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا	حٰمٓ سجده	۷
الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ	الفتح	۲۱۸
قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ	الفتح	۲۳۹
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ	الرحمن	۱۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشاریہ احادیث نبویہ ﷺ

أتشهدان أنى رسول الله ؟..... ۷۰
أتى على رضى اللّٰه عنه، بزنادقة فأحرقهم..... ۶۳
أسرى بالنبى صلى اللّٰه عليه وسلم الى بيت المقدس ۷۴
أما كان فيكم رجل رشيد يقوم الى هذا ۷۲
إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَنْ ثَلاثٍ..... ۳۵
اتى على ابن ابى طالب بشيخ كان نصرانيا فاسلم..... ۸۸
اخذ ابن مسعود قوما ارتدوا عن الاسلام من اهل العراق ۸۶
اذا قتل المرتد ورثه ولده..... ۹۲
اعلمهم بالحلال و الحرام معاذ..... ۶۹
امرت ان اقاتل الناس ۲۱
ان عاد و فعد..... ۳۵
ان امراة ارتدت يوم احد..... ۷۶
ان امراة ام رومان ارتدت..... ۷۵
ان رجلا يبدل بالكفر بعد الايمان ۸۰
ان عليا استتاب رجلا كفر بعد اسلامه ۸۹
انما الاعمال بالنيات وانما لكل امرى ما نوى ۱۸۹
انه قد سن لكم معاذ هكذا فاصنعوا..... ۶۹
انه كفر انسان بعد ايمانه ۸۶
ايما رجل ارتد عن الاسلام فادعه ۷۳
بعثنى ابو موسى بفتح تستر الى عمر رضى الله عنه ۷۹
التارک من الدين التارک للجماعة..... ۲۳۵
خذوا القرآن من اربعة..... ۶۹
خرجت أسقى فرسا لى فى السحر ۸۴
رجل يخرج من الاسلام يحارب الله عزوجل و رسوله..... ۲۳۵
رفع القلم عن ثلاث..... ۲۹
صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي..... ۲۳۳
عليكم بسنتى و سنة خلفاء الراشدين المهديين..... ۷۷، ۹۰
فاذا رجل عنده موثق ..... ۸۳، ۹۳
فأزله الشيطان، فلحق بالكفار..... ۷۱
فوجد الرسول عمر فى حائط ۸۲
قدم على ابى موسىٰ الاشعرى معاذ بن جبل ۸۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کتب عمر بن عبدالعزیز فی میراث المرتد..... ۱۱۹

کنت فی الجیش الذین بعثهم علی ابن ابی طالب..... ۱۱۲

لا تجتمع امتی علی الضلالة..... ۹۱

لا تقتله، فان قتلته، فانه بمنزلتک قبل ان تقتله..... ۴۶

لا یحل دم امری مسلم..... ۶۵، ۶۷

لن نستعمل علی عملنا من اراده..... ۶۸

لَا یَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَیْنِ شَتَّی..... ۱۲۰

لَا یَرِثُ الْمُسْلِمُ الْکَافِرَ، وَلَا یَرِثُ الْکَافِرُ الْمُسْلِمَ..... ۱۱۵

لَا یَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ..... ۲۴، ۲۵، ۸۵

معاذ ابن جبل امام العلماء یوم القیمة برتوة..... ۶۹

من غیر دینه فاضربوا عنقه..... ۶۴، ۲۲۵

من قال لاخیه یا کافرفقد باء به احدهما..... ۴۰

مَا تَرَکْتُ حَتّی سَبَبْتُکَ وَ ذَکَرْتُ اٰلِهَتَهُمْ بِخَیْر..... ۶۰

مَنْ بَدَّلَ دِینَهُ فَاقْتُلُوهُ..... ۴۷، ۶۳، ۹۲، ۲۲۵، ۲۳۴

مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِینٍ بِمِلَّةٍ غَیْرِ الْإِسْلَامِ..... ۲۶

مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ: إِنِّی بَرِیءٌ مِنَ الْإِسْلَامِ..... ۶۶

و کان ابو بکر رضی اللّٰه عنه، و کفر من کفر من العرب..... ۷۷

والعمل علی هذا عند أهل العلم فی المرتد..... ۹۷

ومن اسآء فی الاسلام اخذ بالاول والآخر..... ۵۶

هل کان فیکم من مغربة خبر؟..... ۱۳

یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب..... ۲۳۳

یرد علی الحوض فی یوم القیمة رهط من اصحابی..... ۶۲، ۷۳

یستتاب المرتد ثلاثاً..... ۹۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادرومراجع

☆..... ازدی،ابن درید، محمد بن حسن،ابو بکر، جمهرة اللغة، الطبعة الاولی، المکتبة الشاملة، الاصدار الثالث

☆..... ابراهیم مصطفی و آخرین، المعجم الوسیط، مجمع اللغة العربیة بالقاهرة، الطبعة الثالثه ، ۱۹۷۵ء

☆..... ابن ابی زید، النوادر والزیادات،احکام اهل الملل والردة والزنادقة، دار الکتب العلمیه بیروت، لبنان، ۱۴۱۴ھ

☆..... ابن ابی شیبه، عبدالله بن محمد بن ابراهیم، ابوبکر، مصنف ابن ابی شیبه، مکتبة الرشد، الریاض، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۰۹ھ

☆..... ابن ابی شیبه،عبدالله بن محمد، المصنف، مکتبة الرشد، ریاض، ۱۴۰۹ھ

☆..... ابن الاثیر، عز الدین، ابو الحسن، الکامل فی التاریخ، دار صادر، بیروت، ۱۹۶۵ء

☆..... ابن الملقن، عمر بن علی، تحفة المحتاج بشرح المنهاج، دارالبشائر، دمشق، ۱۹۹۱ء

☆..... ابن تیمیه، احمد بن عبدالحلیم، تقی الدین، ابو العباس، الصارم المسلول مترجم، ناشر مکتبه قدوسیه لاهور

☆..... ابن تیمیه، احمد بن عبدالحلیم، تقی الدین، ابو العباس، مجموع الفتاویٰ، دارالوفا، الطبعة الثالثه، ۱۳۲۹ھ

☆..... ابن تیمیه، تقی الدین، ابو العباس احمد بن عبدالحلیم، الاختیارات العلمیة فی اختیارات ،(المخطوط)،دارالکتب المصریة،رقم: ۴۶

☆..... ابن تیمیه، تقی الدین، ابو العباس احمد بن عبدالحلیم، الصارم المسلول علی شاتم الرسول، الطبعة الاولی

☆..... ابن تیمیه، مجد الدین، ابو البرکان، عبدالسلام بن عبدالله، المحرر، دار الکتب المصریة، س.ن

☆..... ابن حجر، ابو العباس، احمد بن محمد بن علی، الهیثمی، الاعلام بقواطع الاسلام، ۱۹۵۱ء

☆..... ابن حجر، شهاب الدین، ابوالفضل، عسقلانی، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر، تعلیق، سید عبدالله هاشم، الیمانی بالمدینة المنورة ، ۱۳۸۴ھ

☆..... ابن حجر،احمد بن علی، عسقلانی، فتح الباری،دارالنشر، دارالمعرفة، بیروت، لبنان

☆..... ابن حزم، ابو محمد، علی بن احمد بن سعید ،المحلی، دار الآفاق، الجدیدة، بیروت، س .ن

☆..... ابن حزم، علی بن احمد، اندلسی، المحلی، دار الفکر، الفقه العام، بیروت، ۱۴۰۳ھ

☆..... ابن حزم،علی بن احمد، ابو محمد، المحلی، بیروت، المکتب التجاری للطباعة والنشر، ۱۹۶۹ء

☆..... ابن رشد، قرطبی، ابو الولید،محمد بن احمد، بدایة المجتهدو نهایة المقتصد،مکتبه مصطفی البابی، مصر،۱۳۹۵ھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆..... ابن سعد، محمد، الطبقات الكبرىٰ، مطبعة بريل ليڈن، ۱۳۲۲ھ

☆..... ابن صباغ، ابو نصر، عبدا لسيد بن محمد عبدالواحد، الشامل، (المخطوط)،دارالكتب المصرية، رقم: ۱۳۹

☆..... ابن عاشور، العلامة، التحرير والتنوير، دار سحنون للنشر والتوزيع، تونس

☆..... ابن عاشور، محمد طاهر،التحرير و التنوير، مكتبة العلوم والحكم، الموصل،عراق

☆..... ابن عبدالبر، يوسف بن عبدالله، التمهيدلما فى ماطا من المعانى والاسانية، دارالاحياء التراث العربى، بيروت، لبنان، ۲۰۰۰ء

☆..... ابن عبدالبر،يوسف بن عبدالله بن محمد،القرطبى، المالكى، جامع بيان العلم و فضله، دار الكتب العلمية، بيروت، ۱۴۹۸ھ

☆..... ابن عطية، عبدالحق، العلامة، المحرر الوجيز، فى تفسير كتاب العزيز، وزارة الاوقاف و الشؤون الاسلامية بالمملكة المغربية

☆..... ابن قدامه، المقدسى،موفق الدين، المغنى مع شرح الكبير، مطبعة المنار، مصر۱۳۴۸ھ

☆..... ابن قدامه، موفق الدين، الكافى،منشورات، المكتب الاسلامى، دمشق

☆..... ابن كثير، عمادالدين، ابوالوفاء اسماعيل،تفسير القرآن العظيم، مكتبه اسلاميه، اردو بازار لاهور،۲۰۱۳ء

☆..... ابن ماجه،محمد بن يزيد القزوينى ، سنن، ناشر دار السلام والنشر والتوزيع رياض، السعوديه، طبع الثالثه، ۲۰۰۰ء

☆..... ابن مفلح، شمس الدين، ابو عبدالله، محمد بن مفلح، الفروع، (المخطوط)،دارالكتب المصرية

☆..... ابن منذر، الاشراف على مذاهب اهل العلم ، تحقيق محمد نجيب سراج الدين، مكتبه الثقافة، الدوحه،قطر

☆..... ابن منظور، جمال الدين، ابو الفضل، محمد بن مكرم ،الافريقى، لسان العرب، دار المعارف القاهره، س.ن

☆..... ابو حاتم، محمد ابن حبان، صحيح ابن حبان، مؤسسة الرسالة، بيروت

☆..... ابو نعيم، احمد بن عبدالله، الاصبهانى ،حلية الأولياء، مطبعة السعادة ،بيروت، ۱۳۹۴ھ

☆..... ابوداود، سليمان بن اشعث، سنن، ناشر دار السلام والنشر والتوزيع رياض، السعوديه، طبع الثالثه، ۲۰۰۰ء

☆..... ابى يعلى الموصلى،احمد بن على بن المثنى التميمى ،مسند ، دار المامون للتراث، بيروت، الطبعة الاولى۱۴۰۴ھ

☆..... احمد بن حنبل ، المسند، بيت الافكار الدولية ، دارالفكر ، بيروت، س ن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆..... احمد بن حنبل، امام، العلل و معرفة الرجال، دار الخانی ،الریاض، الطبعة الثانیة، ۱۴۲۲ھ

☆..... احمد بن قاسم یمانی، تاج المذهب لاحکام المذهب، داراحیاء الکتب، س.ن

☆..... اطنیش،محمد بن یوسف ، النیل وشفاء العلیل، مکتبة الارشاد، جدة،۱۹۸۵ء

☆..... اقوام متحدہ کے متعلق بنیادی حقائق، مطبوعہ دفتر اطلاعات عامہ، اقوام متحدہ ، اسلام آباد، ۱۹۷۳ء

☆..... البانی، محمد ناصر الدین، العلامة، السلسلة الصحیحة، مکتبه المعارف، الریاض

☆..... البانی، محمد ناصر الدین، العلامة،سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة و اثرها السئی فی الامة، دارالمعارف، الریاض، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۱۲ھ

☆..... امینی،محمد تقی ،مولانا، احکام شرعیه میں حالات و زمانه کی رعایت، سنده ساگر اکادمی، لاهور، ۱۹۶۹ء

☆..... انجیل مقدس، گڈنز انٹرنیشنل، پاکستان، پاکستان بائبل سوسائٹی ، انارکلی، لاهور، ۲۰۰۹ء

☆..... اندلسی، عبدالحق بن عطیه،المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، وزارة الأوقاف والشؤون الاسلامیة، بالمملکة المغربیة

☆..... انصاری،جاوید اکبر ، جریده ۲۹، شعبه تالیف و ترجمه ،کراچی یونیورسٹی،

☆..... آلوسی، شهاب الدین، سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی، دار القومیة قاهره، س.ن

☆..... آلوسی، شهاب الدین، محمود، روح المعانی،مکتبه امدادیه، ملتان، مغربی پاکستان، س.ن

☆..... بخاری، عبدالعزیز بن احمد، علائو الدین، الحنفی، کشف الاسرار، دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۱۸ھ

☆..... بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبدالله، الامام، الجامع الصحیح المختصر المسندمن حدیث رسول الله و سننه و ایامه المعروف بصحیح البخاری،دار ابن کثیر، الیمامة، بیروت، الطبعة الثالثه، ۱۳۰۷ھ

☆..... بدر الدین، محمود بن اسرائیل، لطائف الاشارات، دار الکتب المصریه،س.ن

☆..... بدر الرشید،شرح رسالة فی الفاظ المکفرة، دار الکتب المصریه، رقم: ۱۶۷۶ بخط المصنف، ۱۹۹۹ء

☆..... بلاذری، احمد بن یحییٰ، انساب الاشراف،تحقیق محمد حمید الله، دارالمعارف، القاهرة، ۱۹۹۱ء

☆..... بنیادی حقوق ، محمد صلاح الدین: ۴۵ ،اداره ترجمان القرآن، لاهور، ۱۹۷۸ء

☆..... بهوتی، منصوربن یونس، کشاف القناع عن متن الاقناع، المطبعة الشرقیة ، القاهره،س. ن

☆..... بیهقی، ابو بکر احمد بن حسین، حافظ، السنن الکبریٰ، مطبع مجلس دائرة المعارف العثمانیه، حیدر آباد دکن، هند، ۱۳۵۴ھ

☆..... بیهقی، احمد بن الحسین، ابو بکر، الامام، السنن الکبریٰ، دار الباز، مکة المکرمة، ۱۳۱۲ھ

☆..... پانی پتی، ثناء الله،قاری، تفسیر مظهری، سعید کمپنی ،پاکستان چوک، کراچی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆..... پرویز ، غلام احمد، مطالب الفرقان، اداره طلوع اسلام، گلبرگ لاهور، ۱۹۸۵ء

☆..... پرویز، غلام احمد، دو اهم مسائل؛ قتل مرتد اور غلام لونڈیاں، میزان پبلیکیشنز لمیٹڈ، شاہ عالم سٹریٹ، لاهور، ۱۹۶۲ء

☆..... ترمذی، محمد بن عیسیٰ ، الامام، الجامع الصحیح المعروف بسنن الترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س.ن

☆..... تفسیر در منثور، مترجم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاهور

☆..... تقی الدین ، ابو بکر، محمد بن محمد، کفایة الاخبار فی حل غایة الاختصار،مکتبه عیسیٰ البابی، مصر،س.ن

☆..... تقی عثمانی، مفتی محمد ، اسلام اور سیاسی نظریات، مکتبه معارف القرآن ، کراچی، ۲۰۱۰ء

☆..... ثمرقندی، علاء الدین، تحفة الفقهاء، جامعة دمشق، الطبعة الاولی، ۱۳۷۹ھ

☆..... جزائری، ابو بکرجابر، ایسر التفاسیر لکلام العلی الکبیر، مکتبه العلوم والحکم، المدینة المنورة، السعودیة،الطبعة الاولیٰ، ۱۴۲۳ھ

☆..... جصاص، ابو بکراحمد بن علی، احکام القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۳ء

☆..... جعفر شیخ، ادریس، الاسلام لعصرنا، المنتدی الاسلامی، مطابع اضواء البیان، الطبعة الاولیٰ ، ۱۴۲۲/۲۰۰۲ء ، الریاض، السعودیة

☆..... جوزی، محمد بن ابی بکر، ابن القیم، اعلام الموقعین عن رب العالمین، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۱۴۱۱ھ

☆..... جوزی، محمد بن ابی بکر، ابن القیم، الصواعق المرسلة علی الجهمیة والمعطلة، دار العاصیة، الریاض، السعودیه، ۱۹۹۸ء

☆..... جوزی، محمد بن ابی بکر،ابن القیم، زاد المعاد فی بدی خیرالعباد،مکتبة المنار الاسلامیة، الکویت، الطبعة الثانیة، ۱۴۰۵ھ

☆..... جوهری، اسماعیل بن حماد،ابو نصر،الصحاح، دار الکتاب العربی، مصر، س ن

☆..... حاطب، محمد بن عبدالرحمن، مواهب الجلیل شرح مختصر الخلیل، دار عالم الکتب، ۱۳۲۳ھ

☆..... حصنی، تقی الدین، محمد بن محمد، ابو بکر، الحسینی، کفایة الاخبار فی حل غایة الاختصار، مطبعة عیسیٰ البابی

☆..... حلی، نجم الدین جعفر، ابو القاسم، شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام، مرکز الرسول الاعظم، بیروت، ۱۹۹۸ء

☆..... شنقیطی، محمد امین،اضواء البیان فی التاج القرآن بالقرآن، دارالفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۱۵ھ

☆..... خبیب، کاظم، محمد، ارتداد؛ ماضی اور حال کے آئینے میں، دارالعروبه، المنصوره، لاهور، پاکستان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆..... خرشی، عبداللہ محمد، شرح الخرشی، المطبعة العامرة الشرقیة، مصر، ۱۳۱۶ھ

☆..... خرشی، محمد بن عبداللہ، شرح مختصر خلیل، المطبعة الامیریة، القاهرة، الطبعة الثانیة، ۱۳۱۷ھ

☆..... خلال، احمد بن محمد، ابو بکر، احکام اهل الملل من الجامع لمسائل لامام احمد بن حنبل، دار الکتب العلمیه، بیروت، لبنان

☆..... دستور اسلامی جمهوریه پاکستان: ۵، ترجمه شده ایڈیشن، جنوری ۲۰۱۵، قومی اسمبلی پاکستان

☆..... دستور اسلامی جمهوریه پاکستان، ترمیم شده ایڈیشن، جنوری ۲۰۱۵ء، قومی اسمبلی، حکومت پاکستان

☆..... دسوقی ،محمد عرفة، حاشیه الدسوقی مع الشرح الکبیر،تحقیق محمد عیش، دار الفکر بیروت،س.ن

☆..... دمشقی، ابن عبداللہ، محمد بن عبدالرحمن، رحمة الامة فی اختلاف الائمة، مکتبه البابی الحلبی، ۱۳۷۹ھ

☆..... دمشقی،ابن عابدین، محمد امین،رد المحتارعلی الدر المختار، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعة الاولیٰ، ۱۹۹۸ء

☆..... ڈھلوں، عرفان خالد، ڈاکٹر، علم اصول فقه ایک تعارف، شریعه اکیڈمی، اسلام آباد،۲۰۰۶ء

☆..... ذو المجدین، ابو القاسم، الانتصار لمسائل انفرادات الامامیة، محل نشر، نوبت چاپ

☆..... ذهبی، محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء، موسسة الرسالة ، بیروت، الطبعة الاولیٰ، ۱۹۸۳ء

☆..... رازی، فخر الدین محمد بن عمر، امام، التفسیر الکبیر، بهیة المصریة،۱۳۵۷ھ

☆..... راغب، اصفهانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دارالقلم دمشق

☆..... رحمانی، عبیداللہ، المبارکفوری، مرعاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، نامی پریس، لکھنؤ، انڈیا، س.ن

☆..... زبیدی، ابو الفیض، محب الدین، تاج العروس من جواهر القاموس،دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت لبنان

☆..... زیدان، عبدالکریم، الدکتور،الوجیز فی اصول الفقه، دارالکتب السلفیه، شیش محل روڈ، لاهور

☆..... سالانه رپورٹ ۸۲.۱۹۸۱ء، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان ، اسلام آباد

☆..... سالانه رپورٹ ۸۴.۱۹۸۳ء، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان ، اسلام آباد

☆..... سالانه رپورٹ ۰۸.۲۰۰۷ء، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان ، اسلام آباد

☆..... سامرائی، نعمان عبدالرزاق، الدکتور، احکام المرتدفی الشریعه الاسلامیة، دار العلوم للطباعة والنشر، الریاض،۱۴۰۳ھ

☆..... سبکی، تقی الدین، ابو الحسن، علی بن عبدالکافی، السیف المسلول علی من سب الرسول، (المخطوط)،دارالکتب المصریة، رقم: ۳۴۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆..... سرخسی، شمس الدین، العلامة، المبسوط، مطبعة السادات، القاهرة، ۱۳۲۴ھ

☆..... سعید بن منصور، ابو عثمان، سنن ، الدار السلفیه، الهند، ۱۹۸۲ء

☆..... سنو،عبد الروف، تطور الاتجاهات الاسلامیة فی الدولة العثمانیة،المنهاج، بیروت، الطبعة الرابعة،۱۹۹۶ء

☆..... سیاغی، شرف الدین، حسین بن احمد، الروض النضیرشرح مجموع الفقه الکبیر،مطبعة السعادة،الطبعة الاولی

☆..... شافعی، ابو عبدالله محمد بن ادریس، مسند ، دار الکتب العلمیة، بیروت ، لبنان، ۱۳۷۰ھ

☆..... شافعی، محمد ابن ادریس، ابو عبدالله، الأم، دارالمعرفة ، بیروت، ۱۳۹۳ھ

☆..... شافعی،محمد بن ادریس، الامام ، الرساله، المکتبة العلمیة، بیروت، لبنان، س.ن

☆..... شامی،عمربرکات، فیض الاله المالک فی حل الفاظ عمدة السالک و عودة الناسک، مطبعة مصطفی محمد، ۱۳۵۸ھ

☆..... شربینی، محمد بن الخطیب، مغنی المحتاج، در الفکر، بیروت،س.ن

☆..... شربینی،محمد الخطیب،الاقناع فی حل الفاظ ابی شجاع،دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ

☆..... شوکانی، محمد بن علی محمد، نیل الاوطارشرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخبار،مکتبه البابی الحلبی،الطبعه الثانیه

☆..... شوکانی، محمد بن علی، الامام، الدرر البهیئة، المکتبة العلمیة، مدرسة البنات، لاهور، س.ن

☆..... شوکانی، محمد بن علی، الامام، نیل الاوطار، دارالوفاء للطبعة النشر والتوزیع، جمهوریة مصر العربیة، الطبعة الرابعة، ۱۴۲۹ھ

☆..... شوکت عزیز صدیقی، جسٹس ، فیصله اسلام آباد هائی کورٹ ،اسلام آباد ، مورخه ۰۹.۰۳.۲۰۱۸

☆..... شهید، قطب، السید، فی ظلال القرآن، دارالشروق، القاهرة، الطبعة الحادی العشر، ۱۹۸۵ء

☆..... شیبانی، احمد بن محمد بن حنبل، ابو عبدالله، مسند احمد بن حنبل، مؤسسة قرطبه ، القاهرة

☆..... صدیقی، شوکت عزیز، جسٹس، ناموس رسالت؛ ایک اعلیٰ عدالتی فیصله؛ منشورات لاهور

☆..... صدیقی،نجات الله ، اسلام معاشیات اور ادب، اسلامک پبلی کیشنز، لاهور، ۱۹۶۸ء

☆..... صنعانی ، محمد بن اسماعیل،العدة علی احکام الاحکام شرح عمدة الاحکام، المطبعة السلفیه، ۱۳۷۹ھ

☆..... صنعانی، عبدالرزاق بن همام، مصنف عبدالرزاق، المکتب الاسلامی، بیروت، الطبعة الثانیة، ۱۴۰۳ھ

☆..... صنعانی، محمد بن اسماعیل، الامام، سبل السلام، جمعیة احیاء التراث الاسلامی، الکویت، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۱۸ھ

☆..... ضویان، ابراهیم بن محمد بن سالم، منار السبیل فی شرح الدلیل، ۱۳۷۸ھ

☆..... طارق، رحمت الله،قتل مرتد کی شرعی حیثیت ، اداره ادبیات اسلامیه، پاک گیٹ صرافه بازار ، ملتان،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۰۰۱ء

☆..... طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، ابو القاسم، المعجم الاوسط، دارالحرمین، القاهرة، ۱۴۱۵ھ

☆..... طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب، ابو القاسم، المعجم الکبیر، مکتبة العلوم والحکم، الموصل، عراق، الطبعة الثالثه، ۱۴۰۲ھ

☆..... طبرسی، ابو علی، فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، دار المرتضی، بیروت، ۲۰۰۶ء

☆..... طبرسی، مرزا حسین نوری، مستدرک الوسائل، منشورات، المکتبة الاسلامیة، طهران، ۱۳۸۲ھ

☆..... طبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، اختلاف الفقهاء، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۲۰ھ

☆..... طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، مطبعة الحسینیة المصریة، س.ن

☆..... طبری، محمد بن جریر،جامع البیان فی تاویل القرآن، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان

☆..... طحاوی، أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن عبد الملک ،شرح معانی الآثار، ناشر ، عالم الکتب، الطبعة الاولی، ۱۴۱۴ھ

☆..... طوسی، ابو علی ، فضل بن حسن،الخلاف،ناشر، مؤسسة النشر الاسلامی، س ن

☆..... عاملی، محمد جواد ، الحسینی، مفتاح الکرامة فی شرح قواعد العلامة،د.ن القاهرة، الطبعة الاولیٰ، ۱۳۲۶ھ

☆..... عاملی، محمد جواد ، الحسینی، وسائل الشیعة الی تحصیل مسائل الشرعیة، موسسة آل البیت، احیاء التراث،بیروت، ۱۹۹۳ء

☆..... عباسی،منظور احسن، جرم ارتداد اور اس کی اسلامی سزا، اسلامی مشن، سنت نگر لاهور، ۱۹۷۴ء

☆..... عبدالله بن مفتاح، شرح الازهار المنتزع من الغیث المدلار المفتح لکمائهم الازهارفی فقه ائمة الاطهار، مطبعة حجازی،س. ن

☆..... عبدری، ابو عبدالله، محمد بن یوسف،التاج والاکیل مع مواهب الجلیل، دار الفکر بیروت، الطبعة الثانیه، ۱۳۹۸ھ

☆..... عثمان علی حسن، الدکتور ، الحریة الدینة و عقوبة الردة؛ مناقشات و رود، مکتبة المهتدین الاسلامیة لمقارنة الادیان، قطر،س.ن

☆..... عثمانی، شبیر احمد، مولانا،تفسیر عثمانی، تاج کمپنی، لمیٹڈ، لاهور،س.ن

☆..... عظیم آبادی، محمد شمس الحق، العلامة، عون المعبود، دارالکتب العلمیة، بیروت، س.ن

☆..... علوانی، طه جابر،لا اکراه فی الدین، مکتبه الشروق الدولیة، القاهرة، الطبعة الثانیة، نومبر ۲۰۰۶ء

☆..... علی بن عمربن احمد، الدار قطنی ،سنن ، دار الکتب العلمیه، بیروت،بیروت ، لبنان، ۱۳۷۰ھ

☆..... علیش، محمد بن احمد، منح الجلیل علی مختصر الشیخ الخلیل، المطبعة الامیریة القاهرة، ۱۲۹۴ھ

☆..... عمراوی، الشیخ محمد، العلامة، حکم الردة بین النص الشرعی والاجتهاد العصری، دار الفتح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

للدراسات والنشر، عمان، اردن، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۳۹ھ

☆..... عینی، بدر الدین محمود بن احمد، عمدة القاری شرح شرح صحیح البخاری، المطبعة المنیریة مصر، س.ن

☆..... غامدی، جاوید احمد، میزان،المورد، ۵۱.کے ماڈل ٹائون لاهور، طبع سوم ، ۲۰۰۸ء

☆..... غامدی،جاوید احمد، برهان،المورد، ۵۱.کے، ماڈل ٹائون، لاهور

☆..... غزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، المستصفیٰ فی علم الاصول، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۱۴۱۲ھ

☆..... فاسی، ابن القطان، الاقناع فی مسائل الاجماع، تحقیق، الدکتور فاروق حمادة، دارالقلم ، دمشق

☆..... فتاوی السبکی،تقی الدین، ابی الحسن علی، مکتبة القدسی، القاهره،۱۳۵۵ھ

☆..... فیروز آبادی، ابراهیم بن علی بن یوسف، المهذب، مطبعه عیسیٰ البابی الحلبی،مصر، س .ن

☆..... قادری، محمد طاهر، علامه، اسلام میں انسانی حقوق، منهاج القرآن پبلیکیشنز، لاهور، اشاعت نهم، ۲۰۱۷ء

☆..... قادیانیوں کے مکمل بائیکاٹ پر متفقه فتویٰ، ناشر مرکز سراجیه، غالب مارکیٹ، لاهور، طبع نومبر ۲۰۱۱ء

☆..... قاری، ملا علی، مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، دار الکتب العلمیه، ۱۴۲۲ھ

☆..... قاسمی، جمال الدین، محمد ، محاسن التاویل، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، ۱۹۵۷ء

☆..... قاضی، ابن العربی، القبس فی شرح مؤطا مالک بن انس، تحقیق محمد عبدالله ولد کریم، دارالغرب الاسلامی

☆..... قاضی، ابن العربی، المسالک فی شرح مؤطا مالک، تحقیق محمد السلیمانی، عائشة السلیمانی، دارالغرب الاسلامی

☆..... قاضی، اکمال المعلم بفوائد المسلم، مطبعه دار الوفاء

☆..... قاضی، اکمال المعلم بفوائد المسلم،تحقیق یحییٰ اسماعیل، دارالوفاء

☆..... قاضی، یعقوب بن ابراهیم، ابو یوسف، کتاب الخراج، دارالمعرفة، بیروت، لبنان، ۱۳۹۹ھ

☆..... قاضی، یعقوب بن ابراهیم، ابو یوسف،کتاب الخراج، المطبعة السلفیه و مکتبها، مصر، الطبعة السادسة، ۱۳۹۷ھ

☆..... قرافی، احمد بن ادریس، شهاب الدین، شرح تنقیح الفصول فی اختصارالمحصول فی الاصول، دارالفکر بیروت، ۱۴۲۴ھ

☆..... قرافی، الامام، الذخیرة، تحقیق ، الدکتور محمد بوخبزة، دارالغرب الاسلامی

☆..... قرضاوی، یوسف، الدکتور ، جریمة الردة و عقوبة المرتد،(مترجم عبدالحمید صدیقی)، البدر پبلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیشنز، لاهور، ۱۹۷۸ء

☆..... قرطبی، ابن رشد، محمد بن احمد، ابو الولید، البیان و التحصیل، دار الغرب الاسلامی، بیروت ،لبنان، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء

☆..... قرطبی، ابو عبدالله ، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، مطبعة دار الکتب المصریة،الطبعة الثانیة، ۱۹۵۲ء

☆..... قریشی، محمد اسماعیل، ایڈووکیٹ، ناموس رسول اور قانون توهین رسالت، الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاهور، ۲۰۰۶ء

☆..... قشیری، مسلم بن الحجاج، ابو الحسین، الامام، الجامع الصحیح المعروف بصحیح المسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س.ن

☆..... قمی، صدوق ابو جعفر، من لا یحضره الفقیهه، تحقیق الخراسان، مطبعة النجف، الطبعة الرابعة

☆..... قنوجی، صدیق بن حسن، ابو الطیب، الروضةالندیه، دارنشر الکتب الاسلامیة، لاهور، س.ن

☆..... کاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مطبعة زکریا علی یوسف، القاهرة، ۱۹۶۸ء

☆..... کلو ذانی،ابو خطاب، محفوظ بن احمد بن حسن، الهدایة،مکتبة الاوقاف، بغداد، س.ن

☆..... کیلانی، عبدالرحمن، مولانا، تیسیر القرآن، مکتبه السلام، وسن پوره، لاهور، ۱۴۲۶ھ

☆..... مالک بن انس، الامام، الموطا، بیروت، دار احیاء التراث العربی،۱۴۰۶ھ

☆..... مالک بن انس، امام ، الاصبحی، الموطا، دار احیاء التراث العربی،بیروت،س.ن

☆..... ماوردی، علی بن محمد بن حبیب، ابو الحسن، الاحکام السلطانیة، دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان، ۱۳۹۸ھ

☆..... متین خالد، محمد، فتنه قادیانیت کے خلاف عدالتی فیصلے، ۲۰۱۴ء

☆..... محمد براء یاسین،عقوبة المرتد فی الشریعة الاسلامیة وجواب معارضات المنکرین،کرلز التاصیل للدراسات والبحوث، جدة، المملکة العربیة السعودیة، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۳۵ھ

☆..... محی الدین، المعروف اخوین، السیف المشهور علی الزندیق وساب الرسول، (المخطوط)،دارالکتب المصریة

☆..... مرتضیٰ، احمد بن یحییٰ،البحر الذخارالجامع لمذاهب علماء الامصار، بیروت، مؤسسة الرسالة، ۱۹۸۲

☆..... مرداوی، علاء الدین، علی بن سلیمان،ابوالحسن، الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف،دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعة الثانیة، ۱۹۸۶ء

☆..... مرغینانی،علی بن ابی بکر، برهان الدین، الهدایة شرح بدایة المبتدی، مکتبة البابی الحلبی، مصر،۱۹۳۶ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆..... مطغی،عبدالعظیم ابراهیم، الدکتور،عقوبة الارتداد عن الدین بین الادلة الشریعة و شبهات المنکرین، الطبعة الاولیٰ،مکتبة وهبة، القاهرة،۱۴۱۴ھ

☆..... معجم الوسیط، مجمع اللغة العربیه، القاهره، ۱۹۸۵ء

☆..... مغل، زاهد صدیق ، اسلامی بینکاری و اسلامی جمهوریت؛ تنقیدی جائزه، وراثت لاهور

☆..... مفتی، محمد شفیع، مولانا،معارف القرآن، فرید بک ڈپو، جامع مسجد دهلی،۱۹۹۸ء

☆..... مقدسی، شرف الدین موسیٰ ، ابو نجا، الحجاوی، الاقناع، المطبعة الازهریة، ۱۳۵۱ھ

☆..... مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفهیم القرآن، اداره ترجمان القرآن، لاهور،، ۲۰۱۵ء

☆..... مودودی، ابوالاعلیٰ، سید،مرتد کی سزا، اسلامی قانون میں، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاهور، اپریل ۱۹۷۰ء

☆..... موسوی، حسن، تهذیب الاحکام فی شرح المقنعة، الطبعة الثانیة

☆..... ناصر، عمار خان ، حدود و تعزیرات؛ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا جائزه، طبع اول، ۲۰۰۷ء

☆..... ناصر، عمار خان ،حدود و تعزیرات؛ چند اهم مباحث، المورد، لاهور، جولائی ، ۲۰۰۸

☆..... ناصر،محمد عمار خان، حدود و تعزیرات، اسلامی نظریاتی کونسل ، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء

☆..... ندوی، سید ابو الحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ، لکهنؤ، ۱۹۷۹ء

☆..... نسائی، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمن، الخراسانی، الامام، السنن الکبریٰ،دار الکتاب العربی، بیروت،۱۴۰۵ھ

☆..... نسائی، احمد بن شعیب، ابو عبدالرحمن، الخراسانی، الامام، سنن ، مکتب المطبوعات الاسلامیة، حلب، الطبعة الثانیة، ۱۴۰۹ھ

☆..... نظامی، محمد مظهر حسن، شرح مجموعه تعزیرات پاکستان، معه اسلامی تعزیری قوانین، پی ایل ڈی پبلشرز، نابهه روڈ لاهور

☆..... نفراوی، احمد بن غنیم بن سالم المالکی، الفواکه الدوانی فی شرح رسالة ابن ابی زید القیروانی، مطبعة مصطفی البابی الحلبی،الطبعة الثالثه،۱۳۷۴ھ

☆..... نووی، یحییٰ بن شرف، ابو زکریا، الشافعی، المجموع شرح المهذب، دارالفکر ، بیروت، س.ن

☆..... نووی، یحییٰ بن شرف، روضة الطالبین والتکمله لمحمد نجیب المطیعی، تحقیق، محمود مطرحی، دارالفکر ، بیروت،الطبعة الاولیٰ، ۱۴۱۷ھ

☆..... نووی،حاشیه قلیوبی و عمیرة علی متن مناهج الطالبیه، مکتبه محمد علی صبیح

☆..... نیسابوری، محمد بن عبدالله، الحاکم،المستدرک علی الصحیحین، دارالنشر، دارالکتب العلمیة،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیروت، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۱۱ھ

☆..... نیسابوری، نظام الدین، حسن بن محمد،غرائب القرآن و رغائب الفرقان، ۱۳۲۳ھ

☆..... وحید الدین خاں، مولانا ، اظہار دین، مکتبہ قاسم العلوم، لاہور

☆..... ھلالی، سعد الدین، مسعد، موقف الاسلام من الردة، ابحاث و وقائع المؤتر العام الثانی والعشرین، مصر ۲۰۱۰ء

☆..... یمانی، احمد بن قاسم، القاضی، التاج المذھب لاحکام المذھب شرح متن الاظہار فی فقہ آئمة الاطہار، دار احیاء الکتب

☆..... یوسف، صلاح الدین، حافظ،احسن البیان، دار السلام، لوئر مال روڈ، لاہور، ایڈیشن ۴، ۱۹۹۸ء

رسائل وجرائد

☆..... ماہنامہ،طلوع اسلام،گلبرگ، لاہور، مارچ،۱۹۶۴ء

☆..... مجلة القانون المصریة،العدد،السنة الاولی

☆..... روزنامہ پاکستان،۲۴فروری۲۰۱۶ء

☆..... ماہنامہ محدث، لاہور،نومبر، ۲۰۰۸،جلد۴۰،شمارہ۳۲۶

☆..... ماہنامہ ساحل،کراچی، مارچ۔اپریل ۲۰۰۵ء

English Books

☆..... Australian Journal and Islamic Studies Research (Ajhirs), Vol-2, Issue-2, July, 16 to December, 16، Naheed Arain

☆..... Principles of the Criminal Law, By Seymoure F, Harris, London, 1912

☆..... Blackstone's criminal practice 1995, Blackstone Press Ltd. U.K

☆..... The Indian Penal Code, Act xlv of 1860, vol.1, Crishen Lal & co, Calcutta, 1929

☆..... The all India Reporter, Section Lahore, 1927, Lahore High Court Judgement Dated 07-02-1927

☆..... Federal Shariat Court of Pakistan Judgment dated: 07-03-1990 in Muhammad Ismail Qureshy Vs. General Muhammad Zia-ul-Haq, PLD 1991-FSC-10

☆..... The Law of united Nations, By Hans Kelson, lawbook exchange, Limited, edition, 2, 2011.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆..... Draft Declaration on Rights and Duties of States, 1949.

☆..... International Covernant for Civil and Political Rights, 1966.

☆..... The God Delusion by Richard Dawkin, bantam books, London, united kingdom,2006.

☆..... Diagnosis of Our time, by Karal Mannheim, toylor& francis, vol 3, 2013.

☆..... Theory of Justice by john Rawls, Harvard university press, London, England, 1971.

☆..... Political Liberalism by john Rawls, Columbia university press, united states, 1993.

☆..... The Law of People by john Rawls, Harvard university press, London, united kingdom, 1999.

Web Sites

☆..... www.cii.gov.pk/history

☆..... http://end-blasphemy-laws.org/countries/europe/united-kingdom/

☆..... https://www.law.cornell.edu/constitution/first_amendment

☆..... https://malegislature.gov/laws/general laws/partIV/titleI/chapter272/ section36.

☆..... http://lawslois. justice.gc.ca/eng/acts/C-46/page-150.html#h-89.

☆..... http://www.independant.co.uk/news/world/amercas/canada-parliament-anti -islamo phobia-motion-pass-muslim-iqra-khalid-david-anderson-racism-faith-a7647851.html

☆..... https://www.legifrance.gouv.fr/affichTexte.do?cidTexte=JORFTEXT000000508749

☆..... http://end-blasphemy-laws.org/countries/europe/france/

☆..... https://www.unodc.org/tldb/pdf/Denmark_Criminal_Code_2005.pdf

☆..... https://www.unodc.org/tldb/pdf/Denmark_Criminal_Code_2005.

☆..... http://www.un.org/depts/los/Legislationandtreaties/Pdffiles/Nor_penal_code.pdf

☆..... http://www.loc.gov/law/foreign-news/article/norway-blasphemy-provision -to-be-removed-from-penal-code/

☆..... http://knesset.gov.il/tql/knesset_new/knesset13/HTML_27_03_2012_06-21-01-PM/ 19931124@19931124008@008.html

☆..... http://www.austlii.edu.au/au/legis/vic/consol_act/rarta2001265/s25.htm

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

☆..... https://www.gesetze-im-internet.de/stgb/__166.html

☆..... https://www.loc.gov/law/help/blasphemy/index.php#_ftn72

☆..... http://www.planalto.gov.br/ccivil_03/decreto-lei/Del2848compilado.htm

☆..... http://www.taoiseach.gov.ie/eng/Historical_Information/The_Constitution/February_2015-Constitution_of_Ireland_.pdf

☆..... https://www.loc.gov/law/help/blasphemy/index.php#_ftn72

☆..... https://end-blasphemy-laws.org/countries/europe/malta/

☆.....https://www.justiceservices.gov.mt/DownloadDocument.aspx?app=lom&itemid=8574

☆..... https://www.constituteproject.org/constitution/Zimbabwe_2013.pdf

☆..... http://www.refworld.org/docid/4c45b64c2.html

☆..... www.Pakistancode.gov.pk

☆..... https://www.un.org/en/seetions/docouments/gernal-assebly-resolutons/

☆..... https://www.un.org/en/universal-declaration-human-rights/

☆..... https://legal.un.org/ilc/texts/instruments/english/commentaries/2-1-1949.

☆..... https://www.mazameen.com/religion-2/html/amp

☆..... https:\\en.m.wikipedia.org\wiki\Abdur-Rehman(Convert)

☆..... https:\\www.rand.org\pubbs\monographs\MG574.html

☆..... https://icj-cij.org/en/statute

☆..... https://guides.loc.gov/federlist-papers.

☆..... https://www.constituteproject.org.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "